اردو زبان میں قصیدہ بردہ شریف کی سب سے جامع اور عمدہ شرح

طیب الوردہ

شرح قصیدہ بردہ شریف

مصنف

امام محمد بن سعید بوصیری رحمۃ اللہ علیہ

شارح

علامہ ابو الحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور - کراچی ○ پاکستان

نام کتاب	شرح قصیدہ بردہ شریف
مصنف	امام محمد بن سعید بوصیری رحمۃ اللہ علیہ
مترجم وشارح	علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ
تاریخ اشاعت	مئی 2009ء
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	SS2
قیمت	-/215 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔7221953 فیکس:۔042-7238010
9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔7225085-7247350
14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی
فون:021-2212011-2630411۔ فیکس:۔021-2210212
e-mail:- Info@zia-ul-quran.com
Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

عرض ناشر

قصیدہ بردہ شریف ایک عاشق دلگداز کے قلب مضطرب سے نکلی ہوئی وہ پرکیف صدا ہے، جس کو اس کے محبوب نے بصد انداز رعنائی و دلربائی اپنے حریم ناز میں اذن باریابی بخش دیا تھا۔ اسی لیے اہل دردوسوز اسے صدیوں سے حرز جاں بنائے ہوئے ہیں۔ خداوند بزرگ و برتر کا صد ہزار بار شکر ہے کہ اب ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز کو بھی اس گوہر نایاب کی اشاعت کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔

اس اشاعت کی نمایاں خوبی یہ ہے کہ یہ علامہ ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ کی حسین و جمیل اور دل آویز و دل آفریں علمی شرح سے مزین ہے۔ حضرت علامہ کا علمی حلقوں میں جو مقام ہے اور آپ علمی ثقاہت کے جس مرتبہ پر فائز ہیں اہل ذوق اس سے بخوبی واقف ہیں۔

اس سے قبل ادارہ ضیاء القرآن کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ حضرت علامہ کی عمر بھر کی کاوش و کوشش کے ثمر "تفسیر الحسنات" کو سات جلدوں میں شائع کر چکا ہے۔ اس معرکۃ آلاراء تصنیف نے خواص و عوام میں بڑی ہی گرانقدر مقبولیت حاصل کی ہے۔ یہ سب حضرت علامہ کے مخلص اور ہونہار فرزند جناب مولانا سید خلیل احمد صاحب قادری مدظلہ العالی کی توجہ اور اعانت سے ممکن ہو سکا۔ اب آپ نے ادارہ کی کارکردگی پر اطمینان و تحسین کا اظہار فرماتے ہوئے انہیں حضرت علامہ کی تمام تصانیف شائع کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس سلسلہ زرنگار کی پہلی کڑی "طیب الوردۃ" کی صورت میں آپ کے سامنے ہے۔

اگر خداوند کردگار کا فضل و کرم شامل حال رہا تو ادارہ اپنی عظیم فنی و طباعتی روایات کے مطابق جلد ہی آپ کی جملہ تصانیف قارئین محترم کی خدمت میں پیش کر دے گا۔

محمد حفیظ البرکات شاہ

صاحب قصیدہ بردہ علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ

عشق مصطفےٰ اور نعت گوئی: سرکار دو عالم جناب رسالت مآب حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی ذات اقدس سے اظہار محبت و عقیدت مسلمانوں کا جزو ایمان ہے، صحابہ کرام اور صالحین امت اسی جذبہ محبت سے سرشار تھے اور یہی چیز ان کے لیے مایہ صد افتخار رہی۔ امت مسلمہ کے شاہ و گدا کے درجات و مراتب کا معیار بھی محبت رسول ہی رہا ہے۔ عمل بالقرآن، اتباع سنت رسول، صلوٰۃ و سلام، نعت و منقبت اظہار محبت کے مختلف انداز ہیں۔ اور عاشقان رسول اسی متاع عزیز کے سہارے کائنات ارضی پر چھائے رہے۔

آنکہ عشق مصطفیٰ سامان اوست بحر و بر در گوشۂ دامان اوست

محبت رسول ہی وہ جذبہ ہے۔ جس کی بدولت شرقی و غربی، عجمی و عربی، رومی و شامی، گورے اور کالے، شاہ و گدا مدحت سرا رسول ہوئے۔ سرکار دو عالم کی بارگاہ میں جھنے والوں میں سے نعت خوانان رسول کو ایک خاص مقام حاصل رہا ہے۔ عالم اسلام کی برگزیدہ شخصیتوں میں مدحت سرا رسول بڑے بلند و ارفع مقام پر فائز رہے۔ عربی زبان میں نعت رسول کا گراں قدر ذخیرہ موجود ہے۔ فارسی، اردو میں نعتیہ اشعار کا بحر ذخار موجود ہے۔

قصیدہ بردہ: حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے لے کر علامہ بوصیری صاحب قصیدہ بردہ کے عہد تک (608ھ تا 695ھ) ہزاروں قصائد لکھے گئے جو سرکار دو عالم کے محاسن سے پر ہیں۔ مگر علامہ بوصیری کے قصیدہ بردہ کو جس خاص شفقت سے نوازا گیا ہے۔ وہ حضرت بوصیری کا ہی حصہ ہے۔ اس قصیدہ کو خود سرکار دو عالم ﷺ نے صاحب قصیدہ کی زبانی خواب میں سنا۔ چادر انعام میں بخشی، بدنی اور روحانی بیماریوں سے نجات دی اور پھر سب سے بڑھ کر اپنے نعت خوانوں میں منفرد اور ممتاز مقام بخشا۔ شمع رسالت کا وہ کون سا پروانہ ہے، جو بوصیری کی زبان سے کہا ہوا قصیدہ نہیں پڑھتا۔

مشائخ، علماء اور صوفیہ نے اسے ہر دور میں حرز جان بنایا، ہر مجلس میں پڑھا، ایک بار

نہیں، ہزار بار پڑھا۔ لاکھوں صالحین امت اسی قصیدہ بردہ کو پڑھتے پڑھتے بارگاہ نبوت میں باریاب ہوئے اور حقیقت یہ ہے کہ اس تاریخ ساز قصیدہ نے جہاں عاشقان رسول کو ایک مقبول ومرغوب روحانی غذا دی وہاں صاحب قصیدہ کو آسمان شہرت کی ان بلندیوں پر پہنچا دیا جہاں بہت کم لوگوں کی رسائی ہوئی ہے۔

علامہ بوصیری: محمد بن سعید المعروف بہ علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ یکم شوال 608ھ (7 مارچ 1213ء) مصر میں ایک قصبہ دلاص میں پیدا ہوئے۔ آپ قبیلہ صنہاجہ سے تعلق رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ عرب کے بعض تذکرہ نگار آپ کو صنہاجی اور مقام ولادت کی وجہ سے دلاصی اور مقام حکومت کی وجہ سے بوصیری لکھتے آئے ہیں۔ آپ نے تیرہ سال کی عمر میں حفظ قرآن کیا اور دیگر اسلامی علوم میں مہارت حاصل کر کے یک گونہ کمال حاصل کرلیا۔

آپ کے کلام میں جن اصطلاحات اور تلمیحات کا تذکرہ ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ علم حدیث، سیر، مغازی اور علم کلام میں پوری پوری صلاحیت رکھتے تھے۔ وہ علم ادب، بدیع، بیان اور صرف ونحو میں مشاق دکھائی دیتے ہیں۔ آپ کا مجموعۂ کلام دیوان بوصیری مصر میں کئی بار چھپا۔ انگریزی اور جرمنی میں اس کے تراجم ہوئے۔ یہ دیوان آپ کی قادر الکلامی پر شاہد عادل ہے۔ اہل علم نے آپ کے شاعرانہ کمالات اور ادبی مقام پر داد تحسین پیش کی ہے۔ شیخ الاسلام علامہ سیوطی، علامہ ابن العماد حنبلی، ابن شاکر کتبی، پطرس بستانی (صاحب ادباء العرب) ابن سید الناس (حضرت بوصیری کے شاگرد) جیسے حضرات نے بڑی فراخدلی سے آپ کے کمالات علمی کا اعتراف کیا ہے۔ مستشرقین میں سے نکلسن اور آربری بھی آپ کی جلالت شان کے قائل ہیں۔

بیعت: آپ تصوف میں حضرت ابو العباس احمد المرسی (م 686ھ) کے مرید تھے۔ اور آپ سے ہی روحانی مقامات طے کیے۔ آپ اپنے زمانہ کے رواج کے مطابق فکر معاش کو دور کرنے کے لیے وزیر زین الدین یعقوب بن زبیر کے شاہی کاتب تھے۔ بعد ازاں مختلف درباروں تک رسائی حاصل کی۔ عمر کا ایک حصہ اس بادیہ میں گزارنے کے بعد آپ

نے اپنے آپ کو ثناء خوانی رسول کے لیے وقف کر دیا۔ اور پھر کوئے حبیب سے عمر بھر قدم باہر نہ رکھا۔

علامہ بوصیری جس زمانہ میں پیدا ہوئے مصر بڑے انقلابی دور سے گزر رہا تھا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کا بھائی الملک العادل ابو بکر مصر و شام کا حکمران تھا۔ مگر اس کی وفات کے بعد ایوبیوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی اور یکے بعد دیگر مختلف لوگ تخت نشین ہوتے رہے۔ ایران و توران، عباسیہ اور خوارزمیوں کی باہمی کش مکش کا میدان بنے ہوئے تھے۔ مصر و شام صلیبیوں کے حملوں اور پھر باہمی آویزشوں کا نشانہ تھے۔ شمال سے تاتاری حملہ آور عظمت اسلام کو تہس نہس کر رہے تھے۔ ان حالات میں عالم اسلام پر جو کچھ گزری وہ علامہ بوصیری کی نظروں کے سامنے گزری۔ آپ دس سال تک بیت المقدس میں مصروف ریاضت و عبادت رہے۔ پھر سرزمین حجاز میں قیام پذیر ہوئے اور اپنے شیخ کے قدموں میں سکون کی دولت حاصل کرتے رہے۔

بوصیری کے عہد میں مسلمانوں کی حالت: پروفیسر نکلسن نے آپ کے عہد کو شاندار تاریخ کا المناک اختتامیہ قرار دیا ہے۔ اگرچہ کچھ زمانہ گزرنے کے بعد مسلمانوں کی ترک، مغل اور ایرانی سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ مگر غازیان اسلام کا ہراول دستہ کہاں گیا جو مدینہ منورہ سے صلوٰۃ وسلام کی تازگی لے کر روانہ ہوا تھا۔ عرب کے وہ جیالے کن وادیوں میں کھو گئے جو شعلہ بداماں زباں، برق پاش فصاحت اور آتش زیر پا تلواریں لے کر باطل پر ٹوٹ پڑتے تھے۔ عرب کے وہ حدی خواں کہاں گئے جنہوں نے صحرائے عرب سے نکل کر اسلام کے پرچم کو اپنے زمانے کے متمدن ترین خطوں میں لہرایا تھا، دنیا کے مزاج کو بدلا تھا، سوچنے کے انداز بدلے تھے، ذہن انسانی کو نئے افکار سے روشناس کیا تھا۔ بوصیری کے زمانہ میں عہد رفتہ کی یہ عظمتیں عرب کے صحراؤں، غرناطہ کے سبزہ زاروں اور نیل کی وادیوں میں بکھری دکھائی دیتی تھیں۔ انہی مدہم روشنیوں میں علم و ادب کا کارواں، لٹا لٹا کارواں شکست خوردہ قوم اور احساس شکست سے دبا ہوا قافلہ سرگرم سفر تھا۔ بے منزل، بے مقصد

اور بغیر کسی نصب العین کے ایک معاشرہ زندگی بسر کر رہا تھا۔ اس عہد کا ادب جس میں علامہ بوصیری کو زبان فصاحت وا کرنا پڑی ایک جمودی ادب تھا۔ ایک مایوس اور قنوطیت زدہ قوم کا ادب تھا، ایک لٹی ہوئی تہذیب کا جسد بے جان تھا، سیاسی انحطاط، معاشی بدحالی اور ثقافتی بے راہ روی اس ادب کا خاصہ بن چکے تھے۔ شعراء پر جمود تھا اگرچہ شاعر تھے، دیوان بھی مرتب ہوئے تھے، شعر بھی کہے جاتے تھے۔ لیکن متنبی، معری اور ابن الفارض سے اس دور کے شعراء کو کیا نسبت تھی۔ بایں ہمہ علامہ بوصیری نے اس دور میں ایک اچھا ادب پارہ پیش کیا۔ جسے ہم قصیدہ بردہ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

قصیدہ بردہ کی مقبولیت: ناقدین نے اس قصیدہ عالیہ کی ادبی خوبیوں اور بعض مخصوص صنعتوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ قصیدہ بردہ کو مصنف نے دس فصلوں میں تقسیم کیا ہے۔ ہر فصل میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسن ومحامد کو انوکھے انداز میں بیان کیا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ عاشقان رسول کے لیے بڑا قابل قدر سامان جمع کر دیا ہے۔ میلاد پاک سے لے کر وصال مبارک تک آپ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو بڑی محبت سے بیان کیا ہے۔ 162 شعروں کا یہ قصیدہ مرصع اہل دل کی روحانی غذا بنا ہوا ہے۔ ابتدائے کار سے لے کر آج تک اس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اسے روحانی قالاؤں کے لیے استعمال کیا جاتا رہا ہے اور اس سے فیضان کی بارشیں حاصل ہوتی رہیں۔ وظیفہ جان کر پڑھا جاتا رہا، مقدس عبادت گاہوں کے در و دیوار اس کے اشعار سے مزین رہے۔ اور اب تک اہل اللہ کی پاکیزہ مجلس میں اہتمام سے پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ شعراء نے اس قصیدہ پر ہزاروں تضمینیں لکھیں، سیکڑوں شرحیں کیں اور درجنوں تخطیریں لکھیں۔ اگر ہم ان تمام شروح ومتعلقات کی تفصیل لکھیں تو ایک دفتر درکار ہے۔ تاہم قارئین کے ذوق کے لیے ہم ایک مختصر ساخاکہ ان متعلقات کا ذکر کرتے ہیں۔ جنہیں ماہر کتابیات ترکی عالم علامہ مصطفیٰ بن عبداللہ المعروف بہ حاجی خلیفہ و کاتب چلپی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب کشف الظنون کی جلد دوم (مطبوعہ استنبول 1943ء) میں درج کیا ہے۔

اس کتاب میں انہوں نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ان کی نگاہ میں عربی زبان میں قصیدہ بردہ کی چالیس شرحیں گزری ہیں۔ جنہیں ہر دور کے معروف شعراء، ادباء، علماء اور صوفیہ نے تالیف کر کے اپنے ذوق کا ثبوت دیا ہے۔ بیس تخمیسیں، چودہ تسبیعیں (قصیدہ کے ہر شعر کے پہلے مصرع کو لے کر اس کے ہم قافیہ وردیف پانچ مصرعوں کے اضافہ کو تسبیع کہتے ہیں) نو تشطیریں (ہر شعر کے درمیان میں دو مصرعوں کا اضافہ تشطیر کہلاتا ہے) اور کئی ایک تذئیلیں (ہر شعر کے نیچے چند مصرعوں کے اضافہ کو تذئیل کہتے ہیں) اور سیکڑوں تضمینیں لکھی گئی ہیں۔ ان شرحوں اور تضمینوں کے علاوہ قصیدہ بردہ کے متعدد تراجم دنیا کی اکثر زبانوں میں کیے گئے۔ لاطینی، جرمنی، فرانسیسی، انگریزی، ملائی، فارسی، اردو، ترکی اور پنجابی میں بڑے ترجے لکھے گئے اور ان میں سے اکثر چھپے۔ ان دنوں اردو تراجم میں خان بہادر محمد حسین خاں، مولانا عزیز الدین بہاولپوری، مطبع مجیدی کانپور، تاج کمپنی لاہور، اصح المطابع کراچی اور مولانا نور بخش توکلی مجددی، علی محسن صدیقی اور محمد فضل احمد عارف کا ترجمہ بہت مقبول ہے۔ مولانا عزیز الدین بہاولپوری نے سرائیکی میں ترجمہ لکھا۔ پنجابی کے اکثر ترجے پنجابی شعروں میں لکھے گئے۔ مولانا نبی بخش حلوائی مرحوم مؤلف تفسیر نبوی کا پنجابی ترجمہ خاصا مشہور ہوا۔ جاوا (انڈونیشیا) میں جاوی زبان میں 1313ھ میں ترجمہ طبع ہوا۔

زیر نظر شرح قصیدہ المعروف بہ طیب الوردہ علی قصیدۃ البردہ حضرت علامہ مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ خطیب مسجد وزیر خاں کی کاوش فکر کا نتیجہ ہے۔ حضرت مؤلف علام 1945ء میں زیارت روضۂ سرکار دو عالم ﷺ کو حاضر ہوئے اور مواجہہ مبارک کے سامنے کھڑے قصیدہ بردہ پڑھتے رہے۔ زیارت سے فیض یاب ہوئے اور اردو شرح قصیدہ لکھنے کا شوق دامن گیر ہوا۔ وطن آ کر یہ مفصل شرح لکھی اور زیور طبع سے آراستہ کی۔

حضرت مؤلف ایک شاعر، عالم دین خطیب اور صوفی بزرگ تھے، انہوں نے اس قصیدہ کی شرح میں اپنے کمالات کا مظاہرہ کیا ہے۔ جابجا فارسی، اردو شاعروں کے اشعار کا موقع محل کے مطابق اضافہ کیا۔ علامہ خرپوتی کی عربی شرح قصیدہ بردہ آپ کے سامنے تھی۔

اسے آپ نے اپنی شرح کا سب سے بڑا ماخذ قرار دیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کو بڑی محبت اور تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس قصیدہ کا پہلا ایڈیشن 1946ء میں شائع ہوا۔ اہل ذوق نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور حرز جان بنایا۔

نیا ایڈیشن: ہمارے دوست جناب محمد حفیظ البرکات شاہ منیجر ضیاء القرآن پبلی کیشنز کا ذوق ہے کہ انہوں نے اس زمانہ میں زرکثیر خرچ کر کے اس شرح کے دوسرے ایڈیشن کو بکمال خوبی طبع کرانے کا اہتمام کیا ہے اور حضرت مؤلف کے صاحبزادے جناب مولانا امین الحسنات سید خلیل احمد صاحب قادری خطیب مسجد وزیر خاں لاہور کی خاص اجازت سے عشق ومحبت کا یہ ادب پارہ آپ کے ہاتھوں پہنچ رہا ہے۔

ہمیں امید ہے کہ اس قصیدہ کے چھپنے کے بعد اہل محبت کی تشنہ کامی میں ضرور کمی ہوگی اور اہل ذوق اسے پسندیدہ نظروں سے مطالعہ کریں گے۔

اقبال احمد فاروقی 24 نومبر 1973ء

12-c شادباغ لاہور

شیخ الحدیث علامہ سید احمد سعید کاظمی مدظلہٗ

مفسر قرآن مشہور زمان

حضرت علامہ سید ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے سرزمین لاہور کو قطب الاقطاب کے نام سے موسوم کیا تھا۔ بلاشبہ یہ حقیقت ہے کہ اس شہر نے ان بیسیوں برگزیدہ ہستیوں کو جنم دیا جنہوں نے دہریت اور الحاد کی تاریکیوں میں بھٹکتی ہوئی دنیا کو روشنی کے منار دکھائے تھے۔ مذہبی رسموں کی تطہیر، روز مرہ کے امور حیات میں پاکیزگی، روح کی نجات اور دنیا و آخرت میں سرخروئی کے جو آفتاب ان بزرگوں نے تراشے تھے، وہ آج بھی تابناک ہیں۔ رشد و ہدایت کے انہی آفتاب سازوں میں مفسر قرآن غازئ کشمیر، صدر مرکزی جمعیت العلمائے پاکستان حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک بلند اور منفرد مقام کے حامل تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت مرحوم کی ذات گرامی ہماری یادوں کی ہرگز محتاج نہیں ہے۔ انہوں نے اپنی پاکیزہ شاہراہ حیات میں حسن عمل کے جو پھل اگائے تھے وہ ہمیشہ سرسبز و شاداب رہیں گے۔ البتہ شعبان المعظم کا چاند جونہی آسمان پر طلوع ہوتا ہے۔ عقیدت مندوں کے دل میں ان کی محبت کے دھیمے دھیمے چراغ ایک دم بھڑک اٹھتے ہیں۔

جزیرۃ العرب، ایران اور ہندوستان ہی تین ملک ہیں جو حضرت علامہ قادری کے آباء و اجداد کا مسکن رہے۔ جب کہ حضرت علامہ کی تاریخ حیات ہندوستان اور پاکستان وابستہ ہے۔ حضرت علامہ کے بزرگان سلف عرب سے ہجرت کر کے ایران کے شہر مشہد میں قیام پذیر رہے۔ بعد میں بلگرام اور فرخ آباد منتقل ہوئے اور آخر میں ہندوستان کی ریاست الور میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ ہندو راجپوت اس ریاست کے حکمران تھے اور اس دور کا حکمران راجہ جے ہری سنگھ تھا۔ بعض تاریخی روایات کے مطابق یہ راجہ جہاں علم دوست تھا

وہاں مسلم دوست بھی تھا۔ چنانچہ اس کے عہد میں علم و فن، شعر و سخن اور درس و تدریس نے بہت فروغ پایا۔ چنانچہ حضرت علامہ کے آباء و اجداد نے بھی وہاں پر علم و فضل کے چراغ روشن کیے۔ اس خاندان کا سلسلہ نسب حضرت امام موسیٰ رضا سے ہوتا ہوا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما سے جا ملتا ہے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت استاذ العلماء سید دیدار علی شاہ ہے۔ امام اہلسنت شیخ المحدثین حضرت مولانا سید دیدار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حضرت علامہ ابوالحسنات پیدا ہوئے۔ حضرت دیدار علی شاہ اس خاندان کے وہ پہلے بزرگ ہیں جو ریاست الور سے ہجرت کر کے لاہور تشریف لائے اور تاریخی مسجد وزیر خاں میں خطیب مقرر ہوئے۔ تبلیغ دین کے سلسلے میں شیخ المحدثین کی خدمات تاریخ پاک و ہند کا اہم باب ہیں۔ اندرون دہلی دروازہ کی جامع مسجد آپ کی زندۂ جاوید یادگار ہے۔ اس مسجد میں انہوں نے دم واپسیں تک علوم و فنون اور قرآن و حدیث کی درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ یہیں وفات پائی اور مسجد کے ایک کونے میں ان کا مزار مبارک ہے۔ یہی مسجد حزب الاحناف کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت علامہ ابوالحسنات قادری اپنی ذات میں انجمن اور یگانۂ روزگار تھے۔ سن شعور کو پہنچے تو حافظ عبد الغفور اور حافظ عبد الکریم سے قرآن پاک پڑھنا شروع کیا۔ ناظرہ ابھی پورا نہیں ہوا تھا کہ حفظ قرآن پاک کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ فن تجوید کی مشق میں قاری خدا بخش مرحوم اور فارسی کی تعلیم میں مرزا مبارک بیگ آپ کے اساتذہ مقرر ہوئے۔ بارہ سال کی عمر میں تھے کہ حفظ قرآن پاک کی سعادت پائی نیز اردو اور فارسی کی انشاء پردازی میں پورا پورا عبور حاصل ہو گیا۔ دیگر علوم و فنون کی تحصیل کے لیے والد گرامی کے علاوہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی، صدر الافاضل حضرت مولانا نعیم الدین مراد آبادی اور حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی رحمہم اللہ کی شاگردی کا شرف پایا۔ نیز ممتاز ترین رئیس القراء سے عین القضاۃ کی سند حاصل کی۔ یونانی فن طب میں آپ مایہ ناز طبیب تھے۔ حکیم نواب حامی الدین مرحوم علوم طب میں ان کے استاد تھے اور انہی سے فن طب کی سند فراغت حاصل کی۔

مسجد وزیر خان: والد گرامی سید دیدار علی شاہ صاحب کے ارشاد کے مطابق آپ مسجد وزیر خان کے خطیب مقرر ہوئے۔ آپ کے دور میں مسجد وزیر خان اپنے تاریخی شکوہ و عظمت کے ساتھ ہی علمی، ادبی، دینی، اسلامی اور سماجی سرگرمیوں کا بھی پرکشش مرکز بن گئی۔ اہل لاہور کے علاوہ دور دراز سے عام لوگ اور عقیدت مند یہاں آ کر ان کے بیان وخطاب سے مستفیض ہوتے۔ خلوص و عمل کا بھی آپ مرقع جمیل تھے اس لیے ان کا خطاب کانوں کی راہ سے دل کی گہرائیوں تک اتر جاتا تھا۔ سامعین یوں محسوس کرتے گویا وہ ایک خزانہ بیش بہا اپنے ساتھ لیے جا رہے ہیں ان کے ضمیر و دل کی کئی کدورتیں دھل جاتی تھیں۔ بے شمار غیر مسلموں نے حضرت علامہ کے دست حق پرست پر مشرف باسلام ہونے کی سعادت حاصل کی۔

ملت اسلامیہ کی سربلندی کے لیے آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں

تحریک پاکستان میں حضرت علامہ ابوالحسنات کا شمار ان سرخیل علماء میں ہوتا ہے جنھوں نے آزاد پاکستان کا محل تعمیر کرنے میں غیر معمولی سرگرمیوں کا مظاہرہ کیا تھا۔ بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس جس میں قریباً پانچ ہزار علماء کرام اور مشائخ عظام شریک ہوئے تھے تاریخ پاکستان کا ایک اہم باب ہے۔ کانگرس نواز علماء کی انتہائی کوشش تھی کہ اس کانفرنس میں قیام پاکستان کے مطالبہ پر علماء و مشائخ متحد نہ ہونے پائیں۔ لیکن حضرت علامہ ابوالحسنات نے منجملہ دوسرے سنی راہنماؤں کی کوششوں کے مطالبہ پر تمام علماء کرام اور مشائخ عظام کو متفق کر لیا تھا۔

جمعیت العلماء ہند پر کانگرس نواز علماء قابض اور مسلط تھے۔ ان کی ہر گاہ کوشش یہ تھی کہ قیام پاکستان کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہونے پائے اور نیشنلزم کے بت کو مسمار نہ ہونے دیا جائے۔ اس نازک مرحلہ میں علامہ ابوالحسنات نے جمعیت العلماء پاکستان کی تنظیم کے قیام کے سرتوڑ کوششیں شروع کیں جو بالآخر کامیاب ہو گئیں اور کانگرس کے ہمنوا علماء کو بہت بڑی شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ تحریک پاکستان کے سلسلہ میں آپ کی

قابل قدر خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔

تعمیر پاکستان کے سلسلہ میں آپ یونینسٹ وزارت اور اس کے سربراہ خضر حیات خان کے خلاف نبرد آزما ہوئے تو اس جرم بے گناہی کی پاداش میں ان کو قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔ غرض حضرت علامہ نے ہر مصیبت کا خیر مقدم کرتے ہوئے تعمیر پاکستان کی مساعی جمیلہ کو بہ دل و جان جاری رکھا۔

تحریک آزادئ کشمیر: قیام پاکستان کے بعد تاریخ کے لیے نئے باب کا آغاز ہوا تو علامہ ابوالحسنات قادری کو پہلے سے بھی زیادہ سرگرمی کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔ تحریک آزادئ کشمیر میں انہوں نے بے لوث قربانیاں دیں۔ مہاجرین کی مالی امداد کے لیے آپ نے سرتوڑ کوششیں کیں۔ چنانچہ جہاد کشمیر کے مجاہدانہ کارناموں پر آپ کو غازئ کشمیر کے قومی خطاب سے نوازا گیا۔ 9 مارچ 1949ء کو پہلی دستور ساز اسمبلی میں جو قرارداد مقاصد پیش کی گئی تھی اس میں علامہ ابوالحسنات کی مساعی اور مخلصانہ جدوجہد کا غالب حصہ تھا۔ آپ نے عوام و خواص کے دل و دماغ میں یہ بات منقش کر دی کہ ہم نے پاکستان کا مطالبہ اسلام اور صرف اسلام کے نام پر کیا تھا۔ چنانچہ پاکستان کا جو بھی دستور بنے گا۔ اس کی اساس و بنیاد اسی نظریہ پر ہونی چاہیے۔

شعر و سخن: علم و ادب اور شعر و سخن کے اعتبار سے بھی آپ ایک انجمن تھے۔ آپ صاحب طرز انشاء پرداز اور مستند و مسلم سخنور تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ شعر و ادب کی دنیا میں آپ ایک روشن منار تھے۔ آپ کی بیسیوں بلند پایہ تصانیف اس امر کی شاہد ہیں کہ آپ نے دین متین اور ملک و ملت کی خدمت میں کوئی لمحہ بھی ضائع نہیں کیا تھا۔ آپ نے اپنی پوری زندگی آزادئ وطن ملک و ملت کے استحکام اور دین حقہ کے فروغ میں بسر کی۔

وفات: حضرت علامہ ابوالحسنات قادری نے دو شعبان المعظم 1380ھ کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی اور دنیائے علم و دانش میں ایک ایسا خلا پیدا کر گئے جس کا پر ہونا بہت مشکل ہے حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے ان کو والہانہ عقیدت و محبت تھی۔ چنانچہ آپ کی

خواہش اور وصیت کے مطابق آپ کو حضرت داتا گنج بخش کے مزار پر انوار کے احاطہ میں آخری نیند سلا دیا گیا۔ انتقال سے چند منٹ قبل یہ شعر فرمایا:

حافظ رند زندہ باش مرگ کجا تو کجا   تو شدہ فنا محمد حمد بود بقائے تو!

تاریخ وصال

صابر و شاکر مفسر عالم دین متین

بے نظیر و بے مثال و لاجواب ولا کلام

فکر تھی تاریخ کی آئی ندا احمد لکھو

واصل حق ہو گئے وہ ہادی ذی احترام

0 8 3 1ھ

تصانیف: (۱) تفسیر الحسنات (۲) طیب الوردہ علی قصیدۃ البردہ۔ (۳) ترجمہ کشف المحجوب (۴) شمیم رسالت (125 احادیث کا مجموعہ) (۵) اسلام کے بنیادی عقائد وغیرہ (۶) اوراق غم۔

نذرِ فقیر

ایک دریوزہ گر قصیدہ کی کشتی میں اپنی کج مج بیانی کے دانے بھر کر معطی کونین غیاث دارین کے دربار میں حاضر ہے۔

زچشم آستین بردار گوہر را تماشا کن

فقیر قادری ابوالحسنات

خطیب مسجد وزیر خاں لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ مَلَأَ قُلُوْبَ الشَّاعِرِيْنَ بِحِكْمَتِهٖ وَزَيَّنَ نُفُوْسَ الْعَاشِقِيْنَ بِوُصْلَتِهٖ وَالصَّلٰوةُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ الَّذِىْ مَدَحَهُ الْوَاصِفُوْنَ بِالْقَصَائِدِ وَالْاَشْعَارِ وَعَجَزُوْا عَنْ بَيَانِهٖ وَاعْتَرَفُوْا بِالْاِقْرَارِ وَعَلٰى اٰلِهِ الَّذِيْنَ هُمْ اَهْلُ الْهُدٰى وَالْاِقْتِدَاءِ وَاَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ مَنِ اقْتَدٰى بِهِمُ اهْتَدٰى

حمد تبریکاً از زبان درفشاں حضرت امام المسلمین شیخ الحدیث (1)

قبلہ و کعبہ ام قدس سرہ العزیز

یک حمد چہ صد حمد خداوند نعم را — بر وفق نعم خالق صد علم و حکم را

حمدیکہ سزا وار خداوند جہان ست — حمدیکہ سزد معطی توفیق اتم را

صد حمد بہر حمد کہ از کلک و زبانم — آید و سزد صاحب صد فضل و کرم را

صد شکر بریں نعمت عظمیٰ کہ بما داد — محبوب خود آں ماحی صد ظلم و ستم را

گویم چہ ثنائش کہ خود آں خالق اکبر — مداح بود آں شہ ذی جاہ و حشم را

عرش است کمین پایہ ز ایوان شہ دیں — جبریل غلامیست مر آں شاہ امم را

قربان شومت رحم کن اے رحمت عالم! — از خاک مذلت تو بیفراز سرم را

اے جان من خستہ نثار ہر ادایت — قربان زمن ایمان بود ہر نقش قدم را

اے جود وجود تو وجود ہمہ عالم — بستہ است بفتراک تو حق جان و دلم را

موجود وجود ہمہ عالم بوجودت — از ظل تو شد زیب و ضیا ملک عدم را

اے کوکب دیں بدر کرم مہر رسالت! — آ بر سر ما دور بکن ظلمت و غم را

یک جان چہ دیدار کہ جان ہمہ عالم

قربان شہنشاہ عرب را و عجم را

1۔ شارح قصیدہ کے والد حضرت دیدار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو دار العلوم حزب الاحناف کے بانی تھے

عرض شارح

قصیدہ بردہ شریف ایک ایسا مقبول ومحمود قصیدہ ہے کہ مصنف کی زبان سے خود مقصود کونین مطلوب ثقلین رحمۃ للعالمین انیس الفقراء والمساکین ﷺ نے سماعت فرمایا۔ اور اتنا پسند آیا کہ بعض اشعار پر مثل عذبات البان متمائل ہوئے۔ پھر اس کی شرح کی طرف ایک دو شارح ملتفت نہ ہوئے اور معمولی شراح نے اس کی شرح پر خامہ فرسائی نہ کی۔ بلکہ شیخ زادہ اور خرپوتی مفتی مدینہ خرپوت جیسے متبحر اس کی شرح فرما چکے ہیں۔ پھر بھلا میں اس کی شرح کرنے کی کیا ہمت کر سکتا تھا۔ مجھے تو در حقیقت قصیدہ مبارکہ کے اشعار اور اس کے تلازمے اور استعارے ہی محو حیرت کر چکے تھے۔ پھر اس قصیدہ مبارکہ کی عظمت وعزت کی یہ شان دیکھ کر اور بھی مرعوب ہو گیا کہ بہاؤ الدین وزیر ملک ظاہر اس قصیدہ مبارکہ کو ننگے سر ننگے پیر کھڑے ہو کر سنتے اور اس کی برکت سے مفاد عظیم امور دینی و دنیاوی میں حاصل فرماتے۔ اور سعد الدین فاروقی آشوب چشم سے نابینا ہوئے تو ان کو اس قصیدہ مبارکہ کے پڑھنے کی بشارت ہوئی اور اسی کی برکت سے ان کی روشنی چشم بحال ہوئی۔ خود مؤلف قصیدہ کو دست مغیث الکون نے اس قصیدہ کے انعام میں فالج سے شفایاب فرمایا۔ جس کی تفصیل اپنے موقع پر عرض کروں گا۔

مگر بایں ہمہ

اردو کے بہت سے شراح دیکھے جنہوں نے رفاہ عوام کے لیے قصیدہ مبارکہ کی شروح فرمائیں۔ کہیں **عطر الوردہ فی شرح البردہ** (1) شائع ہوا۔ کہیں **الشوارد الفردہ علی قصیدۃ البردہ**، طبع کیا گیا لیکن جب ان کا مطالعہ کیا تو مجھ جیسے تشنہ کی سیرابی کو ایسی شروح ناکافی نظر آئیں۔ تتبع کرتا رہا کہ کوئی ایسی شرح عام فہم ملے جو قصیدہ مبارکہ کے مفہوم کو کم از کم اتنا واضح کرتی ہو کہ شعر پڑھ کر مقصود مؤلف اور وہ عشق جو مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں موجزن ہے، پڑھنے والا سمجھ سکے اور اشعار قصیدہ سے جو اوراد کی صورت میں چنے

1۔ اردو زبان میں مختصری شرح ہے جو مولوی ذوالفقار علی صاحب دیوبندی کی تصنیف ہے اور کئی بار چھپ چکی ہے۔

ہوئے ہیں، ان کو جان سکے کہ قصیدہ شریف کے فلاں شعر سے میں اپنی فلاں مہم سر کر سکوں گا۔

اب تک تجسس کرتا رہا مگر کوئی شرح ایسی نہ ملی جو مذکورہ امور پر حاوی ہوتی۔ خود ہمت کرتا اور رہ جاتا۔ دل میں شوق متلاطم ہوتا مگر پست ہمتی بے بضاعتی ہیچ میرزی و ہیچ مدانی کی بھیانک صورتیں دکھا کر مایوس کر دیتی۔ آخرش میرے دوست حاجی محمد عبد اللہ صاحب نقشبندی ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ ہائی کورٹ نے جو بلاناغہ قصیدہ شریف سننے میرے پاس تشریف لاتے تھے، میری ہمت چست کی اور فرمایا کہ اگرچہ بازار سخنوری میں تاجران گرانمایہ اپنی دکانیں اس کروفر سے سجاتے ہیں کہ ان کی طمطراق اور زیبائش جواہر سخن کے آگے ایسا ویسا جھیپ جاتا ہے۔ مگر بایں ہمہ پھیری والے اپنی چھوٹی چھوٹی چیزیں فروخت کرنے کو نکل ہی جاتے ہیں۔ اور بعض چیزیں ان پھیری والوں کی بساط میں ایسی مل جاتی ہیں کہ گاہک اس کا متلاشی ہوتا ہے اور تاجران بازار سخنوری اسے بہم نہیں پہنچا سکتے۔ بناء بریں توکلا علی اللہ بایماء ممدوح میں نے بھی کمر ہمت باندھ لی اور خاک از تودہ کلاں بردار پر نظر کرتے ہوئے اپنی کج مج بیانی کا ماخذ شرح شیخ زادہ علامہ شیخ محی الدین محمد بن مصطفیٰ قدس سرہ اور شرح علامہ عمر بن احمد آفندی خرپوتی شافعی مفتی خرپوت(1) کو بنایا۔ تاکہ قارئین کرام ان دو ہستیوں کی حمایت میں پا کر مجھ پر کسی قسم کی زبان

سپرنٹنڈنٹ ہائی کورٹ نے جو بلاناغہ قصیدہ شریف سننے میرے پاس تشریف لاتے تھے، میری
ہمت چست کی اور فرمایا کہ اگرچہ بازار سخنوری میں تاجران گرانمایہ اپنی دکانیں اس کروفر سے
سجاتے ہیں کہ ان کی طمطراق اور زیبائش جواہر سخن کے آگے ایسا ویسا جھیپ جاتا ہے۔ مگر بایں
ہمہ پھیری والے اپنی چھوٹی چھوٹی چیزیں فروخت کرنے کو نکل ہی جاتے ہیں۔ اور بعض چیزیں
ان پھیری والوں کی بساط میں ایسی مل جاتی ہیں کہ گاہک اس کا متلاشی ہوتا ہے اور تاجران بازار
سخنوری اسے بہم نہیں پہنچا سکتے۔ بناء بریں توکلا علی اللہ بایماء ممدوح میں نے بھی کمر ہمت
باندھ لی اور خاک از تودہ کلاں بردار پر نظر کرتے ہوئے اپنی کج مج بیانی کا ماخذ شرح شیخ زادہ
علامہ شیخ محی الدین محمد بن مصطفیٰ قدس سرہ اور شرح علامہ عمر بن احمد آفندی خرپوتی شافعی مفتی
خرپوت(1) کو بنایا۔ تاکہ قارئین کرام ان دو ہستیوں کی حمایت میں پا کر مجھ پر کسی قسم کی زبان

سبب تالیف قصیدہ

ناظم القصیدہ علامہ شرف الدین محمد بوصیری مصری رحمۃ اللہ علیہ مصر کے ایک قریہ بوصیر کے رئیس اعظم اور علوم عربیہ کے متبحر عالم فصاحت و بلاغت میں ایسے مشہور و معروف فرد تھے کہ آپ اپنے زمانہ میں اپنی نظیر آپ ہی تھے اور علماء عصر میں ایک شہرہ آفاق ادیب۔

ابتداء عمر میں آپ اپنی خداداد قابلیت اور تبحر علم کی وجہ سے سلاطین اسلامیہ کے مقرب و محبوب عنصر رہے۔ آپ سلاطین و امراء کی منقبت اور قصیدہ گوئی میں خاص طور پر حصہ لیتے اور ان کے اعداء کی ہجو میں رجز اور قصائد لکھا کرتے تھے۔

ایک روز آپ دربار سلطانی سے اپنے گھر تشریف لا رہے تھے کہ ایک بزرگ ملے اور انہوں نے علامہ بوصیری سے سوال کیا کہ تم نے حضور ﷺ کی کبھی خواب میں بھی زیارت کی یا نہیں؟ آپ نے عرض کیا: میں آج تک حضور کی زیارت سے مشرف نہیں ہوا۔ پھر علامہ فرماتے ہیں کہ اس جواب کے بعد سے میرے دل میں حضور کا عشق اور محبت کا جذبہ اتنا متلاطم ہوا کہ میں اپنے دل میں سوا اس محبت کے اور کچھ محسوس نہ کرتا تھا۔

گھر آ کر جو سویا تو اسی شب مجھے جمال جہاں آراء محبوب دو عالم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور میں نے حضور کو جماعت صحابہ کے ساتھ اس شان سے دیکھا جیسے چاند ستاروں میں۔ جب آنکھ کھلی تو میں نے اپنے دل کو اس ہستی مقدس کی محبت سے مملو اور زیارت بابرکت کے سرور سے محظوظ و مسرور پایا۔ اس کے بعد ایک ساعت کے لیے اس نور مجسم کی محبت مجھ سے علیحدہ نہ ہوئی۔ اور عنفوان محبت و سرور میں میں نے چند قصیدے لکھے۔ چنانچہ قصیدہ مضریہ اور ہمزیہ اسی زمانہ کے لکھے ہوئے ہیں۔

اس کے بعد ایک روز اچانک مجھے فالج پڑا اور میرا نصف حصہ بے حس ہو گیا۔ اس مصیبت کی حالت میں میرے ضمیر نے مشورہ دیا کہ ایک قصیدہ حضور کی مدحت میں لکھوں اور اس کے ذریعہ اس باب الشفاء سے اپنے لیے شفاء طلب کروں۔ چنانچہ اسی حالت میں

میں نے اس قصیدہ مبارکہ کو لکھا۔

بعد انفراغ جب سویا تو خواب میں اس مسیح کونین شفاء دارین کی زیارت سے مشرف ہوا اور اسی عالم رؤیا میں میں نے یہ قصیدہ حضور کے سامنے پڑھا۔ بعد اختتام قصیدہ میں نے دیکھا کہ سرکار دو عالم ﷺ میرے اعضاء حقیر پر اپنے دست نوری کو پھیر رہے ہیں۔ جب آنکھ کھلی تو میں نے اپنے کو بالکل صحت یاب پایا۔ اس خوشی اور فرحت و مسرت میں علی الصباح میں اپنے گھر سے نکلا تو راستہ میں شیخ ابو الرجاء الصدیق ملے جو اپنے وقت کے قطب الاقطاب تھے اور مجھے فرمانے لگے: اے امام! وہ قصیدہ سناؤ جو حضور کی مدحت میں تم نے تالیف کیا ہے۔ چونکہ اس قصیدہ شریف کا علم سوا میرے کسی کو نہ تھا۔ میں نے ان سے عرض کیا۔ حضرت! کون سا قصیدہ آپ چاہتے ہیں، میں نے حضور کی مدحت میں اکثر قصائد لکھے ہیں۔

شیخ ابو الرجاء نے فرمایا: وہ قصیدہ سناؤ جس کا مطلع یہ ہے:

اَمِنْ تَذَكُّرِ جِيْرَانٍ بِذِيْ سَلَمِ

مَزَجْتَ دَمْعًا جَرٰى مِنْ مُقْلَةٍ بِدَمِ

میں نے حیرت سے عرض کیا:

یا ابا الرجاء من این حفظتها

"اے ابو الرجاء! یہ قصیدہ آپ نے کہاں سے یاد کیا"۔

میں نے قصیدہ سوا اپنی سرکار کے کسی کو اب تک نہیں سنایا ہے۔ نہ کوئی شخص اس وقت تک میرے پاس آیا جس کو یہ قصیدہ میں نے سنایا۔ ابو الرجاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

لقد سمعتها البارحة تنشدها بین یدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یتمایل ویتحرک استحسانا تحرک الاغصان المثمرۃ بھبوب نسیم الریاح۔

"اے بوصیری! یہ قصیدہ گزشتہ رات میں نے اس وقت سنا جب تم دربار رسالت پناہ

ﷺ میں عرض کر رہے تھے اور حضور اس قصیدہ کو سن کر اظہار پسندیدگی کے لیے پھلوں سے بھری ہوئی ڈالی کی طرح ایسے تمایل وتحرک فرما رہے تھے جیسے وہ ڈالی نسیم ریاح کی حرکت سے ہلنے لگتی ہے"۔

بوصیری فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے علی الفور وہ قصیدہ ان کی خدمت میں پیش کیا۔ پس اس کے بعد شہر بھر میں یہ خبر عام ہوگئی۔

صاحب الشوار دالفردہ اتنا اور زیادہ لکھتے ہیں کہ شدہ شدہ یہ خبر ملک الظاہر کے وزیر بہاؤالدین تک پہنچی۔ انہوں نے قصیدہ شریف کی نقل لی اور عہد کیا کہ اس قصیدہ مبارکہ کو روزانہ برہنہ پا اور برہنہ سر کھڑے ہو کر سنوں گا۔ چنانچہ اس کی برکت سے ان کے دین ودنیا کے بہت سے کام پورے ہوئے اور مصیبتیں فرو ہوئیں۔ پھر سعد الدین فاروقی (1) وزیر موصوف کے فرمان نویس کو آشوب چشم ہوا حتیٰ کہ بصارت جاتے رہنے کا اندیشہ ہو گیا۔ خواب میں کسی نے کہا کہ بہاؤالدین سے بردہ لے کر آنکھوں سے لگا۔ وہ گئے اور خواب بیان کیا۔ بہاؤالدین نے کہا: بردہ تو معلوم نہیں ہاں حضور سید یوم النشور ﷺ کی ایک نعت میرے پاس ہے جو شفاء امراض میں خاص اثر رکھتی ہے۔ چنانچہ سعد الدین نے وہ قصیدہ لیا، آنکھوں سے لگایا اور پڑھا علی الفور صحت یاب ہو گیا۔ ایسا ہی صاحب عطر الوردہ نے نقل کیا۔

اس تذکرہ سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ ناظم فاہم علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ بہاؤالدین وزیر کے ہم عصر تھے اور بہاؤالدین وزیر 581ھ کے اندر وادیٔ نخلہ میں پیدا ہوئے جو حوالی مکہ مکرمہ میں ہے۔ اور 677ھ میں بمقام قاہرہ وصال فرمایا۔ اور آپ کی عمر کا اکثر حصہ حلب، دمشق اور قاہرہ میں گزرا۔ بہاؤالدین وزیر خود بھی اچھے شعراء میں مانے جاتے تھے۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کی 694ھ وفات معلوم ہوتی ہے۔

اس لیے کہ عقیدۃ الشہدہ شرح قصیدہ البردہ للخر پوتی کے سرنامہ پر یہ عبارت موجود ہے:

1۔ متوفی 691ھ

"فان- قصيدة البردة الموسومة بالكواكب الدرية فی مدح خير البرية للشيخ شرف الدين ابی عبدالله محمد بن سعيد الدولاصی ثم البوصيری المتوفی سنة اربع و تسعين وستمائة"

گویا یہ قصیدہ مبارکہ کم ازکم سات سو نو برس یا اس سے کچھ زائد مدت سے صوفیہ و اولیاء کملا میں، عموماً جاری ہے اور بطور وظیفہ پڑھا جاتا ہے۔ یہ اندازاً عمر قصیدہ عرض کی ہے۔ ممکن ہے اس سے بھی زائد مدت کا ہو۔ اس لیے کہ بہاؤ الدین وزیر ملک الظاہر کے عہد میں اس کا وجود تھا۔ اور وہ اسے ننگے سر ننگے پیر کھڑے ہو کر سنتے تھے۔ اور اس سے بہت سی مہمات حل کراتے اور اس کی برکت سے مراد دلی حاصل فرماتے تھے۔

وجہ تسمیہ قصیدۃ البردہ

فالج سے صحت، آشوب چشم کی شدت سے نجات، امور ملکی دینی دنیوی کی مہمات کا حل تو اس کی برکت سے ظاہر ہے جیسا کہ عرض ہو چکا۔ اس بناء پر صاحب عطر الوردہ نے لکھا:

"ان البردة الثوب المخطط كما فی القاموس والناظم قدس سره يذكر فيها المضامين المختلفة فتارة يذكر الصبابة ولوازمها من الاشواق والاحزان و مرة يتجرد من نفسه مخاطباً ويحاوره عتابا و يخاطبه سوالاً وجواباً وطورا يعترف بالتقصير و يعتذر عنه و حيناً يحذر عن مكائد النفس ويعظ الناس وساعة يتشبث بالرجاء ويستغيث و يستشفع به صلی الله عليه وسلم ووقتاً يمدحه عليه السلام ويشرح كمالاته الذاتية والمكتسبة ويبين معجزاته الظاهرة الباهرة و يذكر فضائل اصحابه باتم بيان الی غير ذالک فكانه لكل مضمون لون عجيب فائق يشبه كل مضمون بخط حسن الهيئة الرائق فشابهت القصيدة ببردة مخططة فسميت بها"۔

" خلاصہ یہ کہ لغت میں بردہ دھاری دار کپڑے کو کہتے ہیں اور چونکہ اس قصیدہ میں ناظم فاہم نے مختلف مضامین کی آرائش کی ہے۔ کہیں بادصبا سے مخاطبہ، کہیں اظہار شوق و ذوق، کہیں غم

ہجر کی داستان، کہیں تنہائی کا شکوہ، کہیں نفس امارہ پر عتاب، کہیں مدعی مدعا علیہ کے سوال و جواب، کہیں اعتراف قصور، کہیں عذر خواہی، کہیں نفس کے مکروں سے ڈرانا، کہیں عوام و قارئین کو وعظ سنانا، کہیں دربار رسالت میں استغاثہ، کہیں سرکار مدینہ کے حضور میں استشفاع، کہیں مدحت و مناعت، کہیں شرح کمالات ذات، کہیں اظہار معجزات، کہیں فضیلت صحابہ، کہیں مانحت عذبات البان ریح صبا(1)، کہیں واطرب العیس حادی العیس بالنغم تو گویا یہ مختلف مضامین ثوب عشق ومحبت پر خط ہیں۔ اس بناء پر اس قصیدہ مبارکہ کا نام قصیدہ بردہ رکھا گیا"۔

(۲) بعض نے کہا کہ بردہ ایک اسم ہے جس سے ٹھنڈک حاصل کی جائے اور اس کا ماخذ برد ہے جس کے معنی سوہان، سوہان اور راست کردن کے ہیں۔ تو چونکہ اس قصیدہ مبارکہ کے الفاظ حشو و زوائد سے مصئون، لوازمات شاعری سے مزین ہیں۔ اور اس کے پڑھنے سے قلب میں برودت اور صفائی پیدا ہوتی ہے۔ بناء بریں اسے قصیدہ بردہ کہا گیا۔

(۳) اور یہ وجہ بھی ہوسکتی ہے کہ بردۃ ماخوذ برد سے ہو۔ یعنی ترویح و تنفیس اور ملائمت بالخیر۔ جیسے عرف عرب میں کہتے ہیں: بَرَدَ امرنا "یعنی صلح و حسن" تو چونکہ یہ قصیدہ مبارکہ حصول صفاء روح اور سبب راحت قلب قاری ہے۔ اس لیے اسے بردہ کہا گیا۔

(۴) چوتھی وجہ میں لکھتے ہیں:

قیل القی علیہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بردتہ المبارکۃ فی النوم عند سماع القصیدۃ فعوفی لساعۃ۔

"یعنی کہا جاتا ہے کہ جب یہ قصیدہ خواب میں امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے حضور کو سنایا تو حضور نے اپنی بردیمانی ان پر ڈالی تو علی الفور آپ کو صحت کاملہ حاصل ہوگئی"۔

(۵) اور شرح شیخ محی الدین محمد بن مصطفیٰ المعروف بہ شیخ زادہ میں اس طرح ہے:

ثم قصۃ وصول البردۃ من الحضرۃ للصلۃ مشھورۃ وحکایۃ ماشوھد

1۔ یہ آخری شعر ہے قصیدہ بردہ شریف کا جس کا ترجمہ ہے: تیری رحمتیں نازل ہوتی رہیں جب تک باد صبا (پروا کی ہوا) درخت بان کی شاخوں کو ہلاتی رہے جب تک اونٹوں کو شتربان اپنے نغموں سے مست کرتا رہے۔

من آثار برکاتها فی الکتب مسطورة واشتهار شانها العجیب عند جماهیر الانام اغنانی من الکفار فی وصفها واطالة الکلام۔

"یعنی قصہ بردیمانی عطا ہونے کا دربار رسالت سے مشہور و معروف ہے۔ اور حکایات عجائب و غرائب اس قصیدہ کے کتابوں میں مسطور ہیں اور شہرت جماہیر انام میں اس قصیدہ کی اس قدر ہے کہ اس نے ہمیں اس کے فضائل زیادہ بیان کرنے سے مستغنی کر دیا اور اطالت کلام سے بچالیا"۔

(٦) علاوہ ازیں عطر الوردہ میں سعد الدین الفارقی کی آشوب چشم میں پریشانی لکھتے ہوئے لکھا ہے:

فرآ فی المنام قائلاً له امض الی الصاحب بهاء الدین وخذ منه البردة واجعلها علی عینیک تبرء بها۔

"یعنی سعد الدین نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ بہاؤالدین کے پاس جا اور بردہ لے کر آنکھوں سے لگا ابھی صحت یاب ہو جائے گا"۔

فجاء الی الصاحب وقص علیه مارأی فقال ما عندی شیء یقال له البردة و انما عندی مدیح رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم نستشفی بها فاخرجه ووضعها علی عینیه وقرء وهو جالس فشفاه اللّٰه تعالیٰ من الرمد لوقته

"تو سعد الدین اپنے حاکم بہاؤالدین کے پاس آئے اور خواب بیان کیا۔ بہاؤالدین وزیر نے فرمایا کہ میرے پاس کوئی ایسی شے نہیں جسے بردہ کہا جاتا ہے مگر ایک نعت حضور کی ایسی مقبول ہے کہ اس کے اللہ سے ہم شفا طلب کرتے ہیں اور وہ قصیدہ نکال کر ان کی آنکھوں سے لگایا اور سنایا، اسی وقت خدا نے صحت عطا فرمائی"۔ اقول و باللہ التوفیق۔

پاس جااور بردہ لے کرآنکھوں
فجاء الی الصاحب و
و انما عندی مدیح رسو
سے لگا ابھی صحت یاب ہو جائے گا"۔
ص علیه مارأی فقال ما عندی شیء یقال له البردة
اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم نستشفی بها فاخرجه

بہر حال قصیدہ شریف کا نام قصیدہ بردہ پانچ توجیہات سے تو توجیہاً مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اور شیخ زادہ کے قول کے مطابق یہی نام مشہور و معروف ہے۔

عام اس سے کہ رداء مبارک عطا کی گئی ہو یا مناسبت مضمون کے اعتبار سے ہی اس نام سے مسمیٰ ہوا ہو بہر حال یہ قصیدہ، قصیدہ بردہ شریف کے نام سے مشہور ہے۔

او، قصیدہ کی پسندیدگی پر عطاء بردیمانی بعید از عطاء بھی نہیں۔ اس لیے کہ قصیدہ بانت سعاد جب حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے اسلام لانے کے بعد بارگاہ رسالت میں بغرض عفو تقصیرات پیش کیا اور دربار رسالت میں سنانا شروع کیا تو جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ اس شعر پر آئے:

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَسَیْفٌ یُسْتَضَاءُ بِہٖ مُھَنَّدٌ مِنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ مَسْلُوْلُ

"یعنی ہمارے حضور یقیناً برہنہ تلوار ہیں اور اس کی چمک سے نور ہدایت عالم میں عام پھیل رہا ہے"۔

تو حضور نے بردیمانی کعب کو عطا فرمائی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت کعب نے مُھَنَّدٌ مِنْ سُیُوْفِ الْھِنْدِ مَسْلُوْلُ کہا تھا اس لیے کہ ہندوستان کے لوہے کی تلواریں عرب میں بہت مشہور تھیں، تو حضور نے سیوف الھند کی جگہ سیوف اللہ فرما کر اصلاح کی۔ اور یہ چادر ایک مدت تک آپ کے گھرانہ میں تبرکا رہی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس رداء مبارک کو دس ہزار درہم میں لینا چاہا مگر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے عطاء سرکار کے بدلے درہم و دینار پسند نہ کیے۔ آخرش ورثاء کعب سے بعد وفات حضرت کعب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما نے تیس ہزار درہم کو خرید لیا اور ان کے بعد خاندان عباسیہ میں بھی یہ تبرکا رہی اور تاجپوشی کے وقت خلیفہ کے شانوں پر ڈالی جاتی تھی۔ پھر فتنہ تاتاریہ میں یہ چادر شریف مفقود ہوگئی۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قصیدہ کی بخششوں میں دربار رسالت سے عطاء رداء ہوئی ہے اور بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اگر عطا ہوئی ہو تو تعجب نہیں۔

لہٰذا قصیدہ بردہ کا نام رداء و بردیمانی سے منتسب ہونا صحیح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آداب قراءت قصیدہ مبارکہ

اول ایک نکتۂ عجیبہ مرکوز خاطر رہے کہ اس قصیدہ مبارکہ کی ابتداء میں ایک بشارت خاص ہے۔ اور اختتام قصیدہ میں اس بشارت کا نتیجہ ہے جو بزبان حال بتا رہا ہے کہ اس قصیدہ کا ملازم ہمیشہ امن میں رہ کر فرح وطرب کے قلعہ حصین میں محفوظ رہے گا۔

چنانچہ اَمِنْ تَذَكُّرِ جِيرَانٍ بِذِيْ سَلَمٍ میں اَمِنْتَ نکلتا ہے۔ جس کے معنی ہیں تو امن میں آ گیا۔ اور قصیدہ میں ہے۔ وَاَطْرَبَ الْعِيْسَ حَادِي الْعِيْسِ بِالنَّغَمِ تو امن وامان کا نتیجہ طرب وفرحت ہے۔ گویا قصیدہ مبارکہ امنت شروع کرنے والے کو سنا کر ختم پر خیریت کی بشارت عظمیٰ دیتا ہے۔ (1)

اس قصیدہ مبارکہ کے آداب تلاوت میں اوحد العلماء الاعلام، و مفرد العظماء الفخام، الانسان الکامل، الجہبذ الفاضل ذو النسب الرفیع السامی، صاحب الادب البدیع النامی، قاموس البلاغة والفصاحة ونبراس الافهام، السید عمر آفندی مفتی مدینة خربوت و مفید الحکام صحیح الاحکام فرماتے اور فتویٰ دیتے ہیں کہ اس قصیدہ کے پڑھنے میں چند شروط وآداب کا لحاظ لازمی ہے۔ ورنہ اگر نتیجہ میں فائدہ ظاہر نہ ہو تو قصیدہ کی بے اثری نہ سمجھی جائے بلکہ اپنی غلطی پر اس کو محمول کرے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ امام غزنوی رحمۃ اللہ علیہ اس قصیدہ مبارکہ کو ہر رات پڑھا کرتے تاکہ اس کی برکت سے زیارت سرکار ابد قرار ﷺ حاصل کریں ایک مدت تک پڑھا مگر زیارت سے مشرف نہ ہوئے تو انہوں نے اپنے شیخ کامل کی خدمت میں عرض کیا کہ اس میں کیا راز ہے؟ آپ نے جواب دیا: لعلک لا تراعی شرائطها، غزنوی! شاید تو اس کی شرائط کی رعایت نہیں کرتا۔ علامہ غزنوی نے عرض کیا: لا بل اراعیها۔ نہیں حضور! میں خاص رعایت اور توجہ سے پڑھتا ہوں۔ فراقب الشیخ "تو

1۔ یہ مضمون قصیدہ بردہ کے پہلے اور آخری شعر کی شرح میں صاحب عطر الوردہ نے بھی درج کیا ہے۔

ان کے شیخ نے مراقبہ کیا" اور فرمایا: وقفت علی سرہ وھو انک لا تصلی بالصلوٰۃ التی صلی بھا الامام البوصیری اذھو یصلی علیہ علیہ السلام بقولہ:

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

"غزنوی! زیارت نہ ہونے کا جو راز ہے وہ معلوم ہو گیا۔ وہ یہ ہے کہ تم وہ درود نہیں پڑھتے جو امام بوصیری نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس قصیدہ کو سناتے ہوئے پڑھا تھا۔ اور وہ درود یہ ہے:

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

اور اس قصیدہ میں اس درود کا پڑھنا ہی خاص سر ہے۔ اس کے سوا اور کوئی درود نہ ہو۔

چنانچہ شرائط قراءت میں اول یہ ہے کہ:

(۱) باوضو ہو۔

(۲) قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ کر پڑھے۔

(۳) تصحیح الفاظ میں خاص کوشش کرے اور زیر زبر کا لحاظ رکھے۔

(۴) جو شعر پڑھے، اس کے معنی کو سمجھتا ہو اس لیے کہ دعا کے لفظوں کو اگر نہ سمجھتا ہو تو اس کی تاثیر جاتی رہتی ہے۔ جیسا کہ علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ حزب الاعظم میں فرمایا: فعلیک بحفظ مبانیہ والتأمل فی معانیہ

(۵) ہر شعر کو شعر کی طرح پڑھا جائے نہ کہ نثر کی طرز پر۔

(۶) تمام قصیدہ اول حفظ ہو، پھر معمولاً پڑھے۔

(۷) جو اس کی قراءت کرے اور ورد بنائے وہ پہلے اجازت کسی ماذون سے حاصل کرے۔

(۸) قصیدہ کے اول اور آخر میں مخصوص وہ درود پڑھا جائے جو امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے سرکار والا میں پڑھا تھا یعنی

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

یہ شرائط علامۃ الفہامہ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے قصیدہ کے شارح خرپوتی مفتی مدینہ خرپوت نے اپنی شرح میں نقل فرمائیں اور صاحب الشوارد الفردہ نے سلسلۂ سہروردیہ

کے قاعدہ کے تحت طریق تلاوت یوں لکھا ہے کہ مجھ کو اپنے والد ماجد میر سید علی بخاری سہروردی علیہ الرحمۃ سے اس کی اجازت ہے۔ طریق تلاوت یوں لکھا ہے کہ:

(۱) جس دن شروع کرنا ہو حسب مقدور ایک یا چند محتاجوں کو کھانا کھلائیں اور کھانا شیریں و نمکین دو طرح کا ہونا چاہیے۔ اول اس کھانے پر حضور کی وساطت سے مصنف قصیدہ کی فاتحہ ہو۔

(۲) صاف اور خوشبودار لباس پہن کر قصیدہ شروع کیا جائے۔

(۳) جس شعر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی آئے اس کی تین بار تکرار کی جائے اور درود پڑھا جائے۔

(۴) وقت معین پر روزانہ کا ورد رہے۔

(۵) مقدرت ہو تو ہر ماہ کے آغاز میں طریق مذکور پر کھانا کھلایا جائے۔

(۶) قصیدہ شروع کرنے سے اول یہ درود شریف پڑھا جائے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مِلْأَ الدُّنْيَا وَمِلْأَ الْاٰخِرَةِ وَبَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مِلْأَ الدُّنْيَا وَ مِلْأَ الْاٰخِرَةِ وَارْحَمْ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا مِلْأَ الدُّنْيَا وَمِلْأَ الْاٰخِرَةِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ يَا اَللّٰهُ يَا رَحْمٰنُ يَا رَحِيْمُ يَا جَارَ الْمُسْتَجِيْرِيْنَ يَا اَمَانَ الْخَائِفِيْنَ يَا عِمَادَ مَنْ لَّا عِمَادَ لَهٗ يَا سَنَدَ مَنْ لَّا سَنَدَ لَهٗ يَاذُخْرَ مَنْ لَا ذُخْرَ لَهٗ يَا حِرْزَ الضُّعَفَاءِ يَا كَنْزَ الْفُقَرَآءِ يَا عَظِيْمَ الرَّجَاءِ يَا مُنْقِذَ الْهَلْكٰى يَا مُنْجِي الْغَرْقٰى يَا مُحْسِنُ يَا مُجْمِلُ يَا مُنْعِمُ يَا مُفْضِلُ يَا عَزِيْزُ يَا جَبَّارُ يَا مُنِيْرُ اَنْتَ الَّذِيْ سَجَدَ لَكَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَضَوْءُ النَّهَارِ وَشُعَاعُ الشَّمْسِ وَ حَفِيْفُ الشَّجَرِ وَدَوِيُّ الْمَاءِ وَنُوْرُ الْقَمَرِ يَا اَللّٰهُ اَنْتَ اللّٰهُ لَا شَرِيْكَ لَكَ اَسْئَلُكَ اَنْ تُصَلِّيَ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ

وَرَسُوْلِکَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ اللّٰھُمَّ وَاَعْطِ سَیِّدَنَا مُحَمَّدَ نِالْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضْلَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ اللّٰھُمَّ عَظِّمْ بُرْھَانَہٗ وَاَفْلِحْ حُجَّتَہٗ وَاَبْلِغْہُ مَاْمُوْلَہٗ فِیْ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَاُمَّتِہٖ۔

(۷) قصیدہ ختم کرکے یہ دعا پڑھی جائے:

اَللّٰھُمَّ احْرُسْنِیْ بِعَیْنِکَ الَّتِیْ لَا تَنَامُ وَاکْفِنِیْ بِرُکْنِکَ الَّذِیْ لَا یُرَامُ وَارْحَمْنِیْ بِقُدْرَتِکَ عَلَیَّ فَلَا اَھْلِکُ وَاَنْتَ رَجَائِیْ فَکَمْ مِّنْ نِّعْمَۃٍ اَنْعَمْتَ بِھَا عَلَیَّ قَلَّ لَکَ بھا شکری وکم من بلیۃ نِ ابتلیتنی بھا قل لک بھا صبری فیا من قل عند نعمتہ شکری فلم یحرمنی ویا من قل عند بلیۃ صبری فلم یخذلنی ویا من رانی علی الخطایا فلم یفضحنی یا ذا المعروف الذی لا ینقضی ابدا ویا ذا النعماء التی لا تحصی ابدا اسئلک ان تصلی علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد وبک ادرء فی بخور الاعداء والجبابرۃ اللھم انک تعلم سری وعلانیتی فاقبل معذرتی وتعلم حاجتی فاعطنی سؤلی وتعلم ما فی نفسی فاغفرلی ذنوبی۔ آمین برحمتک یا ارحم الرحمین۔

قصیدہ بردہ کاوزن شعری

یہ قصیدہ بحر بسیط میں ہے اور بحر بسیط علم عروض میں یہ ہے:

مستفعلُن فاعلُن مستفعلُن فاعلُن

اس میں پہلا فاعِلُن کہیں کہیں فَعِلُنْ پڑھا جاتا ہے اور دوسرا فَاعِلُنْ ہر جگہ فِعلُنْ بالزحاف پڑھا جائے گا۔ اسے علم عروض کی اصطلاح میں قطع کہتے ہیں اور مُسْتَفْعِلُن کا پہلا رکن کہیں کہیں مَفَاعِلُنْ کے وزن پر آیا ہے۔ اس قسم کے زحاف کو خبن کہتے ہیں۔

سید ابن معتوق متوفی 1087ھ نے اس قصیدہ کے مقابلہ میں ایک قصیدہ لکھا جس کا مطلع یہ ہے:

لا بر فی الحب یا اهل الهویٰ قسمی ولاوفت للعلیٰ ان خنتکم ذممی

"یعنی اے محبت والو! میں تم سے خیانت کروں تو میرا ایمان وفا کبھی صحیح نہ نکلے۔ اور ترقی کے مدارج پر فائز ہونے کا عزم کبھی پورا نہ ہو"۔

اگرچہ شاعرانہ بندش میں یہ قصیدہ بھی کم نہیں لیکن بوصیری کے جذبات سے جب اس کا تقابل کیا جاتا ہے تو انصاف یہی کہنے پر مجبور کرتا ہے کہ چہ نسبت خاک رابعالم پاک۔ بہرحال محنت بہت کی ہے لیکن بوصیری کے جذبات اور تلاطم عشق کی کیفیت جو اشعار قصیدہ میں موجزن ہے، وہ ابن معتوق کو میسر نہ ہوئی۔ باقی علمی لطافت اور زبانی فصاحت کا ہمیں انکار نہیں۔

اب ہم اول ان چند اشعار کو قصیدہ سے مقتبس کر کے نذر ناظرین کرتے ہیں جو بطور وظیفہ پڑھنے سے حل مراد میں اکسیر اعظم ہیں۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جسے مفتی مدینہ خرپوت شارح قصیدہ نے ارشاد فرمایا ہے اور بعض وہ ہیں جو ہمارے مشائخ کرام سے ہم تک پہنچے۔ وھو ھذا:

منتخب اشعار قصیدہ بردہ برائے حصول مرام

ہدایت خواندن شعر برائے حصول مرام

(۱) مندرجہ ذیل اشعار میں سے جو شعر پڑھا جائے اس کے اول آخر تین بار یہ درود شریف پڑھا جائے:

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا   عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

(۲) جو شعر پڑھا جائے اس کی زیر زبر اور صحت الفاظ کا خاص لحاظ رکھا جائے۔

(۳) خشوع و خضوع سے باوضو، رو بقبلہ بیٹھ کر پڑھا جائے۔

(۴) اول کچھ فاتحہ بتوسل سید اکرم ﷺ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کی ہو۔

خواص از شرح خرپوتی

ضعف قلب و غمگینی و تنگی نفس کے لیے یہ شعر مبارک حروف مقطعات میں سیب پر لکھ کر کھلائیں۔ چند روز کھانے سے صحت ہوگی اور اگر شیشے کے برتن پر شعر لکھا جائے اور دھو کر پلایا جائے تو ضیق النفس کو عجیب الاثر ہے۔

لَوْلَا الْهَوٰی لَمْ تُرِقْ دَمْعًا عَلٰی طَلَلٍ   وَلَا اَرِقْتَ لِذِکْرِ الْبَانِ وَالْعَلَمِ

تنبیہ

حروف مقطعات لکھنے کے یہ معنی ہیں کہ مرکب حروف کو علیحدہ علیحدہ لکھا جائے۔ حسب طریقہ ذیل:

ل و ل ا ا ل ہ و ی ل م ت ر ق د م ع ا ع ل ا ط ل ل۔ و ل ا ا ر ق ت ل ذ ک ر ا ل ب ا ن و ا ل ع ل م۔

خواص ایضاً منہ

برائے قضاء حاجات و حصول مرادات تین بار یہ شعر پڑھ کر کام شروع کرے۔ انشاء

اللہ حاجت و مقصد پورا ہو۔

فَكَيْفَ تُنْكِرُ حُبًّا بَعْدَ مَا شَهِدَتْ ۔۔۔ بِهِ عَلَيْكَ عُدُوْلُ الدَّمْعِ وَالسَّقَمِ

خواص الضامنہ

(۱) اگر اپنی بیوی کی طرف سے کسی راز مخفی کا وہم ہو تو اس شعر کو لیموں کے پتے پر لکھ کر جب کہ وہ سو رہی ہو اس کے سینہ پر رکھ دیں۔ لیکن یہ خیال رہے کہ بائیں چھاتی پر رکھیں تو وہ سوتے ہوئے سب کچھ ظاہر کر دے گی۔

(۲) اور اگر کسی پر چوری کا شبہ ہو تو شعر مذکور مینڈک کی رنگی ہوئی کھال پر لکھ کر اپنے گلے میں ڈالے اور اس سے سوال کرے وہ دہشت زدہ ہو کر علی الفور اقرار جرم کرے گا باذن اللہ تعالیٰ۔

نَعَمْ سَرٰى طَيْفُ مَنْ اَهْوٰى فَاَرَّقَنِىْ ۔۔۔ وَالْحُبُّ يَعْتَرِضُ اللَّذَّاتِ بِالْاَلَمِ

خواص الضامنہ

برائے مقہوریٔ اعداء گول کاغذ پر یہ شعر مدور سطر میں لکھ کر اپنے عمامہ کے اندر رکھے اور پیشانی کی طرف یہ شعر رہے۔ انشاء اللہ دشمن ذلیل ہو اور خود اس کے شر سے محفوظ رہے۔

مَحَّضْتَنِى النُّصْحَ لٰكِنْ لَّسْتُ اَسْمَعُهٗ ۔۔۔ اِنَّ الْمُحِبَّ عَنِ الْعُذَّالِ فِىْ صَمَمِ

خواص الضامنہ

برائے مقہوریٔ اعداء گول کاغذ پر یہ شعر مدور سطر میں لکھ کر اپنے عمامہ میں اس طرح رکھے کہ پیشانی کی طرف یہ نقش رہے۔ انشاء اللہ شر عدو سے محفوظ و مصئون رہے گا۔ اور اگر مطالعہ کتب سے جی گھبرائے اور مضمون کتاب سمجھ میں نہ آئے تو یہ شعر ایک سو انیس بار پڑھ کر مطالعہ کرے۔ انشاء اللہ کتاب حل ہوگی:

وَاسْتَفْرِغِ الدَّمْعَ مِنْ عَيْنٍ قَدِ امْتَلَاَتْ ۔۔۔ مِنَ الْمَحَارِمِ وَالْزَمْ حِمْيَةَ النَّدَمِ

خواص الضامنہ

مصر علی العصیان کی اصلاح کے لیے یہ عمل عجیب الاثر ہے۔ مندرجہ ذیل شعر ایک کاغذ

پر بعد نماز جمعہ لکھ کر گلاب کے عرق سے دھو کر پلائیں۔ اور اس جگہ روبقبلہ بٹھائیں اور خشوع وخضوع سے بارگاہ الٰہی میں دعاء توفیق توبۃ النصوح کرائیں۔ عصر ومغرب وہاں ہی پڑھی جائے۔ عشاء تک اسی طرح صلوٰۃ وسلام بخشوع وخضوع پڑھا جائے تو انشاء اللہ ہر قسم کے کبائر سے محفوظ رہے:

وَلَا تُطِعْ مِنْهُمَا خَصْمًا وَلَا حَكَمًا ۔۔۔ فَأَنْتَ تَعْرِفُ كَيْدَ الْخَصْمِ وَالْحَكَمِ

خواص ایضاً منہ

برائے حاجات دینی ودنیوی یہ بیت مبارک ایک مجلس میں ایک ہزار ایک مرتبہ مع اول آخر درود وقصیدہ گیارہ گیارہ بار پڑھے۔ انشاء اللہ ایک ہی مجلس کے پڑھنے سے مراد پوری ہو۔

اور اگر اتنی مقدار نہ پڑھ سکے تو میرا تجربہ ہے کہ ہر وقت پڑھتا رہے تو بھی اس کی برکات سے محروم نہیں رہتا۔ بفضلہ تعالیٰ مراد پوری ہوتی ہے۔

هُوَ الْحَبِيبُ الَّذِي تُرْجَى شَفَاعَتُهُ ۔۔۔ لِكُلِّ هَوْلٍ مِنَ الْأَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

خواص ایضاً منہ

برائے آسانی سکرات موت بالین مریض پر پڑھیں۔ اگر وقت پورا ہو چکا ہے موت آسانی سے ہوگی ورنہ شفا جلد حاصل ہو۔

لَوْ نَاسَبَتْ قَدْرَهُ آيَاتُهُ عِظَمًا ۔۔۔ أَحْيَا اسْمُهُ حِينَ يُدْعَى دَارِسَ الرِّمَمِ

خواص ایضاً منہ

جنگل یا آبادی میں جب کہ وحوش وسباع کا خطرہ ہو تو یہ شعر سات بار یا نو بار پڑھ کر اپنے گرد انگشت سبابہ (1) سے حصار کر لے۔ انشاء اللہ دائرہ کے اندر وہ وحشی داخل نہ ہو سکے گا بلکہ اگر سبعی (2) مزاج کا انسان بھی ہوگا تو اس سے بھی محفوظ رہے۔

وِقَايَةُ اللّٰهِ أَغْنَتْ عَنْ مُضَاعَفَةٍ ۔۔۔ مِنَ الدُّرُوعِ وَعَنْ عَالٍ مِنَ الْأُطُمِ

1۔ شہادت کی انگلی سے اپنے گرد دائرہ لگالے

2۔ درندہ صفت یعنی ظالم

خواص ایضاً منہ

سفر میں جاتے ہوئے یہ بیت مبارک ایک کاغذ پر لکھ کر پہلا مصرع اپنے گھر میں رکھ دے اور دوسرا مصرع اپنے ساتھ سفر میں لے جائے انشاء اللہ بعافیت گھر واپس آئے۔

مَا سَامَنِی الدَّھْرُ ضَیْمًا وَاسْتَجَرْتُ بِہٖ ۔۔۔ اِلَّا وَنِلْتُ جِوَارًا مِنْہُ لَمْ یُضَمِ

خواص ایضاً منہ

اگر کسی عورت نے مرد کو باندھ دیا ہو یعنی اس کے سوا کسی سے مجامعت کے قابل نہ ہو سکتا ہو تو تین انڈے مرغی کے جوش دے کر چھلکے اتار دو انڈوں پر حروف مہملہ میں پہلا مصرع اس طرح لکھے کہ دونوں انڈوں کے چاروں طرف حروف پر ہو جائیں اور دوسرا مصرع تیسرے انڈے پر اسی طرح لکھ کر پہلے مصرع کے دونوں انڈے خود کھالے اور تیسرا انڈا عورت کو کھلا دے۔ انشاء اللہ کھل جائے گا اور سحر سفلی جو اس پر کیا گیا ہے رد ہو جائے گا۔

وَبِتَّ تَرْقٰی اِلٰی اَنْ نِلْتَ مَنْزِلَۃً ۔۔۔ مِنْ قَابَ قَوْسَیْنِ لَمْ تُدْرَکْ وَلَمْ تُرَمِ

یہ اشعار تو وہ ہیں جو علامہ خرپوتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شرح میں خاص طور پر بیان فرمائے۔ اب وہ اشعار نذر ناظرین ہیں جو ہمارے اجداد کرام سے ہمارے خاندان میں عملاً معمول ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

خواص

اَمِنْ تَذَکُّرِ جِیْرَانٍ سے فَمَا لِعَیْنَیْکَ اِنْ قُلْتَ تک تین شعر ہوتے ہیں۔

ان تینوں اشعار کو اگر شیشہ کے برتن پر لکھ کر مینہ کے پانی سے اس جانور کو پلایا جائے جو تابع فرمان نہ ہو تو علی الفور مطیع ہو جائے۔

اور اگر یہ تینوں شعر ہرن کی جھلی پر لکھ کر لکنت والے کے بازو پر باندھ دیں تو رکاوٹ لسانی دور ہو اور بعون اللہ تعالیٰ فصیح اللسان ہو جائے۔

خواص بیت

جس شخص کے دل میں حزن وملال یا تنگی ہو اور مکدر رہتا ہو وہ یہ بیت مبارک حروف

مقطعہ میں سیب پر لکھ کر کھلائیں۔ انشاء اللہ رفع مرض ہوگا اور اگر شیشہ پر لکھ کر دھو کر پلا دیں تو بھی مفید ہوگا لیکن تفاح یعنی سیب پر لکھ کر دینا زیادہ مفید ہے۔

فَكَيْفَ تُنْكِرُ حُبًّا بَعْدَ مَا شَهِدَتْ بِهٖ عَلَيْكَ عُدُوْلُ الدَّمْعِ وَالسَّقَمِ

مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ وَالْفَرِيْقَيْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

یہ بیت مبارک ہر قسم کے آسیب زدہ پر پڑھ کر دم کریں اور چینی پر لکھ کر پلائیں تو چند روز میں شفاء حاصل ہو، بلکہ اس کا تعویذ لکھ کر گلے میں باندھ دیں۔

دفع دخل مقدر

یہ اعتراض علامہ بوصیری پر محض زائد ہوگا کہ انہوں نے قصیدہ کی ابتداء بغیر بسم اللہ وحمد کیوں کی؟ اس لیے کہ علامہ خرپوتی فرماتے ہیں کہ

وقد سمع من بعض العرب ان الناظم الفاهم ذكرهما فى بيت مستقل وهو قوله۔

"بعض عرب سے مسموع ہے کہ ناظم فاہم رحمۃ اللہ علیہ نے حمد ونعت ایک مستقل شعر میں فرمائی ہے اور وہ یہ ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مُنْشِى الْخَلْقِ مِنْ عَدَمِ

ثُمَّ الصَّلٰوةُ عَلَى الْمُخْتَارِ فِى الْقِدَمِ

اور اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ شعر قصیدہ کے مطلع کا نہیں تو ممکن ہے کہ قصیدہ کے پہلے شعر کا ہمزہ امن تذکر میں اشارۃ الحمد کا مخفف ہو جیسا کہ ارباب تصوف میں مشہور ہے۔

اور اگر یہ بھی مسلم نہ ہو تو بھی اعتراض نہیں پڑ سکتا۔ اس لیے کہ حمد ونعت کے متعلق جو احادیث میں تاکید ہے وہ ذکر لسانی کی ہے نہ کہ کتابت کی۔ بناء براین ممکن ہے کہ علامہ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے انشاء قصیدہ فرماتے ہوئے زبانی حمد ونعت کر لی ہو۔ علاوہ ازیں ایک بات اور بھی ہے کہ شرائط ورد میں پہلے بتایا گیا ہے کہ قصیدہ شروع کرنے سے قبل یہ درود تین بار ضرور پڑھا جائے۔ اور یہ درود وہ ہے جو ناظم فاہم نے دربار رسالت میں عرض کیا:

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

اس میں ذکر الٰہی اور صلوٰۃ علیٰ رسالت پناہی ﷺ موجود ہے۔ بہر حال یہ اعتراض محض زائد ہے اور کسی طرح علامہ فاہم رحمۃ اللہ علیہ پر نہیں پڑتا۔

ابوالحسنات قادری

خطیب مسجد وزیر خان لاہور



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شرح بردہ

فصل اول -- یادِ محبوب اور مذاکرہ صبا

❶ اَمِنْ تَذَكُّرِ جِيْرَانٍ بِذِيْ سَلَمٖ
مَزَجْتَ دَمْعًا جَرٰى مِنْ مُّقْلَةٍ بِدَمٖ

حل لغات: ہمزہ استفہامیہ تذکر۔ بمعنی یاد جیران۔ جمع جار یعنی ہمسایہ۔ سلم۔ ایک درخت ہے جو پیلو کے درخت کے مشابہ ہوتا ہے۔ ذی سلم۔ وہ مقام جہاں ایسے درخت کثرت سے ہوں اور ذی سلم عرب میں ایک خاص مقام بھی ہے۔ مزجت۔ صیغہ ماضی مخاطب، ماخوذ از مزج یعنی آلودہ ہوا یا آمیزش کیا ہوا۔ دَمْعًا۔ بالفتح اشک، آنسو۔ من مقلة۔ بالضم گوشۂ چشم جسے کویۂ کہتے ہیں، یعنی کویۂ چشم سے۔ جَرٰی۔ جاری ہیں۔ بدم۔ دم، خون، خون آلودہ۔

ترجمہ: کیا ہمسایوں کی یاد سے جو ذی سلم تھے، تیری آنکھوں سے خون آلودہ آنسو جاری ہیں۔

تشریح: دل بے قرار ہے اور اس رازِ محبت کو جسے عاشق امانت کی طرح مخفی رکھ رہا ہے، یہ بے قراری ظاہر کرنے پر مجبور کر رہی ہے، اگرچہ یہ کوشاں ہے کہ وہ راز فاش نہ ہو۔ مگر جب آنکھوں نے اس کا پردہ چاک کر دیا تو اب کسی مخصوص محبوب کے راز کو مخفی رکھنے کے لیے اس کا نام چھپا کر ایک مقام خاص ذی سلم کو ظاہر کر کے وہاں کے ہمسایوں کے پردہ میں کہتا ہے کہ اے بے قرار از خود رفتہ بے چین! کیا آج تو ذی سلم کے ہمسایوں کی یاد میں خون آلودہ آنسو اپنی مقلۂ چشم سے گرا رہا ہے اور اس امر کو باوجودیکہ اتنا مضطر (بے قرار) ہو چکا ہے پھر بھی مخفی رکھتا ہے اور یہ نہیں بتاتا کہ مقام ذی سلم کے ہمسایوں میں سے وہ کون ہے جس کی مخصوص یاد یہ خون کے آنسو رلا رہی ہے۔ یہ تو مختصر سی شرح وہ ہے جو فقیر کے ذہن نارسا کا

خلاصہ ہے۔ اب علامہ خرپوتی نے جو شرح فرمائی وہ نذر ناظرین ہے:

تذکر اگر مصدر ذکر بکسر ذال ہے تو زبانی یاد کی طرف دال (رہنمائی کرتا ہے) اور اگر ذکر بالضم ہے تو ذکر قلبی کا حال بتاتا ہے۔ اور جیران سے اس جگہ بطریق مجاز محبوب مراد ہے اور جار کو جمع کرنا اور جیران کہنا تعظیماً ہے۔ بذی سلم، سلم بفتح لام ایک درخت کا نام ہے اور سلم بکسر لام اسم جنس ہے سلمہ کا۔ اور ایک قول میں سلم ایک درخت کا نام ہے جو مکہ اور مدینہ کے مابین ایک جنگل میں واقع ہے۔ اور اس مقام پر سلم سے مراد یہی درخت ہے۔ اس لیے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں اسی درخت کے نیچے استراحت فرما ہوئے تھے۔ اور بعض کے نزدیک سلم سے مراد دارالسلام ہے جو جنت میں ایک مقام ہے اور یہاں استعارۃً روضۂ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مراد لیا گیا۔ اس لیے کہ گنبد اخضر جنت کے مشابہ ہے اور وہ خیر مکان اور جنس دارالسلام سے ہے۔ اور پھر دارالسلام سے استعارہ روضۂ پاک کا کر کے ذی سلم کہا، تاکہ صاحب روضہ مراد ہو جائے اور اسے جمع اس لیے کیا کہ نہ صرف حضور بلکہ جملہ ارواح انبیاء علیہم السلام کی یاد پر حاوی ہو جائے۔

تو حاصل معنی یہ ہوئے: کہ کیا جیران عالم ارواح کی یاد نے جو ذی سلم ہیں اور اعلیٰ علیین میں رہتے ہیں تیری آنکھوں سے ممزوج بدم آنسو جاری کروائے۔

اور مقلہ محاورہ میں بیاض وسواد چشم دونوں کو کہا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر کا قول ہے:

اِذَا مَا مُقْلَتِیْ رَمَدَتْ فَکُحْلِیْ　　تُرَابٌ مِّنْ نِّعَالِ اَبِیْ تُرَاب

"یعنی میرے مقلہ (آنکھ کے ڈھیلا) میں رمد چشم (آشوب چشم) ہوا تو اس کا سرمہ ابوتراب کے نعلین (جوتے) کی خاک ہے"۔

اور ایک توجیہ علامہ خرپوتی بیت مذکور کی یہ فرماتے ہیں: کہ عاشق جب اپنے عشق کو مخفی کر کے محبت کا منکر ہوا تو وہ عشق جو متصوفین کے نزدیک قلب انسان میں ہوتا ہے۔ اس نے بڑھتے بڑھتے مشک کی خاصیت پیدا کر لی کہ جتنا اسے مخفی کیا گیا اتنا ہی وہ ظاہر ہونے لگا۔

تو سلطان محبت کے دربار میں جو شہر قلب میں مقیم ہے عاشق نے جب انکار محبت کیا تو مدعی نے کہا کہ اگر تجھ پر سحر عشق نہیں تو کس لیے خون آلود آنسو اپنے مقلۂ چشم سے بہا رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پرانے رفیقوں کی یاد نے جو ذی سلم کے ہم وطن تھے، تجھے بے تاب کیا اور اس بے تابی کے ضبط نے تیری آنکھوں سے خون آلود آنسو بہائے۔

لہٰذا دعویٰ ثابت کہ تیرے دل میں سلطان محبت نے اپنا سکہ جمایا اور تو اسی کے اثر سے متاثر ہو کر خون آلود آنسو بہا رہا ہے۔

گہے ابر کرم گاہے ترشح گہ بود باراں　　بیاد چشم ما بنگر ہوائے بر شکالی را

مزا برسات کا دیکھو تو ان آنکھوں میں آبیٹھو　　سپیدی ہے سیاہی ہے شفق ہے ابر باراں ہے

توجیہ عجیب

ناظم فاہم رحمۃ اللہ علیہ بطریق تجرید اپنی طرف خطاب کر کے بطور تجاہل عارفانہ فرماتے ہیں کہ اے مخاطب! کیا تجھ سے ہمسایوں کی یاد نے جو موضع ذی سلم کے ہیں، اپنی آنکھوں سے خون آلود آنسو جاری کرا دیے، یہ یاد تیری ایک مبارک یاد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسی یاد میں خون رونے والا اس خطاب کا مستحق ہو جاتا ہے۔ جو قصیدہ کے شروع میں لفظ آتا ہے یعنی اَمِنۡتَ۔ گویا اس محبت والے کو امن وعافیت کی بشارت ہے۔

۲　اَمۡ هَبَّتِ الرِّيۡحُ مِنۡ تِلۡقَآءِ كَاظِمَةٍ
وَاَوۡمَضَ الۡبَرۡقُ فِي الظَّلۡمَآءِ مِنۡ اِضَمِ

حل لغات: ام۔ متصلہ ہے یا منقطعہ۔ متصلہ ہونے کی صورت میں یہ معنی ہوں گے کہ کیا ہمسایوں کی یاد میں خون آلود آنسو تو ڈال رہا ہے۔ یعنی ''کیا'' استفہام ہے یا ہبوب ریاح کے باعث یا ومض برق کے سبب تو خون کے آنسو رو رہا ہے۔ اور منقطعہ ہونے کی صورت میں تذکر جیران کار دگر کے مَزَجۡتَ دَمۡعًا کی علت ہبوب ریاح قرار دی جائے گی۔ هَبَّتۡ صیغہ ماضی از ہبوب، ہوا چلنا تحریک ونشر ریاح ہونا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: اِنِّيۡ لَاَجِدُ رِيۡحَ يُوۡسُفَ۔ اَلرِّيۡحُ۔ روح سے ہے اور یہ بمعنی ذہاب استعمال ہوتی ہے۔ یعنی چلنے اور

جانے کے معنی میں آتی ہے۔ تِلْقَاء بالکسر طرف، جہت، جانب کمافی قوله تعالیٰ۔ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ۔ كَاظِمَة ایک شہر کا نام ہے جسے اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے منور فرمایا۔ اور یہ کظم سے مشتق ہے جو تسکین غضب کے معنی میں مستعمل ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ۔ بعض نے کہا: کاظمہ سے مراد گنبد اخضر رحمۃ للعالمین ہے۔

اور ہبوب ریح من جانب المدینہ سے مراد حقیقی ہے۔ اس لیے کہ جب محبوب کی طرف سے ہوا آتی ہے تو محرک حزن وملال عاشق ہوتی ہے اور مورث بکاء بن جاتی ہے۔

اَوْمَضَ ماضی ومض سے ہے یعنی بجلی کا ہلکا سا چمکنا یعنی یا سبب اجراء الدمع بالدم کا ایماض برق ہے۔ بَرْق۔ بجلی۔ ظَلْمَاء۔ بفتح اول وسکون ثانی، شب تاریک۔ اضم۔ بکسر اول و فتح ثانی۔ مدینہ منورہ کے قریب ایک پہاڑ ہے، اس کا نام ہے۔ اس پہاڑ پر حضور ﷺ اکثر جلوہ آرا رہے ہیں۔

ترجمہ: یا ہوا آرہی ہے کاظمہ کی جانب سے یا کوہ اضم کی طرف سے بجلی چمکتی ہے اور تجھے وہاں کی یاد خون رلا رہی ہے۔

تشریح از خرپوتی: یعنی اے عشق کے منکر اور اے چھپانے والے راز محبت کے! تو نرا انکار کر لیکن علل واسباب اتنے شاہد ہیں کہ تو انکار نہیں کر سکتا۔ اگر سبب بکاء وحزن تذکر جیران ذی سلم نہیں ہے تو جبل کاظمہ جہاں جلوۂ محبوب جلوہ آرا تھا وہاں کی ہوا تجھے وہاں کی صحبتیں یاد دلا کر تیرے حزن وملال کو بڑھا رہی ہیں۔ اور اگر یہ بھی نہیں تو کوہ اضم کی نرم نرم بجلیاں تجھے اندھیرے میں بے چین کر رہی ہیں اور کاکل (زلف) محبوب کو یاد دلا رہی ہیں۔ جیسے شاعر نے کہا ہے:

صدغ الحبيب وحالي كلاهما كالليالي

شب ہجر اور گیسوئے مشک بار ہیں دونوں سیاہ اور تاریک و تار

ایک تشریح کا طرز یوں ہو سکتا ہے کہ یا وہ وجہ ہے جو مطلع کے بیت میں کہی گئی ہے یا یہ وجہ ہے کہ مقام کاظمہ کی طرف سے باد انس وداد چلی ہے یا یہ وجہ ہے کہ موضع اضم کی سمت سے

تاریک شب میں بجلی کوندی ہے یعنی ناظم فاہم اپنے نفس سے بطریق تجاہل عارفانہ دریافت فرمارہے ہیں کہ تیرے گریہ خون آلود کی وجہ موضع ذی سلم کے ہمسایوں کی یاد ہے یا سمت کاظمہ سے ہوائے محبت چلی ہے اور نسیم بوئے کاکل یار لا رہی ہے کہ اسے سونگھ کر تیری بے تابی بڑھی اور مضطربانہ گریہ خون آمیز شروع ہو گیا یا کوہ اضم کی جانب سے برق محبت چمکی جس کی روشنی میں تجھے دیار محبوب نظر آیا اور بے تابانہ رو پڑا۔ لہٰذا صاف صاف بتا کہ ان تینوں سببوں میں سے کون سا سبب تیرے بے تاب ہونے اور خون کے آنسو رونے کا ہے۔

مبتلائے بغم و محنت و اندوہ و فراق اے دل! ایں نالہ و فغان تو بے چیزے نیست
چہ آورد صبا از سر کوئش بوئے اے گل! ایں چاک گریبان تو بے چیزے نیست
چمن کوچۂ جاناں سے یہ کیا آتی ہے ناز کرتی ہوئی جو باد صبا آتی ہے

واہا لسولعات ذہبت آن عہد حضور بار گہت

جب یاد آوت موہے کرنہ پرت درواہ مدینہ کا جانا

ہی الشمس مسکنہا فی السماء فعز الفؤاد عزاء جمیلا
فلن تستطیع الیہا الصعودا ولن تستطیع الیک النزولا

فَمَا لِعَیۡنَیۡکَ اِنۡ قُلۡتَ اکۡفُفَا ھَمَتَا
وَمَا لِقَلۡبِکَ اِنۡ قُلۡتَ اسۡتَفِقۡ یَھِمِ ۳

حل لغات: فَمَا۔ عطف و استفہام۔ پس کیا ہوا؟ لِعَیۡنَیۡکَ۔ تثنیہ عین، دونوں آنکھیں۔ تیری دونوں آنکھوں کو۔ اِنۡ۔ برائے شرط۔ اگر۔ قُلۡتَ۔ صیغہ ماضی مخاطب، کہا تو نے۔ اکۡفُفَا۔ امر تثنیہ۔ از کَفّ، ٹھہرو تم دونوں۔ ھَمَتَا۔ ماضی تثنیہ، از ھمی۔ بہنا، جاری ہونا، دونوں آنکھیں بہنے لگ گئیں۔ وما۔ استفہام، اور کیا ہے؟ لقلبک۔ تیرے قلب کو۔ ان۔ شرطیہ، اگر۔ قُلۡتَ۔ صیغہ ماضی، کہا تو نے۔ استفق۔ امر، از افاقہ، افاقہ حاصل کر۔ یھم۔ از وھم۔ دل کا بے اختیار کسی طرف مائل ہونا۔ یا از ھَیمان کسی طرف فریفتہ ہونا۔ حاصل معنی غمگین ہو جاتا ہے۔

ترجمہ: کیا ہوا تیری دونوں آنکھوں کو اگر تو کہتا ہے ٹھہر جاؤ تو بہنے لگتی ہیں۔ اور کیا ہوا تیرے دل کو اگر اسے کہتا ہے سکون پکڑ، تو غمگین زیادہ ہوتا ہے۔

شرح: یعنی ناظم فاہم رحمۃ اللہ علیہ اپنے نفس کو مخاطب فرما کر کہتے ہیں کہ اگر تیری گریہ وزاری منجملہ اسباب مذکور کے نہیں ہے تو تیری چشم گریاں کو پھر کیا ہو گیا ہے کہ جب تو انہیں رونے سے روکتا ہے تو اور زیادہ بہنے لگتی ہیں اور تیرے قلب حزیں کو ایسا کیا صدمہ گزرا ہے کہ جب تو کہتا ہے کہ ذرا سنبھل اور ہوش کر تو وہ اور زیادہ مغموم ومہموم ہو جاتا ہے بقول شاعر:

چیست چشمت را کہ چوں گوئی بالیست　آنچہ بود اول ازاں افزوں گریست

چوں بگوئی بادل، اے دل ہوش دار　برکشد از سینہ آہے پرشرار

اَیَحْسَبُ الصَّبُّ اَنَّ الْحُبَّ مُنْکَتِمٌ ❹
مَا بَیْنَ مُنْسَجِمٍ مِنْهُ وَمُضْطَرِمِ

حل لغات: اَ (الف) حرف استفہام، بمعنی کیا، یحسب۔ مضارع، از حسب، گمان کرنا، یعنی گمان کرتا ہے۔ الصب۔ فاعل بمعنی عاشق۔ ان الصب فی الاصل مصدر بمعنی الاراقة لکن المراد منه ههنا العاشق الکامل و انما سمی العاشق الکامل به لانه یبکی فی کل احواله (عاشق) اَنَّ۔ یہ کہ، الحب۔ محبت، منکتم، فاعل از انکتام، پوشیدہ رہنا کتم سے یعنی پوشیدہ رہے گی۔ مابین۔ درمیان۔ منسجم۔ از انسجام، اشک رواں شدن، آنسو بہتے ہوؤں کے۔ و۔ اور۔ مضطرم۔ (قلب) از اضطرام فاعل۔ آگ کا بھڑکنا، یعنی قلب آگ لگے ہوئے کے یا بیکل دل۔

ترجمہ: کیا گمان کرتا ہے عاشق یا رونے والا کہ محبت کا راز پوشیدہ رہ جائے گا۔ جب کہ وہ عاشق اشک جاری اور قلب بے قرار کے درمیان ہے۔

شرح: صب استعارۃ بمعنی عاشق لیا۔ اس لیے کہ عاشق کا ہر وقت روتے رہنا اور ہر حال میں رونا لازمی ہے۔ کسی شاعر نے خوب کہا ہے:

وما فی الخلق اشقی من محب　وان وجد الهوی حلو المذاق

تراہ باکیا فی کل حال مخافة فرقة او لاشتیاق
فیبکی ان ناوا شوقا الیھم ویبکی ان دنوا خوف الفراق

یعنی عاشق حالت وصل میں خوف فراق سے روتا رہتا ہے اور حالت ہجر میں غم فراق سے نالاں رہتا ہے۔ اس بناء پر صب جو بمعنی اراقہ یعنی آنسو بہنے کے اندر مستعمل ہے۔ عاشق کے معنی میں استعمال کیا گیا تو اب معنی یوں ہوئے:

کیا عاشق اس خیال و حسبان میں ہے کہ اس کی محبت اور سر عشق پوشیدہ رہ جائے گا۔ باوجودیکہ دو افشاء راز کرنے والے اس پر مستولی ہیں۔ ایک چشم گریاں دوسرا قلب مضطر، اب ممکن نہیں کہ یہ راز پوشیدہ رہ سکے۔ اس لیے کہ چشم اشکبار اور قلب بے قرار اس پردۂ عشق کو فاش کر کے رہیں گے۔

میتواں داشت نہاں عشق ز مردم لیکن زردیٔ رنگ و رخ و خشکی لب را چہ علاج
ضبط فریاد سے ہو جائیں نہ آنکھیں پرنم پردہ داری ہی کہیں پردہ در راز نہ ہو

۵ لَوْلَا الْهَوٰى لَمْ تُرِقْ دَمْعًا عَلٰى طَلَلٍ
وَلَا اَرِقْتَ لِذِكْرِ الْبَانِ وَالْعَلَمِ

حل لغات: لولا۔ شرطیہ۔ واضح رہے کہ عربی میں لولا کا استعمال چار صورتوں میں ہوتا ہے: یا تو جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر امتناع شے کے معنی دے وجود غیر پر، دوم یہ کہ مضارع کے ساتھ ہو تو تخصیص و عرض کا فائدہ دے گا۔ سوم یہ کہ ماضی پر داخل ہو تو توبیخ اور تندیم کے معنی میں آئے گا۔ چہارم یہ کہ استفہام کا فائدہ دے۔ اس جگہ لولا امتناع شے لوجود غیرہ کے معنی میں ہے۔ یعنی لولا الھوی موجودٌ فیک "یعنی اگر نہیں ہے ہوا تجھ میں موجود"۔

ہویٰ۔ بمعنی عشق، اگرچہ ہویٰ تین معنی دیتا ہے: اول میل نفس الی ما لا یقتضیہ الشرع یہ مذموم ہے جیسے اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ دوم بمعنی عشق۔ سوم بمعنی مہوی یعنی محبوب۔ یہاں دوسرے اور تیسرے معنی چسپاں ہو سکتے ہیں یعنی عشق یا محبوب۔ لَمْ تُرِقْ۔ نفی جحد بلم مضارع۔ اراق یریق سے۔ اس کی اصل یروق تھی بمعنی الصب، بہنا۔

(لم ترق یعنی ہرگز نہ بہتے) دَمْعًا۔ آنسو۔ جیسا کہ ابن حاجب نے وقت قتل کہا تھا:

اری قدمی اوراق دمی و ھان دمی وھا ندمی

علی طلل۔ پرانے کھنڈروں پر۔ طلل، مسمار شدہ عمارت، ویران گھر کے کھنڈر۔ وَلَا۔ اور نہ اَرِقْتَ۔ ماضی مخاطب، اَرِقَ یَاْرَقُ از باب علم یعلم۔ بمعنی سھر اللیالی وعدم النوم یعنی بے خوابی یعنی بے خواب ہوتا تو۔ بذکر ساتھ یاد۔

عجبا للمحب کیف ینام کل نوم علی المُحب کیف

البان۔ بان، ایک درخت لطیف الرائحہ کا نام ہے۔ یہاں بان سے مراد وہ درخت ہے جو مکہ مکرمہ کے قریب تھا۔ جس کے سایہ میں حضور نے قیلولہ فرمایا تھا اور وقت ہجرت قیام بھی فرمایا۔ والعلم بمعنی جبل یعنی پہاڑ۔ اور اس جگہ پہاڑ سے مراد مکہ کے پہاڑوں سے جبل ابی قبیس یا جبل حراء ہے اور بعض کے نزدیک وہ پہاڑ مراد ہے جس کے غار میں حضور بہت دن مقیم رہے۔

ترجمہ: اگر تجھے محبت نہ ہوتی تو کھنڈروں پر آنسو نہ بہاتا اور نہ بان و پہاڑ کی یاد سے جاگتا رہتا۔

شرح: اس بیت میں منکر پر اثبات دعویٰ کرنے کو اور دلیل دے کر اپنے دعویٰ کو مؤکد کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اگر سلطان محبت مدینہ قلب میں نہیں ہے تو تیری پرانی عمارت جسم پر آنسو کیوں بہ رہے ہیں اور تیری بے خوابی شجرۃ البان اور جبل محبوب کے ذکر سے کیوں بڑھ رہی ہے یعنی اے منکر و ساتر محبت! اگر تجھے مرض محبت نہیں ہے تو محبت کے آنسو دیار محبوب کے کھنڈروں پر کیوں بہا رہا ہے اور وہ درخت بان جو اقامت محبوب کی یاد دلا رہا ہے اور علم جو کوہ اضم ہے اس کی یاد تجھے کیوں بے خواب کر رہی ہے۔ گویا ناظم فاہم دلیل انی کے ذریعے اثر سے مؤثر کو ثابت کر رہے ہیں اور آگے فرماتے ہیں:

ضبط فریاد سے ہو جائیں نہ آنکھیں پرنم پردہ داری ہی کہیں پردہ در راز نہ ہو

⑥ فَكَيْفَ تُنْكِرُ حُبًّا بَعْدَ مَا شَهِدَتْ
بِهٖ عَلَيْكَ عُدُوْلُ الدَّمْعِ وَالسَّقَمِ

حل لغات: فَكَيْفَ۔ توبیخ یا استبعاد کے لیے ہے یعنی پھر کیونکر۔ تُنْكِرُ۔ مضارع انکار سے ہے یعنی انکار کرسکتا ہے تو۔ حبا۔ مفعول تنکر کا ہے اور تنوین تعظیما ہے یعنی محبت کا جیسے حضرت سیدہ کے شعر میں ہے:

صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا صُبَّتْ عَلَى الْاَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

بعدما۔ یعنی بعد اس کے کہ شہدت۔ صیغہ ماضی ہے یعنی شہادت دی۔ بہ۔ یعنی اس محبت کی۔ علیک۔ یعنی تجھ پر۔ عدول۔ جمع عادل، یعنی معتبر گواہ۔ الدمع۔ آنسو۔ والسقم۔ اور بیماری نے، سقم در حقیقت مرض قلب کو کہتے ہیں۔

ترجمہ: تو کس طرح انکار کرسکتا ہے محبت کا جب کہ اس محبت پر تیری اشکباری اور قلب کی بیماری معتبر شاہد ہیں۔

شرح: گویا عاشق اخفاء محبت کے لیے مدعی سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے تیرے گواہ معتبر نہیں تو عدالت کی طرف سے ثبوت دعویٰ پر ڈگری دی جاتی ہے اور توبیخاً منکر سے کہا گیا کہ "فکیف تنکر" کیونکر تو انکار کرسکتا ہے محبت کا جب کہ دو گواہ عادل معتبر شہادت دے رہے ہیں۔ ایک دمع دوسرا سقم۔

اور اس نے انکار اس لیے کیا کہ قلب عاشق اظہار سر عشق پر کبھی راضی نہیں ہوتا۔ لیکن جب شہادت، خبر صادق شخص صادق سے صادر ہو جائے تو مجبوراً ماننا پڑتا ہے۔ چنانچہ اس طرز پر اظہار عشق و محبت ہوا کہ آنسو اور قلب حزیں دونوں نے شہادت دی۔

علامہ خرپوتی فرماتے ہیں:

کہ قصیدہ مبارکہ میں چھ بیت ایسے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسموع فرما کر اظہار پسندیدگی کے لیے ان پر تمایل فرمایا۔ ان میں یہ پہلا بیت ہے۔ اِلٰهِىْ لَا تَجْعَلْنَا مِنْ زُمْرَةِ اَهْلِ الْفِسْقِ وَالْهَوٰى، واجعلنا ممن قلبه ملئ بمحبة نبيك المصطفى

و عینہ فی کل وقت من عشقہ جری و بکیٰ۔

وَاَثْبَتَ الْوَجْدُ خَطَّیْ عَبْرَۃٍ وَّضَنًی
مِثْلَ الْبَھَارِ عَلٰی خَدَّیْکَ وَالْعَنَمِ ⑦

حل لغات: واثبت۔ عطف علی شھدت، اور ثابت ہوگیا۔ الوجد۔ فاعل اثبت، حزن قلبی اور کیفیت عشق۔ خطی۔ خط، عربی میں تصویر الفاظ کو کہتے ہیں جو حروف ہجا میں ہو۔ اور خط حکمی اسے کہتے ہیں جس میں طول ہو اور عرض میں اس کا انقسام ممکن ہو اور اس میں عمق نہ ہو۔ اور خطی اصل میں خطین تھا۔ اضافت کے ساتھ نون ساقط ہوگیا یعنی حزن قلبی کے آنسوؤں سے کھچے ہوئے دو خطوں سے ثابت ہوگیا۔ عبرۃً۔ بفتح العین۔ ماء جاری من العین علی الوجہ حاصل معنی آنسو بہنے سے۔ وضنیً۔ اور ضرال مفرط یعنی کمزوری لاغری (اور ضعف مفرط سے) مثل۔ حال ہے یا مفعول ثانی (مثل) البھار۔ بروزن نہار، (زرد گلاب کے جو ربیع الاول میں کھلتا ہے، چہرہ زرد پر خط زرد) عَلٰی خدیک۔ تیرے رخساروں پر۔ والعنم عنم، بفتحتین، ایک سرخ درخت کا نام ہے جو نرم شاخوں والا ہوتا ہے۔ بعض نے کہا۔ وہ درخت مہندی ہے۔

ترجمہ: غم عشق نے تیرے رخساروں پر گریہ و بکا اور لاغری کے دو نشان ایسے قائم کر دیے ہیں کہ گل بہار کی طرح زرد اور شاخ عنم کی طرح سرخ ہے۔ اب انکار بے سود ہے۔

شرح: ناظم فاہم غم مہاجرت اور عشق محبوب میں گرفتار ہو کر اتنے روئے کہ آنسوؤں کے ساتھ خون بھی آنے لگا تو ان کے رخسارۂ مبارک پر دو باریک خط مثل الف کے کھچ گئے۔ ایک سرخ خون آلودہ آنسوؤں کی وجہ سے۔ دوسرا خط زرد حزن قلبی کے باعث، تو اپنے نفس سے مخاطبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تو باوجود شہادت شاہدین کس طرح انکار کرتا ہے۔ باآنکہ تیرا عشق مخفی ثابت ہو چکا تیرے حزن قلبی کے باعث اور حاکم عدالت نے ایسا فیصلہ دیا کہ اب اس کے فیصلہ کو کوئی رد کر ہی نہیں سکتا۔ اس نے تیرے صحیفۂ حزیں پر سرخ خط میں فیصلہ دے دیا۔ اب جو تیرا مصحف رخ پڑھے گا قطعی فیصلہ دے گا اور یہی کہے گا کہ فی الواقع

تو عاشق صادق ہے۔

⑧ نَعَمْ سَرىٰ طَيْفُ مَنْ اَهْوىٰ فَاَرَّقَنِىْ
وَالْحُبُّ يَعْتَرِضُ اللَّذَّاتِ بِالْاَلَمِ

حل لغات: نعم۔ حرف تصدیق وکلمہ ایجاب یعنی ہاں۔ سریٰ۔ الذهاب بالليل یعنی چلا رات میں۔ طیف۔ الخیال۔ یعنی خیال سے۔ من۔ یعنی اس شخص کے۔ اھویٰ۔ از ھویٰ یھوی، یعنی جس نے مجھے اپنی محبت میں قید کیا۔ فارقنی۔ ای اسهرنی و ایقظنی فی النوم، یعنی اس نے مجھے بے خواب رکھا۔ والحب۔ یعنی اور محبت۔ یعترض۔ من اعترض لهٗ بسهم اذا اقبل لهٗ فرماء یعنی قتل کر رہی ہے۔ اللذّات۔ جمع لذة یعنی لذتوں کو۔ بالالم۔ یعنی مہلکات عشق سے۔

ترجمہ: ہاں رات کی سیر میں اس محبوب کا خیال آیا۔ اور اس نے مجھے بے چین کر دیا۔ شب بھر بے خواب رکھا اور محبت کے اندر لذتیں ماری جاتی ہیں الم مہاجرت محبوب سے۔

شرح: جب کہ سائل نے محبت کے انکار پر دلائل کے ذریعے تمام راہیں بند کر دیں تو مجبوراً اسے اپنے عشق کا اقرار کرنا پڑا۔ تو اب کیفیت عشق بیان کرتا ہے کہ ہاں رات کو خیال محبوب میں چل رہا تھا کہ تصور محبوب نے میری نیند اڑا دی اور اس کی محبت نے میری لذتیں مار کر مجھے الم مہاجرت میں ہلاک کر دیا۔

اِغْفِرْ لِىْ يَا مَنْ بسعة مغفرته شوقنى واعف عن الفعل الذى من رضاك فرقنى ولا تحرقنى بنار الجحيم لان عشق نبيك حرقنى۔

⑨ يَالَآئِمِىْ فِى الْهَوىٰ الْعُذْرِىِّ مَعْذِرَةً
مِنِّىْ اِلَيْكَ وَلَوْ اَنْصَفْتَ لَمْ تَلُمِ

حل لغات: یالائمی۔ یا حرف ندا بمعنی اے، لائمی ملامت کرنے والے۔ فی الھویٰ۔ محبت میں۔ العذری۔ وهو بضم العين، منسوب بقبیلہ عذرہ، یہ قبیلہ عشاق یمن میں مشہور ہے۔ اس قبیلہ کے اکثر نوجوان عشق میں جانیں دے چکے ہیں۔ اس قبیلہ

کے دل نہایت نرم اور صاف ہوتے ہیں۔ ان کی عورتیں نہایت پاک دامن اور باحیا ہوتی ہیں۔ تو معنی یہ ہوئے کہ (محبت میں قبیلہ عذرہ کے) **معذرة**۔ عذر پیش کرتا ہوں۔ **منی الیک**۔ میری طرف سے تجھ پر۔ **ولو انصفت**۔ اور اگر تو انصاف کرتا۔ **لم تلم**۔ ہرگز ہرگز ملامت نہ کرتا۔

ترجمہ: اے قبیلۂ عذرہ کی محبت میں مجھے ملامت کرنے والے! میں تیرے آگے اپنی مجبوری کا عذر پیش کرتا ہوں۔ اور اگر تو انصاف کرے تو مجھے ملامت کبھی نہ کرے۔

شرح: ناظم فاہم فرماتے ہیں کہ اے ملامت کرنے والے! اس عشق پر جو میرے دل میں قبیلہ بنی عذرہ کے عشق کی طرح مستحکم ہو چکا ہے۔ اور اگر تو اس کے استحکام کی حقیقت کو جان کر انصاف کرے تو مجھے کبھی ملامت نہ کرے اور میرے عذر کو قابل پذیرائی سمجھ لے، حضرت اصمعی فرماتے ہیں کہ میں اعراب کے ایک ایسے قبیلے کی طرف جانا چاہتا تھا کہ جہاں کی فصاحت و بلاغت مانی ہوئی ہو، تا کہ ان سے زبان سیکھوں۔ چنانچہ جب میں نے تلاش و تجسس کیا تو معلوم ہوا کہ قبیلہ بنی عذرہ یمن میں ہے، جس کی فصاحت و بلاغت ضرب المثل ہے۔ چنانچہ آپ وہاں پہنچے تو ایک شخص کی لڑکی کا حال سنا کہ موزوں قامت، نمکین حسن، فصیحۃ الکلام، ملیحۃ المللام ہے۔ تو اصمعی کے دل میں اس کی محبت پیدا ہوئی۔ پھر آپ وہاں سے چل کر اس قبیلہ کے اور لوگوں کو دیکھنے چلے تو ایک جوان کو دیکھا جو نہایت لطیف الحسن مثل ہلال منور تھا، لیکن کسی کے عشق میں گھل گھل کر مثل خلال ہو چکا تھا۔ زرد چہرہ مثل مہندی کے اور اس کے چہرہ سے آثار محبت اظہر من الشمس تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ عنقریب یہ داعیٔ اجل کو لبیک کہنے والا ہے۔ میں نے اس سے یہ کیفیت و احوال پوچھا تو وہ کانپنے لگا اور اس لڑکی کا عشق ظاہر کیا جس کے گھر سے میں آ رہا تھا۔ اور معلوم ہوا کہ وہ لڑکی اس کے چچا کی بیٹی ہے، اور اس نے چند سال سے اس کی زیارت بھی نہیں کی ہے۔ اصمعی کہتے ہیں کہ میں اس کے چچا کے یہاں گیا کہ سفارش کروں اور اس کی مراد پوری کراؤں۔ آپ پہنچے تو آپ نے اس طرح کلام فرمایا:

یا راحة جراحة کل قلب کیئب اریٰ فیکم حرمة وذما ما لکل غریب فجئت الیکم متشفعا فی امر ھذا الشاب۔

"اے قلب حزیں کے زخموں کی راحت، میں کسی غریب کی مصیبت کا حل تمہارے پاس دیکھتا ہوں اور اس کی سفارش لے کر آیا ہوں، اس جوان کی مصیبت دفع کرو"۔

تو انہوں نے میری درخواست منظور کی۔ میں خوش خوش اس نوجوان کے پاس گیا۔ اور اسے بشارت دیدار سنائی، کہ اتنے میں اس محبوبہ کے کوچہ سے کچھ ہوا میں غبار اڑتا ہوا آیا۔ اس سے جوان پر غش طاری ہو گیا۔ اور اسی حالت میں پاس کی جلتی ہوئی آگ میں گھر گیا اور اس کے بعض اعضاء جل گئے۔ میں ان کے یہاں گیا اور سب حال کہا۔ تو اس لڑکی نے کہا۔

یا سلیم القلب انه لا یطیق مشاھدة غبار نعلنا فکیف یطیق مشاھدة انوار جمالنا۔

"اے اصمعی! جب وہ میری جوتی کے غبار کو دیکھنے کی تاب نہیں رکھتا تو کس طرح وہ میرے جمال کے مشاہدہ کی تاب لائے گا۔ ایک اور واقعہ اصمعی بیان فرماتے ہیں کہ اسی قبیلہ کی سیر میں میں نے ایک پتھر دیکھا جس پر یہ بیت لکھا تھا:

ایا معشر العشاق باللہ اخبروا اذا اشتد عشق بالفتی کیف یصنع

"اے گروہ عشاق! تمہیں خدا کی قسم مجھے بتاؤ کہ جب سختی کرے کسی محبوب کا عشق تو عاشق کیا کرے"۔

اصمعی فرماتے ہیں، میں نے پتھر پر اس بیت کے نیچے یہ بیت لکھ دیا:

یداری ھواہ ثُمّ یکتم سرّہ ویصبر فی کل الامور و یخشع

"عشق کو چھپائے اور محبوب کے راز کا کتمان کرے اور ہر بے چینی و اضطراب میں صبر کرے اور محبوب کی بے پرواہی سے ڈرے"۔

دوسرے دن جب اصمعی ادھر سے گزرے تو یہ بیت لکھا ہوا دیکھا:

فکیف یداری والھوی قاتل الفتی وفی کل یوم روحه یتقطع

"کیسے چھپائے عشق کو ایک مقتول حسین جب کہ ہر آن اس کی روح قطع ہو رہی ہو"۔

اصمعی فرماتے ہیں: میں نے اس بیت کے نیچے یہ بیت لکھ دیا:

اذا لم یطق صبرا و کتما لسره　　فلیس له شیء سوی الموت انفع

"جب صبر کی طاقت نہیں اور کتمان سر کی ہمت نہیں تو ایسے عاشق کو موت سے زیادہ مفید تر کچھ نہیں"۔

اصمعی تیسرے روز جب وہاں سے گزرے تو ایک جوان کو دیکھا کہ پتھر پر سر رکھے مرا پڑا ہے۔ اور اس پتھر پر یہ بیت لکھے ہوئے ہیں:

سمعنا واطعنا ثم متنا فبلغوا　　سلامی الی من کان للوصل یمنع

هنیأ لارباب النعیم نعیمهم　　وللعاشق المسکین ما یتجرع

"جواب سنا اور اطاعت حکم کر کے ہم مر گئے۔ ہمارا سلام اسے پہنچے جو وصل سے مانع ہے۔ مبارک ہوں اہل نعمت کو ان کی نعمتیں۔ اور عاشق محروم کو وہ مبارک جو خون جگر جرعہ جرعہ پی رہا ہے"۔

(۱۰)

عَدَتْکَ حَالِیَ لَا سِرِّیْ بِمُسْتَتِرٍ
عَنِ الْوُشَاةِ وَلَا دَاءِیْ بِمُنْحَسِمِ

حل لغات: عدتک حالی۔ صیغہ ماضی۔ جاوزتک ووصل الیک حالی۔ یعنی میرا حال اور میرا مرض تجھے لگ جائے، متجاوز ہو گیا میرا حال یعنی میرا حال مشہور ہو گیا۔ لا سری۔ اب نہیں میرا راز۔ بمستتر۔ از ستر، پوشیدہ رہنے والا۔ عن الوشاۃ۔ اصل وشیۃ، جمع واش، مشتق از وشی، نمام یعنی چغلخوروں سے۔ ولا داء ی۔ اور نہیں میرا مرض۔ بمنحسم۔ الحسام بمعنی انقطاع۔ منقطع ہونے والا۔

ترجمہ: میرا حال تجھ تک پہنچ چکا ہے یا میرے جیسا حال تیرا بھی ہو جائے۔ میرا راز چغل خوروں عیب جو لوگوں سے پوشیدہ نہیں رہا۔ مگر میرا مرض عشق بھی مجھ سے منقطع ہونے والا نہیں۔

شرح: اس شعر میں چونکہ عاشق کو عیب لگانے والا عیب لگا رہا ہے تو وہ جواب میں کہتا ہے کہ خدا کرے میرے جیسا حال تیرا بھی ہو جائے تو ملامت کا تجھے بھی مزا آئے۔ اور اس حدیث کی طرف بھی اشارہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

من عیر اخاہ المسلم بذنب لم یمت حتی ابتلاہ اللہ بہ۔

"جو اپنے بھائی مسلمان کو عیب لگائے تو مرنے سے قبل اللہ اسے اس امتحان میں ڈالتا ہے"۔

تو حاصل معنی یہ ہوئے کہ اے ملامت کرنے والے! میں نے عذر بامید قبول تجھ سے کیا لیکن تو نے قبول نہ کیا اور ملامت کرنے سے باز نہ آیا۔ تو اب میں امید کرتا ہوں کہ خدا تجھے بھی اس بلاء عشق میں مبتلا کر دے گا اور پھر تو کہتا پھرے گا:

پھر حضرت جنوں ہوئے رونق فزائے دل — ہاتھوں سے پھر گیا میرا بیٹھے بٹھائے دل

جب تک نہ مبتلا ہو کوئی جانتا نہیں — کہتے ہیں جس کو عشق وہی ہے بلائے دل

اور اب میرا راز محبت تو نکتہ چینوں سے مخفی رہنا ناممکن ہو گیا مگر جہاں یہ راز پوشیدہ رہنا ناممکن ہے وہاں اس مرض کا منقطع ہونا بھی ناممکن ہے۔

از سر بالین من برخیز اے ناداں طبیب — درد مند عشق را دارو بجز دیدار نیست

(11)

مَحَّضْتَنِی النُّصْحَ لٰکِنْ لَسْتُ اَسْمَعُهٗ

اِنَّ الْمُحِبَّ عَنِ الْعُذَّالِ فِیْ صَمَمِ

حل لغات: محضتنی النصح۔ المحض من الشیء ھو الخالص النصیحۃ۔ تو نے خالص و بے غرض نصیحت کی۔ لکن۔ للاستدراک لدفع التوھم۔ لیکن۔ لست اسمعہ۔ لم التفت الیہ۔ نہیں میں اس نصیحت کا سننے والا۔ ان المحب۔ بے شک عاشق۔ عن العذال۔ عذال جمع عاذل یعنی لائم یا ناصح۔ ملامت کرنے والوں یا نصیحت کرنے والوں سے۔ فی صمم۔ ای فی وقر عن سماع کلامھم۔ الصمم ضد السماع۔ بہرا ہونا ہے۔

ترجمہ: تو نے مجھے بے غرض نصیحت کی لیکن میں اسے سننے والا نہیں۔ اس لیے کہ عاشق نکتہ

چینی اور اعتراض کی آواز سے بہرا ہوتا ہے۔

شرح: جیسا کہ حدیث میں ہے:

حبک الشیء یعمی ویصم۔

''کسی شے کی محبت تجھے بہرا اندھا کر دیتی ہے''۔

تو گویا ملامت کنندہ سے ناظم فاہم فرماتے ہیں کہ اگرچہ تیری نصیحت خالص ہمدردی اور خیر اندیشی میں مستولی (غالب) ہے اس نے تیری نصیحت سننے سے مجھے بہرا بنا رکھا ہے تو اب عمل کیسا؟ جب وہ نصیحت سنی ہی نہیں جاتی تو عمل بعد سماع ہوتا ہے۔ اور بات بھی یہی ہے کہ ملامت گروں کی باتوں سے عاشق صادق بالکل بہرا ہوتا ہے بقول شخصے:

لوگ ہر سو سے چلے آتے ہیں سمجھانے کو خاک سمجھائے کوئی عشق کے دیوانے کو

کسی نے خوب کہا ہے:

ناصحا! مت کر نصیحت دل میرا گھبرائے ہے
میں اسے سمجھوں ہوں دشمن جو مجھے سمجھائے ہے

۱۲
اِنِّی اتَّهَمْتُ نَصِيحَ الشَّيْبِ فِی عَذَلٍ
وَالشَّيْبُ اَبْعَدُ فِی نُصْحٍ عَنِ التُّهَمِ

حل لغات: انی اتہمت۔ اتہمت فلانا، نسبة التهمة، وهی شیء یورث العار، صیغہ ماضی متکلم از اتہام تہمت لگانا۔ حاصل معنی: بے شک میں متہم ہوں یا عار کرتا ہوں۔ نصیح الشیب۔ نصیح بروزن فعیل بمعنی فاعل، اے ناصح، مضاف الی الشیب۔ بڑھاپے کی نصیحت حالیہ سے۔ فی عذلیٰ۔ یافی عدلی، عذل، لیکون الذال، بمعنی ملامت اور بدال مہملہ، بمعنی عدول نافرمانی، ملامت کرنے پر، یا نافرمانی میں۔ والشیب۔ اور بڑھاپا۔ ابعد۔ دور ہے۔ عن التہم۔ تہمتوں سے۔

ترجمہ: بے شک میں عار کرتا ہوں بڑھاپے سے جو زبان حال کے ساتھ میرا ناصح ہے اور نافرمانی رکھتا ہوں یا ملامت سے محفوظ رہتا ہوں۔ اس بڑھاپے کی نصیحت پر عمل کر کے اور بڑھاپے کے ہوتے تکلیفوں کا نشانہ بننا بہت بعید ہے۔

شرح: کسی شاعر نے کہا ہے:

موئے سپید از کفن آرد پیام پشت خم از مرگ رساند سلام

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مسند آرائے خلافت ہوئے تو ایک اعرابی کو حکم ہوا کہ وہ ہر روز مکان کے باہر سے یہ آواز لگایا کرے:

یا عمر لاتنس موتک واعمل فی الدنیا بقدر مقامک فیھا

"اے عمر! اپنی موت نہ بھولنا اور دنیا میں جس قدر تمہارا قیام ہے، اتنا عمل خیر کرو"۔

چنانچہ جب آپ نے اپنی ریش مبارک میں سپید بال ملاحظہ فرمائے تو اس اعرابی کو منع فرما دیا اور فرمایا: اب میرا انذر کرو منادی میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اب تیری یاددہانی کی حاجت نہیں۔

تو ناظم فاہم فرماتے ہیں کہ میری پیرانہ سالی خود مجھے شرماتی ہے اور برے راستوں سے روکتی ہے، ایسی صورت میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت میرے قریب کیونکر آ سکتی ہے۔ میں نے اپنی پیرانہ سالی کو صادق القول ناصح اور مخبر قرب موت سمجھا ہوا ہے۔

یا یہ صورت مضمون ہو سکتی ہے۔ اے ناصح! تیری نصیحت مجھ پر کیا اثر کر سکتی ہے جب کہ میں اپنے بڑھاپے کی نصیحت سے بے پرواہوں تو تیری کیا حقیقت ہے۔ جا اور اپنی راہ لے اور دماغ سوزی نہ کر۔ کیونکہ بڑھاپے کو متہم کرنا بعید از فہم ہے۔

فصل ثانی -- دراعتراف تقصیر و بیان نفس

فَاِنَّ اَمَّارَتِیْ بِالسُّوْٓءِ مَا اتَّعَظَتْ
مِنْ جَهْلِهَا بِنَذِيْرِ الشَّيْبِ وَالْهَرَمِ ۱۳

حل لغات: فان امارتی۔ امارہ، اسم فاعل بصیغہ مبالغہ، از آمر، حکم دینے والا، امارہ سختی سے حکم دینے والا۔ اور قرآن کریم میں اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ آیا ہے۔ اور اس سے مراد نفس امارہ ہے۔ تو اس اعتبار سے یہاں بھی نفس امارہ مراد ہے یعنی بے شک میرا نفس امارہ حکم دیتا ہے۔ بالسوء۔ برائیوں کا۔ ما اتعظت۔ از اتعاظ، وعظ سے بمعنی نصیحت، ما اتعظت۔ اور نہیں حاصل کرتا۔ من جھلھا۔ بوجہ اپنی جبلی جہالت کے۔ بنذیر الشیب۔ باوجود بڑھاپے کے جو ڈرانے والا ہے۔ والھرم۔ اور باوجود انتہائی پیری کے جس نے کبڑا کر دیا ہے۔

ترجمہ: بے شک میرا نفس امارہ جو بدی کی طرف مائل کرتا ہے، اپنی جہالت کے سبب سے ڈرانے والے بڑھاپے اور انتہائی پیرانہ سالی کی عبرتوں سے نصیحت حاصل نہیں کرتا۔

شرح: نفس کی تحقیق میں بعض متکلمین کا مسلک تو یہ ہے کہ وہ جسد اور ہیکل محسوس ہے اور بعض اس طرف گئے کہ وہ اجسام اصلیہ باقیہ ہیں جو ابتداء عمر سے منتہاء عمر تک رہتے ہیں۔

اور ابن راوندی کہتے ہیں کہ نفس اس قسم کے اجزاء کا نام ہے جو قلب سے تجرد میں نہیں آتے بلکہ وہ اجسام لطیفہ نورانی ہیں جو بدن میں اس طرح سیران کرتے ہیں جیسے کوئلہ میں سیران ناریت ہوتا ہے۔

اور اطباء کی تحقیق یہ ہے کہ نفس ایک قوت مودعہ ہے جو بائیں جانب قلب کے اندر ہے اور اسی کو روح حیوانی کہا جاتا ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ نفس ایک قوت مودعہ دماغ میں ہے اور اس کا نام نفس انسانیہ ہے۔

اور حکماء کہتے ہیں کہ نفس ایک جوہر مجرد ہے۔ بدن سے اس کا تعلق تدبیر و تصرف میں کچھ نہیں

اور اسے نفس انسانیہ کہا جا سکتا ہے۔ اور یہی وہ ہے جو مامور من اللہ ہے اوامر و مناہی میں اور یہی معدن اخلاق ذمیمہ ہے۔ اور یہی تمام جسم انسان میں ان اخلاق کو تقسیم کرتا ہے۔ اور یہ ضد ہے اس روح رحمانیہ کا جو اعلیٰ علیین میں رہ کر امر خیر اور نہی عن الشر کرتی ہے۔ اور یہ نفس ان ارواح کا تابع ہے جو اسفل السافلین میں ہیں مثل شیطان کے جو امر بالشر کے سوا اور کچھ نہیں کرتا اور نہی عن الخیر کے سوا دوسرا اس کا کام ہی نہیں۔

اور متصوفین کی تحقیق یہ ہے کہ نفس کے سات مراتب ہیں:

(۱) اول نفس امارہ، یہ وہ ہے جس کا میلان طبیعت بدنیہ کی طرف ہے۔ اور یہ لذات و شہوات حسیہ کا حکم کرتا ہے اور قلب کو جہت سفلی کی طرف جذب کرتا ہے۔ اور یہ ماویٔ شرور اور منبع اخلاق ذمیمہ ہے۔ اس لیے کہ یہ مبدأ ہے کبر و حرص و شہوت کا اور جڑ ہے حسد و غضب و بخل و حقد کی۔

(۲) دوسرا نفس لوامہ ہے۔ یہ نور قلب کے ساتھ منور ہوتا ہے اور یہ بھی عاقلہ کا مطیع ہوتا ہے۔ کبھی مخالفت جب مخالفت کر لیتا ہے تو نادم ہوتا ہے۔ اور یہ منبع ندامت ہے اور مبدأ حرص و ہوس۔

(۳) تیسرا نفس مطمئنہ ہے۔ یہ بھی نور قلب کے ساتھ اتنا مستنیر ہوتا ہے کہ صفات ذمیمہ سے صاف ہو کر اخلاق حمیدہ پیدا کرتا ہے۔

(۴) چوتھا نفس ملہمہ ہے۔ یہ وہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ الہام علم فرماتا اور تواضع و قناعت اور سخاوت کی استعداد بخشتا ہے۔ اور اسی لیے وہ منبع صبر و تحمل اور شکر ہے۔

(۵) پانچواں نفس راضیہ ہے یہ وہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر راضی ہو کر اثر رضا فرماتا ہے اور اسے منبع کرامت و اخلاص و ذکر بناتا ہے۔

(۶) چھٹا نفس مرضیہ ہے۔ یہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ہر حال میں راضی رہ کر رَضُوا عَنۡهُ کی صفت سے متصف ہوتا ہے اور عرفان کنہ ذات اسی کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔

(۷) ساتواں نفس صالحہ ہے۔ یہ وہ ہے جس میں اسرار الٰہی منکشف ہوتے ہیں اور یہ ان

اسرار کا امین ہوتا ہے۔

پہلا نفس کافرین وشیاطین وفاسقین ہے۔

دوسرا نفس مؤمنین غیر فاسقین کا ہے۔

تیسرا نفس متعلمین عاملین کا ہے۔

چوتھا نفس معلمین اور عاملین کا ہے۔

پانچواں نفس اولیاء کرام کو حاصل ہوتا ہے۔

چھٹا نفس عارفین کے لیے مخصوص ہے۔

ساتواں نفس انبیاء ومرسلین کے لیے ہے۔

اور ناظم فاہم رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا وہ نفس خامس (پانچواں) ہے اس لیے کہ آپ ولی کامل صاحب کرامت اور ذی فخامت ہیں۔

اور آپ کا فان امارتی بالسوء فرمانا کسر نفسی کے لحاظ سے ہے۔ جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے هضما للنفس فرمایا: وَمَاۤ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَۃٌۢ بِالسُّوۡٓءِ۔

تو اب یہ مفہوم شعر ہوا کہ میرا نفس جو برائیوں کی طرف مجھے مجبور کرتا ہے وہ اس کی جبلی جہالت کے باعث ہے۔ ورنہ میری پیرانہ سالی اسے برابر کہتی اور یہ نصیحت کرتی ہے کہ۔

باش بیدار کہ خوابے عجبے در پیش است

وہاں قالوا بلیٰ یاں بت پرستی! ذرا سوچو کہا کیا تھا کیا کیا؟

یہ عمر کب تک وفا کرے گی زمانہ کب تک جفا کرے گا

مجھے قیامت کی ہیں امیدیں جو کچھ کرے گا خدا کرے گا

موت ہے ہنگامہ آراء قلزم خاموش میں ڈوب جاتے ہیں سفینے موج کی آغوش میں

اللهم اجعلنا ممن نفوسهم راضية وقلوبهم وجلة وارحمنا حين وصلت الروح الى لحلقوم وصعدوا بها الى الحى القيوم۔

⑭ وَلَا اَعَدَّتُ(1) مِنَ الْفِعْلِ الْجَمِيْلِ قِرٰى
ضَيْفٍ اَلَمَّ بِرَاْسِيْ غَيْرَ مُحْتَشِمٖ

حل لغات: ولا اعدت۔ لا نافیہ اعدت۔ ماضی متکلم از اعد تیاری کرنا۔ اور نہ تیاری کی میں نے۔ من الفعل الجمیل۔ اچھے افعال سے۔ قریٰ۔ (استعارہ اعمال حسنہ کا) عمدہ کھانوں کی۔ ضیف۔ تنوین تعظیمی۔ مہمان عظیم الشان کے لیے۔ یعنی پیرانہ سالی کے لیے۔ الم براسی۔ از المام، اترنا۔ الم ماضی جو اترا میرے سر پر یعنی بیاض مو۔ غیر محتشم۔ احتشام بمعنی توقیر و تعظیم، غیر موقر و معظم ہی رہا۔

ترجمہ: ایسا مہمان جو بے تکلف میرے سر کے اوپر اترا اور فروکش ہوا یعنی بڑھاپا۔ اس کے لیے میں نے اعمال حسنہ سے مہمانی کا سامان مہیا نہ کیا۔

شرح: اس شعر کا عطف پہلے شعر سے ہے یعنی نہ میرے نفس امارہ نے اس مہمان عظیم الشان کی ضیافت کا انتظام کرنے دیا جو میرے سر پر اترا یعنی بیاض سر۔ اچھے کاموں کی تیاری سے، یعنی جب بڑھاپا بطور مہمان آیا۔ تو میرے نفس کو لازم تھا کہ اس کی مدارات اور مہمانی کرتا ایسے اچھے افعال سے جو اس کے لیے شایان شان تھے۔ لیکن انکساراً فرماتے ہیں کہ یہ نفس امارہ ایسا نکلا کہ اس عظیم الشان مہمان کا وقار اور احتشام بھی اس سے نہ ہو سکا۔

⑮ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ اَنِّيْ مَا اُوَقِّرُهٗ
كَتَمْتُ سِرًّا بَدَا لِيْ مِنْهُ بِالْكَتَمٖ

حل لغات: لو کنت۔ اگر میں ہوتا۔ اعلم۔ جاننے والا۔ انی۔ کہ میں۔ ما اوقرہ۔ صیغہ متکلم۔ من التوقیر۔ تعظیم و تکریم اس مہمان کی نہ کر سکوں گا۔ یعنی بڑھاپے کی۔ کتمت۔ من الکتمان، بمعنی اخفاء، چھپاتا میں۔ سراً۔ اس راز کو۔ بدا لی۔ جو ظاہر ہوا مجھ پر۔ بالکتم۔ کتم اس پتہ کو کہتے ہیں جو وسمہ کے نام سے مشہور ہے۔ ساتھ وسمہ کے۔

1۔ بردہ شریف کے اکثر نسخوں میں وَلَا اَعَدَّتْ ہے اور ضمیر نفس کی طرف لوٹتی ہے جس کا ذکر سابقہ شعر میں ہے۔ اس صورت میں اس کے معنی ہیں میرے نفس نے تیاری نہ کی۔ دیکھو شرح خرپوتی۔ عطر الوردہ اور شرح علامہ نور بخش تو کلی۔ 12 من الناشر غفرلہ۔

ترجمہ: اگر میں جانتا کہ اپنے معزز مہمان، بڑھاپے کی عزت میں نہ کرسکوں گا تو موئے سپید سے جوراز ظاہر ہوگیا نہ ہونے دیتا بلکہ وسمہ کرلیتا۔

شرح: گویا ناظم فاہم فرمارہے ہیں کہ اگر مجھے اس چیز کا علم ہوتا کہ اپنے معزز مہمان پیرانہ سالی کی مدارات اطعام افعال جمیلہ سے نہیں کرسکوں گا تو میں موئے سپید کے راز کو چھپاتا اور ظاہر ہی نہ ہونے دیتا۔ بلکہ خضاب (1) کرلیتا جو سنت ہے۔ پھر کوئی میرے راز کو نہ جانتا۔

مَنْ لِّیْ بِرَدِّ جِمَاحٍ مِّنْ غَوَایَتِهَا
كَمَا يُرَدُّ جِمَاحُ الْخَيْلِ بِاللُّجُمِ ⓬

حل لغات: من لی۔ یا استفہام انکاری ہے، یا استفہام تمنی، کون ہے میرے لیے۔ برد جماح۔ بالکسر سرکش اسپ، جمع جموح، خیل سمین، منہ زور گھوڑا۔ جورو کے منہ زوری اسپ نفس سرکش کی۔ غوایتھا۔ غوایت بمعنی ضلالت اور اس کی گمراہی کو۔ کما یرد۔ جیسے کہ رد کی جاتی ہے۔ جماح الخیل۔ منہ زور طاقت ور گھوڑے کی۔ باللجم۔ لجم جمع ہے لجام کی، یہ معرب ہے لگام سے۔

ترجمہ: کون ہے جو رو کے میرے اسپ نفس کی منہ زوری اور گمراہی کو۔ جس طرح روکی جاتی ہے منہ زوری سرکش گھوڑے کی لگاموں سے۔

شرح: گویا ناظم فاہم سرکش نفس سے بچنے کی ایک ترکیب ایسی شان سے بتارہے ہیں کہ سننے والا یہ سمجھے کہ ناظم رحمۃ اللہ علیہ اپنی حالت بیان کررہے ہیں۔ حالانکہ اس میں تعلیم دے رہے ہیں بندگان نفس کو اور فرمارہے ہیں کہ اپنے نفس کی اصلاح ارشاد مرشد کامل کے ذریعے کرکہ وہ اس سرکش نفس کے لیے لگام ہوگی۔ اسی لیے بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

من لم یکن له شیخ فشیخه شیطان

1۔ عربی زبان میں خضاب کے معنی رنگ کے ہیں ہمارے ہاں بالوں کو سیاہ کرنے کو خضاب کہہ دیتے ہیں۔ عربی زبان میں اس کا استعمال ہر قسم کے رنگ پر ہوتا ہے۔ شارح علیہ الرحمۃ نے فرمایا "جو سنت ہے" اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ اس سے بالوں کو سیاہ کرنا ہرگز مراد نہیں کیونکہ بالوں کو سیاہ کرنا نبی کریم ﷺ سے قطعاً ثابت نہیں بلکہ منع پر بہت سی احادیث موجود ہیں۔ دیکھو حدیث اور فقہ کی کتابیں۔ 12

"یعنی جس کا پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے"۔

اور اسی لیے قرآن کریم میں ارشاد ہے:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف تقرب حاصل کرنے کو وسیلہ ڈھونڈو"۔

تو من لی فرما کر یا استفہام انکاری کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ آج ایسا پیر کامل نہیں ملتا جو تجھ کو گمراہی سے ہدایت پر لے آئے اور اس کا ذمہ دار ہو۔ اس لیے کہ میرا نفس دریائے ضلالت وطغیان میں غرق ہے۔ اب اس کی ہدایت کا کون ذمہ دار ہو سوا رب الملک المنان کے۔ اگرچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ "ہم نے ہر قبیلہ اور قوم میں ہدایت دینے والا بھیجا ہے"۔ لیکن زمانۂ حال میں یہ سلسلہ پیری مریدی ایک پیشہ بن کر رہ گیا یا بازیچۂ اطفال ہو گیا ہے۔ اس کی بھی میراثیں تقسیم ہوتی ہیں۔ باپ مرا تو بیٹا مسند نشین کیا۔ عام اس سے کہ وہ صغیر ہو یا کبیر۔ خرقہ پہنایا اور شیخ کامل کی مسند نشینی کا حق دار کیا۔ شاید ایسی ہی رسوم نے مشائخ سلف کے آثار محو کر ڈالے۔

یا استفہام للتمنی واستعطاف واستغاثہ ہے۔ گویا آرزو فرما رہے ہیں کہ کوئی ایسا پیر کامل مل جائے کہ اس گھوڑے کو جو میرا نفس ہے ہدایتوں کی لگام دے کر سیدھے راستہ پر لگا دے۔

کوئی سب حجاب اٹھا دے، مجھے ہند میں دکھا دے
یہ نجف، یہ کربلا ہے، یہ ہے مکہ اور مدینہ
خدا کا نام گو اکثر زبانوں پر ہے آ جاتا
مگر کام اس سے جب چلتا ہے کہ یہ دل میں سما جاتا

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

انت باعتبار غضبک کلب و باعتبار شھوتک بھیمۃ کالفرس وباعتبار عقلک ملک وانت مامور بالعدل بینھم والقیام بحقوقھم والاعانۃ لھم لتقبض بمعونتھم شرف الدارین وسعادتھما۔ فان روضت الفرس وادبت الکلب وسخرتھما للملک یتیسر لک الظفر بما طلبت

والا فانت ھلکت۔

''یعنی اے انسان! تو باعتبار غصہ کے کتا ہے اور اعتبار خواہشات کے مثل گھوڑے کے چار پایہ ہے اور باعتبار عقل بادشاہ ہے اور تو مامور بالعدل ہے ان کے اندر اور ان کے حقوق قائم رکھنے میں اور ان کی اعانت میں۔ تاکہ ان پر اپنا قبضہ رکھے اور شرافت وسعادت دارین حاصل کرے۔ اگر گھوڑا تجھ سے ہل گیا اور کتا مؤدب ہو گیا اور دونوں عقل کے ساتھ مسخر ہو گئے تو ظفر و کامرانی تیرے لیے آسان ہو گئی، ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا۔

فَلَا تَرُمْ بِالْمَعَاصِیْ کَسْرَ شَهْوَتِهَا
اِنَّ الطَّعَامَ یُقَوِّیْ شَهْوَةَ النَّهِمِ ⑰

حل لغات: فلا ترم۔ نہی حاضر، ازرام، بمعنی طلب، پس نہ طلب کر۔ بالمعاصی۔ کثرت گناہ سے۔ کسر۔ ٹوٹنا۔ شھوتھا۔ شہوتوں کا۔ ان الطعام۔ اس لیے کہ کھانا۔ یقوی۔ قوی کرتا ہے۔ شھوۃ۔ خواہش۔ النھم۔ کھانے کی، یعنی بغیر بھوک کے حرص کھانے کی ہونا۔

ترجمہ: یہ نہ سمجھ یا یہ امید نہ رکھ کہ زیادہ گناہ کرتے کرتے طبیعت گناہوں سے سیر ہو کر ترک گناہ کی طرف مائل ہو جائے گی۔ یاد رکھ، زیادہ کھانے سے حرص کھانے کی بڑھ جاتی ہے۔

شرح: اے وہ شخص! جس نے اپنے نفس کو حب شہوات سے مزین کر رکھا ہے اس خیال کو اپنے دل سے نکال کہ کسر شہوت نفس اور قطع معاصی کثرت معاصی کے بعد خود ہو جائے گا۔ اس لیے کہ معاصی شہوت نفس کو بڑھاتے اور قوت دیتے ہیں۔ جیسے زیادہ کھانا حرص اکل و شرب کو فروغ دیتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَكِلْنَا اِلٰى اَنْفُسِنَا فِیْ زَمَانٍ یَسِیْرٍ وَّلَا تَجْعَلْ مَصِیْرَنَا دَارَ السَّعِیْرِ وَاجْعَلْ اُمُوْرَنَا مُوَافِقَةً لِمَرْضَاتِكَ اِنَّكَ كَاشِفُ كُلِّ عَسِیْرٍ وَّ مُعِیْنُ كُلِّ اَسِیْرٍ وَعِنَایَتُكَ لِعِبَادِكَ كَثِیْرٌ وَّیَسِیْرٌ۔

۱۸ وَالنَّفْسُ كَالطِّفْلِ اِنْ تُهْمِلْهُ شَبَّ عَلٰى
حُبِّ الرِّضَاعِ وَاِنْ تَفْطِمْهُ يَنْفَطِمِ

حل لغات: والنفس۔ یعنی نفس امارہ۔ کالطفل۔ مثل شیر خوار بچے کے ہے۔ ان۔ اگر، تھملہ۔ مضارع، اہمال سے، کسی چیز کو اپنے حال پر چھوڑنا۔ چھوڑ دے تو اسے اپنے حال پر۔ شب۔ ماضی از شباب، طاقتور رہنا، جوان ہونا، قادر ہو جائے گا۔ علی۔ اوپر۔ حب۔ محبت۔ الرضاع۔ دودھ پینے کے۔ وان تفطمہ۔ تفطم مضارع، از فطام، بچہ کا دودھ چھڑانا۔ اور اگر دودھ چھڑانا چاہے تو اس کی مدت شیر خواری میں۔ ینفطم۔ مضارع از انفطام، آسانی سے دودھ چھوڑ دے گا۔

ترجمہ: نفس امارہ مثل اس شیر خوار بچہ کے ہے کہ اگر نہ روکے تو اسے جوانی تک دودھ پینے سے تو خواہش شیر خواری میں قوی ہو گا اور اگر مدت رضاعت میں دودھ چھڑا دے تو آسانی سے چھوڑ دے گا۔

شرح: نفس مطیۃ الانسان ہے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے: نفسک مطیک فارفق بھا۔ اسی بناء پر فرمایا کہ نفس امارہ کو اپنے موافق بنانا چاہیے نہ کہ اس کی پیروی میں رہا جائے۔

یہاں یہ امر بھی سمجھ لینا چاہیے کہ اصطلاح عربی میں طفل کس عمر تک کے بچے کو کہتے ہیں اور اس سے آگے کی عمر والے کو کیا کہتے ہیں۔

رحم میں جب تک بچہ رہے اسے جنین کہا جاتا ہے اور جب پیدا ہو جائے تو اس کا نام ولید ہے اور جب پیدا ہو کر کچھ دن شیر خواری کے گزارے تو اس کا نام طفل ہے۔ اس کے بعد اسے صبی کہتے ہیں۔ پھر مراہق اس کے بعد غلام، انیس سال تک، اس کے بعد شباب چونتیس برس تک، پھر کہل اکاون برس تک، پھر آخر عمر تک شیخ۔

ایک قول ہے کہ طفل وہ ہے جس پر بعد ولادت دو سال مکمل گزر جائیں۔

یہی وجہ ہے کہ ناظم فاہم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شعر میں والنفس کالفطل فرمایا۔

کالصبی نہیں کہا۔ اس لیے کہ صبی مثل بالغ کے عاقل ہوتا ہے۔

اور بتانا یہ مقصود ہے کہ نفس امارہ کو اگر ابتداء سے ہی درست رکھا جائے تو وہ قبول ہدایت کر لیتا ہے۔ جیسے شیر خوار کا دودھ دو سال کے اندر اندر آسانی سے چھڑایا جا سکتا ہے اور اگر تین سال تک اسے دودھ افراط محبت کی وجہ میں پلایا جائے، تو بچے کے دل میں اس کا شوق اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ وہ چھوڑنا نہیں چاہتا بلکہ سر مار مار کر ماں کو ہلکان کر دیتا ہے یہی حال نفس امارہ کا ہے کہ اگر اس کو معصیت سے نہ روکا جائے تو حرص معصیت میں جوان ہو کر انسان کو ہلاکت تک پہنچا دیتا ہے۔

۱۹

فَاصْرِفْ هَوَاهَا وَ حَاذِرْ اَنْ تُوَلِّيَهٗ

اِنَّ الْهَوٰى مَاتَوَلّٰى يُصْمِ اَوْيَصِمِ

حل لغات: فَاصْرِفْ۔ امر ہے صَرَفَ يَصْرِفُ سے بمعنی اِمْتَنَعَ، روک یا پلٹ دے۔ هَوَاهَا۔ اس کی خواہش کو۔ وحَاذِرْ۔ امر ہے مُحَاذَرَة سے۔ خوف کرنا۔ اور ڈر۔ اَنْ تُوَلِّيَهٗ۔ مضارع ہے۔ تَوْلِيَة سے۔ اختیار دینا۔ اس سے کہ خود مختار کرے اس کو۔ ان۔ بے شک۔ الهوىٰ۔ خواہش۔ ما۔ جب کہ۔ تَوَلّٰى۔ خود مختار ہو جائے۔ يُصْمِ۔ اَصْمٰى، يُصْمِىْ، قتل و ہلک۔ ہلاک کر دیتی ہے۔ او۔ یا۔ یصم۔ عیب دار بنا دیتی ہے۔

ترجمہ: اور روک تو خواہش نفس کو اور ڈر اس سے کہ وہ غالب آ جائے یا خود مختار ہو جائے، بے شک جب خواہش غالب ہو جاتی ہے تو ہلاک کر دیتی ہے یا عیب دار بنا دیتی ہے۔

شرح: یعنی جب معلوم ہو چکا کہ نفس امارہ کیا بلا ہے۔ تو اس کی خواہشات کے روکنے میں جدوجہد کر اور اس امر کا خوف رکھ کہ کہیں وہ تجھ پر خود مختار ہو کر غالب نہ آ جائے اور مملکت عقل میں تصرف نہ کر بیٹھے اور تیری عقل مغلوب نہ ہو جائے۔ اس لیے کہ غلبہ نفس موجب بعد الٰہی ہوتا ہے۔ اسی لیے قرآن کریم میں ارشاد ہے:

وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

"خواہشات نفس کی پیروی نہ کرو کہ یہ اللہ کے راستہ سے بھٹکا دیتا ہے"۔

دوسری جگہ فرمایا:

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ

"اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو خواہشات نفسانیہ کا پیرو ہوا"۔

اور حدیث میں ارشاد ہے:

واما :نمھلکات فثلاث شح مطاع وھوی متبع واعجاب المرء بنفسه۔

"ہلاک کرنے والی تین باتیں ہیں: غرور مطاع، ایسی خواہش جس کی پیروی کی جائے اور اپنے آپ پر اترانا اور گھمنڈ کرنا"۔

حضرت ابراہیم بن شیبان فرماتے ہیں کہ میں چھت کے نیچے چالیس سال تک نہ سویا۔ رسالہ قشیری میں ابی تراب نخشی فرماتے ہیں کہ میرے نفس نے کبھی کوئی خواہش نہ کی مگر ایک بار انڈا روٹی مانگا اور میں سفر میں تھا۔ ایک گاؤں سے گزرا تو ان لوگوں نے مجھے چور سمجھ کر پکڑا اور ستر درے لگائے۔ بعد میں مجھے پہچانا اور معذرت کر کے مجھے ایک مکان میں لے گئے اور وہاں انڈا روٹی پیش کیا تو میں نے اپنے نفس سے کہا: لے ستر درے کھا کر اب انڈا روٹی کھا۔

ایک حکایت میں ہے کہ ایک بادشاہ عظیم السلطنت تھا اور اس کی یہ عادت تھی کہ جب رمضان المبارک آتا تو روزے رکھتا اور بعد عصر سے افطار کے وقت تک گانے بجانے کا مشغلہ رکھتا، تا کہ روزے کا توڑ اس شغل میں محسوس نہ ہو اور بھوک پیاس نہ ستائے۔ ایک روز ایک پیر کامل ادھر سے گزرے تو بادشاہ کا یہ حال دیکھ کر محسوس فرمایا کہ اس غفلت سے اسے بیدار کرنا ضروری ہے جو وقت رحمت و غفران کا ہے اسے یہ اس لہو و لعب میں خراب کر رہا ہے علاوہ ازیں دفع منکر واجب بھی ہے۔ چنانچہ شیخ بادشاہ کے محل میں داخل ہوئے اور گویوں طبلچیوں کو مار مار کر بھگا دیا اور ان کے تار طنبورے توڑ ڈالے۔ بادشاہ محل میں یہ تماشا دیکھ کر غضب ناک ہوا اور ملازمین کو گرفتاری کا حکم دیا۔ خدام نے شیخ کو پکڑ کر بادشاہ کے پیش کیا۔

بادشاہ نے کہا: اے شیخ! یہ تم نے نامناسب فعل کیوں کیا۔ شیخ نے فرمایا: یہ منکرات سے تھا اور میں منجاب اللہ دفع منکرات پر مامور ہوں۔ بادشاہ نے کہا: کہ کیا تمہیں میرا ڈر نہیں۔ شیخ نے فرمایا: جو کچھ تیری طرف سے مجھ پر ہو گا اس پر میں صبر کروں گا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ

کا حکم ہے: وَاصْبِرْ عَلٰی مَا اَصَابَکَ۔ اور میں تجھ سے قطعاً خائف نہیں اس لیے کہ تو میرے غلام کا غلام ہے۔ یہ سن کر تمام حاشیہ نشین تعجب سے پکارے:

هيهات هيهات ضيع الشيخ عقله۔

''افسوس! افسوس! شیخ کی عقل جاتی رہی''۔

شیخ نے فرمایا: میری عقل نہیں گئی بلکہ میں پھر کہتا ہوں کہ بادشاہ میرے غلام کا غلام ہے اس لیے کہ انسان کی دو حالتیں ہیں:

ایک یہ کہ اپنے نفس کو مغلوب کر کے اس پر خود غالب رہے اور اسے جس عبادت کی طرف چاہے لے جائے۔ دوسرے یہ کہ اپنے نفس کو غالب کر کے اس کی زیر دست اپنی مملکت بدنی کو دے دے۔ اے بادشاہ! اب تو بتا کہ تو کس حال میں ہے۔ بادشاہ نے غور کیا اور کہا: دوسری حالت میں۔ تو شیخ نے فرمایا کہ نفس میرا غلام ہے اور تو نفس کا غلام ہے۔ تو تو میرے غلام کا غلام ہوا یا نہیں۔

بادشاہ نے انصاف سے بات مانی اور توبہ کر کے ان سے ہی بیعت ہو گیا۔

(۲۰)

وَرَاعِهَا وَهِیَ فِی الْاَعْمَالِ سَائِمَةٌ
وَاِنْ هِیَ اسْتَحْلَتِ الْمَرْعٰی فَلَا تُسِمِ

حل لغات: وراعها۔ عطف الانشاء علی الانشاء۔ راع۔ امر۔ از راعی یراعی۔ مصدر الراعی، چراگاہ میں جانور کی نگاہ رکھنا۔ اور نگاہ رکھ اس نفس کی۔ وھی۔ واو حالیہ، ھی ضمیر، کیونکہ وہ۔ فی الاعمال۔ جمع عمل، اعمال میں یعنی عملی کھیتوں میں۔ سائمة۔ خبر مبتداء۔ محاورہ ہے، سامت الماشیه، یعنی جانور چرتا ہوا حد سے باہر چلا گیا۔ سائمہ ہے۔ یعنی حد سے زیادہ عملوں کا چرنے والا ہے۔ وان۔ اور اگر۔ ھی۔ وہ استحلت۔ پسند کرے یا لذیذ سمجھے۔ المرعیٰ۔ چراگاہ کو۔ فلا تسم۔ تو نہ چرنے دے اور روک اسے۔

ترجمہ: اور نگاہ رکھ اس نفس کو چراگاہ عمل میں اور اگر وہ حد سے گزر کر چراگاہ کو لذیذ سمجھے تو

چرنے سے روک۔

شرح: گویا ناظم فاہم ہدایت اصلاح نفس میں طریقۂ تعلیم فرماتے ہیں کہ اس نفس امارہ کی خاص طور پر نگرانی کر۔ اس لیے کہ یہ مثل سائمہ چھٹے ہوئے جانور کے ہے۔ اعمال صالحہ کی کشت زار میں اگر یہ چرنے اترے تو اس کے چرنے پر نظر رکھ، کہیں نقصان نہ پہنچادے۔ اس لیے کہ نفس جب بعض نوافل میں ملتفت ہوتا ہے اور لطف عبادت سے خوش ہونے لگتا ہے تو عجب اور نخوت کا مادہ پیدا کرتا ہے اور قوم میں اپنا افتخار اور تکبر کا اثر جماتا ہے جو عابد کے لیے سخت مضر ہے۔ لہٰذا اگر ایسا عمل صالح کرتے کرتے محسوس ہو تو نفس کو آزاد نہ چھوڑ۔ بلکہ اسے زجر و توبیخ کر۔

اسی بناء پر اہل تصوف اس بیت کے یوں معنی کرتے ہیں: اے عارف باللہ! اپنے نفس کو فنا کر اللہ جل شانہ کی محبت میں اور اس کی رضا حاصل کر اور نہ رہ اعمال کی گنتیوں میں، اس لیے کہ یہ مرتبہ صلحاء اور زہاد کا ہے اور تو مستغرق ہو جا ملاحظۂ جمال ذات میں اور چھوڑ قعود و رکوع و سجود کے دیکھنے کو اگر تو اس میں الجھا رہا تو ایک دن محجوب ہو جائے گا۔ اور اگر اس سے بالاتر پہنچ گیا تو ایک دن مطلوب بن جائے گا۔

اس لیے کہ وراء اعمال و استدلال اصول کمال ہے اور یہی حقیقت وصال ہے اور بے شک نفس اپنی خباثت کی وجہ میں اس امر کو پسند کرتا ہے کہ تو ذکر و فکر میں پھنسا رہے۔ فعلیک بالتحول ولو بالتامل۔

(۲۱)

كَمْ حَسَّنَتْ لَذَّةً لِلْمَرْءِ قَاتِلَةً

مِنْ حَيْثُ لَمْ يَدْرِ اَنَّ السَّمَّ فِي الدَّسَمِ

حل لغات: کم۔ یعنی کم مرة، کتنی بار۔ یا بہت سی دفعہ۔ حسنت۔ ماضی، پسند کیا نفس نے۔ لذة۔ لذت دنیا کو۔ للمرء۔ جو انسان کی۔ قاتلة۔ قاتل ہے۔ من حیث۔ ایسی طرح۔ لم یدر۔ لم یعلم، کہ نہ معلوم ہوا۔ ان السم۔ کہ زہر۔ فی الدسم۔ مرغن کھانے میں ہے۔

ترجمہ: نفس نے بارہا ایسی لذت دنیا کو پسند کیا جو انسان کے حق میں قاتل تھی اور انسان اس

قدر بے خبر رہا کہ اسے معلوم ہی نہ ہوا کہ اس مرغن اور لذیذ کھانے میں زہر ملا ہوا ہے۔

شرح: نفس امارہ نے انسان کے ساتھ ایسا دھوکا کیا کہ اس کی نظر میں بظاہر وہ دھوکا بھلا معلوم ہوا اور اس نے نہ جانا کہ

زہر پلائے شہد دکھائے یہ بس کی گانٹھ ہے حرافہ
صورت دیکھو ظالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے

گویا ناظم فاہم فرماتے ہیں کہ نفس خبیث نے بہت دفعہ مرد عاقل کی نظروں میں اس مزے کو جو در حقیقت اس کا قاتل ہے، نہایت خوشگوار دکھایا اور اس نے نہ جانا کہ زہر مرغن کھانے میں ملا ہوا ہے۔

خلاصہ یہ کہ نفس ایسا مکار ہے کہ اس کے شر سے بچنے کے لیے بہت ہوشیاری کی ضرورت ہے۔

۲۲
وَاخْشَ الدَّسَائِسَ مِنْ جُوْعٍ وَّمِنْ شَبَعٍ
فَرُبَّ مَخْمَصَةٍ شَرٌّ مِّنَ التُّخَمِ

حل لغات: واخش۔ امر تادیبی یا ارشادی از خشی یخشی، خائف رہ۔ الدسائس۔ جمع دسیسہ بمعنی کید وحیلہ مخفی۔ اس نفس کے دجل ومکر سے۔ من جوع۔ بھوک میں اور تنگدستی میں۔ ومن شبع۔ شکم سیری میں اور فارغ البالی میں۔ فرب۔ حرف جر یدخل علی النکرۃ عموما۔ اکثر۔ مخمصۃ۔ المخمصۃ شدۃ الجوع المفرط۔ شدت کی بھوک کا۔ شر۔ شر اور نقصان زیادہ ہوتا ہے۔ من التخم۔ بمعنی عدم ھضم الطعام۔ بدہضمی سے۔

ترجمہ: اور خائف رہ نفس کے دجل ومکر اور وسوسہ سے بھوک اور شکم سیری میں، اس لیے کہ اکثر شدت کی بھوک زیادہ مضر ہوتی ہے بدہضمی سے۔

شرح: امر سولہ قسم کا ہوتا ہے: (۱) امر ایجاب جیسے قرآن کریم میں ارشاد ہے: وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ (۲) دوسرا امر ندب جیسے ارشاد ہے: اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ

مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ (۳) تیسرا امر تادیب جیسے حدیث میں ارشاد ہے: كُلْ مِمَّا يَلِيكَ۔ ''جو تیرے آگے ہو وہ کھالے''۔ (۴) امر ارشاد: وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ (۵) امر باحت جیسے ارشادِ الٰہی ہے: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا (۶) امر تہدید ہے جیسے اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (۷) امر امتنان جیسے: كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا (۸) امر اکرام جیسے: اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ (۹) امر تعجیز جیسے: فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ (۱۰) امر تسخیر جیسے: كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ (۱۱) امر اہانت جیسے: ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ (۱۲) امر تسویہ جیسے فَاصْبِرُوْا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا (۱۳) امر دعا جیسے: رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ (۱۴) امر تمنا جیسے کسی شاعر نے کہا: اَلَا اَيُّهَا اللَّيْلُ الطَّوِيْلُ اَلَا انْجَلِیْ (۱۵) امر اعتقاد جیسے: قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى اَلْقُوْا مَا اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ (۱۶) امر تکوین جیسے: كُنْ فَيَكُوْنُ۔

بھوک کی آفتیں، جن سے خائف رہنا ضروری ہے یہ ہیں:

حدۃ، شدۃ، ذبول، کلال، ملال نفس، تحصیل کمال میں خیالات فاسدہ کا آنا، اوہام کاسدہ کا پیدا ہونا۔

اور شکم سیری کی آفتیں یہ ہیں: کثرہ نوم، کسل، سختی قلب، غفلت عن الموت، نور یقین کا ماند پڑ جانا، شہوتوں کا بڑھنا۔

اسی بناء پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كاد الفقر ان يكون كفرا۔

''تنگدستی بھی انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے''۔

اور وہ اس طرح کہ شکوہ رزاق مطلق بے ساختہ زبان سے جاری ہو جاتا ہے۔ بھکی بھکی اوندھی اوندھی باتیں بکنے لگتا ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا:

الفقر اسود الوجوه يوم القيامة۔

''بعض تنگ دست بوجہ بدنیتی اور تغیر مذہب کے قیامت کے دن سیاہ رو ہوں گے''۔

ابوسلیمان درانی نے چند نکات شکم سیری کے ظاہر فرمائے:

من شبع لم يجد حلاوة العبادة، وتعذر عليه حفظ الحكمة وحصل له

حرمان الشفقة على الخلق وثقل عليه العبادة وحصل له زيادة الشهوة و ان سائر المؤمنين يدورون حول المساجد والشبعان حول المزابل۔

"پیٹ بھرا انسان عبادت کی شیرینی نہیں پا سکتا (۲) حکمت کی محافظت اس کے لیے متعذر (مشکل) ہے (۳) مخلوق پر شفقت کرنے سے محروم رہتا ہے (۴) عبادت اس پر بھاری ہوتی ہے اور بار گزرتی ہے (۵) شہوت بڑھ جاتی ہے (۶) اور تمام مومنین جب مسجد کے گرد پھر رہے ہوں، یہ گندی جگہ پھرتا ہوگا"۔

اسی بناء پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو فرمایا:

ان نفسک مطيتک فارفق بها وليس من الرفق الا ان تجيعها وتذيبها۔

"انسان کا نفس تیری سواری ہے، تو اپنی سواری کو اپنے موافق بنا اور موافق نہیں بن سکتا مگر اس سے کہ اسے بھوک کے ساتھ نرم کر"۔

اور کھانا ایک صورت میں فرض بھی ہے، یعنی اس حالت میں جب کہ ہلاکت سے بچانے کو کھایا جائے تو اس کی فضیلت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان الله ليوجر فی کل لقمة يرفعها العبد الیٰ فمه۔

"اللہ ہر لقمہ کے بدلے میں ثواب عطا فرماتا ہے جو بندہ اپنے منہ میں ڈالتا ہے"۔

اور کھانا مستحب بھی ہے اگر اس نیت سے کھائے کہ ادائے صلوٰۃ پنجگانہ میں ضعف پیدا نہ ہو۔ چنانچہ طاقت بدنی قائم رکھنے کے لیے کھانے والے کی فضیلت حضور نے فرمائی:

المؤمن القوی احب الی الله تعالیٰ من المومن الضعيف۔

"طاقتور مومن اللہ کو کمزور مومن سے زیادہ محبوب ہے"۔

اور مرتبہ اباحت میں کھانا تقوم بدن کی حد تک ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ:

نہ چنداں بخور کز دہانت برآید   نہ چنداں کہ از ضعف جانت برآید

بہر حال نفس امارہ کی خفیہ شرارتوں سے ہوشیار رہنا اور اس کی کیادی صیادی (مکر و حیلہ) کا

شکار ہونے سے بچنا ہر مرد مؤمن پر لازم ہے۔

۲۳

وَاسْتَفْرِغِ الدَّمْعَ مِنْ عَيْنٍ قَدِ امْتَلَئَتْ
مِنَ الْمَحَارِمِ وَالْزَمْ حِمْيَةَ النَّدَمِ

حل لغات: واستفرغ۔ استفرغ صیغہ امر، از استفراغ، جاری کرنا، بہانا، یعنی بہاتا رہ۔ الدمع۔ آنسوؤں کو۔ من عین۔ ان آنکھوں سے۔ قد امتلئت۔ جو بھری ہوئی ہیں یا ڈبڈبا رہی ہیں یا آلودہ ہو چکی ہیں۔ من المحارم۔ حرام چیزوں کی رؤیت سے۔ والزم۔ اور لازم پکڑ۔ حمیۃ بمعنی الاحتماء والحفظ، محافظت۔ الندم۔ یعنی ندامت، پشیمانی، پشیمانی کو۔

ترجمہ: اور بہا آنسوؤں کو اس آنکھ سے جو حرام چیزوں کے مشاہدہ سے پر ہو چکی ہے۔ اور پشیمان ہو کر ایسے افعال شنیعہ سے پرہیز کرنے کو لازم پکڑ۔

شرح:

نہ جاگنے میں وہ لذت نہ شب کے سونے میں
مزا جو دیکھا تو پچھلے پہر کے رونے میں!

او غافل انسان! اس آنکھ کو جو مشاہدۂ محرمات سے آلودہ ہو کر گندی ہو چکی ہے، آنسو بہا کر پاک کر لے۔ اس لیے کہ گریہ و بکا ہر اس ناپاکی کو دھو دیتا ہے جو انسان کے اکتساب معاصی سے پیدا ہو۔ اسی لیے بزرگوں کا مقولہ ہے:

صب العبرات یحط السیئات ویرفع الدرجات۔

"آنسوؤں کے بہاؤ میں گناہ بہ جاتے ہیں اور مدارج بلند ہوتے ہیں"۔

اسی وجہ میں بعض احادیث میں آیا:

یوتی بعبد یوم القیامۃ وتشهد علیه اعضائه بالزلة والعصیان فیستحق ان یدخل النیران فتطایر شعرة من جفن عینه فتستأذن تلک الشعرة من اللّٰہ تعالٰی بالشهادة له فیقول اللّٰہ تعالٰی عزوجل تکلمی یا شعرة واحتجی

عن عبدی فتشهد تلک الشعرة لذلک العبد بانه قدبکی فی الدنیا من خوف ربه فیغفرله وینادی مناد هذا عتیق اللّٰه تعالیٰ بشعرة۔

"ایک گناہگار قیامت کے دن پیش ہوگا کہ اس کے تمام اعضاء اس کے خلاف لغزش اور معصیت کی شہادت دے چکے ہوں گے اور وہ مستحق دخول نار قرار پاچکا ہوگا کہ ایک بال اس کی آنکھ سے اڑکر اذن شہادت طلب کرے گا اور جناب باری کی طرف سے اسے اجازت ملے گی تو وہ عرض کرے گا کہ الٰہی! یہ شخص دنیا میں تیرے خوف سے روتا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرمادے گا اور منادی اس کے بارے میں ندا کرے گا کہ یہ عتیق (آزاد اللہ ہے ایک بال کی شہادت پر"۔

حضرت حجۃ الاسلام سے دریافت کیا گیا: فِيهِمَا عَيْنَانِ تَجْرِيَانِ کس کے لیے بشارت ہے تو آپ نے فرمایا:

هما لمن عینان تجریان۔

"وہ دو چشمے جنت کے اس کیلیے ہیں جس کی دو چشم دنیا میں خوف الٰہی سے بہتی رہیں"۔

وَخَالِفِ النَّفْسَ وَالشَّيْطَانَ وَاعْصِهِمَا

۲۳ وَاِنْ هُمَا مَحَضَاكَ النُّصْحَ فَاتَّهِمِ

حل لغات: وخالف، امر، اور مخالفت کر۔ النفس۔ الف لام معہود ذہنی، نفس امارہ کی۔ والشیطان، از شطن، بعید از خیر و رحمت اور شیطان کی۔ واعصهما۔ اور نافرمانی کر دونوں کی۔ وان۔ اور اگرچہ۔ هما۔ وہ دونوں یعنی نفس اور شیطان۔ محضاک۔ مخلصانہ۔ النصح۔ نصیحت کرتے ہوں۔ فاتهم۔ پھر بھی تو مشکوک و متہم جان۔

ترجمہ: مخالفت کر شیطان اور نفس امارہ کی اور نافرمانی کر دونوں کی اگرچہ وہ دونوں مخلصانہ نصیحت اور خیر خواہی کر رہے ہوں پھر بھی متہم اور مشکوک سمجھ۔

شرح: مفہوم شعر واضح ہے کہ نفس اور شیطان، انسان کے ابدی دشمن ہیں اور ابدی دشمن سے امید خیر خواہی رکھنا غلطی اور ناعاقبت اندیشی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ناظم فاہم رحمۃ اللہ

علیہ فرماتے ہیں کہ نفس اور شیطان اگر بھلی بات بھی بتائیں تو سوچ سمجھ کر ان کی تعمیل کرنا کیونکہ اس میں بھی کوئی خاص سر مضمر ہوگا۔ ہمیشہ اسے متہم بالعدوات سمجھ۔

چنانچہ احمد بن ارقم بلخی رحمۃ اللہ علیہ اپنا تجربہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار نفس نے مجھے زور دے کر مشورہ دیا کہ میں غزوہ میں جاؤں۔ اس مشورہ سے مجھے تعجب ہوا کہ الٰہی! یہ معاملہ کیا ہے؟ تیرا فرمان ہے: اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ۔ نفس ہمیشہ برے کام کا مشورہ دیتا ہے حالانکہ یہ مشورہ اس کا مبارک اور سعید ہے تو مجھے ظاہر ہوا کہ اس کا اس وقت غزوہ میں نکلنے کا مشورہ یوں ہے کہ لوگوں میں شہرت ہو اور اس شہرت سے میں لوگوں کی نظروں میں معزز بن جاؤں۔ چنانچہ میں اس غزوہ میں نہ گیا اور میں نے کہا: اسلام کے لیے سب سے آگے میں جان دینے کو جاؤں گا لیکن اس وقت تیری مخالفت کروں گا۔ تو نفس نے کہا کہ احمد! تم مجھے دن میں بارہا قتل کرتے رہتے ہو۔ میں نے ایک بار چاہا کہ اس بہانہ سے تمہیں قتل کرا کر تم سے نجات حاصل کروں تو اس میں بھی مجھے کامیابی نہ ہوئی۔

اور شیطان کی شرارت باطنی میں ایک حکایت مثنوی شریف میں مولانا روم علیہ الرحمۃ نے نقل فرمائی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سو رہے تھے کہ صبح سے قبل شیطان آیا اور پکارا: حی علی الفلاح۔ حضرت معاویہ نے اپنی فطانت سے اسے جانا اور فرمایا کہ تو مجھے جو حی علی الفلاح کہنے آیا تو کیسے۔ تیرا کام تو نماز قضا کرانے کا تھا۔ شیطان نے کہا: اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک دن تمہاری صبح کی نماز قضا ہوگئی تھی اور حضور ﷺ کی اقتداء سے رہ گئے تھے تو اس کی ندامت میں آپ دن بھر غمگین رہے تو آپ کے اعمال صالحہ اس دن دوچند کر دیئے گئے تو میں نے خوف کیا کہ اگر آج بھی آپ کی نماز فوت ہوگئی تو اسی طرح آپ اعمال مضاعفہ کے حق دار ہو جائیں گے۔

لہٰذا امام ناظم رحمۃ اللہ علیہ ہدایت فرماتے ہیں کہ اس کے نیک مشورہ سے بھی ہوشیار رہو بلکہ اس کی بھی مخالفت ہی کرنا کہ اس میں بھی کوئی خاص شرارت مضمر ہوگی۔ اعوذ باللہ من شر الشیطان الرجیم بجاہ حبیب الرحیم الکریم وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

وَلَا تُطِعْ مِنْهُمَا خَصْمًا وَّلَا حَكَمًا
(٢٥) فَأَنْتَ تَعْرِفُ كَيْدَ الْخَصْمِ وَالْحَكَمِ

حل لغات: ولا تطع۔ نہ پیروی کر۔ منهما۔ ان دونوں کی۔ خصما۔ جھگڑالو ہونے میں۔ ولا حکما۔ اور فیصلہ کرنے میں۔ فانت تعرف۔ اس لیے کہ تو جانتا ہے۔ کید۔ مکر۔ الخصم۔ جھگڑالو کا۔ والحکم۔ اور مکر فیصلہ کنندہ کا۔

ترجمہ: اور نہ پیروی کر نفس وشیطان کی، فریق مخالف بنیں یا منصف، تو فریق مخالف اور منصف کے دھوکے اور فریب سے واقف ہے۔

شرح: یعنی نفس اور شیطان ان دونوں میں سے کسی کی اطاعت نہ کر۔ خواہ تیرا مقابل ہو یا ثالث۔ کیونکہ تو ان کے فریب اور چال سے واقف ہے، ان کے دھوکے میں نہ آنا۔

شارح زرکشی فرماتے ہیں کہ یہ بیت قصیدہ کے تمام بیتوں سے سخت ترین ہے۔ اس لیے کہ خصومت نفس کے ساتھ محاکمہ شیطان سمجھ میں نہیں آتا۔ اور شراح نے جو کچھ اس پر لکھا، اس سے اطمینان نہیں ہوا۔ آخر میں نے روح ناظم فاہم کی طرف توجہ کی تو مکاشفہ میں مجھے فرمایا کہ اگر تو غور کرتا تو جو مقصد اس بیت سے ہے وہ ظاہر ہو جاتا۔ میں نے کہا کہ میں اس کی شرح آپ کی زبان سے سننا چاہتا ہوں تو امام نے فرمایا:

انسان میں تین مدعی ہیں: قلب، نفس، شیطان۔ جب قلب کسی عمل خیر کا ارادہ کرتا ہے تو نفس امارہ مانع ہوتا ہے۔ تو ان دونوں میں جھگڑا ہونے لگتا ہے اور شیطان کی طرف یہ مقدمہ رجوع کرتے ہیں تو شیطان ان کے محاکمہ میں امر بالسوء کرتا ہے۔ تو اس اعتبار سے نفس خصم ہوا اور شیطان حکم، اور اگر شیطان کسی عمل شر کی طرف آمادہ ہوتا ہے تو قلب مانع ہوتا ہے اور شیطان ضد کرتا ہے کہ وہ کام کیا جائے تو ایسی صورت میں فیصلہ کے لیے نفس کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور نفس شیطان کے حق میں فیصلہ دیتا ہے۔ اس اعتبار سے قلب کا خصم شیطان اور قاضی نفس بنتا ہے بایں اعتبار فرمایا: فانت تعرف کید الخصم والحکم، تو خصم اور حکم کے مکر وفریب سے خوف واقف ہے لہٰذا ان دونوں کی نہ مان اور

راہ راست پر قائم رہ۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شیطان اور نفس امارہ کے وساوس سے کس طرح انسان خلاصی پائے تو صوفیہ کرام نے فرمایا ہے: سلاح المؤمن علی الشیطان ستة۔ الاستعاذہ وکلمة الشهادة وبسم الله وترک الطمع وترک الامل وترک الدنیا۔

"مومن کے ہتھیار شیطان پر غالب آنے اور وساوس کے دفع کرنے کو چھ ہیں:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اور طمع خام سے اجتناب اور برے اعمال سے تنفر اور دنیا کو دین پر غالب نہ آنے دینا۔

ایک روایت میں ہے کہ قوم نے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں شیطان کے مظالم کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا: ابھی وہ تم لوگوں کی شکایت مجھ سے کرتا ہوا گیا ہے اور اس نے کہا ہے کہ آپ لوگوں کو فرمائیں کہ وہ میری دنیا کو چھوڑ دیں تو میں ان کے دین پر حملہ کرنا ترک کردوں گا۔

اور وساوس کے دفع کرنے میں سب سے زیادہ انفع اشتکا الی اللہ اور اسی سے امید وابستہ رکھنا ہے۔

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ نہ پیچد ز حکم تو از خلق ہیچ

(۴۶)

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِنْ قَوْلٍ بِلَا عَمَلٍ
لَقَدْ نَسَبْتُ بِهٖ نَسْلًا لِّذِیْ عُقُمٍ

حل لغات: استغفر اللہ۔ استغفار، طلب غفران کے معنی میں آتا ہے یعنی تبت الی اللہ واطلب الستر۔ یعنی بخشش کی طلب کرتا ہوں میں اللہ سے۔ من قول۔ اس قول سے۔ بلا عمل۔ جو بے عمل ہو۔ لقد۔ بے شک۔ نسبت۔ ماضی متکلم، از نسب، کسی نسل کا ذکر کرنا۔ میں نے نسبت کی۔ بہ۔ اس کی۔ نسلا۔ ایسی نسل کی طرف۔ لذی عقم۔ جو بانجھ ہے۔

ترجمہ: میں بارگاہ الٰہی میں قول بے عمل سے معافی طلب کرتا ہوں ایسی باتیں کہہ کر جن پر خود عمل نہیں کرتا میں نے نسبت بانجھ عورت کے ساتھ کی۔

شرح: اس شعر میں شیخ بوصیری رحمۃ اللہ علیہ انکسار فرماتے ہیں کہ میں خود بھی ان نصائح پر عامل نہیں، جو نصیحتیں میں دوسروں کو کر رہا ہوں۔ لہٰذا میں بارگاہ الٰہی میں اس قول بے عمل سے استغفار کرتا ہوں تاکہ آیہ کریمہ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ کی وعید شدید کا مستحق نہ ہوں۔ اور قول بے عمل کے سبب میں اس شخص کی مانند بنوں جو کسی کی اولاد کو بانجھ عورت کی طرف منتسب کرے یعنی میں اپنے نفس کو اس چیز کی طرف نسبت کرتا ہوں جو اس میں نہیں ہے۔

چنانچہ متصوفین فرماتے ہیں:

ان القول الذی یخرج عن اللسان لایبلغ الآذان والذی یخرج عن الجنان وقع علی الجنان۔

"وہ قول جو زبان سے نکلے اور کانوں تک نہ پہنچے، عبث ہے۔ اور وہ قول جو دل سے نکلے اور دل میں جا کر گھر کرے، اکسیر ہے"۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے:

مررت لیلة اسری بی الی السماء باقوام تقرض شفاههم بمقاریض من نار فقلت من هؤلاءِ یا جبریل قال خطباء امتک الذین یقولون مالا یفعلون۔

"ہم لیلۃ المعراج میں ایسی جماعت پر سے گزرے کہ ان کے ہونٹ آگ کی قینچی سے کترے جا رہے تھے۔ ہم نے جبرائیل سے دریافت کیا کہ یہ لوگ کون ہیں؟ جبرائیل نے عرض کی: حضور! آپ کی امت کے وہ خطباء ہیں جو ناصح بلا عمل تھے"۔

حضرت اسمٰعیل حقی اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حکایت عجیب وغریب اپنی تفسیر میں نقل فرمائی وہ یہ ہے کہ ایک عالم مؤثر الکلام قوی التصرف تھے کہ ان کے جلسۂ وعظ میں سامعین میں سے ایک دو خوف الٰہی کی وجہ سے شہید ہو جاتے تھے اور اسی شہر میں ایک بڑھیا تھیں، ان کا بچہ نہایت رقیق القلب اور نیک تھا۔ وہ بڑی بی اس بچے کو جلسہ وعظ کی شرکت

سے منع کرتی رہتیں۔ ایک روز وہ لڑکا وعظ میں چلا گیا اور نصائح سن کر خوف الٰہی سے مر گیا، ایک روز وہ واعظ راستہ میں ان بڑی بی سے دو چار ہو گیا تو انہوں نے کہا:

اتهدی الانام ولا تهتدی الا ان ذلک لا ینفعُ
فیا حَجرَ الشحذ حتی متیٰ تحُدّ الحدید ولا تقطعُ

"او واعظ! تو زمانے کو ہدایت کرتا ہے اور خود ہدایت کی راہ پر نہیں چلتا۔ خبردار! یہ نصیحت تیرے حق میں نفع رساں نہیں۔ او سخت پتھر! یہ سنگین دلی کب تک۔ لوہا ٹوٹ گیا لیکن تو دنیا سے منقطع نہ ہوا"۔

جب واعظ نے یہ رباعی سنی۔ ایک چیخ ماری اور گھوڑے سے غش کھا کر گرا۔ لوگوں نے اسے گھر پہنچایا، وہاں جا کر شہید ہو گیا رحمۃ اللہ علیہ۔

اس بیت مبارک میں قارئین و سامعین کو خوبصورتی کے ساتھ ناظم رحمۃ اللہ علیہ قول بلا عمل سے بچنے کی تلقین فرما رہے ہیں۔ فیلزم لک العمل بکل ما تکلمت به۔

کبر مقتا گفت رب عزو جل کے بود مقبول قول بے عمل

اَمَرْتُکَ الْخَیْرَ لٰکِنْ مَّا ائْتَمَرْتُ بِهٖ
(۲۷)
وَمَا اسْتَقَمْتُ فَمَا قَوْلِیْ لَکَ اسْتَقِمِ

حل لغات: امرتک۔ ماضی متکلم، حکم دیا میں نے تجھ کو۔ الخیر۔ ماله عاقبة حمیدة۔ بھلائی کا۔ لکن۔ مگر۔ ما ائتمرت۔ ما نافیه والائتمار قبول الامر۔ نہیں حکم مانا میں نے۔ به۔ اس خیر کا۔ وما استقمت۔ ماضی متکلم، اور نہ قائم رہا میں۔ فما۔ استفہامیہ۔ پس کیا ہے؟ قولی۔ میرا کہنا۔ لک۔ تیرے لیے۔ استقم۔ کہ قائم رہ۔

ترجمہ: میں نے تجھے حکم کیا بھلائی کا اور خود اس پر کاربند نہ ہوا۔ تو کیا اثر ہے میرے اس قول کا کسی پر کہ قائم رہ۔

شرح: استقامت نام ہے ہمیشہ علم و عمل پر قائم رہنے کا۔ اور استقامت ایسی زبردست چیز ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: شیبتنی سورة هود "مجھے سورۃ ہود نے بوڑھا کر

دیا"۔ بعض صلحاء سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کی زیارت خواب میں کی اور عرض کیا کہ حضور کو سورۃ ہود کے کس مضمون سے بار گزرا۔ کیا انبیاء کے قصص یا ہلاک امم ماضیہ کے واقعات۔ تو حضور نے فرمایا: نہیں بلکہ اس آیت نے جو ارشاد کیا ہے: فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ۔

اس لیے کہ حقیقت استقامت وفاء عہد بلکہ اور ملازمت صراط مستقیم بحد اوسط ہے جو ہر معاملہ میں لازم ہے۔ خواہ طعام وشراب ہو یا لباس، امور دینی ہوں یا دنیوی۔ ترغیب خیر ہو یا ترہیب۔ اور درحقیقت فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ہی صراط مستقیم ہے۔

ابو علی جرجانی فرماتے ہیں:

کن طالب الاستقامة لا طالب الكرامة، فان نفسک متحرکة فی طلب الکرامة وربک یطلب منک الاستقامة، فالکرامة الکبریٰ الاستقامة فی خدمة الخالق لا باظهار الخوارق۔

"تو طالب استقامت ہو نہ کہ طالب کرامت، اس لیے کہ تیرا نفس طلب کرامت کے لیے بے چین رہتا ہے اور تیرا رب تجھ سے استقامت چاہتا ہے، اور کرامت کبریٰ استقامت ہے خدمت خالق میں نہ کہ اظہار خرق عادات میں"۔

بعض بزرگوں سے عرض کیا گیا کہ فلاں شخص پانی پر چلتا ہے تو انہیں جواب میں کہا گیا کہ مینڈک اور مچھلی بھی پانی میں چلتے ہیں۔ پھر کہا گیا کہ فلاں شخص ہوا پر اڑتا ہے تو کہا گیا کہ مکھی بھی اڑتی ہے۔ پھر عرض کیا گیا کہ فلاں شخص ایک ساعت میں مشرق سے مغرب کو عبور کر لیتا ہے جو جواب ملا کہ شیطان بھی ایسا کر لیتا ہے۔

تو عرض کیا گیا کہ حضرت آپ کے نزدیک مقبول شان ولایت پھر کیا ہے تو فرمایا:

"الا ستقامة فی الدین"

کسی شاعر نے خوب کہا ہے:

وغیر تقی الناس یامر التقیٰ	طبیب یداوی الناس وهو مریض

"غیر متقی انسان لوگوں کو تقویٰ کا اگر حکم کرے تو ایسے طبیب کی مانند ہے جو لوگوں کا علاج کرے اور خود بیمار ہو"۔

صاحب الفاظ کو دفتر سے بھی سیری نہیں صاحب معنیٰ کو صرف اک لفظ کافی ہو گیا
خدا کا نام گو اکثر زبانوں پر ہے آجاتا مگر کام اس سے جب چلتا ہے دل میں عا یہ سما جاتا

وَلَا تَزَوَّدْتُّ قَبْلَ الْمَوْتِ نَافِلَةً
(۲۸) وَلَمْ اُصَلِّ سِوٰی فَرْضٍ وَّلَمْ اَصُمِ

حل لغات: ولا، نافیہ، اور نہ۔ تزودت۔ ماضی متکلم، زاد راہ لیا میں نے۔ قبل الموت۔ موت سے پہلے۔ نافلۃ۔ زائدہ، علاوہ واجبات و فرائض نفلوں کی عبادت کا۔ ولم اصل۔ نفی جحد بلم متکلم۔ اور نہیں پڑھی۔ سوی۔ علاوہ۔ فرض۔ فرائض پنجگانہ کے۔ ولم اصم۔ اور نہ روزے رکھے۔

ترجمہ: میں نے نفلی اعمال کا زاد راحلہ مرنے سے پہلے کچھ تیار نہ کیا۔ اور فرضوں کے سوا کوئی تقرب نفلی کے لیے نہ نماز ادا کی۔ نہ فرض روزہ کے علاوہ نفلی روزے رکھے۔

شرح: چونکہ حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

کن فی الدنیا کانک غریب اوعابر سبیل وعد نفسک من اصحاب القبور۔

"دنیا میں مثل مسافر کے رہ یا راہ گزر کی طرح اور اپنے کو قبر کے رہنے والوں میں گن"۔

تو مومن دنیا میں جب مسافر کی طرح رہے گا تو اسے زاد راحلہ کی فکر لازمی ہے۔ اس لیے کہ مسافر اپنا توشہ دان راستہ کے لیے پر رکھا کرتا ہے۔ اور جو مسافر بے فکرا ہو، اسے وقت پر سخت مصائب کا سامنا اور تفکرات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

اس لحاظ سے ناظم فاہم اپنی ذات پر ڈال کر عوام کو یاد دلا رہے ہیں کہ یہ مسافر خانہ ہے۔ یہاں سے جانا ہے لہٰذا زادراحلہ اور راستہ کے آرام کا نظام درست رکھ اور بہترین نظام چونکہ رضائے الٰہی حاصل کرنا ہے۔ اور رضا الٰہی تقرب بالنوافل سے حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے

ناظم رحمۃ اللہ علیہ نے ولا تزودت فرما کر نافلہ فرمایا۔ اس لیے کہ حدیث قدسی میں ہے:

لا یزال العبد یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ۔

''ہمیشہ بندہ میرا تقرب نفلوں کے ذریعے میرا حاصل کرتا ہے یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں''۔

یہی وجہ ہے حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ ہر روز اپنے حجرۂ عبادت میں پردہ ڈال کر چار سو رکعت نفل ادا فرمایا کرتے اس کے بعد اپنے دولت سرا میں تشریف لاتے۔

- حضرت عبد اللہ بن حنیف فرماتے ہیں: اکثر میں ابتدائے عمر میں ایک رکعت میں دس ہزار قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھتا اور کبھی سارا قرآن کریم ایک رکعت میں ختم کرتا اور کبھی صبح سے عصر تک ایک ہزار نفل ادا کرتا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ شریک فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سال رہا۔ میں نے آپ کے پہلو کو اس سال بھر میں کبھی زمین کا سہارا لیتے نہ دیکھا اور آپ کے ہم صحبت لوگ بیان کرتے تھے کہ آپ فجر کی نماز ہمیشہ عشاء کے وضو سے پڑھا کرتے تھے۔

شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ لوگ جب آپ سے رخصت ہو کر سونے کے لیے چلے جاتے تو آپ اپنی نشست گاہ سے اٹھ کر مسجد میں تشریف لاتے۔ تو مجھے جب جاگنے کی طاقت نہ رہتی تو میں نعلین شریف میں کنکریاں ڈال کر گھر آ کے سو جاتا۔ صبح کی نماز کو جب جاتا تو جوتیوں میں وہ کنکریاں پاتا، اور آپ کو اپنی عبادت گاہ پر روتا دعا کرتا پاتا۔ اور ایسے بہت سے واقعات سلف صالحین کے ہیں۔ نصیحت وغیرہ حاصل کرنے کو یہ کم نہیں۔

(۲۹)

ظَلَمْتُ سُنَّةَ مَنْ اَحْیَ الظَّلَامَ اِلٰی
اَنِ اشْتَکَتْ قَدَمَاهُ الضُّرَّ مِنْ وَّرَمِ

حل لغات: ظلمت، ماضی متکلم، مشتق من الظلم، وھو فی اللغۃ وضع الشیء

فی غیر موضعه، وفی الشرع التجاوز عن الحق الی الباطل والتصرف فی ملک الغیر بغیر اذنه والمراد ههنا الترک (ترک کیا میں نے) سنة۔ مفعول ظلمت، لغت میں طریقہ، شریعت میں طریقة مسلوکة فی الدین جو نہ فرض ہو نہ واجب۔ ان کے طریقہ کو۔ من۔ جنہوں نے۔ احی الظلام۔ استعارة باحیاء اللیل وترک النوم للعبادة۔ اندھیری راتوں میں شب بیداری کی۔ الی للغایة۔ یہاں تک کہ۔ ان اشتکت۔ اخبار المظلوم یہاں بمعنی اظهرت الشکوی۔ ظاہر ہو گئیں۔ قدماہ۔ قدم مبارک پر۔ الضر۔ تکلیف۔ من ورم۔ الانتفاخ، ورم کی۔

ترجمہ: ترک کیا میں نے ان کے طریقہ کو جنہوں نے اندھیری راتوں میں شب بیداری فرمائی۔ یہاں تک کہ ظاہر ہو گئی قدمین مبارکین پر تکلیف ورم کی۔

شرح: چونکہ اس سے پہلی فصل میں ناظم رحمۃ اللہ علیہ نے نفس کا تعارف کرایا تھا۔ تو اس فصل میں معرفت رب جل مجدہ کرانا مناسب تھا۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہے:

من عرف نفسه فقد عرف ربه۔

"جس نے اپنے نفس کو جان لیا وہ بے شک اپنے رب کو بھی پہچان لے گا"۔

اور چونکہ عرفان الٰہی بغیر معرفت جناب رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محال ہے۔ اس لیے اس فصل میں مدح مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء ایک انوکھے انداز سے شروع فرمائی۔ کیونکہ مدح النقش راجع الی نقاشه نقش کی مدح نقاش کی مدح کی طرف ہی راجع ہوتی ہے۔

اور ظلمت میں صیغہ متکلم واحد بغرض انکسار و اظہار عجز اختیار فرمایا کہ یہ خاصہ مقربان بارگاہ کا ہوتا ہے۔

یہ اس وقت کا واقعہ ناظم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے جب کہ حضور پر وحی کے ذریعہ جہد فی العبادت کا حکم نازل ہوا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام رات قیام فرماتے حتی کہ پائے اقدس جس پر تمام دنیا کی تقدیس قربان ہو، متورم ہو جاتے۔ آخر جناب باری تعالیٰ عزاسمہ کی طرف سے حضور کو تسلی دی گئی اور تخفیف فرمائی گئی۔ تاکہ امت ضعیفہ پر اداء عبادت بار نہ ہو جائے۔ اور ارشاد ہوا:

طٰہٰ ۚ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤی ۔ یعنی طٰہٰ ۔ اے طاہر عن العیوب! دوسرے اعتبار سے اس کے معنی یہ تاویل یہ بن سکتے ہیں۔ ط کے عدد 9 ۔ ہ کے عدد 5، حاصل عدد 14 ہوئے یعنی جیسے ماہ کامل چودہ تاریخ کا ہوتا ہے۔ محبوب کو فرمایا کہ تم ماہ کامل ہو۔ لہٰذا اپنی جان پر اتنی سختی نہ فرماؤ۔

مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ العظیم لتتعب نفسک۔

"ہم نے یہ قرآن کریم آپ پر اس لیے نازل نہیں فرمایا کہ آپ اپنی جان کو تعب میں ڈالیں"۔

اس کے بعد سے حضور کی عادت کریمہ یہ رہی کہ تہائی رات گزر جانے پر ہجد فرماتے یعنی خواب استراحت سے بیدار ہو کر تہجد ادا فرماتے۔

اور مقربین نے لکھا ہے:

کانت صلٰوۃ التہجد فرضا لہ علیہ السلام لا لامتہ۔ یقولہ تعالیٰ فَتَهَجَّدۡ بِهٖ نَافِلَةً لَّکَ۔

یعنی نماز تہجد حضور ﷺ پر پانچ فرائض کے علاوہ فرض تھی اور آپ کی امت کے لیے نفل ہوئی، اور قرآن کریم میں بھی فَتَهَجَّدۡ پر نَافِلَةً فرمایا گیا۔ کہ یہ تہجد آپ پر زائد ہے اور نوافل کے فضائل میں امت کو حضور نے بڑے بڑے مدارج عطا فرمائے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

رکعتان یرکعھما العبد فی جوف اللیل الاخیر خیرلہ من الدنیا وما فیھا ولولا ان اشق علی امتی لفرضتھما۔

"دو رکعت جو بندہ آخر رات میں پڑھے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور اگر امت پر یہ شاق نہ ہوتا، تو میں فرض کر دیتا"۔

دوسری حدیث میں ہے:

ما زال جبریل یوصینی لقیام اللیل حتی ظننت ان خیار امتی لاینامون

"ہمیشہ جبریل رات میں قیام کی وصیت کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے گمان کیا

کہ میری امت کے بہتر لوگ رات میں سوتے نہ ہوں گے"۔

اور تہجد کے متعلق متعدد اقوال ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ چار رکعت سے بارہ رکعت تک تہجد کی رکعتیں ہیں۔ اور بعض کے نزدیک دو سے لے کر بارہ رکعت تک۔

اور اس امر میں بھی اختلاف ہے کہ تہجد کا اطلاق محض قیام لیل پر مطلقاً ہے یا بعض حصۂ شب میں، تو قول اصح یہ ہے جو شرح طریقہ میں بتایا گیا کہ تہجد وہ ہے جو بعد سونے کے اٹھ کر ادا ہو۔

اور رات کی عبادت کے فضائل میں بزرگان دین کی طرف خاص فضائل مذکور ہیں:

ان قیام اللیالی افضل العبادات لان اللیل یکون فیه بین العابد والمعبود خلو من الاغیار وتکون فیه الدعوات اسرع اجابة اذ هو وقت الاخیار ولذا قیل ان العابد فی اللیالی یستحق اجرین اجر ترک النوم واجر العبادة مع ان ترک النوم فی اللیالی الکثیرة المتوالیة واحیاء جمیعها بالصلوٰة لا یقدر علیه الا رسول الله الوهاب۔

"یعنی قیام لیالی افضل عبادات ہے۔ اس لیے کہ رات میں عابد و معبود کے مابین تخلیہ ہوتا ہے اغیار سے اور اس وقت کی دعاء سریع الاجابت ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ وقتوں میں بہترین وقت ہوتا ہے اور رات کی عبادت میں دوہرا ثواب ہے ایک ترک نوم کا دوسرا عبادت الٰہی کا، اور تمام رات ہمیشہ جاگنا سوائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کی قدرت میں نہیں۔

اللهم لا تجعلنا ممن ضل وغویٰ فاخذته بذنوبه فتریٰ واحشرنا فی زمرة من لا ینطق عن الهوی۔

(۳۰)

وَشَدَّ مِنْ سَغَبٍ اَحْشَائَهُ وَطَوىٰ
تَحْتَ الْحِجَارَةِ كَشْحًا مُتْرَفَ الْاَدَمِ

حل لغات: وشد، ماضی بمعنی عقد، اور باندھا۔ من سغب۔ من سببیہ، سغب، بھوک، بھوک سے۔ احشائه۔ جمع حشا، مافی الجوف اعضائه۔ وہ تمام اعضاء جو جوف شکم میں ہیں۔ وطویٰ۔ ماضی از طی، لپیٹنا اور لپیٹا۔ تحت۔ نیچے۔ الحجارة۔ پتھر کے۔

کشحا۔ جسم کا وہ حصہ جو پسلیوں سے لے کر ڈھڈی تک ہے۔ مترف۔ صیغہ مفعول از اتراف، نازک اور ناز پروردہ۔ الادم۔ از ادیم بمعنی جلد، کھال پر۔

ترجمہ: اور باندھا بھوک کی وجہ سے اس نفس قدسی نے اپنے شکم مبارک کو اور اپنے ناز پروردہ پہلوؤں کو پتھر سے کسا۔

شرح: یعنی اس پیارے محبوب حبیب الودود نے شب بیداریاں فرمائیں اور باوجود معصومیت مطلقہ کے اپنے بطن نوری کو باندھا اور پسلیوں کے نیچے اپنی نازک اور نوری جلد اقدس پر پتھر کسا تاکہ صحابہ کرام کے لیے اور امت مرحومہ کے حق میں ایک طریقہ مسنونہ قائم ہو جائے۔

اور اس میں یہ حکمت بھی ظاہر فرمانی مقصود تھی کہ برودت حجری حرارت جوعی کی دافع ہے اور چونکہ وہ سرکار والا تبار دنیا کی کسی شئے کی محتاج نہ تھے۔ اس لیے اکثر دائم الجوع رہتے۔ یہاں تک کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک روز حضور کی بھوک محسوس کر کے رونا شروع کر دیا۔ تو حضور نے فرمایا:

یا عائشة والذی نفسی بیده لو سئلت ربی ان یجری معی جبال تهامة ذهبا لاجراها حیث شئت من الارض ولکن اخترت الجوع فی الدنیا شبعها وفقر الدنیا علی غنائها وحزن الدنیا علی فرحها. یا عائشة ان الدنیا لا تنبغی لمحمد ولا لآل محمد.

"اے عائشہ! قسم ہے اس ذات مقدس کی، جس کے ید قدرت میں میری جان ہے۔ اگر میں اپنے رب سے مکہ کے پہاڑوں کو سونے کی شکل میں طلب کروں اور انہیں چلتا ہوا بناؤں کہ جہاں جاؤں وہ میرے ساتھ ہوں تو اللہ تعالیٰ انہیں چلتا ہوا میرا ساتھ کر دے لیکن میں نے دنیا میں بھوک اختیار کی، شکم سیری سے اور فقر دنیا قبول فرمایا غنا پر اور غم قبول کیا اس کی فرحت پر۔ اے عائشہ! دنیا زیبا نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل کے لیے"۔

دوسری حدیث میں حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ کے جنگل کے پہاڑ سونا بنا کر مجھے پیش کیے تو میں نے عرض کی الٰہی! یہ نہیں بلکہ میں ایک دن بھوکا ایک دن شکم سیر رہنا چاہتا ہوں۔ جس دن بھوکا رہوں اس دن تیرے حضور تضرع اور دعا کروں اور جن دن شکم سیر ہوں اس روز تیری حمد اور ثناء کروں۔

اور پسلیوں سے نیچے تک پتھر باندھنا اس قصے کی طرف اشارہ ہے جو غزوۂ خندق میں ہوا جس کا مختصر حال یہ ہے کہ جب قبیلہ بنی نضیر کے یہود کو اطراف مدینہ سے نکال دیا گیا۔ تو ابو عامر اور ایک انہیں میں سے راہب مکہ گئے اور مشرکین مکہ کو محاربہ کے لیے آمادہ کر کے ابو سفیان کے مکان پر جمع ہوئے، ابوسفیان نے ان کا احترام کیا۔ جمعیت عسکری بنانے میں مشغول ہوا۔ یہاں تک کہ دس ہزار کی فوج آناً فاناً بن گئی اور مدینہ کی طرف چڑھائی شروع کر دی۔ یہ خبر گوش اقدس تک جب پہنچی تو حضور نے صحابہ کی میٹنگ کی اور مدینہ کے دفاع کے لیے مشورہ کیا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حضور! بلاد عجم کے ایک شہر پر دشمن غالب آ گیا تھا اور اہل شہر نے اس سے محاربہ کی قوت اپنے میں جب نہ پائی تو انہوں نے شہر کے ارد گرد خندق کھود لیے اور اس میں روپوش ہو کر سب بیٹھ گئے۔ حضور نے اس مشورۂ سلمانی کو پسند فرمایا اور پچاس روز کامل خندق کھودے گئے کہ اتنے میں دشمن نے آ کر مدینہ منورہ کا محاصرہ کر لیا اور انتیس دن تک وہ محاصرہ رکھا تو اس مدت میں مسلمانوں پر بڑی مشقت واقع ہوئی اور ان پر پانچ طرح کی مصیبت تھی۔ اول قحط، دوسرے کثرت اعداء، تیسرے خوف قتل، چوتھے بھوک، پانچویں سخت سردی۔ یہاں تک کہ اس رؤف رحیم حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسلمین پر رحم آیا تو حضور نے فرمایا: تم میں سے جو خبر دشمن کی لائے وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ لیکن ضعف جوع کی وجہ سے جانے کی طاقت کہاں، ہلنے کی تاب نہ تھی سب خاموش پڑے رہے۔ پھر حضور نے چار اصحاب کے نام لے کر آواز دی۔ تو انہوں نے عرض کیا: حضور ہمیں ہماری جگہ پڑا رہنے دیں۔ ہمارے پاس بھوک اور سخت سردی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ پھر حضور نے حضرت حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہما کو حکم دیا۔ چنانچہ وہ تشریف لے گئے اور خبر لائے کہ دشمن بھاگ گیا اور شدت سردی سے اکثر ان کے

لشکری مر گئے۔ اس وقت حضور ﷺ نے اپنے بطن اقدس پر پتھر باندھ رکھا تھا اور یہ صحابہ کو تعلیم تھی کہ جسے بھوک شدت کی ہو اور کھانا اسے میسر نہ آئے تو وہ پیٹ پر پتھر باندھ لے۔

وَرَاوَدَتْهُ الْجِبَالُ الشُّمُّ مِنْ ذَهَبٍ
عَنْ نَفْسِهٖ فَاَرَاهَا اَيَّمَا شَمَمٖ ⑳

حل لغات: و۔ عاطفہ۔ اور۔ راودتہ۔ ماضی از مراودت، مطالبہ بالجہد۔ ارادہ کرنا، ارادہ کیا۔ الجبال۔ جمع جبل۔ پہاڑوں۔ الشم۔ بلند نے۔ من ذھب۔ جو سونے کے تھے۔ عن نفسہٖ۔ ان کی ذات اقدس سے۔ فاراھا۔ تو دیکھا ان کو حضور نے۔ ایما۔ کس شان سے۔ شمم۔ اپنے بلند حوصلہ اور استغناء سے۔

ترجمہ: بلند پہاڑوں نے سونے کا بن کر حضور کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرانا چاہا تو حضور نے اپنے بلند حوصلہ اور استغناء سے انہیں ذلیل دیکھا۔

شرح: حضور کو بلند پہاڑوں نے جو سونے کے تھے بمنت اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا اور درخواست کی کہ ہم میں سے جو چاہیں، جتنا چاہیں، صرف فرمائیں تو حضور نے ان پہاڑوں سے اپنی بلند ہمت اور استغناء کا وہ مظاہرہ فرمایا جو ادراک عقل سے بالاتر ہے۔

اس بیت مبارک میں اس روایت کی طرف اشارہ ہے جو مروی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اللہ تعالیٰ شانہ کا سلام پیش کر کے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اتحب ان اجعل هذه الجبال ذهبا وتكون معك اينما كنت۔

''اے محبوب! اگر تمہیں یہ پسند ہو کہ ان پہاڑوں کو ہم سونا بنا دیں اور وہ آپ کے ساتھ رہیں جہاں آپ تشریف لے جائیں تو ابھی ایسا ہو سکتا ہے''۔

فتوقف ساعة فقال يا جبرائيل ان الدنيا دار من لا دار له ومال من لا مال له قديجمعها من لا عقل له۔

''تو حضور نے تھوڑا سکوت فرما کر جواب دیا: جبرائیل! دنیا ایک ایسا گھر ہے کہ کسی کا

گھر نہیں اور ایسا مال ہے کہ کسی کی ملکیت نہیں، اسے وہ جمع کرتا ہے جس میں عقل نہ ہو"۔

فقال له جبريل ثبتك الله يا محمد بالقول الثابت۔

"تو جبریل علیہ السلام نے یہ سن کر عرض کی: حضور! آپ کو اللہ نے ثابت قدم فرمایا ہے قول ثابت کے ساتھ"۔

اس حدیث سے صاف واضح ہے کہ فضیلت فقیر صابر کی غنی شاکر پر اللہ تعالیٰ نے اس لیے رکھی کہ خلق محبوب کے مشابہ ہے۔ اور اسی بناء پر طائفہ صوفیہ اس پر ثابت قدم ہو کر کہتے ہیں:

همة الرجال تهدم الجبال۔

"ہمت مرداں پہاڑوں کو منہدم کر دیتی ہے"۔

بہر کارے کہ ہمت بستہ گردد اگر خارے بود گلدستہ گردد

اور اس روایت میں سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمت عالی اور فضیلت ذاتی یوسف علیہ السلام پر واضح ہے۔ قرآن کریم میں زلیخا کے واقعہ پر وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ فرمایا۔ اس پر یوسف علیہ السلام نے اس عورت سے اجتناب فرمایا جو حرام تھی اور اس حسن سے استغناء کیا جو آپ کے لیے جائز نہ تھا۔ لیکن حضور نے اس چیز سے استغنیٰ ظاہر فرمایا جو جائز تھی اور وہ چیز خدا کی محبت میں ترک فرمائی جو جمع کرنی حلال تھی۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

اسی وجہ میں اس حبیب لبیب کا عشق دراصل عاشق باللہ افراد کے قلبوں میں ایسا پیدا کیا کہ زلیخا کے عشق سے ان کا عشق بالاتر ہو گیا۔

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب

پیٹ پر پتھر باندھنا شدت جوع میں سکون دے گا اور طریقہ مسنون ہونے کے لحاظ سے سنت پر عمل موجب اجر بھی ہو گا۔

اللهم لاتبلنا فی الدنيا بالكرب واجعل رتبتنا فی الدارين ارفع الرتب بحرمة النبی ذی المجد والحسب۔

وَاَكَّدَتْ زُهْدَهٗ فِيهَا ضَرُوْرَتُهٗ
اِنَّ الضَّرُوْرَةَ لَا تَعْدُوْا عَلَى الْعِصَمِ ۲۲

حل لغات: و۔ عاطفہ یا ابتدائیہ۔ اور۔ اکدت۔ ماضی از تاکید۔ مضبوط اور پختہ کرنا۔ اور مضبوط اور پختہ کیا۔ زھدہ۔ مفعول اکدت، قلۃ الترغیب، فی الشیء۔ وفی الاصطلاح الاعراض عن الدنیا وترک راحتہ۔ ان کے زہد کو۔ فیھا۔ اس دنیا میں۔ ضرورتہ۔ فاعل اکدت، ضرورت ظاہری اور احتیاج حسی نے۔ ان الضرورۃ۔ بے شک احتیاج ظاہری اور حسی۔ لا۔ نہیں۔ تعدوا۔ غالب آسکتی اور نہیں جبر اور زبردستی کر سکتی اس ہستی مقدس پر۔ علی العصم۔ آپ کی عفت مآبی پر۔

ترجمہ: حضور کے زہد کو ضرورتوں نے اور مضبوط کر دیا، اس لیے کہ ضرورتیں پرہیز گاری اور عصمت مآبی پر غالب نہیں آسکتیں۔

شرح: روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک روز آرام گزین تھے اور آپ کے نیچے نیم تر گھاس کی چٹائی بچھی ہوئی تھی اور سرہانے جو تکیہ تھا اس میں چمڑے کی کترن بھری ہوئی تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور ایک جماعت صحابہ کی ان کے ہمراہ تھی، تو حضور نے ان کی طرف کروٹ بدلی، تو حضرت عمر نے دیکھا کہ پہلوئے نورانی پر چٹائی کے نشان پڑے ہوئے تھے۔ حضرت عمر بے ساختہ رونے لگے۔ حضور نے فرمایا:

ما یبکیک یا عمر۔

"عمر کس چیز نے تمہیں رلایا"۔

تو آپ نے عرض کی:

فکیف لا ابکی ان کسریٰ وقیصر یتنعمان فیما یتنعمان فیہ فی الدنیا وانت علیٰ ھذہ الحالۃ۔

"حضور! میں کیسے نہ روؤں جب کہ میں دیکھتا ہوں کہ کسریٰ و قیصر ان نعمتوں میں ہیں اور اس دنیا میں عیش کر رہے ہیں اور حضور جن کے نقش قدم پر ہزار کسریٰ و قیصر قربان اس

حال میں ہوں''۔

تو حضور نے فرمایا:

یا عمر اما ترضیٰ ان یکون لهم فی الدنیا ولنا فی الاخرة۔

''اے عمر کیا تم اس سے خوش نہیں کہ قیصر و کسریٰ کو جو کچھ مل رہا ہے دنیا کی چند روزہ زندگی تک ہے اور ہمارے لیے ابدی نعمتیں غیر زائل ہمیشہ کو آخرت میں ملیں''۔

حضرت عمر نے فوراً عرض کی:

بلیٰ یا رسول اللہ۔

''بے شک حضور میں آخرت سے خوش ہوں''۔

کہ اتنے میں روح الامین حاضر دربار ہوئے اور عرض کیا: اللہ تعالیٰ نے یہ قانون نافذ فرما دیا ہے کہ لذت آخرت میں ہر اس شخص کے لیے نقصان ہے جتنا وہ لذت دنیا حاصل کرے لہٰذا جس قدر لذت دنیا زیادہ ہوگی، لذت آخرت اتنی ہی کم ہو جائے گی اور جس قدر لذت دنیا کم ہوگی، لذت آخرت بڑھے گی۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: **اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا۔**

لیکن اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں حضور کی خدمت میں یہ بشارت دوں کہ اعزاز دنیاوی جو حضور پسند فرمائیں پیش کیے جائیں اور ان نعمتوں کی وجہ سے حضور کا اخروی درجہ کم نہ ہوگا، یہ حضور کا خاصہ ہے

فقال علیه السلام والله خیر وابقیٰ۔

''حضور نے فرمایا: جبریل! اللہ کی ذات بہترین نعمت اور غیر فانی دولت ہے''۔

گویا مضمون بیت میں ناظم فاہم حضور کا عزم و استقلال بتا رہے ہیں کہ حوائج ظاہری و حسی نے حضور کے زہد و ترک دنیا کو بجائے اس کے کہ کمزور کرتے اور مضبوط و مؤکد کر دیا۔ اور کیوں نہ ہو، نور مجسم رحمت دو عالم کی شان ارفع و اعلیٰ کے شایان شان یہ ہے کہ حوائج و ضروریات ظاہری ہوتے بھی حضور کو دنیا کی طرف رغبت نہیں اور استغناء تام حاصل ہے۔

اور اسی دریائے نعمت وکرم کی لہریں ہیں جنہوں نے اولیاء صوفیہ کرام میں یہ استغناء وزہد و ورع پیدا کیا۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

تہی دست و سلطان پشمینہ پوش غلامی خرد بادشاہی فروش

وَكَيْفَ تَدْعُوْ اِلَى الدُّنْيَا ضَرُوْرَةُ مَنْ
لَوْلَاهُ لَمْ تَخْرُجِ الدُّنْيَا مِنَ الْعَدَمِ ۳۳

حل لغات: و۔ عاطفہ، اور۔ کیف۔ استفہام انکاری، کیونکر۔ تدعوا۔ من الدعوۃ، بلائیں۔ الی الدنیا۔ دنیا کی طرف۔ ضرورۃ۔ حوائج ظاہری۔ من۔ اس ہستی پاک کو۔ لو۔ کہ اگر۔ لاہ۔ وہ ہستی پاک نہ ہوتی۔ لم تخرج۔ نہ ظاہر ہوتی۔ الدنیا۔ دنیا۔ من العدم۔ کتم عدم سے۔

ترجمہ: اور کیونکر دنیا کی طرف ضرورتیں ایسے نفس زکی کو بلا سکتی ہیں کہ اگر وہ نہ ہوتے اور دنیا میں جلوہ افروزی نہ فرماتے تو دنیا عدم سے منصۂ شہود پر ظاہر نہ ہوتی۔

محمد کی جلوہ نمائی نہ ہوتی تو دارین میں روشنائی نہ ہوتی

شرح: یعنی دنیا حضور سرور عالم ﷺ کی محتاج ہے۔ اگر حضور دنیا کے محتاج ہوتے، تو حوائج معاذ اللہ حضور پر غالب آجاتے، مگر چونکہ حضور محتاج الیہ ہیں اور دنیا حضور کی محتاج۔ تو حضور کو کوئی ضرورت ظاہری اور حسی، دنیا کی طالب نہیں بنا سکتی۔ دوسرے یہ کہ حضور ﷺ مائل الی اللہ ہیں تو طالب مولیٰ اور مائل الی اللہ کا خیال تنعیم دنیا کی طرف جا ہی نہیں سکتا۔

حدیث قدسی میں ہے:

الدنیا حرام علی اهل الاخرة والاخرة حرام علی اهل الدنیا و کلاهما حرامان علی اهل الله تعالیٰ۔

"دنیا اہل آخرت پر حرام اور اہل دنیا پر آخرت حرام اور دنیا و آخرت دونوں اہل اللہ پر حرام ہیں"۔

ایک حدیث میں ارشاد ہے۔ حضور نے فرمایا:

من احب دنیاہ اضر باٰخرتہ ومن احب آخرتہ اضر بدنیاہ فآثروا ما یبقیٰ علیٰ ما یفنیٰ۔

"دنیا کی محبت سخت مضر ہے آخرت کے لیے اور آخرت کی محبت مضر تر ہے دنیا کے لیے تم محبت کرو اس نعمت کی جو ہمیشہ باقی رہے اس کے مقابلہ میں جو عنقریب فنا ہو جائے گی"۔

اور دنیا کو دنیا اس اعتبار سے کہا گیا کہ بہ نسبت آخرت یہ قریب ہے۔ تو یہ مشتق دنو سے ہے یعنی قرب سے، اور اگر دنائت سے دنیا لی جائے تو ٹوٹا اور خسارہ ہی ہے چونکہ اس کا ماحصل ہے اس لیے دنیا کہا گیا۔ اور مصرع ثانی میں لولاہ جو فرمایا، اس میں تلمیح ہے، حدیث قدسی کی طرف جو جناب باری نے فرمایا:

احب دنیاہ اضر باٰخرتہ ومن احب آخرتہ اضر بدنیاہ فآثروا ما
ی ما یفنیٰ۔
نیا کی محبت سخت مضر ہے آخرت کے لیے اور آخرت کی محبت مضر تر ہے دنیا کے لیے تم
اس نعمت کی جو ہمیشہ باقی رہے اس کے مقابلہ میں جو عنقریب فنا ہو جائے گی"۔
دنیا کو دنیا اس اعتبار سے کہا گیا کہ بہ نسبت آخرت یہ قریب ہے۔ تو یہ مشتق دنو سے
رب سے، اور اگر دنائت سے دنیا لی جائے تو ٹوٹا اور خسارہ ہی ہے چونکہ اس کا
ہے اس لیے دنیا کہا گیا۔ اور مصرع ثانی میں لولاہ جو فرمایا، اس میں تلمیح ہے، حدیث
رف جو جناب باری نے فرمایا:

ک لما خلقت الدنیا۔

ے محبوب! اگر ہم تمہیں پیدا نہ فرماتے دنیا ہی نہ بناتے"۔

ولاک لما خلقت الافلاک میں افلاک سے مراد مطلقاً جمیع مکونات ہیں۔

اسم جزئی کل پر حاوی ہوتا ہے۔

اقعہ معراج میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ پر ساجد الی اللہ ہوئے تو اللہ

ضور کو فرمایا:

انت وما سویٰ ذالک خلقتہ لاجلک۔

الحمد للہ ملھم الصواب والیہ المرجع والمآب۔

مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ
وَالْفَرِيقَيْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمٍ ۳۲

حل لغات: محمد۔ خبر مبتداء محذوف، محمد ﷺ ہیں۔ سید۔ بروزن جید بمعنی سردار اور ملجأ کائنات۔ الکونین۔ کون اول دنیا، کون ثانی آخرت، دنیا و آخرت کے۔ والثقلین۔ اور جن وانس کے۔ والفریقین۔ اور دونوں جماعتوں کے۔ من عرب۔ عرب سے۔ ومن عجم۔ اور عجم سے۔

ترجمہ: محمد ﷺ سردار اور ملجأ ہیں کائنات دنیا و آخرت کے اور جن وانس کے اور دونوں جماعتوں کے عرب سے اور عجم سے۔

شرح: قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ شفاء میں فرماتے ہیں: نام محمد ﷺ مخصوص حضور کا اسم عالی ہے اور عرب میں کوئی حضور سے قبل اس نام کے ساتھ مشہور نہ ہوا۔ اور نہ عجم میں کسی کا یہ نام حضور کی جلوہ گری سے اول رکھا گیا۔ حتیٰ کہ حضور کی ولادت سے قبل ہی مشہور ہو چکا تھا کہ

ان نبینا یبعث اسمہٗ محمد۔

"ہمارے نبی ﷺ مبعوث ہوں گے اور نام پاک محمد ہوگا"۔

چنانچہ بعض قوموں میں محمد نام کے ساتھ اولادیں موسوم کی گئیں اس امید پر کہ جو مشہور نبی ہونے والے ہیں وہ ہماری اولاد سے ہی ہوں۔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ اور اللہ جانتا ہے جس شان سے اپنے رسول کو رسول بنائے۔

ہاں ایک سوال یہ ہو سکتا ہے کہ حضور کی نعت میں اسم محمد ہی ناظم رحمۃ اللہ علیہ نے کیوں اختیار فرمایا۔ جب کہ ارشاد الساری شرح بخاری میں ہے کہ حضور کے اسماء گرامی ایک ہزار ہیں۔ اور ایک قول ہے کہ تین سو ہیں۔ ایک قول میں ننانوے نام ہیں۔ اس کا جواب صرف یہی ہے کہ یہ اسم پاک تمام اسماء سے افضل و اشہر ہونے کے علاوہ مرتبۂ محمودیت میں مفید مبالغہ ہے۔ اسی لیے اس نام پاک کو نعت میں لانا مناسب تھا۔

اب سید کا لفظ استعمال کرنا اس لیے تھا کہ سیادت علو رفعت کے معنی میں مستعمل ہے۔ یا سید اسے کہہ سکتے ہیں کہ

یلجأ الیہ الناس فی حوائجھم

''پناہ لیں ان کی طرف لوگ اپنی حاجتوں میں''۔

اور حضور سے بہتر ملجأ خلائق اور کون ہو سکتا ہے تو حضور سے افضل سید بھی کوئی نہیں۔

اور کونین سے مراد دنیا و آخرت ہو سکتی ہے یا عالم شہادت اور عالم غیب، علاوہ ازیں دنیا میں حضور کی سیادت یہ کم نہیں کہ حضور خاتم الانبیاء ہیں اور سید المرسلین اور معراج کا رتبہ سوا حضور کے انبیاء میں سے کسی کو نہ ملا۔ اور حضور ﷺ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ کے منصب جلیل کے مسند نشین ہوئے اور حضور کو ہی اللہ تعالیٰ نے انبیاء و مرسلین اور جن و انس کا سردار بنا کر وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ کے تاج سے متوج (سرفراز) فرمایا۔ یہاں تک کہ حضور کی رحمت ہونے کے باعث کفار و مشرکین پر تاخیر عذاب ہے۔

پھر حضور کا شہر مبارک افضل البلاد اور حضور کی مسجد مبارک افضل المساجد اور وہ بقعہ نوری جس میں وہ نور مجسم آرام گزین ہے کعبہ سے افضل و اعلیٰ ہے۔

اور حضور ﷺ کا نور روحی افضل خلائق ہے بلکہ وہ نور لطیف اصل انوار انبیاء و مرسلین ہے۔

حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

ما بعث اللہ نبیا من الانبیاء الا اخذ علیہ المیثاق لئن بعثت محمدا علیہ الصلوٰۃ والسلام وھو حی لیؤمنن بہ ولینصرنہ۔

''اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی مبعوث نہ فرمایا مگر اس سے یہ عہد لیا کہ اگر میں اس کے زمانہ میں اپنے محبوب محمد ﷺ کو مبعوث کروں تو ان پر ایمان لائے گا اور نصرت کرے گا''۔

اور اسی کی تائید میں یہ آیہ کریمہ ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ الخ ہے۔

اور سیادت اخروی یہ ہے کہ بروز قیامت جہنم جب لایا جائے تو ستر ہزار باگوں میں جکڑا ہوا ہو اور ہر باگ کو ستر ہزار حلقے ہوں اور ہر حلقہ میں ستر ہزار فرشتے ہوں۔ مگر وہ جہنم اپنے جوش سے ان کے قبضہ میں نہ آئے۔ حتیٰ کہ اپنے اپنے موقف پر ہر نبی اسے روکنا چاہے۔

یہاں تک کہ ابراہیم، موسیٰ و عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی اسے روک رہے ہوں اور اس کی تیزی کو دیکھ کر اپنے کو بھول کر نفسی نفسی کی آوازیں لگاتے ہوں اور بارگاہ الٰہی میں عرض کر رہے ہوں۔

نفسی نفسی لا اسئلک الیوم غیرھا

''الٰہی اپنی جان کی امان چاہتے ہیں، آج کے دن اور کچھ ہم نہیں مانگتے''۔

کہ حضور بارگاہ رب العزت میں عرض کر رہے ہوں:

امتی امتی سلمھا ونجھا یا رب

''الٰہی میری امت، میری امت اسے سلامتی سے پار اتار دے اور نجات دے دے''۔

اور حضور ﷺ جہنم کی باگ تھام کر فرمائیں:

ارجعی مدحورۃ الی خلفک

''لوٹ ذلت سے اپنے پیچھے کو''۔

تو جہنم عرض کرے:

خل سبیلی فانت یا محمد حرام علی

''حضور! مجھے راستہ دے دیں۔ آپ مجھ پر حرام ہیں''۔

کہ اتنے میں سرادقات عرش سے ندا آئے:

اسمعی واطیعی لہ

''او جہنم! خبردار نافرمانی نہ کر، جو حکم ہمارے حبیب کا ہے اسے مان''۔

تو بادل ناخواستہ جہنم آہ سرد کے ساتھ واپس ہو۔

اہل موقف یعنی تمام انبیاء میں حضور کی مدح ہو۔

خلیل و نجی، مسیح و صفی سبھی سے کہی کہیں بھی بنی
یہ بے خبری کہ خلق پھری کہاں سے کہاں تمہارے لیے

وللہ الحمد

مولای صل وسلم دائماً ابدا علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

فرشتے دیکھیں ایک عاصی کو شرمندہ ہے تر دامن
اور اس پر کثرت عصیان سے تھراتا ہے سارا تن
کہیں کیوں ہے پریشان دیکھ وہ رحمت کے ہیں معدن
مچل جا جا سوال مدعا پر تھام لے دامن
بہکنے کا بہانہ لے تو قصد بے تامل کو

(۳۵)
نَبِیُّنَا الْاٰمِرُ النَّاھِیْ فَلَا اَحَدٌ
اَبَرَّ فِیْ قَوْلِ لَا مِنْهُ وَلَا نَعَمٖ

حل لغات: نبینا۔ نبی، نبأ سے مشتق ہے، بمعنی خبر دینے والا۔ اصطلاح میں اس انسان کو نبی کہتے ہیں جسے اللہ نے اصلاح و تبلیغ کے لیے مبعوث فرما کر اپنی وحی کے ذریعے اس پر احکام نازل فرمائے ہوں۔ ہمارا نبی۔ الامر۔ حکم دینے والا۔ الناھی۔ منع فرمانے والا ہے۔ فلا احد۔ اور نہیں ہے کوئی۔ ابر۔ من البر۔ اسم تفضیل بمعنی الصدق، آپ سے زیادہ سچا۔ فی قول۔ اقوال میں۔ لا منه۔ نہیں فرمائیں۔ ولا نعم۔ یا ہاں۔

ترجمہ: ہمارے نبی حکم دینے والے، نہی فرمانے والے ایسے ہیں کہ آپ کا مثل کوئی نہیں صدق وعدہ میں ہاں اور نہ میں۔

شرح: نبی کی تعریف لغت میں مخبر ہے۔ اس لیے کہ نبی نبأ سے مشتق ہے اور اصطلاح میں نبی وہ انسان کامل ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہو مخلوق کی طرف تاکہ وہ اس میں وحی کے احکامات کی تبلیغ کرے۔

نبی اور رسول مرادف المعنی ہیں۔ ابن ہمام سے مروی ہے کہ اس سوال پر کہا گیا کہ

رسول وہ ایک مامور بالتبلیغ ہے اور اس کا صاحب کتاب ہونا ضروری ہے اور نبی کا صاحب کتاب ہونا ضروری نہیں۔ محض وحی بھی اس کے لیے کافی ہے۔

تو ہمارے حضور سید الکونین بھی ہیں، نبی آمر و ناہی بھی، رسول المرسلین سید الاولین بھی اور امور ممنوعہ عند اللہ کے ناہی اور امور مستحسنہ مثل فرائض و واجبات کے آمر۔ اور ایسے آمر و ناہی کے مثل اور انبیاء و مرسلین کے ہماری سرکار کے احکام دنیا میں قیامت تک تبدیل نہیں ہو سکتے جیسے کہ پہلے نبیوں کی شریعتیں منسوخ ہوتی رہیں۔ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

افلت شموس الاولین وشمسنا ابدا علیٰ افق العلی لاتغرب

حضرت زید العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قرآنہ برھاننا نسخا لادیان مضت

اذ جاء نا احکامہ کل الصحف صار العدم

کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی
ملک کونین میں انبیاء تاجدار تاجداروں کا آقا ہمارا نبی
سب چمک والے شیشوں میں چمکا کیے اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبی

اب ابو فی قول لا منہ ولا نعم کی تشریح صرف اتنی کافی ہے کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم اس شان کے صادق و مصدوق تھے کہ آپ کے اخلاق حمیدہ کی تعریف کرتے ہوئے علامہ خرپوتی اس بیت کی شرح میں فرماتے ہیں:

انہ علیہ الصلوۃ والسلام ما سئل عن شیء قط الاقال نعم

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز بھی کوئی نہ مانگتا مگر حضور اس کے سوال پر ہاں فرماتے"۔

چنانچہ فرزدق ابو الفراس نے ہشام بن عبد الملک کے سامنے جو منقبت حضرت زین العابدین کی کہی تھی۔ اس میں یہ بتاتے ہوئے کہ یہ کس گھرانہ کے معزز فرزند ہیں، کس صدف کے موتی ہیں۔ حضور کی تعریف میں کہتا ہے:

ما قال لا قط الا فی تشهده لو لا التشهد کانت لائه نعم

''اس سخی کونین، معطی دارین نے کبھی لا فرمایا ہی نہیں مگر التحیات کے اندر اشهدان لا اله الا الله کہا۔ اگر یہ التحیات نہ ہوتی تو ان کی لا بھی نعم کے معنی دیتی''۔

اف بے حیائیاں کہ یہ منہ اور تیرے حضور
ہاں تو کریم ہے تیری خو درگزر کی ہے
مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے

(۳۶)
هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِىْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ
لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

حل لغات: ھو۔ ضمیر راجع الیہ علیہ السلام، وہ سید الکونین والثقلین۔ الحبیب۔ حبیب ہیں۔ الذی۔ ایسے۔ ترجی۔ کہ امید کی جاتی ہے۔ شفاعتہٗ۔ ان کی شفاعت کی۔ لکل ھول۔ ل بمعنی فی اور ھول شدت و مصیبت۔ تمام شدت و مصیبت میں۔ من الاھوال۔ شدتوں اور مصیبتوں سے۔ مقتحم۔ از اقتحام، داخل شدن، بلاء بین الناس، جو انسانوں میں پھیل چکی ہو۔

ترجمہ: وہی حبیب لبیب ہیں کہ امید کی گئی ہے ان کی شفاعت کی ہر شدت و مصیبت میں، شدتوں اور مصیبتوں سے جو سختی کے ساتھ ان کے غلاموں پر نازل ہو چکی ہیں۔

شرح: اعتراض ہو سکتا ہے کہ صفت حبیب کو مختص حضور کی ذات پاک کے لیے کیوں کیا۔ جب کہ ابراہیم علیہ السلام بھی خلیل ہیں اور ہر وہ امتی محبوب ہے جو حضور کا متبع ہو، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (1)

اس کا جواب تو یہ ہے کہ اول تو خلیل و حبیب میں فرق بین ہے۔ اس لیے کہ خلیل بروزن فعیل ہے بمعنی فاعل، جو مسند ہے ابراہیم علیہ السلام کی طرف، جیسا کہ قرآن کریم

1۔ اے محبوب! تم فرما دو کہ لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ، اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

میں ارشاد ہے۔ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا۔(1)

اور حبیب بمعنی فاعل اور مفعول ہے یعنی حضور کی شان میں کہہ سکتے ہیں: محمد حبیب اللہ و اللہ حبیب محمد اور نسبت خلت ابراہیمی میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ابراھیم خلیل اللہ و اللہ خلیل ابراھیم۔

دوسرے یہ کہ خلیل اللہ علیہ السلام کو تقرب الی اللہ بواسطہ حاصل اور جناب حبیب اللہ کو الٰہی تقرب بلاواسطہ حاصل۔

تیسرے یہ کہ خلیل وہ ہے جس کو مغفرت امت کی آرزو ہو اور اس طمع میں وہ فرمائیں: وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓئَتِيْ (2)۔ اور حبیب وہ ہے کہ اس کے صدقہ میں مغفرت بحد یقین ہو۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے: لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ تا کہ اللہ بخش دے بہ سبب آپ کی ذات مقدس کے پہلے اور پچھلے گنہگار۔

چوتھے یہ کہ خلیل کو جو کچھ ملے وہ مانگنے پر اور حبیب وہ ہے کہ جو کچھ عطا ہو بغیر مانگے عطا ہو۔

پانچویں یہ کہ خلیل وہ ہے جو اپنے محبوب کی رضا جوئی میں اپنے فرزند کے ذبح کے لیے نہ صرف آمادہ ہو بلکہ گردن پر اپنے لخت جگر کے چھری رکھ دے اور رضا جوئی میں اس کی پرواہ نہ کرے۔

اور حبیب وہ ہے کہ محب اس کی رضا چاہے۔ حتی کہ محبوب کی مرضی کے موافق تحویل قبلہ بھی کر دی جائے اور صاف بشارت آئے کہ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔(3)

مذکورہ بالا وجوہ کی بناء پر حضور کی ذات اقدس کے ساتھ صفت حبیب کا حصر ثابت ہے

1۔ اور اللہ نے ابراہیم (علیہ السلام) کو اپنا گہرا دوست بنایا۔

2۔ اور وہ جس کی مجھے آس لگی ہے کہ میری خطائیں بخشے گا۔

3۔ ہم دیکھ رہے ہیں بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں پھیر دیں گے اس قبلہ کی طرف جس میں تمہاری خوشی ہے۔ ابھی اپنا منہ پھیر دو مسجد حرام کی طرف۔ ۱۲

اور صاف طور پر روشن ہے کہ حبیب بمعنی حقیقی بھی ایک ذات مقدس ہے۔ اور يُحْبِبْكُمُ اللهُ کے یہ معنی ہیں جو کسی شاعر نے واضح کیے ہیں:

ہم ہیں ان کے وہ ہیں تیرے تو ہوئے ہم تیرے ان کی امت بھی ہے اللہ کو پیاری ساری

تو یہ محبوبیت بطفیل سرکار امت مرحومہ کے مقرب افراد کو حاصل ہوئی جو بواسطہ حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

اور ترجی شفاعته جو فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ شفاعت عامہ، خاصہ ہے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا، اور کسی کو یہ منصب عظمیٰ حاصل نہیں۔

ایک روایت میں ہے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ایک رات شہر سے باہر تھا کہ مکاشفہ میں مجھے معلوم ہوا کہ اس شہر کے تمام لوگ اس وقت سو رہے ہیں اور کوئی بھی اپنے رب کی عبادت میں مشغول نہیں۔ تو میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر میں ان کے جلانے پر قادر ہوتا، تو سب کو جلا ڈالتا اس غفلت شعاری کی سزا میں۔ پھر معاً میں نے سوچا کہ اللہ کے بندوں کو جلانا اللہ کے شایان شان ہے میں کون جو ایسا خیال کروں۔ چنانچہ اس خیال پر میں نادم ہوا اور خیال کیا کہ اگر میں ان کی بخشش کے لیے شفاعت کا منصب رکھتا تو سب کی شفاعت کرتا، کہ معاً خیال آیا کہ شفاعت عامہ کا منصب تو مقصود ہے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر، میں نے کیا خیال کیا، اس پر بھی نادم ہو کر ذکر و شغل میں بیٹھ گیا کہ ہاتف غیبی نے آواز دی اور کہا: غزالی! اگر تو ان دونوں خیالوں سے نادم نہ ہوتا تو ہم تمہیں زمین کے کسی گہرے گڑھے میں ڈال کر تمہارا نام دفتر اولیاء سے محو کر دیتے۔

یہی وجہ ہے کہ ترجی شفاعته میں حضور کی ذات اقدس کے ساتھ اپنی امید مخصوص کی۔

ابن جوزی فرماتے ہیں:

الرجاء الطمع فيما يمكن حصوله بخلاف التمنی۔

''رجاء اس خواہش کو کہتے ہیں جس کا حصول ممکن ہو بخلاف تمنا کے کہ اس میں حصول مرام ضروری نہیں''۔

اور بعض نے کہا کہ:

الرجاء مختص بالطمع فی الممکن والتمنی عام۔

"رجاء مخصوص ہے اس طمع میں جس کا پورا ہونا ممکن ہو اور تمنا عام ہے"۔

والشفاعة هی طلب العفو

"اور شفاعت طلب عفو کو کہتے ہیں"۔

وشفاعة نبینا علیه الصلوٰة والسلام ثابتة بالاخبار والاحادیث الصحیحة

"اور حضور کی شفاعت اخبار واحادیث صحیحہ سے ثابت ہے"۔

قال المحقق الدوانی انه علیه السلام یشفع لجمیع الانس والجن الا ان شفاعته للکفار لتعجیل فصل القضآء فتخفف عنهم اهوال یوم القیامة وللمومنین للعفو ورفع الدرجات فشفاعته عامة لقوله تعالیٰ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔

"محقق دوانی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمام انس وجن کی شفاعت فرمائیں گے اور شفاعت کفار یوں نہ ہوگی کہ ان پر اس وقت سے پہلے حکم سزا نافذ ہو چکا ہوگا۔ تاہم اہوال قیامت میں تخفیف تو ان پر بھی حضور کی شفاعت سے ہو۔ اور مومنین کے لیے تو عفو معاصی اور ترقی مدارج حضور کی شفاعت سے ہوں۔ اس بناء پر آیہ کریمہ وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (1) سے حضور کی شفاعت عامہ ثابت ہے۔

صاحب مواہب نے شفاعت کو پانچ اقسام پر منقسم فرمایا اور اس طرح تصریح کی:

شفاعت اول، الاراحة من هول الموقف وهی اعظمها واعمها۔

"میدان حشر کی سختی اور مصائب میں تخفیف اور یہ زبردست شان رحمت ہو جو عام بلا میں ظاہر ہو"۔

دوسری شفاعت: جنت میں اپنے بہت سے غلاموں کو بلا حساب داخل فرمائیں۔

1۔ اور ہم نے تمہیں سارے جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے

تیسری شفاعت: ان کے حق میں ہو جو مستحق عذاب نار قرار پا چکے ہوں۔

چوتھی شفاعت: ان سیاہ کاروں کو جہنم سے نکالنا ہے جو دوزخ میں پکار رہے ہوں

پانچویں شفاعت: جنتیوں کے درجات کی ترقی کرانا ہے۔

اس پر حافظ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے چھٹی قسم اور فرمائی وہ تخفیف عذاب کی صورت میں ہے جو ان کے لیے ہو جو مستحق خلود فی النار ہو چکے ہوں۔

صاحب مواہب نے ساتویں قسم شفاعت یہ اور لکھی کہ سب سے اول حضور اہل مدینہ کو جنت میں داخل فرمائیں۔

یا الٰہی جب پڑے محشر میں شور دار و گیر — امن دینے والے پیارے پیشوا ساتھ ہو

یا الٰہی نامۂ اعمال جب کھلنے لگیں — عیب پوش خلق ستار خطا کا ساتھ ہو

مولای صل وسلم دائما ابداً — علی حبیبک خیر الخلق کلھم

عرض بیگی ہے شفاعت عفو کی سرکار میں — چھنٹ رہی ہیں مجرموں کی فرد ساری واہ واہ

کیا ہی ذوق افزا شفاعت ہے تمہاری واہ واہ — قرض لیتی ہے گنہ پرہیز گاری واہ واہ

(۲۷)

دَعَا اِلَی اللّٰہِ فَالْمُسْتَمْسِکُوْنَ بِہٖ

مُسْتَمْسِکُوْنَ بِحَبْلٍ غَیْرِ مُنْفَصِمِ

حل لغات: دعا الی اللہ۔ از دعوت، بلایا اللہ کی طرف یعنی دین الٰہی کی طرف۔ فالمستمسکون۔ فاء برائے تفریع، مستمسکون، از استمساک بمعنی تمسک یعنی پکڑنا ہاتھ سے، پس پکڑنے والے۔ بہ۔ ان کے دامن کو۔ مستمسکون۔ ایسے پکڑنے والے ہیں۔ بحبل۔ رسی کے ساتھ۔ غیر منفصم۔ از انفصام بمعنی انقطاع اسم فاعل کہ کبھی نہ کٹے۔

ترجمہ: اس حبیب لبیب نے جو سید الکونین سند الثقلین ہے، ہمیں اللہ کے دین کی طرف بلایا تو ان کی اطاعت کی رسی تھامنے والے ایسے تھامنے والے ہیں کہ کبھی منقطع نہ ہوں گے۔

شرح: قرآن کریم میں حضور کی منقبت فرماتے ہوئے وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا

مُنِیرًا(1) آیا ہے۔ اس شعر میں ناظم فاہم دعا الی اللہ فرما کر اسی آیہ کریمہ کے مفہوم کو ادا فرما رہے ہیں۔ چنانچہ شارح علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

ودعوته علیه الصلوٰة والسلام کانت الی جمیع ذی نطق من العرب والعجم واهل الکتاب والمجوس والوثنی والجن وغیر ذالک ولاجل هذا التعمیم حذف الناظم الفاهم مفعول دعا۔

"ہمارے حضور سید یوم النشور ﷺ کی دعوت حقہ تمام ذی نطق کے لیے عام ہے، عرب سے ہوں یا عجم سے، اہل کتاب ہوں یا مجوسی، بت پرست ہوں یا یہودی، جن ہوں یا انس۔ اسی تعمیم کے باعث ناظم فاہم رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کا مفعول حذف فرمایا"۔

اور مطلقاً دعا الی اللہ کہا۔ اور چونکہ دعوت و ارشاد میں فرق ہے اس لیے ارشاد نہیں کہا۔ بلکہ دعا کہہ کر ارشاد سے اجتناب فرمایا۔ کیونکہ ارشاد مستعمل ہے طبقۂ اولیاء میں اور دعوت مخصوص ہے انبیاء میں۔

اور مستمسکون استمساک سے ہے اور استمساک بمعنی تمسک آتا ہے اور تمسک کہتے ہیں کسی چیز کو ہاتھ سے مضبوط پکڑنے کو اور قرآن کریم میں بھی دین محمدی کی اطاعت کو وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا(2) کہہ کر حکم دیا تو اعتصام بحبل اللہ اطاعت محمد رسول اللہ ہے۔ تو استمساک بحبل بھی اطاعت بمحمد ﷺ ہے اور غیر منفصم فرما کر غیر منقطع اس لیے فرمایا کہ شریعت محمدیہ پر مہر اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ(3) لگ چکی ہے۔ تو دین محمدی ناسخ ادیان و ملل ہے اور یہ کبھی منسوخ ہونے والا نہیں۔ جب یہ دین قائم ثابت الی یوم القیامۃ ہے۔ تو مستمسکون بحبل غیر منفصم یعنی غیر منقطع صحیح ہوا۔

سب نبی نور ہیں لیکن، ہے تفاوت اتنا　　نیر نور ہو تم سارے نبی تاروں میں

مولای صل وسلم دائما ابدا　　علی حبیبک خیر الخلق کلهم

1۔ اور اللہ کی طرف بلانے والا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

2۔ اور اللہ کی رسی مضبوطی سے تھام لو سب مل کر۔ ۱۲

3۔ آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا۔ ۱۲

۳۸

فَاقَ النَّبِيِّيْنَ فِيْ خَلْقٍ وَّفِيْ خُلُقٍ
وَّلَمْ يُدَانُوْهُ فِيْ عِلْمٍ وَّلَا كَرَمِ

حل لغات: فاق، بمعنی ربح وزاد علیه فی الرفعة۔ وهو من الفوق والفوق والتفوق حقیقتهما ان یستعملا فی الرفعة المکانیة لکن استعمل ههنا فی الرفعة الرتبیة مجازا او استعارة (بلند مرتبہ ہوئے) النبیین۔ جمع نبی، الف لام جنسی (جنس انبیاء پر) فی خلق۔ خلق بفتح الخاء وسکون اللام۔ لغت میں تقدیر و ایجاد کے معنی دیتا ہے، اور یہاں مراد کمالات ظاہریہ ہیں، حسن صورت، تناسب اعضاء و اشکال و الوان اور اعتدال اطراف وغیرہ میں (شکل و صورت میں) و فی خلق بضم الخاء واللام، جمع خلق، بمعنی الطبعیة الحسنة، والمراد الکمالات الباطنیة واعتدال قوی النفس (اور اخلاق حسنہ وغیرہ میں) ولم یدانوه۔ واؤ استینافیة۔ یدانوه۔ از دنو بمعنی قرب یعنی (اور ہرگز نہ قریب ہو سکے وہ انبیاء اس حبیب سے) فی علم۔ (مرتبۂ وسعت علم میں) ولا کرم۔ اور نہ کرم عام میں۔

ترجمہ: ہمارے حضور تمام انبیاء پر فوقیت حاصل فرما چکے ہیں شکل و صورت ظاہری اور خلق حسن باطنی میں، اور کوئی نبی حضور کے مراتب کے قریب بھی نہیں پہنچ سکا مرتبۂ علم و کرم میں۔

شرح:

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضور کی ذات مقدس کو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام پر وہ تفوق عطا فرمایا کہ خلق اور حسن اور کمال و خصائل حمیدہ میں حضور کا نظیر محال اور جلال و جمال میں حضور اپنی آپ ہی نظیر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل الانبیاء ہیں۔ اور اس کا ثبوت آیات و احادیث میں واضح طور پر موجود ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (1)

یعنی رسولوں کو ہم نے ایک کو دوسرے پر فضیلت عطا فرمائی۔ اور اہل تفاسیر اس کے

1۔ یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا۔ ۱۲

ماتحت لکھتے ہیں۔

المراد به محمد عليه السلام

اس سے مراد ہمارے حضور محمد ﷺ ہیں۔

وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا اور (1)

وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ (2)

اس کے ماتحت بھی مفسرین ارادہ محمد علیہ السلام لکھ رہے ہیں۔

اور احادیث میں حضور ﷺ فرماتے ہیں:

انا سيد الاولين والآخرين ولا فخر۔

''میں اولین و آخرین کا سردار ہوں اور اس پر فخر و تکبر نہیں کرتا''۔

کہیں فرمایا:

انا سيد ولد آدم ولا فخر۔

''میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور اس پر فخر نہیں''۔

اور فرمایا:

انا اتقى ولد آدم و اكرمهم على الله ولا فخر۔

''میں اولا[illegible] اور فخر نہیں کہتا''۔

اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ:

اتانى جبريل فقال قلبت مشارق الارض و مغاربها فلم ار رجلا افضل من محمد عليه السلام

یعنی جبریل امین نے کہا:

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

اور ابتداء خلق سے حضور کی افضلیت مندرجہ ذیل احادیث بتارہی ہیں۔ حضور نے فرمایا:

1۔ اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے۔ ۱۲

2۔ اور ان میں ایک دوسرے پر درجوں بلندی دی۔ ۱۲

کنت نبیا و آدم بین الجسد و الروح۔

''ہم اس وقت عہد نبوت پر مامور تھے جب کہ آدم بین الجسد والروح تھے''۔

دوسری جگہ فرمایا:

کنت اول الانبیاء فی الخلق و آخرھم فی البعث۔

ہم باعتبار خلق اول الانبیاء ہیں۔ اور باعتبار بعثت آخر الانبیاء اور تفوق حسن و جمال بہجت وکمال سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی آیات موجود ہیں جو حضور کی ذات اقدس کو سب سے بلند و بالا بتاتی ہیں۔

چنانچہ وَالضُّحٰی ۙ وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی پر شارح خرپوتی فرماتے ہیں:

حیث استعیر الضحیٰ من وجھه علیه السلام و اللیل من صدغه علیه السلام و کفاک شاھدا حدیث انس قال قال علیه السلام ما بعث الله نبیا الا حسن الوجه وحسن الصوت و کان نبیکم احسنھم وجھا و احسنھم صوتا۔

''والضحیٰ میں لفظ ضحیٰ سے استعارہ اس وجہ منیر کا ہے اور لیل سے استعارہ گیسوئے محبوب کا ہے اس پر حدیث انس رضی اللہ عنہ کافی سند ہے جیسا کہ وہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا مگر حسین الوجہ اور حسین الصوت اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ حسین اور سب سے زیادہ ملیح الصوت ہیں''۔

الصبح بدا من طلعته والليل دجیٰ من وفرته
فاق الرسلا فضلا و علا اھدی السبلا لدلالته
سلک الشجر نطق الحجر شق القمر باشارته

اور اخلاق مرضیہ کی سند میں صریح الدلالت آیہ کریمہ شاہد ہے: وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (1) اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور کے خلق عظیم کا حضور پر حصر فرمایا۔ اور حدیث مؤطا میں احمد و مالک رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا:

1۔ بے شک تمہارا اخلاق بڑے شان کا ہے۔

بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ۔

"میں مبعوث ہی اس لیے کیا گیا کہ بہترین اخلاق کا اتمام فرماؤں"۔

اور اسی وجہ میں ناظم فاہم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیت میں ولم یدانوہ کہہ کر اس امر کی طرف اشارہ فرمایا کہ

ان الانبیاء علیہم السلام کانوا موسومین بالاخلاق المرضیۃ لکنہ علیہ السلام کان جامعا لجمیع الاخلاق العلیہ علی الاحوال السنیۃ بحیث لا یتصور فوقہ کمال۔

"تمام انبیاء علیہم السلام اخلاق مرضیہ کے ساتھ نوازے گئے اور ہمارے حضور کو اللہ نے جامع جمیع اخلاق عالیہ فرمایا، حتیٰ کہ حضور سے بلند اخلاق ہونے کا کسی طرف تصور بھی نہیں جا سکتا"۔

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
حق یہ کہ ہے عبداللہ اور عالم امکان کے شاہ
برزخ ہے وہ سر اللہ یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

اب یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ ادھر یہ فضائل کمال کا مظاہرہ ادھر خود حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد کہ لا تفضلونی علی یونس ابن متی اور لا تفضلوا بین الانبیاء۔ پھر دونوں مضامین میں تطبیق کیونکر ممکن ہو؟ اس کے جواب میں متعدد تاویلات ہیں:

اول یہ کہ حضور نے یہ اس امر کو منع فرمایا کہ حضور کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کسی نبی کی تنقیص وتوہین نہ ہو۔

دوسرے یہ کہ منع تفضیل حق نبوت میں ہے اور منصب رسالت میں، اس لیے کہ انبیاء من حیث النبوۃ ومن حیث الرسالۃ ایک ہیں۔ اب رہی فضیلت، اولوالعزمی اور شان محبوبی یہ ایک علیحدہ مرتبہ ہے چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا

بَعۡضَهُمۡ عَلٰى بَعۡضٍ ۘ مِنۡهُمۡ مَّنۡ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعۡضَهُمۡ دَرَجٰتٍ ـ (1)

تیسری یہ تاویل بھی ہے کہ حضور نے فضیلت غیر کو منع فرمایا قبل اس کے کہے جانے .

انه سید ولد آدم۔

"بے شک حضور اولاد آدم کے سردار ہیں"۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ لاتفضلونی جو حضور نے فرمایا، بطریق تواضع اور تحذر عن العجب ہے ورنہ یہ امر مسلم ہے کہ حضور کی ذات اقدس تمام علوم میں تمام انبیاء سے افضل ہے۔ اور امور آخرۃ اشراط ساعت احوال سعد او اشقیاء اور علم ما کان وما یکون (2)۔ سوا حضور کے کسی نبی کو مکمل عطا نہیں ہوئے اور قرآن کریم نے مطلقاً فرمایا:

وَعَلَّمَكَ مَا لَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ

"اے محبوب! جو آپ نہ جانتے تھے ہم نے تمہیں سکھا دیا"۔

اور حضور نے خود فرمایا:

اَنَا مَدِيۡنَةُ الۡعِلۡمِ

"میں علم کا شہر ہوں"۔

نیز تفوق علی الکرم میں حضور کی ذات کو قرآن کریم

اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ (3) فرما رہا ہے اور حضور نے بھی انا اکرم ولد آدم (4) فرمایا۔ یہ دوسرا بیت ہے جسے سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمایل فرما کر اظہار پسندیدگی فرمایا۔ لہٰذا قاری قصیدہ کو چاہیے کہ یہ شعر مبارک کم از کم تین بار تکرار کرے۔

1۔ یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں سے ایک کو دوسرے سے افضل کیا ان میں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا اور کوئی وہ جسے سب پر کئی درجے بلند کیا۔ ۱۲

2۔ آخرت کے احوال، قیامت کی علامات، خوش بختوں اور بدبختوں کے حالات اور جو ہو چکا اور جو ہونے والا ہے۔ اس کا علم۔ ۱۲

3۔ بے شک وہ عزت والے رسول ہیں۔ ۱۲

4۔ میں اولاد آدم میں سب سے بڑھ کر عزت والا ہوں۔ ۱۲

وَكُلُّهُمْ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ
غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّيَمِ

حل لغات: وکلھم۔ واؤ عاطفہ، کلھم۔ ضمیر راجع الی الانبیاء۔ اور تمام انبیاء کرام۔ من رسول اللہ۔ اللہ کے رسول خاص صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ ملتمس۔ از التماس۔ سائل اور عرض پرداز مقصد ہیں۔ غرفا۔ بالنصب مفعول ملتمس۔ الغرف اخذ الماء من الید ملئ الکف۔ چلو۔ من البحر۔ دریائے اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ او رشفا۔ او بمعنی یا رشف اخذ الماء بالفم ای جرعۃ یا گھونٹ۔ من الدیم۔ جمع دیمۃ۔ مطر بسکون بلا رعد ولا برق و یدوم اقل من ثلاثۃ ایام اکثرہ اربعون یوما۔ برستے ہوئے موسلا دھار مینہ سے۔

ترجمہ: تمام انبیاء سرکار دو عالم تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم لیل و نہار کے دریائے اخلاق کا ایک چلو یا ان کے ابر کرم کا ایک جرعہ لینے کے طالب ہیں۔

شرح

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

ارباب اصول کے نزدیک لفظ کل معرفہ کی طرف مضاف کیا جائے تو احاطۂ خبر کا موجب ہوتا ہے۔ اور اگر نکرہ کی طرف مضاف کریں تو احاطہ افراد کا موجب بتاتے ہیں۔

تو کلھم میں جو ضمیر جمع کی ہے وہ راجع الی الانبیاء ہے جو احاطۂ افراد نبی کا موجب ہے۔ اور من رسول اللہ سے مراد ہمارے آقا و مولیٰ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اگرچہ احادیث میں رسول اللہ تین سو تیرہ بتائے گئے ہیں۔ لیکن قرینہ بتا رہا ہے کہ یہاں لفظ رسول اللہ سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اور محققین سے مذکور ہے:

كلما ذكر لفظ رسول الله في كتب هذه الامة فالمراد منه نبينا صلى

اللہ علیہ وسلم دون غیرہ۔

"جب لفظ رسول اللہ اس امت مرحومہ کی کتابوں میں ذکر ہو تو اس سے مراد ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی ہیں اور دوسرے رسول مراد نہیں ہو سکتے"۔

ملتمس میں جو لفظ مشتق بہ التماس استعمال کیا، اس کی وجہ یہ ہے کہ طلب شے کے لیے سوال۔ امر التماس میں تین لفظ مستعمل ہیں:

اگر اپنے سے نیچے درجے والے سے کچھ مانگا جائے، تو اسے امر کہتے ہیں۔

اور اگر اعلیٰ سے ادنیٰ طلب کرے تو سوال کہتے ہیں۔

اور اگر طلب مساوی من المساوی ہو تو التماس کہیں گے۔

یہاں ناظم فاہم رحمۃ اللہ علیہ نے ملتمس بوجہ رعایت ادب انبیاء علیہم السلام کہا۔ اگرچہ مراتب علیا سے دوسرے انبیاء کو مساوات حاصل نہیں مگر نبی ہونے کی وجہ سے ان کا پاس ادب بھی لازمی تھا۔

غرفا من البحر او رشفا من الدیم میں غرف بفتح غین وسکون راء سے مراد اخذ الماء بالید ملئ الکف ہے۔ یعنی ہاتھ سے پانی چلو بھر کر لینے کو غرف کہتے ہیں۔ گویا یہ ظاہر کیا گیا کہ بحر خلق محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے انبیاء کرام نے چلو بھر حاصل کیا۔

او رشفا رشف عربی میں اخذ الماء بالفم کو کہتے ہیں، یعنی پانی منہ سے لینا جسے جرعہ یا گھونٹ کہا جاتا ہے۔

اور دیم جمع دیمہ کی ہے جو اس بارش کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جو بارش بغیر بجلی اور گرج کے ہو۔ اور ایسی بارش کم از کم تین روز رہتی ہے اور زیادہ سے زیادہ چالیس دن برستی ہے۔ اس کی اصل دومہ ہے دوام سے مشتق ہے۔

اور غرف دریا کے ساتھ اور رشف بارش کے ساتھ اس مناسبت کے لحاظ سے استعمال فرمایا کہ سمندر کا پانی کھاری ہوتا ہے۔ اس سے غسل، وضو، طہارت کی جاتی ہے تو دریا (سمندر) کے ساتھ چلو فرمایا۔ اور بارش کا پانی چونکہ شفاف اور شیریں ہوتا ہے اس پر رشف

استعمال کیا۔ تو حاصل معنی یہ ہوئے کہ تمام انبیاء کرام اور ہر ایک ان کا طالب ہے اور انہیں کے بحر علم سے سب حاصل کر رہے ہیں اس لیے کہ علم مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی وسعت فسحت میں مثل دریا کے ہے۔ اور کرم وسخاء محمد رسول اللہ ﷺ مثل موسلا دھار بارش کے۔ اور حضور چونکہ مفیض ہیں اور انبیاء مستفیض، جیسا کہ ثابت ہے۔ کہ اول اللہ تعالیٰ نے روح معطر محمد رسول اللہ ﷺ تخلیق فرما کر تمام علوم انبیاء ومرسلین اور علم ما کان وما یکون اسے عطا فرمایا۔ پھر انبیاء کو پیدا کیا۔ تو انہوں نے اپنے اپنے حصے اس بحر ذخار سے حاصل کیے۔ اور حدیث جابر سے بھی ثابت ہے:

اول ما خلق اللہ نور نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور انا من نور اللہ والخلق کلھم من نوری، والمراد انه تعالیٰ لما خلق نور محمد قبل الاشیاء خلق اللوح والقلم والسموت والارضین والعرش والکرسی والملائکة و الجنة والنار وارواح الانبیاء والمومنین ونور قلوبھم ونور انفسھم من نورہ علیه السلام فعلم الانبیاء کان کنقطة بالنسبة الی ما فی اللوح واللوح والقلم مخلوقان من نورہ علیه السلام فیکون علمھم نقطة من علمه علیه السلام کما لا یخفیٰ۔

خلاصہ یہ ہے: کہ لوح وقلم آسمان وزمین، عرش وکرسی، ملائکہ، جنت ودوزخ، ارواح انبیاء مومنین یہ سب حضور کے نور سے مخلوق اور ان کے علوم، علم مصطفیٰ ﷺ کا ایک نقطہ ہیں۔

یہ بیت ثالث ہے، جس پر حضور ﷺ نے تمایل فرمایا۔ لہٰذا یہ بیت بھی قاریٔ قصیدہ کو تین بار دہرانا چاہیے۔

نبیوں میں نبی ایسے کہ ختم الانبیاء ٹھہرے
حسینوں میں حسیں ایسے کہ محبوب خدا ٹھہرے

شفیعٌ، مطاعٌ، نبیٌ کریم
قسیمٌ، جسیمٌ، نسیمٌ وسیم

مولای صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم

۴۰ وَوَاقِفُوْنَ لَدَيْهِ عِنْدَ حَدِّهِمِ
مِنْ نُقْطَةِ الْعِلْمِ اَوْ مِنْ شَكْلَةِ الْحِكَمِ

حل لغات: وواقفون۔ واؤ عاطفہ۔ واقفون خبر بعد خبر للمبتدا۔ از واقف۔ بمعنی مطلع، اور تمام انبیاء جانتے ہیں۔ لدیه۔ بمعنی عند، دربار رسالت کے نزدیک، عند، قرب، حدھم۔ اپنی حدود منصب کا۔ من نقطة العلم۔ النقطة مالا يقبل القسمة اصلا ای لا فرضا ولا عقلا ولا وهما۔ کہ وہ نقطہ ہیں علم مصطفیٰ کا۔ اوشکلة۔ والشكلة من شكلت الكتاب ای قیدته بالاعراب۔ بالاعراب ہیں۔ الحکم۔ حکمت (محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے۔

ترجمہ: تمام انبیاء دربار رسالت میں اپنے منصب کو جانتے ہیں اور اپنے حدود منصب پر حاضر ہیں نقطہ علم کی صورت یا اعراب حکمت کے مطابق۔

شرح: خلاصہ مفہوم شعر یہ ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کتاب علم کے نقطہ ہیں یا آپ کی حکمتوں کے دفتر کے اعراب یعنی زیر زبر ہیں۔ حاصل یہ کہ جو علم اور حکمتیں حضور کو عطا ہوئی ہیں وہ اتنی وسیع ہیں کہ علم و حکم انبیاء کو ان سے وہی نسبت ہے جو نقطہ اور اعراب کو کتاب سے نسبت ہوتی ہے اور چونکہ انبیاء کرام کے درجات مختلف ہیں۔ اس وجہ سے اسے عطف کر کے فرق مراتب دکھانے کو کہا کہ بعض مثل نقطہ کے ہیں جو قابل انقسام نہیں ہوتا اور بعض مثل اعراب کے ہیں جو نقطہ کے مجموعہ سے بصورت خط ظاہر ہوتے ہیں اور قابل انقسام ہوتے ہیں۔ مختصر یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وسعت علم تمام انبیاء پر فائق اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا منصب جلیل جملہ مرسلین سے بلند ہے۔

اب مفصل تشریح عرض ہے:

واقفون کے معنی مطلعون بھی ہیں اور وقف سے اگر لیے جائیں تو کھڑے ہونے کے بھی معنی بنتے ہیں۔ اور لدیه، لدیٰ سے ہے۔ جس کے معنی عند کے ہیں اور ہ جو ضمیر ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف راجع ہے۔ اور لغت میں لدی کی آٹھ صورتیں ہیں:

(۱) لدی بالف مقصورہ۔

(۲) لدن بفتح لام وضم دال وسکون نون، لَدُنْ۔

(۳) لدن بفتح لام وسکون دال وکسر نون، لَدْنِ۔

(۴) لدن بفتح لام والدال وسکون نون، لَدَنْ۔

(۵) لدن بضم لام وسکون دال وکسر نون، لُدْنِ۔

(۶) لد بفتح لام وسکون دال، لَدْ۔

(۷) لد بضم لام وسکون دال، لُدْ۔

(۸) لد بفتح لام وضم دال، لَدُ۔

ان تمام لفظوں کا ترجمہ عند بمعنی نزدیک کیا جاتا ہے۔ لیکن لفظ لَدیٰ کا ترجمہ مخصوص طور پر نزدیک کا ہوتا ہے۔ علاوہ اس کے بقیہ الفاظ کا اگرچہ ترجمہ، عند، ہی ان کا بھی ہے۔ مگر ان میں نزدیکی اور قرب شرط نہیں۔ مثلاً ''المال عند زید'' کہہ کر دونوں معنی لیے جا سکتے ہیں، خواہ وہ مال زید کے پاس ہو خواہ اس کے خزانہ میں ہو۔ لیکن جب المال لدی زید، کہا جائے گا۔ تو اس سے اس مال کو زید کے غایت درجہ قرب میں سمجھا جائے گا۔

اور حد بفتح حاء چھ معانی دیتا ہے۔ اول بمعنی مرتبہ، دوم بمعنی غایت ونہایت، سوم بمعنی حاجز ومانع بین الشیئین۔ چہارم بمعنی تشحید السیف، پنجم بمعنی عقوبت مقدرہ جس کو قائم کرنا امام کے اختیار میں ہو۔ ششم بمعنی تعریف جو ذاتیات پر مشتمل ہو۔ اور بیت مذکور میں حد کے معنی مرتبہ کے ہیں۔

من نقطة العلم من بیانیہ ہے اور واقفون کا مفعول ثانی۔ اس سے حاصل معنی بیت مبارک کے یہ ہوئے، کہ انبیاء کرام مطلع ہیں حضور سید الانبیاء ﷺ میں اپنے مراتب پر، اور وہ واقفیت نقطہ علم یا شکل حکمت کے مطابق ہے۔

یعنی علم مصطفیٰ ﷺ علم الٰہی کے مقابلہ میں مثل نقطہ ہے اور حکمت الٰہیہ کے مقابلہ میں ایک شکلہ ہے اور علم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اس نقطہ اور اس شکلہ حکمت کا ایک ادنیٰ

جز ہے۔

اور یہ اطلاع لیلۃ المعراج میں حضور ﷺ کو اس وقت حاصل ہوئی جب کہ مجلس الٰہیہ میں حضور ﷺ کو حضوری حاصل ہوئی۔ اس وقت حضور ﷺ نے تمام انبیاء کے علوم و حکمت کا مطالعہ فرما کر اپنے علم و حکمت کا علم الٰہی کے مقابلہ میں اندازہ فرمایا۔ یا یہ اطلاع لواء حمد کے نیچے قیامت کے دن واضح ہو۔ جیسا کہ روایت ہے کہ تمام انبیاء کرام لواء حمد کے نیچے جمع ہوں۔ اور یہ علم مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا ایک جلوہ ہے اور وہاں ہر نبی اپنے مرتبہ کے موافق کھڑا ہو، یا یہ منصب خلق ارواح قبل الاجساد کے وقت حضور ﷺ کو عطا ہوا۔

اسی بناء پر شفا میں قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خص اللہ تعالیٰ به علیه السلام الاطلاع علی جمیع مصالح الدنیا والدین ومصالح امته وما کان فی الامم وما سیکون فی امته من النقیر والقطمیر وعلی جمیع فنون المعارف کاحوال القلب والفرائض والعبادة والحساب و قد وردت آثار۔

وفی حدیث یروی عن معاویة رضی اللہ عنه کان یکتب بین یدیه صلی اللہ علیه وسلم فقال له الق الدواة وصرف القلم ورقم الباء وفرق السین ولا تحور المیم وحسن اللہ ومد الرحمن و جود الرحیم مع انه صلی اللہ علیه وسلم لم یکتب ولم یقرا من کتاب الاولین قطعا کما قال تعالیٰ وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ۔

”خلاصہ یہ کہ حضور ﷺ کی ذات اقدس اطلاع مصالح دنیا و دین سے متمتع تھی اور آپ ﷺ کو امت کے حالات اور جو کچھ کر رہے ہیں اور کریں گے سب پر عبور تھا اور تمام فنون کا علم حضور ﷺ کو حاصل تھا۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے رسم خط کی تعلیم دی اور فرمایا: میم اس طرح لکھو، ب ایسے لکھو۔ س یوں لکھو وغیرہ وغیرہ“۔

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانیں منہ میں زبان نہیں نہیں بلکہ جسم میں جان نہیں

(۴۱)
فَهُوَ الَّذِیْ تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُوْرَتُهٗ
ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِیْبًا بَارِئُ النَّسَمِ

حل لغات: فهو الذی۔ الفاء للنتیجة وهو بسکون الهاء، راجع الی نبینا۔ پس ہمارے نبی وہ ہیں۔ تم۔ بمعنی کمل، کہ مکمل ہوگیا۔ معناہ۔ اسم مکان و معنی الرجل کماله، ان کا کمال ظاہری۔ وصورته۔ والصورة کماله الباطنی اور کمال باطنی۔ ثم۔ اما علی اصلها اعنی للتراخی الزمانی۔ پھر۔ اصطفاہ۔ انتخاب کیا ان کا۔ حبیبا۔ محبوبیت کے لیے۔ باری۔ پیدا کرنے والے۔ النسم۔ ارواح عالم نے۔

ترجمہ: پس آپ ہی کی ذات مقدس ہے جو اپنے ظاہری کمالات اور باطنی ترقیوں میں مکمل ہے اور جن کو محبوبیت کے لیے چنا خالق ارواح نے۔

شرح: خلاصہ مفہوم یہ ہے کہ جب یہ ثابت ہو چکا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلق و خلق میں سب سے افضل، اشرف، اجمل، اکمل ہیں اور جمیع کمالات ظاہری و باطنی کے جامع، تو یہ امر بھی واضح ہوگیا کہ آپ فضائل ظاہری و باطنی میں بھی مرتبہ کمال پر پہنچے ہوئے ہیں۔ اور سب میں بڑی رفعت منصب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو خالق جمیع ارواح ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا حبیب بنایا۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

ان الله اصطفیٰ من ولد ابراهیم اسماعیل واصطفیٰ من ولد اسماعیل بنی کنانة واصطفیٰ من بنی کنانة قریشا واصطفیٰ من قریش بنی هاشم واصطفانی من بنی هاشم۔(1)

1۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو خاص کیا اور اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ سے قریش کو اور قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے اللہ تعالیٰ نے مجھے خصوصیت بخشی۔

خود حسن و جمال بے نہایت داری ہم جود و کرم بحد غایت داری

مولای صل وسلم دائما ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلهم

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيْكٍ فِيْ مَحَاسِنِهٖ
فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْقَسِمِ ۴۲

حل لغات: منزہ۔ از تنزیه، بمعنی تبرئه و التبعیه اسم مفعول خبر مبتدا محذوف، پاکیزہ ہیں۔ عن شریک۔ بروزن فعیل، نکرہ بمعنی معادل، اپنے ہمسر سے۔ فی محاسنہ۔ جمع حسن، حسن ظاہری و باطنی میں۔ فجوھر الحسن۔ الفاء للنتیجة، جوھر معرب از گوھر وعند البعض من الجھر، بمعنی الحجر المستخرج کالیاقوة والزبرجد و الزمرد و فی ھذا المقام من الجوھر جوھر الحکمة یعنی مادة واصل الحسن۔ فیه۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے۔ غیر منقسم۔ غیر تقسیم شدہ ہے۔

ترجمہ: وہ ہستی مقدس بالاتر ہے اپنے محاسن میں کسی کی شرکت سے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جوہر حسن آپ کے سوا کسی دوسرے میں منقسم نہیں۔

شرح: یعنی ذات اقدس محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے منزہ ہے کہ آپ کی خوبیوں میں بالذات کوئی آپ کا شریک و نظیر ہو۔ بلکہ تمام محاسن میں آپ مستقل ہیں۔ اور دیگر انبیاء میں جتنی خوبیاں اور محاسن ہیں وہ آپ کی خوبیوں کے ظل ہیں کیونکہ وہ آپ ہی سے مستفاد ہیں۔ یہ اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ اول مخلوق کون ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یا جابر اول ماخلق اللہ نور نبیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم

"اے جابر! سب سے اول اللہ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور پیدا فرمایا"۔

اور پھر اس نور کو پھیلا کر اس سے لوح و قلم، عرش و کرسی، ملک و ملکوت اور تمام عالم و آدم پیدا کیے۔

اور لفظ جوہر میں ایک لطیف اشارہ اس امر کی طرف بھی ہے کہ حقیقت حسن عدم انقسام میں مثل جوہر فرد کے ہے اور غیر منقسم اس لیے کہا کہ حقیقت حسن مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے حصص واجزا نہیں کیے گئے۔ بلکہ وہ تمام وکمال اولاً آپ ہی کی ذات شریف پر منحصر رہے۔ اور تمام عالم میں جو کچھ ہے وہ آپ کا پرتو اور ظل ہے۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری　　لب لعل و خط سبز و رخ زیبا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری　　شیوہ و شکل و شمائل حرکات و سکنات

تحقیق جوہر

حکماء کے نزدیک جوہر پانچ ہیں: اول ہیولی، دوم صورت، سوم جسم، چہارم عقل، پنجم نفس۔

متکلمین کے نزدیک جوہر دو ہیں:

اول جوہر فرد جو لایتجزی ہوتا ہے۔ دوم نفس۔

اس بیت میں ناظم رحمۃ اللہ علیہ کی مراد جوہر سے جوہر متکلمین ہے۔ یعنی اصل حسن اور مادہ۔

خذ بر جوہر فرد است دلیل تقسیم　　گربہ بازیچہ شوم مجرم ارباب کلام

سرتابقدم ہے تن سلطان زمن پھول　　لب پھول دہن پھول بدن پھول ذقن پھول

دل بستہ وخون گشتہ نہ خوشبو نہ لطافت　　کیوں غنچہ کہوں ہے میرے آقا کا دہن پھول

دَعْ مَا ادَّعَتْهُ النَّصَارٰى فِيْ نَبِيِّهِمْ
وَاحْكُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِيْهِ وَاحْتَكِمِ ۴۳

حل لغات: دع، از ودع یدع، بمعنی اترک، چھوڑ۔ ما۔ موصولہ، اس کو جو کچھ۔ ادعتہ۔ ماضی مونث، از ادعاء دعوی کیا۔ النصاریٰ۔ نصاریٰ نے۔ فی نبیھم۔ اپنے نبی کی شان میں۔ واحکم۔ امر، ای احکم علیه واعمل ما اردته من المدح۔ اور حکم لگا۔ بما شئت۔ جو کچھ تو چاہے۔ مدحا فیه۔ ان کی مدح ونعت میں۔ واحتکم۔ از احتکام۔ بمعنی فیصلہ، اور فیصلہ کر اور یقین۔

ترجمہ: وہ نعت چھوڑ جو عیسائیوں نے اپنے نبی کی شان میں کہی کہ ابن اللہ بنا ڈالا۔ اور اس کے سوا جو کچھ نعت میں کہنا چاہے حکم لگا کر اور فیصلہ کر کے کہہ۔

شرح: نصاریٰ جمع نصران کی ہے۔ وجہ تسمیہ اس کی ایک تو یہ ہے کہ انہوں نے اپنے نبی عیسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا۔ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ (1) اس اعتبار سے نصرانی کہلائے یا اس وجہ سے کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک قریہ میں گئے تھے جس کا نام نصران یا ناصرہ تھا تو یاء نسبت لگا کر نصرانی نام ہو گیا۔ اور فی نبیھم سے مراد عیسیٰ روح اللہ علیٰ نبینا وعلیہ السلام ہے۔ اور "مما ادعته النصاری" سے مراد وہ اعتقادیات باطلہ کاسدہ فاسدہ ہیں جو نصاریٰ میں رائج ہیں۔ یعنی تولید وحلول واتحاد۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد عیسائیوں میں تفرقہ ہوا۔ اور فرقے بنتے بنتے بہتر تک پہنچ گئے۔

ان میں سے بڑے تین فرقے ہیں: (۱) ملکانیہ، (۲) نسطوریہ (۳) یعقوبیہ۔

ملکانیہ ان دو بادشاہوں کی جماعت کا نام ہے جو عظماء روم میں سے تھے، ان کا عقیدہ تھا کہ مسیح میں لاہوت وناسوت جمع ہو گئے ہیں اور کلمۃ اللہ جسد مسیح سے پیدا ہوا۔ اس بناء پر معاذ اللہ مسیح قدیم ازلی ہیں اور مریم سے اللہ ازلی پیدا ہوا۔ اور لفظ ابوت اور ربوبیت اللہ تعالیٰ پر اطلاق کیا جا سکتا ہے۔ اور اس کی سند انجیل سے لیتے تھے کہ انجیل میں مسیح کی تعریف میں ہے: انک انت الابن الوحید آیا ہے۔ "یعنی تو بے شک یکتا بیٹا ہے"۔ حالانکہ یہاں ابن سے مراد مقرب اور معزز عبد سے تھی۔

اور نسطوریہ، نسطور حکیم کے متبعین کی جماعت کا نام ہے۔ یہ عہد مامون میں ظاہر ہوئے۔ اور انہوں نے انجیل میں تصرف کر کے بہت کچھ تحریفات کیں، اور اپنا عقیدہ اس طرح ظاہر کیا:

ان اللہ تعالیٰ واحد ذواقانیم ثلاثۃ الوجود والعلم والحیاۃ وھذہ الاقانیم لیست بزائدۃ علی الذات وحلت ھذہ الصفات فی بدن عیسیٰ علیہ السلام ولذا یحیی الموتیٰ ویبرئ الاکمہ والابرص۔

1۔ ہم دین خدا کے مددگار ہیں۔

"نسطور حکیم نے جب کمالات مسیح دیکھے تو اس نے کہا: عیسیٰ میں خدا کا وجود حلول کیے ہوئے ہے۔ وجود علم حیاۃ ان تینوں صفتوں کے ساتھ خدا مسیح میں حلول کر چکا ہے۔ اس وجہ میں عیسیٰ علیہ السلام احیاء موتی اور ابراء اکمہ وابرص کرتے ہیں"۔

یعقوبیہ یہ ایک شخص یعقوب نامی تھا۔ اس کی جماعت کے متبعین ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ تھا کہ کلمہ منقلب بہ لحم ہو کر دم ہوا اور وہ خدا بن گیا اور اس خدا کا نام مسیح ہوا۔ اور وہ مسیح ظاہر بجسد عنصری ہو گیا۔

تو ناظم فاہم فرماتے ہیں کہ ہمارے حضور کے معجزات و کمالات مرتبہ مسیح سے کہیں زیادہ دیکھ کر تم بہک نہ جانا۔ بلکہ نصاریٰ کے عقیدوں کو چھوڑ کر واحکم بما شئت مدحا۔ جو چاہو مدح و نعت کرنا اور اس پر محاکمہ کر کے قطعی فیصلہ کر لینا۔ لیکن یہ خیال رکھنا کہ صفاته علیه السلام حادثة وصفاة الله قديمة۔ ہمارے حضور کے تمام اوصاف حادث، جائز الفناء ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات قدیم ہیں۔

یا صاحب الجمال ویا سید البشر من وجهک المنیر لقد نور القمر
لایمکن الثناء کما کان حقهٔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر (1)

فَانْسُبْ اِلٰی ذَاتِهٖ مَاشِئْتَ مِنْ شَرَفٍ
(۴۳)
وَانْسُبْ اِلٰی قَدْرِهٖ مَاشِئْتَ مِنْ عِظَمٍ

حل لغات: فانسب۔ امر، پس نسبت کر۔ الی ذاته۔ اس ذات والا کی طرف۔ ماشئت۔ جتنا تو چاہے۔ من شرف۔ تنوینه للتعظیم تعظیم و شرف سے۔ وانسب۔ اور نسبت کر۔ الی قدره۔ ان کے مرتبہ کی طرف۔ ماشئت۔ جتنا تو چاہے۔ من عظم۔ عظمتوں سے۔

ترجمہ: پس نسبت کر اس ذات والا محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف جتنا تو چاہے، تعظیم و شرف

1۔ اے حسن و جمال والے اور اے تمام انسانوں کے سردار! آپ کے چہرۂ انور سے چاند روشن ہوا ہے آپ کی تعریف کا جیسا حق ہے کسی سے ادا نہیں ہو سکتی، قصہ مختصر یہ ہے کہ خدا کے بعد آپ ہی ساری مخلوق سے افضل ہیں۔
(تفسیر عزیزی میں مذکورہ اشعار موجود ہیں)

سے، اور نسبت کر اس کے مرتبہ کی طرف جتنا تو چاہے عظمتوں سے۔

شرح: بات واضح اور روشن ولائح ہے کہ جب یہ معلوم ہو چکا کہ باعث تخلیق عالم اور سبب تکوین آدم آپ کی ذات مقدس ہے۔ اور جس قدر کمالات، انبیاء کرام علیہم السلام کو حاصل ہوئے وہ سب اس آفتاب فیوض و برکات کے پرتو اور اس بحر نا پیدا کنار کا ایک چلو اور اس نیسان رحمت (بارش) کا ایک قطرہ ہیں۔ اور باوجود اس کے تجھے ان کی صفات جمیلہ پر عبور تام اور علم تمام حاصل نہیں۔ تو جتنا تو سمجھ چکا ہے اس اعتبار سے ان کے شرف عظیم اور کرم کثیر اور جمال خلق اور تناسب اعضاء اور کرم بدا طیب عرق ذکاء، لب صفاء جنان بلاغت کلام فصاحت لسان اور تمام کمالات انسانیہ کے ماتحت جو کچھ چاہے بیان کر اور سمجھ لے کہ وہ ہستی مقدس منبع الاحسان اور مبدع الرحمٰن ہے۔

اور مصرع ثانی میں عظم جو فرمایا، اس کی وجہ یہ ہے کہ شرف منتسب الی الذات ہوتا ہے۔ اور عظمت منتسب الی الصفات ہوتی ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہرقل کو جب نامہ عالی روانہ کیا۔ تو اس میں تحریر فرمایا: من محمد رسول اللّٰہ الی هرقل عظیم ملک الروم تو لفظ عظیم مکتوب عالی میں بالنسبت الی المرتبت لکھا گیا نہ کہ بالنسبت الی الذات، تو بماشئت من عظم میں علو قدر و منزلت و مرتبت جمال طور اور صفات نور اور عظمت معجزات اور خصوصیت فی المعراج اور امامت الی الانبیاء اور دنو الی جناب العلیٰ اور تفضیل روز قیامت باللوا اور امتیاز بالوسیلہ اور شفاعت کبریٰ مراد ہے۔

سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے
باغ خلیل کا گل زیبا کہوں تجھے

گلزار قدس کا گل رنگین ادا کہوں
درمان درد بلبل شیدا کہوں تجھے

اللہ رے تیرے جسم منور کی تابشیں
اے جان جان میں جان تجلا کہوں تجھے

بے داغ لالہ یا قمر بے کلف کہوں
بے خار گلبن چمن آراء کہوں تجھے

مجرم ہوں اپنے عفو کا ساماں کروں شہا
یعنی شفیع روز جزا کہوں تجھے

فَاِنَّ فَضۡلَ رَسُوۡلِ اللّٰہِ لَیۡسَ لَهٗ ۝۴۵
حَدٌّ فَیُعۡرِبَ عَنۡهُ نَاطِقٌ بِفَمِ

حل لغات: فان۔ فاللتعلیل، پس تحقیق۔ فضل۔ فضائل، رسول اللہ، رسول اللہ کے۔ لیس لہ۔ نہیں ہے واسطے ان کے۔ حد۔ بمعنی غایت و نہایت، کوئی حد۔ فیعرب۔ مضارع از اعراب۔ بفصاحت ظاہر کرنا، جو بالفاظ فصیح ظاہر ہو۔ عنہ۔ ان سے۔ ناطق۔ بولنے والے۔ بفم۔ اپنے منہ سے۔

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل کی کوئی حد نہیں جو بالفاظ فصیح بولنے والا اپنے منہ سے بول سکے۔

شرح: فرماتے ہیں کہ میں نے جو پہلے بیت میں کہا تھا۔ کہ دع ما ادعتہ النصاریٰ۔ نصاریٰ نے جو نعت کی اسے چھوڑ کر جو کچھ تو چاہتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدحت میں کہہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات شریف کی طرف جو خوبیاں اور فضائل تو منسوب کرے گا، وہ مرتبۂ رسالت سے ادنیٰ ہی ہوں گے۔ اس لیے کہ اس رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مناصب کی کچھ حد اور نہایت نہیں کہ کوئی فصیح اللسان، بلیغ البیان اپنی زبان ناطق سے واضح کر سکے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وضم الالہ اسما باسم نبیہ اذ قال فی الخمس المؤذن اشھد
وشق لہ من اسمہ لیجلہ فذو العرش محمود وھذا محمد

کسی عاشق نے خوب کہا ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی منقبت اپنے مقالہ میں نہیں کرتا۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کی برکت سے اپنے مقالہ کو مقبول بنا رہا ہوں، حیث قال:

ما ان مدحت محمدا بمقالتی لکن مدحت مقالتی بِمُحَمّدٖ

کہاں طاقت بشر کو مدح مصطفےٰ ٹھہرے
مدح ذات پاک احمدی جب خود خدا ٹھہرے

لَوْ نَاسَبَتْ قَدْرَهُ اٰيَاتُهُ عِظَمًا

(۶۶) اَحْىٰ اسْمُهٗ حِيْنَ يُدْعٰى دَارِسَ الرِّمَمِ

حل لغات: لو۔ شرطیہ۔ اگر۔ ناسبت۔ ماضی مؤنث، از مناسبت، مطابق ہونا، مطابق ہوتے۔ قدرهٗ۔ قدرومنزلت کے برابر۔ اياته۔ ان کے معجزات۔ عظما۔ عظمت میں۔ احی۔ ماضی، از احیاء، زندہ کرنا، زندہ کردیتا۔ اسمه۔ ان کا نام پاک۔ حین۔ جب کہ۔ یدعی۔ پکارا جاتا۔ دارس۔ اسم فاعل از درس، ناپدید و بے نشان ہونا، مٹے ہوئے۔ الرمم۔ جمع رمتہ، استخوان بوسیدہ، بوسیدہ ہڈیوں کو۔

ترجمہ: اگر تو ہمارے حضور کی قدرومنزلت کو برابر ان کے معجزات عظیمہ کے دیکھتا تو زندہ کردیتا ان کا نام پاک جب کہ پکارا جاتا بے نشان اور بوسیدہ ہڈیوں کو۔

شرح: یعنی اگر حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کا ظہور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبہ اور عزوشرف کے مطابق ہوتا تو جب اور جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم شریف لیا جاتا، استخوانہائے بوسیدہ کو وہ نام پاک زندہ کردیتا، بعض نے یوں شرح کی: کہ آیات سے مراد اسماء مبارک سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ گویا ناظم فاہم فرماتے ہیں: کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزو منزلت اسماء مبارک کے مشابہ ہوتی تو جیسے مسمی یعنی ذات بابرکات سے احیاء اموات کا معجزہ ظہور میں آیا۔ ایسا ہی اسم مبارک سے مردہ تو کیا سڑی اور بوسیدہ ہڈیوں میں جان آ جانی چاہیے تھی۔ اس پر علامہ خرپوتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومن فهم هٰذا البيت ان مراد الناظم ان احياء الموتىٰ لم يعط له عليه الصلوٰة والسلام اصلا فقال معترضاً على الناظم ان هٰذا البيت مخالف لما سيأتي "وكل اى اتى الرسل الكرام بها". اذ يفهم منه ان احياء الموتىٰ اعطى اليه عليه السلام اذكان ذالك معجزة عيسىٰ عليه السلام وهٰذه المعجزة اتصلت الى عيسىٰ عليه السلام من نور نبينا عليه السلام انتهى فقد خبط خبط عشواء وركب متن عمياء اذ ليس مراد الناظم انه لم تعط له

عليه السلام هذه المعجزة اصلا بل مراده ان تلك المعجزة لم تعط له عليه السلام بعد وفاته الى يوم القيامة والا فهو عليه السلام جامع لجميع معجزات التى ظهرت فى ايدى سائر الانبياء مع معجزات خاصة به عليه الصلوٰة والسلام ان كنت فى ريب مما ذكرنا فانظر ماذكر فى دلائل النبوة۔

''یعنی جو اس بیت کے معنی یہ سمجھا کہ معجزہ احیاء موتی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا نہیں کیا گیا۔ وہ اس بیت پر بھی اعتراض کرے گا جو آگے آ رہا ہے: وکل آی اتی الرسل الکرام بھا۔ اور کہے گا: کہ پہلے تو معجزہ احیاء کا ناظم انکار کر گئے اور یہاں فرماتے ہیں، کہ ہر معجزہ جو انبیاء قوم پر پیش کر گئے، وہ سب ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صدقہ تھے، اور حقیقت یہ ہے، کہ معجزۂ احیاء موتی معجزہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور مبارک کے پرتو سے ملا۔ اور وہ شخص جو اس بیت کے معنی وہ سمجھا جو ہم ذکر کر آئے ہیں۔ وہ مخبوط الحواس اور آنکھوں کا اندھا ہے۔ ناظم فاہم رحمۃ اللہ علیہ کی مراد اس شعر میں ہرگز یہ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معجزۂ احیاء موتی نہیں عطا ہوا۔ بلکہ مقصود اس امر کا اظہار کرنا ہے کہ احیاء موتی کا معجزہ بعد وفات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیامت تک کے لیے نہیں دیا۔ اگر دیا جاتا تو نام پاک بھی مردہ زندہ کر دیتا۔ ورنہ وہ ہستی پاک تو جامع جمیع کمالات و معجزات ہے بلکہ تمام معجزات اور کمالات انبیاء حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات کا پرتو ہیں۔ اور اگر تجھے اب بھی شک ہے۔ تو دلائل النبوت میں جو معجزات منقول ہیں، انہیں دیکھ''۔

چنانچہ نقل فرماتے ہیں کہ عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ایک جوان مر گیا جو انصاری تھا۔ اور اس کے اطراف بھی باندھ دیے گئے کہ اس کی ماں ضعیفہ نابینا آئیں اور انہیں ان کے اس جوان بیٹے کی موت کی خبر دی تو انہوں نے ہاتھ اٹھائے اور کہا:

اللّٰهم ان كنت تعلم انى هاجرت اليك والى نبيك رجاء ان تغيثنى فى كل شدة فلا تحمل على هذه المصيبة بحرمة نبيك۔

''الٰہی اگر تو جانتا ہے کہ میں نے تیری طرف اور تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اس

امید پر ہجرت کی تھی کہ تو ہر بلا و مصیبت میں میری مدد فرمائے گا تو یہ مصیبت مجھ پر اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقہ میں نہ ڈال"۔

اس دعا کے بعد اس کا مردہ بیٹا زندہ تھا، اس کا منہ کھولا، وہ کھڑا ہوا اور حاضرین کے ساتھ اس نے کھانا کھایا۔

اور ایسا ہی دوسرا واقعہ ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے حضور ﷺ کی دعوت کی اور بکری ذبح کی تو آپ کے بڑے صاجزادے نے چھوٹے صاجزادے سے پوچھا: ہمارے ابا جان نے بکری کس طرح ذبح کی تھی تو چھوٹے صاحب نے کہا: آؤ میں بتاؤں۔ بڑے بھائی آگے بڑھے۔ انہوں نے انہیں لٹایا اور ہاتھ پیر باندھ کر چھری اٹھائی اور ذبح کر دیا اور سر لے کر اپنی ماں کے پاس پہنچے ماں رونے لگیں تو انہیں خوف آیا اور سمجھے کہ یہ مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے۔ خوف زدہ بھاگے اور چھت پر چڑھ گئے اور ماں پیچھے پیچھے چھت پر پہنچی، تو انہوں نے خوف کے مارے چھلانگ لگائی اور زمین پر آ کر جان دے دی۔

والدہ نے یہ واقعہ فاجعہ دیکھ کر سوچا کہ ادھر حضور ﷺ کی دعوت ہے ادھر یہ معاملہ ہے۔ خیال آیا کہ حضور ﷺ کی دعوت کے مقابلہ میں یہ واقعہ کچھ نہیں۔ جبر اور صبر کر کے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے معاملہ مخفی رکھا، اور دونوں کو چارپائی پر لٹا دیا اور کھانا پکانا شروع کر دیا۔ جب حضور ﷺ تشریف لائے اور دستر خوان پر کھانا چن دیا گیا۔ تو جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کی اللہ کا حکم ہے کہ آپ ﷺ یہ کھانا جابر رضی اللہ عنہ کے دونوں صاجزادوں کی معیت میں تناول فرمائیں۔ حضور ﷺ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو فرمایا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ گھر میں آئے اور بیوی سے کہا۔ بیوی نے کہا: وہ دونوں اس وقت موجود نہیں ہیں۔ جابر رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر یہی عرض کیا تو حضور ﷺ نے پھر تاکید فرمائی کہ انہیں تلاش کر کے لایا جائے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیوی سے حضور ﷺ کا اصرار ظاہر کیا تو آپ مضطربانہ اٹھیں اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو دونوں لاشیں دکھا دیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ روتے ہوئے خدمت والا میں حاضر ہوئے اور اصل

حال عرض کیا۔ حضور ﷺ ابھی خاموش ہی تھے کہ جبرئیل حاضر ہوئے اور عرض کی:

ان اللّٰہ تعالیٰ یامرک ان تدعو لھما ویقول منک الدعاء ومنا الاجابۃ۔

"یا رسول اللہ! ﷺ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے محبوب! ان دونوں کے حق میں دعا فرمائیں۔ آپ کی طرف سے دعا ہے اور ہماری طرف سے اس کی قبولیت"۔

چنانچہ حضور ﷺ نے ان کے زندہ ہونے کی دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے علی الفور انہیں زندہ کر دیا۔ وہ اٹھے اور حضور ﷺ کے ساتھ دستر خوان پر کھانا کھایا۔ اور مثل اس کے بہت سے واقعات ہیں۔

رف سے اس کی قبولیت
فرمائیں۔ آپ کی طرف سے دعا ہے اور ہماری ط
چنانچہ حضور ﷺ نے ان کے زندہ ہو
نے کی دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے علی الفور
انہیں زندہ کر دیا۔ وہ اٹھے اور حضور ﷺ کے
ساتھ دستر خوان پر کھانا کھایا۔ اور مثل اس
کے بہت سے واقعات ہیں۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب

حضور ﷺ کو معجزہ احیاء موتی بعد وفات
عطا کیوں نہ فرمایا۔ تاکہ حضور ﷺ کے
نام پاک کی برکت سے جب چاہتے مردہ زندہ کر
لیتے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ معجزہ بعد وفا
ت بھی ظہور میں آتا رہتا تو ایمان مومنین
بالمشاہدہ ہو جاتا۔ اور امت مرحومہ کی تعریف ای
ان بالغیب پر آئی ہے۔ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ
قرآن کریم میں وارد ہے۔ اور الایمان بالغی
ب اولیٰ من الایمان بالمشاہدہ مسلم
ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معجزہ قیامت تک کے لیے و
فات کے بعد سے مخفی رکھا گیا۔ وللہ الحمد۔

چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں بہت سی
دکھا دیجے آنکھوں سے شق القمر کو
جس مردہ کو نہ حضرت عیسیٰ جلا سکیں
لے آؤ اس کو میرے پیمبر کے سامنے

لَمْ يَمْتَحِنَّا بِمَا
عِي الْعُقُولُ بِهِ

لم یظهر کمال حسنه علیه السلام والا لما اطاقت اعین الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم النظر الیه۔

”حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کمال حسن ظاہر ہی نہیں ہوا۔ ورنہ صحابہ کرام میں یہ تاب نہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف نظر بھر کر بھی دیکھ سکتے“۔

رہے عشق میں ہم تو گھر کے نہ در کے — جئے بھی اگر ہم تو سو بار مر کے
تصور میں بھی سامنے تجھ کو کر کے — کبھی دیکھ سکتا نہیں آنکھ بھر کے
ترا رعب اتنا ہے کہتا ہوں ڈر کے — ادھر بھی نظر ہو میں صدقے نظر کے

شعراء نے قصائد و مدائح لکھے۔ لیکن ابی تمام اور بحتری، ابن رومی وغیرہ فصحاء نعت خوانی میں اپنا عجز ہی ظاہر کر رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ نے خوب کہا:

وہ کمال حسن حضور ہے، کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے، یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو، جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں
وہ شرف کہ قطع ہیں نسبتیں، وہ کرم کہ سب کے قریب ہیں
کوئی کہہ دو یاس و امید سے، وہ کہیں نہیں وہ کہاں نہیں
ہے انہیں کے نور سے سب عیاں، ہے انہیں کے جلوہ میں سب نہاں
بنے صبح تابش مہر سے، رہے پیش مہر یہ جاں نہیں
وہی نور حق وہی ظل رب، ہے انہیں سے سب، ہے انہیں کا سب
نہیں ان کی ملک میں آسمان، کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں

(٦٠)

كَالشَّمْسِ تَظْهَرُ لِلْعَيْنَيْنِ مِنْ بُعُدٍ
صَغِيْرَةً وَّتُكِلُّ الطَّرْفَ مِنْ اَمَمٍ

حل لغات: کالشمس۔ وہ ہستی مقدس مثل سورج کے ہے۔ تظھر۔ کہ ظاہر ہوتا ہے۔

اَعْیَ الْوَرٰی فَھْمَ مَعْنَاہُ فَلَیْسَ یُرٰی
لِلْقُرْبِ وَالْبُعْدِ مِنْهُ غَیْرُ مُنْفَحِمِ ۲۸

حل لغات: اعی، از اعیا، التعجیز، درماندہ کرنا، عاجز کرنا۔ الوری۔ بمعنی خلق الف لام استغراقی، تمام مخلوقات کی۔ فھم۔ فہم اور سمجھ کو۔ معناہ۔ کمال خالص، اس کی ذات کے کمال ہے۔ فلیس۔ از لا ایس، اسم للموجود یعنی لا موجود یا لا وجود، پس نہیں ہے کوئی موجود۔ یری۔ مضارع مجہول، من الرؤیت عام از رؤیت قلب و رؤیت چشم۔ جو دیکھا جائے۔ للقرب۔ حضور ﷺ کے قریب۔ والبعد۔ اور حضور ﷺ سے دور۔ منه۔ ان سے۔ غیر منفحم۔ از انفحام، دلیل سن کر عاجز آجانا یا لاجواب ہو جانا جو عاجز نہ آگیا ہو۔

ترجمہ: مخلوقات حضور ﷺ کی حقیقت سمجھنے سے عاجز ہو گئی۔ اور حضور ﷺ کے نزدیک و بعید کوئی ایسا نہیں، جو حضور ﷺ کے آگے عاجز اور لاجواب نہ ہو گیا۔

شرح: حضور ﷺ کے کمالات ظاہری و باطنی اور حقیقت محمدی کے سمجھنے سے عالم عاجز آ گیا۔ صحابہ کرام جو قریب ہیں وہ بھی اور عامۂ امت جو بعید ہیں، دونوں ساکت و عاجز ہیں۔ اور معلوم نہیں کہ حضور ﷺ کیا ہیں اور کس مقام قرب کے اہل ہیں۔ جامی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں:

تو جان پاکی سر بسر نے آب و خاک اے نازنین
واللہ ز جاں ہم پاک تر روحی فداک اے نازنین
پاکاں ندیدہ روئے تو جاں دادہ اندر بوئے تو
ایک مگر در کوئے تو صد جان پاک اے نازنین

فیضی کہتا ہے:

امی و دقیقہ دان عالم بے سایہ و سایبان عالم

علامہ قرطبی تذکرہ میں فرماتے ہیں:

میں بہت مائل ہیں۔ علینا۔ ہمارے اوپر۔ فلم نرتب۔ نفی جحد بلم، از ارتاب، شک کرنا، پس ہرگز ہرگز نہ شک میں پڑے۔ ہم۔ ولم نھم۔ نفی جحد بلم، از وہم۔ اور ہرگز ہرگز نہ وہم میں پڑے ہم۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی چیزوں سے ہمارا امتحان نہ فرمایا جس کے سمجھنے سے ہماری عقلیں عاجز آجاتیں اور تھک جاتیں۔ وہ حریص ترقی وہدایت امت ہیں۔ اس وجہ سے نہ ہم کو کسی شک وشبہہ کا موقع آنے دیا نہ اندھادھند شریعت پر ہم چلے۔

شرح: مختصر شرح تو یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ایسی چیزوں سے ہمارا امتحان نہ فرمایا جس کے سمجھنے سے ہماری عقلیں عاجز و درماندہ رہ جاتیں۔ کیونکہ آپ کو ہماری اصلاح مطلوب تھی۔ اس لیے ہم کسی حکم کے قبول میں کسی قسم کا شک وشبہہ نہیں کر سکتے۔ اور احکام کی ایسی وضاحت فرمائی کہ ان کے سمجھنے میں ہم مبتلائے وہم نہیں ہوئے۔ نہ ایسی سختیاں ہم پر ڈالیں کہ ان کی تعمیل سے ہم تھک جاتے، جیسا شریعت ماضیہ میں تھا کہ قتل بالعمد ہو یا بالخطا دونوں میں قصاص یا حرمت دیت یا قطع اعضاء خاطیہ یا قرض موضع نجاست یا قتل نفس فی التوبہ، قطع ثوب نجس بالمقراض، ترک عمل یوم السبت، عدم جواز صلوٰۃ فی غیر الکنائس، فرضیت نماز پچاس بار رات دن میں، مال کا چوتھا حصہ زکوٰۃ میں، بلکہ صاف فرمایا:

اتیتکم بالحنیفة السهلة السمحا۔

”میں سہل، آسان اور صاف واضح شریعت تمہارے لیے لایا ہوں“۔

اور حرصا میں تلمیحاً اشارہ آیہ کریمہ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ کی طرف ہے کہ قرآن کریم میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہماری ترقی مدارج میں حریص فرمایا۔ غرضکہ اسلام ایسا واضح ہے کہ اس میں ایک بات بھی بعید از عقل نہیں۔

اللّٰھم انت خالق الوریٰ اجعلنا من اھل المغفرة والتقیٰ بحرمة النبی الذی فی صورته قد بدا۔

للعینین۔ دونوں آنکھوں کو۔ من بعد۔ در حقیقت یہ بعد ہے۔ وزن شعر کے لیے دونوں حرف متحرک کیے۔ دور سے۔ صغیرۃً۔ چھوٹا۔ وتکل۔ مضارع ازکل، گرانی، درماندگی، اور تھک جاتی ہے۔ الطرف۔ آنکھ۔ من امم۔ بفتحتین، القرب، کرنوں کے قرب سے۔

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال سورج کی سی ہے کہ بظاہر دور اور چھوٹا نظر آتا ہے۔ اور جب آنکھ کھول کر دیکھو تو قرب و بعد دونوں نظر کو خیرہ کر دیتے ہیں۔

شرح: سورج سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشبیہ در حقیقت علی سبیل تقریب و تمثیل ہے ورنہ وہ ذات اقدس اس سے کہیں اعلیٰ وامجد ہے۔ اسی وجہ سے عدم ادراک کیفیت کمالات ظاہریہ و باطنیہ کے باعث ناظم رحمۃ اللہ علیہ نے سورج سے تشبیہ دی کہ وہ دور سے ایک قرص نظر آتا ہے اور دیکھنے والا بسبب نہایت بعد اس کی واقعی مقدار معلوم نہیں کر سکتا اور اگر اسے پاس سے دیکھو تو بوجہ غایت نورانیت چشم بینا عاجز اور خیرہ ہو جاتی ہے۔ اور اگر حقیقۃً دیکھا جائے تو سورج کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک سے کیا نسبت۔ یہ اس نور پاک کے ایک ذرہ سے مستفیض، وہ معدن نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خورشید تھا کس زور پر، کیا بڑھ کے چمکا تھا قمر
بے پردہ جب وہ رخ ہوا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
رخ دن ہے یا مہر سما، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
شب زلف یا مشک ختا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
بلبل نے گل ان کو کہا، قمری نے سرد جاں فزا
حیرت نے جھنجلا کر کہا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
حق یہ کہ ہیں عبداللہ، اور عالم امکاں کے شاہ
برزخ ہیں وہ سر اللہ، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

ظاہر بین افراد انہیں ایک جسم مقدس دیکھتے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ حقیقت واقعیہ بسبب غایت بعد انسان دیکھ ہی نہیں سکتا اور ارباب کشف و شہود کی آنکھیں بوجہ غایت قرب

درخشانی دیکھنے سے قاصر ہیں۔ غرضکہ نزدیک و دور کے دیکھنے والے دونوں حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دریافت کرنے سے قاصر ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خود بھی دعا فرمائی:

اللھم اجعلنی فی عینی صغیرا وفی اعین الناس کبیرا۔(1)

وَكَيْفَ يُدْرِكُ فِي الدُّنْيَا حَقِيقَتَهُ
٥٠ قَوْمٌ نِيَامٌ تَسَلَّوْا عَنْهُ بِالْحُلُمِ

حل لغات: و کیف۔ استفہام انکاری، اور کیونکر۔ یدرک۔ من الادراک، معلوم ہو سکتی ہے۔ فی الدنیا۔ دنیا میں۔ حقیقتہ۔ حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ قوم۔ اس قوم کو۔ نیام۔ جمع نائم، خوابیدہ، جو سورہی ہے۔ تسلوا۔ ماضی، از تسلی، بے فکر۔ عنہ۔ اس حقیقت سے۔ بالحلم۔ جمع احلام، خواب غفلت میں۔

ترجمہ: کیونکر جان سکتا ہے کوئی دنیا میں حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جب کہ قوم دنیا کے ایک خواب غفلت میں سورہی ہے۔

شرح: وصول علم کے متعدد مراتب ہیں:

اول شعور، پھر ادراک، پھر حفظ، پھر تذکر، پھر ذکر، پھر فہم، پھر فقہ، پھر درایۃ، پھر یقین، پھر ذہن، پھر فکر، پھر حدس۔

یہاں ادراک سے یدرک مضارع معروف استعمال کیا گیا۔ تاکہ مطلق تصور یا احاطۂ جوانب مرئی کی نفی ہو جائے۔ یعنی بطون حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان تو ارفع واعلیٰ ہے، لیکن ظاہر حقیقت پر بھی تصور انسان احاطۂ جوانب مرئی سے قاصر ہے۔ اور فی الدنیا کے ساتھ عدم ادراک کی قید اس وجہ سے لگائی گئی کہ حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا استتار اور اختفاء کمالات احمدیہ میں مخصوص بالدنیا ہے۔ اور آخرت میں تو ہر ایک کے تمام مراتب ظاہر ہو جائیں گے حتیٰ کہ مومنین کو رؤیت الٰہی بھی بلا کیف ومکان حاصل ہوگی۔ چنانچہ صاحب قصیدۂ امالی نے بھی فرمایا۔

یراہ المومنون بغیر کیف۔(2)

1۔ اے اللہ مجھے میری آنکھ میں چھوٹا کردے اور لوگوں کی آنکھوں میں بڑا۔ ۱۲

2۔ مومن اللہ تعالیٰ کی زیارت بے کیف کریں گے۔

اس لیے کہ یوم آخرت میں تبدل اعیان الی حالۃ اخریٰ ہوگا۔اور متصوفین نے عدم رؤیت الٰہی کی دنیا میں یہی وجہ لکھی ہے کہ باقی کو عین باقی دیکھ سکتی ہے۔اور دنیا ومافیہا فانی ہے تو یہاں کی آنکھ بھی فانی ہے۔اور قوم نیام جمع نائم کی ہے۔اور نوم ایک ہوا ہے جو اغشیہ دماغیہ سے اٹھ کر جب آنکھوں کی طرف آتی ہے تو انسان کو اونگھا دیتی ہے اور جب وہاں سے قلب کی طرف پہنچتی ہے تو سلا دیتی ہے۔اور عالم دنیا میں چونکہ انسان ایک خواب غفلت میں ہے۔جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے:

الناس نیام فاذا ماتوا انتبھوا۔

"لوگ سورہے ہیں، جب مرتے ہیں تو چونکتے ہیں"۔

اسی بناء پر تلمیحاً ناظم فاہم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی طرف اشارہ فرمایا اور بتایا کہ اس خواب غفلت میں حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے خبر رہ کر جس کے جو ذہن میں آیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں لکھتا رہا۔بے دین اپنی غفلت کے ماتحت کہتا رہا۔یہی وجہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو بشر کہنے کی ہے۔

محمد سر وحدت ہے کوئی رمز اسکی کیا جانے شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے
محمد سے صفت پوچھو خدا کی خدا سے پوچھیے شان محمد

(۵۱) فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِیْهِ اَنَّهٗ بَشَرٌ
وَاَنَّهٗ خَیْرُ خَلْقِ اللّٰهِ کُلِّهِمِ

حل لغات: فمبلغ العلم۔ مبلغ بمعنی منتھا وغایۃ، پس انتہاء علم۔ فیہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں یہ ہے۔ انہ۔ کہ وہ۔ بشر۔ بشر ہیں۔ وانہ۔ واؤ حالیہ، اور حقیقت یہ ہے۔ خیر خلق اللہ۔ کہ وہ خیر خلق اللہ ہیں۔ کلھم۔ تمام مخلوق میں۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملہ میں ہمارا انتہاء علم یہی ہے کہ وہ بشر ہیں۔اور حال یہ ہے کہ وہ تمام خلق اللہ سے افضل اور اعلیٰ ہیں۔

شرح:

سب سے اعلیٰ و اولیٰ ہمارا نبی سب سے بالا و والا ہمارا نبی
جس کو شایاں ہے عرش خدا پر جلوس ہے وہ سلطان والا ہمارا نبی

یعنی ہمارے علم کا نہایت بلوغ اور ہمارے ادراک کا غایت وصول یہی اور یہی ہوسکتا ہے کہ ہم حضور ﷺ کی ذات اقدس پر یہ حکم لگاسکیں کہ وہ بشر عظیم اور جوہر جسیم ہیں۔ افراد انسانیہ اور اجیاد اعیانیہ میں حضور ﷺ سے افضل اور کوئی بشر نہیں۔ لیکن حقیقت الامر یہ ہے کہ معنی صفاتیہ میں حضور ﷺ افضل المخلوقات اور سید الکائنات ہیں۔

چنانچہ علامہ خرپوتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ سناتے سناتے جب اس مصرع پر آئے اور دربار رسالت میں عرض کیا:

فمبلغ العلم فیه انه بشرٌ۔

تو مصرع ثانی کیلئے خاموش ہو گئے تو سرکار ابد قرار ﷺ کی طرف سے ارشاد ہوا اقرا پڑھ۔

فقال الامام انی لم اوفق للمصرع الثانی لهذا البیت یا رسول الله

"حضور! ﷺ مصرع ثانی مجھ سے موزوں نہیں ہوسکا خاص کر اس بیت کا"۔

فقال علیه السلام قل یا امام۔

"اے امام! کہہ وانه خیر خلق الله کلهم"۔

تو امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً یہ مصرع درج کیا اور بار بار ہر بیت کے آخر میں شوق وذوق کے ساتھ وانه خیر الخلق کلهم، پڑھتے رہے۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلهم

وَکُلُّ آیٍ اَتَی الرُّسُلُ الْکِرَامُ بِهَا
۵۲
فَاِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُوْرِهٖ بِهِمِ

حل لغات: وکل، واؤ عاطفہ، اور تمام۔ آیٍ۔ معجزات۔ اتی۔ بمعنی تجیء، جولائے، الرسل الکرام۔ رسل جمع رسول، کرام، جمع کریم، ای منعمون، رسول انعام فرمانے والے۔

بھا۔ ضمیر راجع الی آی، ان معجزوں کو۔ فانما۔ حصر، پس جزایں نیست۔ اتصلت۔ کہ وہ معجزات پہنچے اور ملے۔ من نورہ۔ ضمیر راجع الیہ علیہ السلام، محمد ﷺ کے نور سے۔ بھم۔ ضمیر راجع الی الانبیاء علیھم السلام۔ ان انبیاء کرام کو۔

ترجمہ: تمام معجزات جو انبیاء کرام اقوام ماضیہ (گزری ہوئی قوموں) پر لائے وہ ان کو ہمارے حضور ﷺ کے نور پاک کی لمعانیت وتابانیت سے حاصل ہوئے۔

شرح:

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی　　چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی

مفہوم بیت واضح ہے کہ تمام کمالات جو انبیاء کرام کو حاصل ہوئے۔ وہ سب حضور ﷺ کا صدقہ ہیں۔ اس لیے کہ حضور ﷺ باعث ایجاد عالم ہیں اول ماخلق اللہ نوری۔ ''سب سے پہلے جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا، وہ میرا نور تھا'' ارشاد گرامی ہے۔ پھر حدیث قدسی میں ہے، اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو مخاطب فرما کر سنایا:

لولاہ لما خلقتک۔

''اے آدم اگر وہ محبوب نہ ہوتا میں تجھے پیدا نہ کرتا''۔

کہیں ارشاد الٰہی ہوا:

لولاک لما خلقت الافلاک

''اے محبوب! اگر تمہیں ہم پیدا فرمانا منظور نہ کرتے تو زمین وآسمان نہ بناتے''۔

مولای صل وسلم دائما ابدا　　علی حبیبک خیر الخلق کلھم

اور بات بھی قرین فہم ہے کہ جب حضور ﷺ سے پہلے تمام سابقین نائبین محمد رسول اللہ ﷺ ہیں تو ان کے تمام اختیارات حضور ﷺ کا عطیہ نہیں تو اور کیا ہو سکتے ہیں؟ اس لیے کہ

کل ما فی الکونین من نورہ علیہ الصلوٰۃ والسلام،

''جو کچھ کونین میں ہے سب حضور ﷺ کے نور پاک سے ہے''۔

اس پر ایک حدیث عبدالرزاق اپنی سند سے نقل فرماتے ہیں جو حضرت جابر رضی اللہ

عنہ سے مروی ہے۔ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: کہ لوح وقلم، جنت، دوزخ، فرشتے، آسمان، زمین، چاند، سورج، جن وانس، عرش وکرسی، ملائکۃ المقربین، حملۃ العرش، نورابصار مومنین، نور قلوب صالحین، معرفت وتوحید، کروبیان عرش، ارواح خلائق، نعمات دنیا، ارواح انبیاء، شہداء، سعداء سب کی تخلیق ہمارے نور سے کی گئی۔ اس کے بعد تخلیق آدم فرما کر اس میں ہمارا نور جلوہ گر ہوا اور وہاں سے منتقل ہو کر جبین شیث علیہ السلام میں آیا۔ اصل حدیث جسے دیکھنی ہو۔ وہ شرح خرپوتی میں دیکھے۔ وللہ الحمد۔

فَاِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا
يُظْهِرْنَ اَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِی الظُّلَمِ ۵۲

حل لغات: فانہ، ضیمر راجع الیہ علیہ السلام۔ پس تحقیق وہ نبی ﷺ۔ شمس۔ سورج ہیں۔ فضل۔ فضل الٰہی کے۔ ھم۔ ضمیر راجع الی الانبیاء علیھم السلام۔ اور وہ تمام انبیاء۔ کواکبھا۔ جمع کوکب یعنی نجوم و اقمار، ستارے ہیں۔ یظھرن۔ مضارع جمع مؤنث، ظاہر کرتے رہے۔ انوارھا۔ جمع نور، اپنی روشنیوں کو۔ للناس۔ لوگوں پر۔ فی الظلم۔ جمع ظلمت، تاریکی، تاریکیوں میں۔

ترجمہ: حضور ﷺ آفتاب فضل الٰہی ہیں اور تمام انبیاء کرام اس آفتاب نبوت سے مستنیر ہونے والے سیارے، جو لوگوں پر اپنی نصیحتوں ہدایتوں کی روشنی زمانہ تاریک میں دکھاتے ہیں۔

شرح: اس بیت میں وجہ اتصال انبیاء حضور سرور عالم ﷺ سے ظاہر فرمائی اور فرمایا: کہ حضور ﷺ آفتاب فضل وکمال ہیں اور انبیاء علیہم السلام اس آفتاب کے اقمار و کواکب۔ جیسے قمر غیبوبت شمس (سورج کے غائب ہونے) کے وقت شمس سے استفادۂ نور کر کے شب تاریک میں روشنی پھیلاتا ہے، اسی طرح انبیاء کرام روح پر فتوح محمد ﷺ کے نور سے قبل ظہور وجود باجود خلق میں نور ہدایت پھیلا کر رہنمائی فرماتے رہے۔ اور جب حضور جلوہ آراء عالم کون ہو گئے تو جس طرح چاند طلوع شمس کے بعد چھپ جاتا ہے۔ اسی

طرح تمام انبیاء کرام جلوۂ نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں محو ہو کر اس کی طرف رجوع ہو گئے۔

عرش کی عقل دنگ ہے چرخ میں آسمان ہے
جان مراد اب کدھر ہائے ترا مکان ہے
عرش پہ جا کر مرغ عقل تھک کے گرا غش آ گیا
اور ابھی منزلوں پرے پہلا ہی آستان ہے
عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش میں طرفہ دھوم دھام
کان جدھر لگایئے تیری ہی داستان ہے
وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں اسماء محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شمس بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام بتایا ہے حیث قال واما الشمس نسمی بھا صلی اللہ علیہ وسلم لکثرۃ نفعہ وعلو رفعتہ وظہور شریعتہ وجلالۃ قدرہ وعظم منزلتہ لانہ لا یحاط بکمالہ حتی لایسع الرائی ان ینظر الیہ ملأ عینہ اجلالا لہ کما ان الشمس فی الرتبۃ ارفع من انواع الکواکب لانھا فی السماء الرابعۃ والانتفاع بھا اکثر من غیرھا کما لا یخفی وایضا لما کان سائر الکواکب یستمد من نورھا ناسب تسمیتہ صلی اللہ علیہ وسلم بھا لان نور الانبیاء استمد من نورہٖ علیہ السلام۔انتھیٰ۔

''فرماتے ہیں: شمس حضور کا نام پاک یوں ہے کہ علو رفعت، ظہور شریعت، جلالت قدرت، عظم منزلت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ مقام ہے کہ احاطۂ کمال کرنا محال ہے۔حتی کہ دیکھنے والا آنکھ بھر کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلال و جمال کا مشاہدہ نہیں کر سکتا۔جس طرح سورج اپنے رتبہ میں سب سے بلند ہے اور آسمان چہارم سے نور بیزی کرتا ہے۔اور جس قدر اس سے انتفاع حاصل ہوتا ہے کواکب واقمار سے نہیں۔اسی طرح ذات قدسی صفات جناب محمد

رسول اللہ ﷺ میں ۔ ہے کہ تمام انبیاء کرام مثل کواکب اس شمس فضل وکمال سے مستنیر ہو رہے ہیں۔ تو حضور ﷺ کا نام مبارک شمس مناسب ہے اور حضور ﷺ اسم با مسمیٰ ہیں"۔

سب نبی نور ہیں لیکن ہے تفاوت اتنا　　نیر نور ہو تم سارے نبی تاروں میں

اب یہ سوال کہ تمام انبیاء کرام حضور ﷺ کے نور پاک سے کس کس صورت میں مستفید و مستفیض ہوئے۔ اس کی تفصیل میں علامہ خرپوتی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بسیط بحث فرمائی ہے، جس کا خلاصہ مفہوم یہاں منقول ہے:

فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء کرام حضور ﷺ کے ظہور سے قبل اپنے فضل وکمال کا مظاہرہ فرماتے رہے۔ لیکن جو کچھ ان سے ظاہر ہوا وہ سب ہمارے حضور سید یوم النشور ﷺ کے نور پاک کے فیضان کا ظہور تھا۔ من غیر ان ینقص من نورہ شیء۔(1) اور سب سے اول جو فیضان نور محمدی ﷺ ظاہر ہوا وہ آدم علیہ السلام میں ہوا۔ جب کہ انہیں حضرت جل وعلا تبارک وتعالیٰ عز اسمہ نے اپنا نائب بنا کر تعلیم اسماء فرمائی اور مقام جوامع الحکم محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے نوازا اور آدم علیہ السلام نے ملائکہ پر وہ علم الٰہی ظاہر کیا۔

حتیٰ کہ تمام مخلوق انسانی کا ظہور ہوا اور اصلاب وانساب بدلتے بدلتے زمانہ رسالت مآب ﷺ آیا۔ تو جب حضور ﷺ مثل سورج کے جلوہ آراء ہو گئے تو نور محمدی ﷺ میں تمام انوار محو ہو گئے اور تمام نبوتیں تحت لواء رسالت محمدیہ ﷺ آ گئیں۔

غرض کہ کسی نبی کو کوئی کمال وکرامت عطا نہ ہوا لیکن حضور ﷺ کو وہ کمال ملا ہوا تھا۔ چنانچہ اگر آدم صفی علیہ السلام کی ولادت ید قدرت کے ساتھ ہوئی۔ تو حضور سرور عالم ﷺ کا شرح صدر فرما کر اس میں ایمان وحکمت اور خلق نبوی ﷺ پر کیا گیا۔

اور سجود ملائکہ جو آدم علیہ السلام کو ہوا اس کی وجہ ہمارے حضور ﷺ کا نور پاک تھا جو آدم علیہ السلام کی جبین میں مستنیر تھا۔ اور اگر آدم علیہ السلام کو علم الٰہی عطا ہوا تو ہمارے حضور ﷺ کو علم الٰہی ومسمیات عطا کیا گیا۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ اسماء سے مسمیات کا علم اعلیٰ ہے۔

1۔ اس طرح کہ آپ کے نور مبارک میں کچھ کمی نہ ہوئی۔

اور ادریس علیہ السلام کو اگر مَکَانًا عَلِیًّا کی رفعت عطا ہوئی تو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس مکان کی رفعت عطا کی گئی کہ آج تک کوئی اس رفعت تک نہیں پہنچا، جسے معراج کہتے ہیں۔

اور نوح علیہ السلام کو اگر مع ان کے متبعین کے طوفان سے نجات دی گئی تو ہمارے حضور روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے لیے یہ شرف عطا ہوا کہ دنیا میں وہ عذاب سماویہ سے محفوظ رہے گی اور وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (1) فرما کر دوامی نجات کی شہادت دے دی۔

اور سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو اگر نار نمرود سرد کر کے نجات دی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے نار حرب سے ہمیشہ کے لیے مصئون فرما دیا۔ اور كُلَّمَاۤ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ (2) کا مژدہ دوامی سنا دیا۔ اور لیلۃ المعراج میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بحر النار سے عبور کرایا۔ اور ہر قسم کی تکلیف وحرارت سے مامون رکھا۔ اور اگر انہیں مقام خلت سے نوازا تو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے اعلیٰ مقام مقام محبت دے کر حبیب بنایا۔ اور اگر ابراہیم علیہ السلام کو کسر اصنام نمرودی کی فضیلت دی تو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ کی فتح عطا فرما کر تین سو ساٹھ بتوں سے کعبہ پاک فرمانے کی عزت عطا فرمائی۔

اور اگر موسیٰ علیہ السلام کو معجزۂ عصا عطا فرما کر لکڑی کا سانپ بنا دیا تو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے بلا عصا یہ منصب جلیل مخصوص رکھا۔ چنانچہ جب ابوجہل نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پتھر سے شہید کرنے کا ارادہ کیا اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب گیا تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں شانہ ہائے اقدس پر دو اژدہا دیکھے، جس سے سراسیمہ واپس بھاگ کر اپنی جماعت میں پناہ گزین ہوا۔

اور اگر موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضاء عطا ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ نور عطا ہوا کہ لیل مظلم (اندھیری رات) میں چمکتا اور چہرۂ زیبائے اقدس کے مقابلہ میں چاند سیاہ معلوم ہوتا۔

اور اگر موسیٰ علیہ السلام کو انفلاق بحر کا معجزہ ملا تو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انشقاق قمر کا ایسا معجزہ عطا ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کا تصرف زمین پر رہا اور حضور کا تصرف آسمان پر کرایا جو اس

1۔ اور اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہیں کرے گا جب تک اے محبوب! تم ان میں تشریف فرما ہو۔

2۔ جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بجھا دیتا ہے۔

سے بداہتہً افضل ہے۔

اور موسیٰ علیہ السلام کو اگر اجابت دعوت کا منصب ملا تو ہمارے حضور ﷺ کو اتنی وسیع مقبولیت عطا ہوئی جس کا احصاء ناممکن ہے انشاء اللہ مختصر ذکر اپنے اپنے مقام پر آئے گا۔

اور اگر تفجر ماء من الحجارۃ (پتھر سے پانی نکلنے) کا معجزہ موسیٰ علیہ السلام کو ملا۔ تو ہمارے حضور ﷺ کو تفجر ماء من بین اصابعہ (انگلیوں سے پانی نکلنا) عطا ہوا۔ اور اگر موسیٰ علیہ السلام کو طور پر کلام کا شرف عطا ہوا تو ہمارے حضور ﷺ کو لیلۃ الاسراء میں زیادہ دنوو (قرب) مقام سے ممتاز فرما کر اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی (۱) کا شرف خاص بخشا۔ اس میں ظاہر فرق ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا مقام کلام طور سینا تھا اور حضور ﷺ کا مقام سماوات

[پتھ]ر سے پانی نکلنے) کا معجزہ موسیٰ علیہ السلام کو ملا۔ تو / اور اگر تفجر ماء من الحجارۃ (پ[تھر]
ہمارے حضور ﷺ کو تفجر ماء من بین [اصابعہ] (انگلیوں سے پانی نکلنا) عطا ہوا۔ اور
اگر موسیٰ علیہ السلام کو طور پر کلام کا شرف عط[ا ہوا تو ہمارے حضور ﷺ کو لیلۃ الاسراء میں]
زیادہ دنوو (قرب) مقام سے ممتاز فرما کر اِ[لٰی] عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی (۱) کا شرف خاص بخشا۔ اس
میں ظاہر فرق ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا مقا[م] کلام طور سینا تھا اور حضور ﷺ کا مقام سماوات

اعلیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ۔ اور اگر ہارون علیہ ال[سلام] [illegible] [علیہ الس]لام کو کمال فصاحت بخشا تو ہمارے حضور ﷺ کو افصح جمیع بنی آدم بنایا۔ اور اگر یوسف علیہ [illegible] السلام کو حسن صبیح عطا کیا تو ہمارے حضور ﷺ کو ملیح الحسن اور تمام کمالات حسن کا منبع بنایا۔ اور اگر یوسف علیہ السلام کو تعبیر رؤیا (خوابوں کی تعبیر) کا علم عطا فرمایا تو ہمارے حضور ﷺ [illegible] ﷺ کو اس قدر علوم سے نوازا کہ اس کا شمار محال۔

اور اگر داؤد علیہ السلام کو تلیین حدید (لوہا نرم [ہ]ونے) کا معجزہ دیا تو ہمارے حضور ﷺ کو اس سے کہیں زیادہ عطا ہوا کہ لکڑی کو لوہے کی تلو[ار] [illegible] ار بنایا اور تقلب اعیان (حقیقت کو تبدیل) کر دکھایا۔ اور پتھر کے دل میں نقش پائے اقدس [illegible] اتارا۔ اور اگر سلیمان علیہ السلام کو جنود (لشکر) جن کا سردار بنایا تو ہمارے حضور ﷺ کو جنو[د] [illegible] وملائکہ کا حاکم کیا۔ اور اگر عیسیٰ علیہ السلام کو ابراء اکمہ وابرص واحیاء موتی (پیدائشی اندھے او[ر] [illegible] [او]ر برص والے کو شفا اور مردوں کو زندہ کرنے) کا معجزہ ملا تو حضور ﷺ کو اس سے کہیں زیاد[ہ] [illegible] کمالات عطا ہوئے۔ کہ نکلی ہوئی آنکھ ٹھکانے پر

واقعہ ابناء جابر میں پہلے مذکور ہو چکا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات کے ساتھ یہ ذکران کا عشر عشیر بھی نہیں ہے۔

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

اَکْرِمْ بِخَلْقِ نَبِیٍّ زَانَهٗ خُلُقٌ

بِالْحُسْنِ مُشْتَمِلٍ بِالْبِشْرِ مُتَّسِمِ ۵۲

حل لغات: اکرم۔ فعل تعجب، صیغہ امر حاضر، فاعل مستتر۔ راجع الی اللہ۔ ای ما اکرم اللہ، کیا بلند کیا اللہ نے۔ بخلق نبی۔ باء زائدہ، والخلق بمعنی الذات، والتنوین للتعظیم، ذات اور ظاہر تخلیق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو۔ زانہ۔ صفت لنبی، از زینت، اور مزین کیا اس کو۔ خلق۔ جمع خلق۔ بمعنی صفت و سیرت یعنی شمائل مبارک حسن خلق اور سیرت پاک نے۔ بالحسن۔ الف لام للاستغراق یعنی جمیع انواع الحسن مقصود علیہ السلام۔ جو تمام اقسام حسن پر۔ مشتمل۔ از اشتمال، یعنی احاطہ از شمل بمعنی جمع و احاطہ، حاوی ہے۔ بالبشر۔ بشر بکسر الباء تحرک بشرۃ الوجہ عند السرور والبشاشۃ۔ اور تمام مسرتوں اور بشاشتوں۔ متسم۔ اسم فاعل از اتسام بمعنی الاتصاف از وسم یعنی علامت، کے ساتھ متصف ہے۔

ترجمہ: ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جسمانی ساخت اللہ نے کس قدر دل آویز بنائی۔ اور اس کو خوش اخلاقی نے کیسی زینت دی کہ چہرۂ زیبا سے آثار مسرت و بشاشت ظاہر ہیں۔

شرح:

سر تا بقدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول، دہن پھول، بدن پھول، ذقن پھول

قرآن کریم میں اسی وجہ منیر کی تعریف میں ارشاد ہے: نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ اور مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ۔ گویا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن ظاہری خلق باطنی کے ساتھ ایسا مزین ہے کہ تمام خوبیوں اور دل آویزیوں پر حاوی ہے۔ بات ہے تو ایسی کہ جس کی بات نہیں۔ اور

خلق ہے تو ایسا کہ جس کا جواب نہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ کے حسن ظاہری اور خلق و سیرت میں احادیث مشہورہ کثرت سے وارد ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ما رأیت شیئا احسن من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کأن الشمس تجری فی وجھہ واذا ضحک یتلألأ فی الجدر۔

"میں نے حضور ﷺ سے زیادہ حسین کسی کو نہ دیکھا یہ معلوم ہوتا ہے گویا سورج وجہ منیر پر قربان ہو رہا ہے اور جب تبسم فرماتے تو در و دیوار پر دندان مبارک کی جھلک پڑتی"۔

اور حضرت ام معبد بعض اوصاف حسن میں فرماتی ہیں: کہ حضور ﷺ دور سے اجمل الناس نظر آتے اور قریب سے احلیٰ و احسن۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ بس آخر توصیف یہ کی جاسکتی ہے کہ پہلی ملاقات میں ہر کس و ناکس پر حضور ﷺ کی ہیبت طاری ہوتی اور کچھ دیر کلام کر کے یہی کہتا نظر آتا۔

لم ار قبلہ ولا بعدہ مثلہ صلی اللہ علیہ وسلم

"مجھے آج سے پہلے اور قیامت تک حضور ﷺ کا مثل ملنا محال ہے"۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں
ترا قد تو نادر دہر ہے، کوئی مثل ہو تو مثال دے
نہیں گل کے پودوں میں ڈالیاں کہ چمن میں سرو چماں نہیں
نہیں جس کے رنگ کا دوسرا نہ تو ہے کوئی نہ کبھی ہوا
کہو اس کو گل کہے کیا بنے کہ گلوں کا ڈھیر کہاں نہیں

حضرت عبداللہ بن حارث فرماتے ہیں:

ما رأیت احدا اکثر تبسما من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

"میں نے کسی کو حضور ﷺ سے زیادہ خندہ پیشانی نہیں دیکھا کہ دیکھنے والے کا غم غلط ہو جائے"۔

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

یہ بیت مبارک چوتھا ان ابیات کا ہے جس کو سن کر سرکار اقدس ﷺ نے اظہار پسندیدگی کے لیے تمایل فرمایا۔ اس بیت مبارک کا کم از کم تین بار دہرانا قاریٔ قصیدہ پر لازمی ہے۔

كَالزَّهْرِ فِيْ تَرَفٍ وَّالْبَدْرِ فِيْ شَرَفٍ
وَالْبَحْرِ فِيْ كَرَمٍ وَّالدَّهْرِ فِيْ هِمَمٍ ۵۵

حل لغات: کالزھر۔ک تشبیہی، زہر، شگوفہ، مثل کلی گلاب کے۔ فی ترف۔ سرسبزی، سرسبز ڈالیوں میں۔ والبدر۔ واؤ عطف، اور ماہ کامل، اور مثل چاند کے۔ فی شرف۔ بلندی میں۔ والبحر فی کرم۔ اور دریا صفت کرم میں۔ والدھر۔ بمعنی ابد۔ یا زمانہ، اور دوامی ہیں۔ فی ھمم۔ اپنی ہمت عالیہ میں۔

ترجمہ: ہمارے حضور ﷺ کی ذات گرامی تازگی اور لطافت میں مثل شگوفہ ہے، بلندی و عظمت میں مثل ماہ کامل کے ہے، سخاوت میں مثل بحر ناپیدا کنار، عالی ہمتی میں دوام اور زمانہ کی مانند۔

شرح: یعنی حضور سید یوم النشور ﷺ کی ذات گرامی نظافت و لطافت میں مثل اس شگوفہ کے ہے جو سرسبز ڈالیوں میں چمکتا ہے اور علو رفعت و مرتبت میں مثل ماہ کامل کے ہے۔ جو چودھویں شب قمری کو طلوع ہوتا ہے۔ اور فیض عمیم سخاء عظیم میں مخلوق کی نفع رسانی کے لیے مثل اس دریا کے ہے جو جواہرات اور موتیوں سے دنیا کو مالا مال کر دیتا ہے۔ اور ہمت عالی میں اس قدر پختہ ہے کہ زمانہ کی طرح اوراق لیل و نہار کی ورق گردانی کے باوجود اس شان سے یکساں کرم گستر ہے۔ زمانہ کی ادنیٰ شان یہ ہے کہ ہر ناقص کو اس کے غایت کمال تک پہنچاتا ہے اور ممکنات کو ظہور میں لاتا ہے، عجائب و غرائب امور کا مظاہرہ کرتا ہے یہی شان محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے کہ ہر مستفیض کو اس کے ظہور و بطون کے کمال تک پہنچاتے اور بشر کو ملائکہ سے افضل بناتے ہیں۔ حقیقۃً اگر دیکھا جائے تو یہ تمام تشبیہات سے ایک صورت سمجھانے کی مقصود ہے کہ مخاطب کی قریب الفہم مثال سے تسکین ہو سکے۔ ورنہ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کو ان تشبیہات سے کیا نسبت؟

میں وہ شاعر نہیں جو چاند کہہ دوں روئے انور کو
میں ان کے ناخن پا پر قمر قربان کرتا ہوں

یہ تمام عالم اور اس کی تمام موجودات ان کے وجود با جود کی ایک ادنیٰ نچھاور ہے۔ بلکہ

وہ خلد جس میں اترے گی ابرار کی برات
ادنی نچھاور اس میرے دولہا کے سر کی ہے
اتنا عجب بلندئ جنت پہ کس لیے
دیکھا نہیں کہ بھیک یہ کس اونچے گھر کی ہے

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

له راحته لو ان معشار جودها علي البركان البر امذى من البحر
له همم لا منتهى لكبارها وَهِمَّةُ الصغرىٰ اجل من الدهر

اسی وجہ میں حدیث انس میں مرفوعا مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انا اجود بنی آدم

"ہم تمام بنی آدم سے زیادہ سخی ہیں"۔

اور ایک روایت میں مسلم شریف سے منقول ہے:

ماسئل من رسول الله صلى الله عليه وسلم شيئاً الا اعطاه فجاء رجل فاعطاه غنما بين جبلين فرجع الى قومه فقال يا قوم اسلموا فان محمدا يعطي عطاء من لايخاف الفقر۔

"حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے کبھی کچھ نہ مانگا مگر اسے عطا فرمایا۔ ایک بار ایک شخص حاضر ہوا اور اس نے بکری طلب کی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو پہاڑوں کے مابین جس قدر بکریاں تھیں سب عطا فرما دیں۔ وہ جب اپنی قوم میں آیا۔ تو پکارا: اے لوگو! مسلمان ہو جاؤ اس لیے کہ وہ معطی کونین ایسی عطا فرماتے ہیں جس کے بعد تنگدستی کا خطرہ ہی نہیں رہتا"۔

ایک روایت میں ہے:

اعطی صفوان یوم حنین وادیا مملؤا ابلا وغنما

''غزوۂ حنین کے موقع پر حضرت صفوان کو ایک جنگل اونٹ اور بکریوں کا عطا فرمایا''۔

ابن جابر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

هذا الذی لا یتقی فقرا اذا یعطی ولو کفر الانام وداموا

وادٍ من الانعام اعطی آملا فتحیرت لعطائه الاوهام (1)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بخاری شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اتنا سونا چاندی عطا فرمایا کہ آپ میں اس کے اٹھانے کی طاقت نہ تھی۔

مرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا دریا بہا دیے ہیں در بے بہا دیے ہیں

مولای صل وسلم دائما ابدا ۔ علی حبیبک خیر الخلق کلهم

کَاَنَّهٗ وَهُوَ فَرْدٌ وَفِیْ جَلَالَتِهٖ

(56) فِیْ عَسْکَرٍ حِیْنَ تَلْقَاهُ وَفِیْ حَشَمٖ

حل لغات: کانہ۔ برائے تشبیہ ویجیء للظن ہ ضمیر راجع بحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، گویا کہ وہ ہستی مقدس۔ وھو۔ درحقیقت وَھُوَ ہے۔ ضرورت شعری کے لیے ہائے ہوز ساکن کی گئی، واؤ حالیہ، اور وہ۔ فرد۔ بمعنی منفرد، یکتا ہیں۔ فی جلالتہ۔ جلالت بمعنی مہابت وعظمت، شان مہابت وعظمت میں۔ فی عسکر۔ اپنے لشکر میں۔ حین۔ جب کہ۔ تلقاہ۔ مضارع مخاطب من الملاقات، ملتا ہے اس سے۔ وفی حشم۔ اور حشمت میں۔

ترجمہ: جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنہا ہوں۔ تو دیکھنے والے کو یوں نظر آئیں کہ لشکر کے انبوہ میں ہیں۔

شرح: گویا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جلال وعظمت میں ایسے یگانہ ہیں کہ جب تو ان سے ملے تو تجھے ایسا معلوم ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک زبردست لشکر میں جلوہ افروز ہیں۔ اس امر کے ظاہر کرنے کی یوں ضرورت تھی کہ ابتدائی بیتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خندہ پیشانی خوش خلقی کا

1۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ ہیں کہ مخلوق ناشکری کرتی ہی رہے مگر وہ اس قدر دیتے ہیں کہ تنگدستی کا خوف ہی نہیں رہ جاتا آپ کی جود وسخا دیکھ کر عقلیں حیران رہ جاتی ہیں کیونکہ سائل کو دینے پہ آئیں تو اونٹوں کا جنگل ہی دے دیں۔

اس قدر مظاہرہ فرمایا جا چکا ہے کہ سننے والا یہ شبہہ کر سکتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رعب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق عظیم کی وجہ سے کسی پر نہیں تھا۔ اس لیے اس بیت میں بتایا کہ جہاں خلق عظیم اور خندہ پیشانی کی شان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تھی وہاں رعب و داب شاہی بھی یہ تھا۔

چنانچہ ابوجہل کے پاس ایک یتیم تھا اور اسکا تمام مال ابوجہل کے قبضہ میں تھا۔ یہ یتیم جب اپنا مال لینے ابوجہل کے پاس آیا تو ابوجہل نے اسے دھکے دے کر نکال دیا اور کچھ نہ دیا۔ یتیم مایوس ہو کر جب لوٹا تو اکابر قریش نے اس سے کہا: قل بمحمد لک یشفع۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کر، وہ اگر سفارش فرمائیں گے تو تیرا کام بن جائے گا۔

اور انہوں نے یہ استہزاء کہا تھا اور نہ جانتے تھے کہ ابوجہل جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانی دشمن تھا وہ سفارش کیا مانے گا؟ اور یہ بھی جانتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اگر اس نے عرض کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے مایوس نہ فرمائیں گے اس لیے کہ

نہ رفت لا بزبان مبارکش ہرگز مگر باشھد ان لا الہ الا اللہ

غرض کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی الفور اس یتیم کے ساتھ ابوجہل کے پاس تشریف لے گئے۔ ابوجہل نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تشریف لاتے دیکھ کر تعظیم کی اور سروقد کھڑا ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یتیم کی سفارش کی۔ ابوجہل نے سب مال یتیم کو دے دیا۔ تو قریش نے ابوجہل کو شرمایا اور کہا:

اصبوت

"کیا تو نے مذہب بدل لیا"۔

تو ابوجہل کہنے لگا:

لا واللہ ماصبوت ولکن رأیت عن یمینہ وعن یسارہ حربۃ فخفت ان لم اجبہ یطعننی (ذکرہ شیخ زادہ فی سورۃ الماعون)

"خدا کی قسم، میں نے مذہب نہیں بدلا، لیکن میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں بائیں برچھی بردار دیکھے تو مجھے اس امر کا خوف ہوا کہ اگر میں تعمیل نہ کروں گا تو یہ برچھیوں سے مجھے

ماردیں گے۔ شیخ زادہ نے سورۂ ماعون میں بھی اس کو نقل فرمایا"۔

دوسری ایک روایت ہے کہ مکہ معظمہ میں ایک پہلوان رکانہ نامی کافر تھا جو فن پہلوانی میں ماہر تھا۔ اور دور دور سے لوگ اس کے پاس کشتی سیکھنے آتے اور بڑے بڑے جوڑ بند ھتے اور یہ غالب آتا۔ ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی ایک گھاٹی سے تشریف لے جا رہے تھے کہ رکانہ نظر آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یا رکانۃ الا تتقی اللہ وتقبل ما ادعوک الیہ۔

"اے رکانہ! کیا تو اللہ سے ڈر کر وہ دعوت قبول نہیں کرتا جس طرف میں تجھے بلاتا ہوں"۔

تو رکانہ نے عرض کی:

یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ھل من شاھد علی صدقک

"حضور! آپ کی نبوت پر کوئی شاہد ہے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وگر میں تجھے پچھاڑ دوں تو کیا تو ایمان لا سکتا ہے؟ چونکہ رکانہ کو اپنی قوت پر ناز تھا۔ فوراً کہنے لگا: اگر آپ مجھے پچھاڑ دیں تو بے شک میں مان لوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تیار کیا اور پاس تشریف لے جا کر اسے ایک ہی پکڑ میں چت کر دیا، رکانہ متعجب ہوا اور دوبارہ کشتی کے لیے عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ بھی گرا دیا۔ پھر اس نے سہ بارہ عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سہ بارہ بھی اسے پچھاڑ دیا۔ رکانہ سخت متعجب ہو کر رہ گیا۔ اور یہ کہتا ہوا چل دیا:

ان شانک عجب

"آپ کی بھی عجب شان ہے کہ کسی فن میں کسی سے کم نہیں"۔

(رواہ الحاکم فی المستدرک)

كَاَنَّمَا اللُّؤْلُؤُ الْمَكْنُوْنُ فِىْ صَدَفٍ
۵۷ مِنْ مَّعْدِنَىْ مَنْطِقٍ مِّنْهُ وَمُبْتَسَمٖ ٭

حل لغات: کأنما۔ کأن برائے تشبیہ۔ ما۔ کافه عن العمل۔ گویا کہ وہ۔ اللولو۔ الدر الابیض، چمکتا موتی۔ المکنون۔ المستور و المصئون المحفوظ، پوشیدہ ہے۔ فی صدف۔ الصدف حیوان من حیوان البحر۔ اپنی سیپ میں۔ من معدنی۔ صیغه تثنیه معدنین۔ نون آخری حذف ہوا بوجہ اضافت معدن، بکسر الدال، محل العدن، بمعنی اقامه، دو کانوں سے۔ منطق۔ منطق هو القلب واللسان، قلب اور زبان سے۔ منه۔ اس سے۔ مبتسم۔ معدن الابتسام هو الفم۔ دہن مبارک۔

ترجمہ: حضور ﷺ کی گویائی اور تبسم کے معدن یعنی لب و دندان مبارک کی تشبیہ اس درشاہوار سے ہوسکتی ہے جو صدف میں پوشیدہ ہے۔

شرح:

فمن لؤلؤ یبدیه عند ابتسامه ومن لؤلؤ عند الکلام تساقط

ناظم فاہم فرماتے ہیں کہ گویا موتی جو اپنی صدف میں پنہاں ہے اور ابھی تک باہر آکر ہاتھوں میں میلا نہیں ہوا۔ اپنی چمک دمک میں ان گوہروں کے مشابہ ہے جو دو معدنوں سے نکلا ہو۔ جس کی ایک کان حضور ﷺ کی زبان مبارک ہے، دوسری لب ہائے مبارک جن سے دُر دندان کی تابانی ظاہر ہوتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ وہ موتی جو ابھی صدف سے نہیں نکلا، وہ اپنی تابانی میں حضور ﷺ کے کلام اور دُر دنداں کے مشابہ ہے۔ اگرچہ دندان مبارک کی صفائی کو نہیں پہنچ سکتا۔

علامہ حیاتی شرح التحفہ میں لکھتے ہیں، کہ صدف دریائی جانوروں میں سے ایک جانور ہے، جو اکثر دریا ہند اور چین میں پایا جاتا ہے۔ جب کہ شہر نیسان آتا ہے، یعنی کنوار کا مہینا، تو یہ سمندر کی سطح کی طرف آکر ابر نیسان کا منتظر رہتا ہے، اور جب بارش نیسان برستی ہے اپنا

منہ کھول دیتا ہے۔ اگر اس کے منہ میں ایک قطرہ گرا تو یہ قطرہ اس کے پیٹ میں نہایت قیمتی موتی بن جاتا ہے۔ اس موتی کو "دریتیم" کہتے ہیں۔

اور اگر دو قطرے گریں تو ان کو اخوان کہتے ہیں، یہ دریتیم سے کم قیمت ہوتا ہے۔ اور اگر اس سے زائد قطرات گریں تو عام موتیوں کی قیمت کے موتی بنتے ہیں۔ جن کی خاص ممتاز قیمت نہیں ہوتی پھر یہ صدف قعر دریا میں جا کر مثل درخت کے ایک جگہ جم جاتا ہے اور پتھر کی صورت میں بدل کر سیپ ہو جاتا ہے۔

اس بیت مبارک میں دہن اقدس کو صدف سے تشبیہ دے کر دُر دندان مبارک کو موتی سے استعارہ فرمایا۔ اور دو معدن اس لیے فرمائے کہ کلام درحقیقت پہلے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ پھر زبان پر آتا ہے جیسا کہ اخطل نے کہا ہے:

ان الکلام لفی الفؤاد وانما جعل اللسان علی الفؤاد دلیلا

تو خلاصہ مفہوم یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غایت بشاشت اور نہایت لطافت اور کافی مہابت کے باوجود غلیظ القلب نہ تھے۔ بلکہ جب دیکھنے والا ایک نظر دیکھے تو یہی کہتا پھرے:

بحیرتم کہ عجب تیر بے کماں زدہ

اور کلام مبارک فرماتے ہوئے دردندان کی جھلک ایسی نکلتی ہے، جیسے درمکنون اپنے صدف میں جھک مار رہا ہے۔ اور فم مبارک حفظ کلام میں مثل صدف مقبول بین الانام ہے۔
صاحب زبدہ فرماتے ہیں کہ بعض صالحین نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت میں یہ بیت اور اس سے پہلے بیت پڑھ رہے تھے۔

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

(۵۸) لَا طِیْبَ یَعْدِلُ تُرْبًا ضَمَّ اَعْظُمَهٗ
طُوْبٰی لِمُنْتَشِقٍ مِّنْهُ وَمُلْتَثِمِ

حل لغات: لا طیب۔ نہیں ہے کوئی خوشبو۔ یعدل۔ مضارع از عدل مساوات، برابر۔ تربا۔ بالضم مٹی، اس مٹی کی خوشبو کے۔ ضم۔ جس سے مس کر رہی ہیں۔ اعظمہ۔ جمع

عظام، ہڈی، استخوانہا مبارک۔ طوبیٰ۔ مبارک ہو۔ لمنتشق۔ از استنشاق، سونگھنا، اس کے لیے جس نے سونگھی۔ منه۔ خوشبو اس سے۔ وملتشم۔ از التثام، چومنا، اور چوما اس کو۔

ترجمہ: حضور ﷺ کی اس مٹی سے بہتر خوشبو دنیا میں نہیں جس مٹی سے استخوانہائے مبارک مس کیے ہوئے ہیں۔ مبارک ہیں وہ جنہوں نے اس خاک اقدس کو سونگھا اور چوما۔

شرح: دنیا کی کوئی خوشبو اس خاک پاک کی خوشبو سے بہتر نہیں ہو سکتی جس خاک پاک پر جسد اطہر آرام فرما ہے، اور وہ خوش نصیب ہے جس نے اس خاک پاک کی خوشبو لی اور جس نے اسے چوما اور بوسہ لیا۔ اور یہ امر مسلم ہے کہ قبر معطر محمد رسول اللہ ﷺ تمام روئے زمین بلکہ کعبہ معظمہ بلکہ عرش اعظم سے بھی افضل ہے۔ اور کیوں نہ ہو احادیث شریفہ میں آیا ہے کہ ہر متنفس کی پیدائش اس خاک سے ہے جس میں وہ دفن ہوتا ہے۔ تو وہ خاک اطہر جس میں حضور ﷺ جلوہ آراء ہیں، حضور ﷺ کے جسد اطہر کا جزو ہوئی۔ اور حضور ﷺ کا صدقہ تمام عالم، عرش و قلم، لوح و کرسی، تو نتیجہ صاف ہے کہ قبر حضور ﷺ تمام عالم سے افضل ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ماشممت مسكا ولا غبراً اطيب من ريح رسول الله صلى الله عليه وسلم

"میں نے مشک وعنبر کی خوشبو حضور ﷺ کی خوشبو سے بہتر نہ سونگھی"۔

اور ملتشم بالشین کے معنی چومنے کے حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے اس مرثیہ میں پائے جاتے ہیں۔ جو آپ نے حضور ﷺ کی وفات پر کہا تھا۔ وهو هذا

صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا ۔۔۔ صُبَّتْ عَلَى الْاَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا

مَاذَا عَلٰى مَنْ شَمَّ تُرْبَةَ اَحْمَدَ ۔۔۔ ان لايَشُمَّ مُدَى الزَّمَانِ غَوَالِيَا(1)

اسی بناء پر علماء کرام نے فرمایا:

ان تربة قبره صلى الله عليه وسلم افضل من البيت والمسجد الاقصى

1۔ مجھ پر ایسی مصیبتیں ڈالی گئی ہیں کہ اگر ان کو دنوں پر ڈالا جاتا تو وہ راتوں میں تبدیل ہو جاتے جو ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کی تربت اقدس کو سونگھ لیتا ہے تو اسے کبھی کسی خوشبو کے سونگھنے کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔

والعرش والکرسی۔(1)

اور اس امر میں اقوال مختلفہ ہیں کہ زیارت قبر مبارک واجب ہے یا سنت، علماء مالکیہ تو اسی طرف گئے ہیں کہ زیارت قبر مبارک واجب ہے۔ اور اس پر عقلی نقلی دلائل بہت سے لکھے ہیں۔ منجملہ ان کے ایک دلیل یہ ہے کہ زیارت قبر مبارک تعظیماً کی جاتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم واجب ہے، تو زیارت قبر واجب ہوئی۔ علاوہ بریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من وجد سعة ولم يعد الى فقد جفاني،

"جو زاد راحلہ میں وسعت پائے اور میری طرف نہ آئے، وہ مجھ سے جفا کرے گا"۔

دوسری حدیث میں ہے

من حج ولم يزرني فقد جفاني

"جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر جفا کی"۔

اور جفا چونکہ اذیٰ ہے اور اذیٰ بالا جماع حرام ہے تو زیارت روضہ مقدس واجب ہے۔ اس لیے کہ ازالۂ جفا واجب ہے۔ اور وہ زیارت سے زائل ہوگی، تو زیارت واجب ہوئی، اور بعض شوافع اور احناف اس طرف گئے کہ زیارت قبر مبارک سنت ہے۔ چنانچہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی فرماتے ہیں:

انها سنة من سنن المسلمين مجمع عليها

"زیارت روضہ پاک سنت ہے اور اسی پر اجماع ہے"۔

اور مسلک عشاق تو یہ ہے:

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو — کعبہ تو دیکھ چکے کعبہ کا کعبہ دیکھو
رکن شامی سے مٹی وحشت شام غربت — اب مدینہ کو چلو صبح دل آراء دیکھو
آب زمزم تو پیا خوب بجھائیں پیاسیں — آؤ جود شہ کوثر کا بھی دریا دیکھو
زیر میزاب ملے خوب کرم کے چھینٹے — ابر رحمت کا یہاں زور برسنا دیکھو
واں مطیعون کا جگر خوف سے پانی پایا — یاں سیہ کاروں کا دامن پہ مچلنا دیکھو

1۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی مٹی بیت اللہ، مسجد اقصیٰ اور عرش و کرسی سے افضل ہے۔

فصل رابع -- ذکر میلاد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۵۹ اَبَانَ مَوْلِدُهٗ عَنْ طِيْبِ عُنْصُرِهٖ
يَا طِيْبَ مُبْتَدَاٍ مِّنْهُ وَمُخْتَتَمِ

حل لغات: ابان، ماضی از ابانۃ، ظاہر کرنا، ظاہر کیا۔ مولدہٗ۔ اسم ظرف مکان فاعل، جائے ولادت۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت نے۔ عن طیب عنصرہ۔ عنصر اجزاء، اجزاء جسم کی خوشبوؤں سے۔ یا طیب۔ یا کلمۂ ندا، ای یاایھا العقلاء انظروا بنظر التعجب الی طیبہ۔ اے پاک وخوشبودار ہستی کے دیکھنے والو۔ مبتدا۔ ابتداء ولادت میں۔ ومختتم۔ اور وقت وفات قبر میں۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت نے جسد مبارک کی خوشبو ظاہر کی۔ سبحان اللہ! اے لوگو! دیکھو، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت اور مدفن اقدس دونوں کیسے پاک اور خوشبودار ہیں۔

شرح:

خوشبو یہ پیاری پیاری کس گل کی آرہی ہے   باد صبا یہ کس کا مژدہ سنا رہی ہے
ابر بہار یک سو چھڑکاؤ کر رہا ہے   باد سحر خوشی میں پنکھے ہلا رہی ہے
آمد ہے کیا اس کی جس کا خدا ہے شیدا   فوج نجوم کس کے ہمراہ آ رہی ہے
ہر جا ترانہ سنجی صل علی النبی کی   حب نبی دلوں پر کیا رنگ لا رہی ہے

اس بیت مبارک میں ناظم فاہم اس جان عالم رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے قبل کے حالات شروع فرما کر ایک طرز خاص کا ذکر میلاد بیان فرما رہے ہیں۔ اور اس کی ابتداء یوں کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ ولادت نے ایسے ایسے امور غریبہ وکرامات عظیمہ کا مظاہرہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن ابتداء اور خوبی خاتمہ دونوں واضح ہو گئے۔

یا طیب مبتدا منہ و مختتم میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانۂ ولات اور زمانۂ رحلت

دونوں کی خوبی بیان کر رہے ہیں۔

اور کہہ رہے ہیں۔ کہ اے جان عالم! تیرے فضائل کا کیا کہنا۔ تو تمام زمانوں سے افضل ہے۔ سورہ والعصر میں تیرا رب تیری ذات مقدس کی قسم کھا رہا ہے۔ سورہ والضحیٰ میں تیرے وجہ منیر کو مقسم بہ بنا رہا ہے کہیں لعمرک فرما کر تیرا قرب خاص دکھا رہا ہے، کہیں یٰس کہہ کر تجھے تاجدار بنا رہا ہے۔

از فروغ تست روشن دین و دنیا ہر دو جا
برتو بادا از خدا صلوٰۃ یا بدر الدجیٰ
مادر گیتی نہ زادہ چوں تو فرزند دگر
دیدۂ عالم ندیدہ ہمچو تو حسن اللقا
کے ملک کردے بہ پیش آدم خاکی سجود
نور تو در وے نبودے گر ودیعت اے ہدیٰ
از بہار لطف تو سرسبز باغ کائنات
وز نسیم فیض تو شاداب تر روض الصفا

حضرت سیدہ آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بوقت ولادت ایسا نور مستنیر ہوا کہ زمین سے آسمان تک ہر شے روشن تھی۔ اس نور میں مجھے قصور شام نظر آنے لگے۔ اور ایک انوکھی شان کی خوشبو مہکی، جس نے مشام دماغ معطر کر دیئے۔ میرے مکان کی ایک سمت سے آواز آئی: اے آمنہ! انہیں تین روز تک ظاہر نہ کرو کہ ملائکہ سلام کے لیے حاضر ہو رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وقت ولادت ید قدرت سے مختون و ناف بریدہ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر آلائش سے پاک تھا۔ ید قدرت کا غسل فرمائے ہوئے جلوہ گر ہوئے۔

حضرت صفیہ بنت عبد المطلب فرماتی ہیں کہ بوقت ولادت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ تھی۔ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کا نور چراغ کی روشنی پر غالب ہے اور اس شب میں چھ عجائبات دیکھے:

اول یہ کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم شکم مادر سے ظاہر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ فرمایا۔

دوسرے یہ کہ سر مبارک اٹھا کر حضور ﷺ نے اشھد ان لا الہ الا اللہ فرمایا۔

تیسرے یہ کہ آپ ﷺ کے جسد اطہر کے نور سے تمام گھر منور ہو گیا۔

چوتھے یہ کہ میں نے حسب دستور جب حضور ﷺ کو غسل دینا چاہا تو غیبی ندا آئی کہ اے صفیہ! یہ ید قدرت سے غسل کیے ہوئے ہیں تم تکلیف غسل نہ کرو۔

پانچویں یہ کہ آپ ﷺ مختون و ناف بریدہ تھے۔

چھٹے یہ کہ جب میں نے چاہا کہ حضور ﷺ کو پیراہن پہناؤں تو آپ ﷺ کی پشت انور پر دونوں شانوں کے مابین ایک گول نشان پایا۔ جس پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا تھا۔

حضرت مولا علی شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے بوقت غسل حضور ﷺ کے جسم اطہر سے ایسی خوشبو سونگھی کہ اس سے پہلے وہ خوشبو مجھے کبھی میسر نہ آئی تھی۔

علامہ خرپوتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ زمانۂ ولادت باسعادت کے فضائل عجیبہ اور غرائب لطیفہ بکثرت احادیث میں موجود ہیں۔ منجملہ ان کے جو کتب احادیث میں مذکور ہیں ایک یہ ہے کہ جب استقرار نطفہ زکیہ اور در یتیم محمدیہ ﷺ صدف آمنہ قرشیہ میں ہوا تو عالم ملکوت و جبروت میں منادی کی گئی کہ تمام عالم قدس کو معطر کر دیا جائے اور جہات شرف اعلیٰ میں بخور کرایا جائے اور سجادہائے عبادت صفوف ملائکہ میں بچھا دی جائیں کہ آج نور محمد رسول اللہ ﷺ رحم آمنہ میں منتقل ہو چکا ہے۔

حضرت سہل بن عبد اللہ تستری فرماتے ہیں کہ جس رات اللہ تعالیٰ نے نور محمدی ﷺ بطن آمنہ میں منتقل فرمایا۔ وہ رجب کی لیل جمعہ تھی۔ اس رات خازن جنان کو حکم ہوا کہ فردوس اعلیٰ کھول دے۔ اور منادی زمین و آسمان میں ندا دے رہا تھا کہ وہ نور مخزون جس سے نور نبی ہادی ظاہر ہونے والا تھا اس رات بطن آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا میں قرار پا چکا۔

ایک روایت میں ہے کہ قریش ان ایام میں نہایت تنگی اور سخت قحط سالی میں مبتلا تھے کہ یک لخت زمین سرسبز ہونے لگی اور درخت پھل دار ہو گئے۔ اس سال کا نام قریش نے سنۃ الفتح والابتہاج رکھا۔

حضرت سیدہ آمنہ خاتون فرماتی ہیں کہ میں اپنے گھر میں تنہا تھی اور عبدالمطلب طواف بیت میں مشغول تھے کہ میں نے ایک ہیبت ناک آواز سنی جس سے مجھے ڈر محسوس ہوا۔ کہ میں نے ایک پر دیکھا جو کسی پرند کے بازو کے مشابہ تھا۔ نہایت سفید اور وہ میرے کلیجہ پر مس کیا گیا تو جو خوف تھا وہ دفع ہو گیا۔ پھر میں نے دیکھا کہ ایک پینے کی چیز سفید رنگ کی ہے، وہ میں نے پی تو میرے گرد ایک بلند نور تھا اور بہت سے آدمی میں نے معلق ہوا میں دیکھے کہ ان کے پاس چاندی کے اباریق (لوٹے) تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے میری آنکھیں ایسی روشن فرمائیں کہ میں نے مشارق ومغارب ارض کا معائنہ کیا اور دیکھا کہ تین علم لہرا رہے ہیں ایک مشرق پر، ایک مغرب پر اور ایک علم کعبۃ اللہ پر کہ اچانک مجھے درد زہ محسوس ہوا اور مجھ سے وہ دریتیم رؤف ورحیم، حلیم وکریم محمد ﷺ جلوہ آراء ہوئے۔ میں نے حضور ﷺ کی طرف جو نظر کی تو دیکھا کہ آپ ﷺ سربسجود ہیں اور انگشت سبابہ آسمان کی طرف اٹھا رکھی ہے اور غایت تضرع ابتہال فرما رہے ہیں۔ پھر میں نے ایک سفید ابر دیکھا کہ میری طرف جھک رہا ہے حتی کہ اس ابر نے حضور ﷺ کو مجھ سے پوشیدہ کر لیا کہ اتنے میں ایک آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے:

طوفوا به مشارق الارض و مغاربها وادخلوه فی البحار لیعرفوه بنعته وصورته وهذه القصة طویلة یتحیر منها الافهام حتی ان بعض الفضلاء الکرام وضعوا لمولده علیه السلام کتابا مستقلا فی حسن النظام ومن اراد فعلیه الرجوع والقیام۔

"پھراؤ اس ہستی پاک کو مشارق ومغارب عالم میں اور انہیں بحر عرفان میں داخل کرو، تا کہ یہ اپنے رتبہ اور منصب کو جانیں۔ اور یہ قصہ بہت طویل ہے اور اتنا عجیب ہے کہ افہام عوام متحیر ہو جائیں حتیٰ کہ بعض فضلا نے میلاد مبارک میں مستقل کتاب تالیف فرمائی جسے مفصل دیکھنا ہو وہ ان کتابوں کی طرف رجوع کرے"۔

اور شرح شیخ زادہ میں یہ اور منقول ہے کہ استقرار حمل کی صبح کو اصنام دنیا منکوس تھے اور تخت شیطان اوندھا پڑا تھا اور شیطان لعین اس غم میں چالیس دن دریاؤں میں غوطہ لگاتا

رہا۔ پھر بھاگ کر جبل ابوقبیس پر آیا اور ایک ایسی چیخ ماری کہ تمام ذریت جمع ہوگئی۔ تو ان سے شیطان نے کہا:

ویلکم هلکتم هذه المرة هلاکا لم تهلکوا مثله۔ قالوا وما القصة فقال هذا محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب المبعوث بالسیف القاطع الذی لا حیلة بعده یبطل عبادة اللات والعزیٰ وسائر الاصنام ولا تأتی موضعا الا وجدنا فیه ذکر الوحدانیة علانیة الخ۔

"وائے تم پر، اس دفعہ تم ایسے ہلاک ہو رہے ہو کہ ایسی ہلاکت اس سے قبل تم پر کبھی نہ آئی تھی۔ ذریت شیطنہ نے کہا کہ قصہ تو بتا، کیا مصیبت آگئی۔ شیطان نے کہا: عنقریب اسی جگہ محمد ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب آ رہے ہیں جو اللہ کی طرف سے مبعوث بالسیف قاطع ہیں۔ ان کی رونق افروزی کے بعد کوئی چال اور حیلہ نہ چل سکے گا۔ لات وعزیٰ اور تمام بتوں کی پرستش کو باطل کر دیں گے اور کہیں وہ تشریف نہ لائیں گے، مگر وہاں ذکر توحید الٰہی ہوتا نظر آئے گا۔ اور یہ امت ہمارے خداؤں پر ان کی تعلیم کی وجہ میں لعنت کرے گی۔ اور شیطان کو رجیم کہے گی۔ اور اس نبی کی رونق افروزی کے بعد ہماری آنکھیں پتھرا جائیں گی اور ہمارے دل حزین وغمگین ہوں گے"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ علامات حمل نور مجسم ﷺ سے ایک یہ تھی کہ اس رات قریش کے تمام جانور بول اٹھے اور بزبان فصیح کہنے لگے:

حمل محمد ورب الکعبة وهو امان لاهل الدنیا

"رب کعبہ کی قسم، محمد ﷺ صدف آمنہ میں جلوہ گر ہو گئے وہ دنیا والوں کیلئے امان ہیں"۔

اور کوئی کاہن قریش میں باقی نہ رہا اور نہ قبائل عرب میں کوئی تھا مگر متحیر ہو گیا۔ اور علم کہانت ان سے جاتا رہا اور کسی بادشاہ کا تخت نہ تھا مگر اوندھا ہو گیا تھا۔

اور وحوش مشرق کے مغرب کی طرف دوڑے اور مغرب کے مشرق کی طرف، اور یہ بشارت دے رہے تھے:

ابشروا فقد آن لابی القاسم ان یخرج الی الارض میمونا مبارکا طیبا

طاھرا الیٰ خیر امۃ اخرجت للناس یأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر فیا طوبھا۔

"مبارک ہو، اب ابوالقاسم ﷺ کا زمانہ ہے کہ وہ عنقریب زمین کی طرف جلوہ فرما ہوں گے۔ امن والے، برکت والے، پاک ذات، پاک فرمانے والے، اس خیر امت کی طرف تشریف لا رہے ہیں جو معروف کا حکم کرتی، مناہی سے منع کرتی ہے۔ اے سننے والو! مبارک ہو"۔

ایام مولود آ گئے، آثار بہبود آ گئے فرحت کے دن زود آ گئے، تازہ ہوا باغ کہن

حضرت آمنہ خاتون فرماتی ہیں کہ جب حمل کو چھ ماہ گزرے تو خواب میں کوئی آ کر کہنے لگا:

یا آمنۃ! حملت بخیر العالمین طرا فاذا ولدتہ تسمیہ محمدا واکتمی شانک۔

"اے آمنہ! تم خیر العالمین کی حاملہ ہو۔ تمہیں مبارک ہو، جب وہ جلوہ آراء عالم ہوں، تو ان کا نام نامی محمد ﷺ رکھنا، اور اس حاملہ کو پوشیدہ رکھو۔"

مولای صل وسلم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

کعبہ کے بدر الدجیٰ تم پہ کروڑوں درود طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود

زہے عزت و اعتلائے محمد ﷺ کہ ہے عرش حق زیر پائے محمد ﷺ

مکان عرش ان کا فلک فرش ان کا ملک خادمان سرائے محمد ﷺ

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

عجب کیا اگر رحم فرمائے ہم پر خدائے محمد برائے محمد ﷺ

محمد برائے جناب الٰہی جناب الٰہی برائے محمد ﷺ

بہم عہد باندھے ہیں، وصل ابد کا رضائے خدا رضائے محمد ﷺ

دم نزع جاری ہو میری زبان پر محمد محمد خدائے محمد ﷺ

جلو میں اجابت خواصی میں رحمت بڑھی کس تزک سے دعائے محمد ﷺ

اجابت کا سہرا عنایت کا جوڑا دلہن بن کے نکلی دعائے محمد ﷺ

سَلِّمْ وَصَلِّ اِلٰھَنَا اَبَدًا عَلٰی خَیْرِ الْوَرٰی

مَنْ وَّجْھُهٗ بَدْرُ الدُّجٰی مَنْ ذَاتُهٗ نُوْرُ الْھُدٰی

مَنْ کَفُّهٗ بَحْرُ الْعَطَا کَانَتْ عَلَیْهِ مِنَ السَّمَاءِ

صَلَوَاتُ رَبِّیْ دَائِمًا طُوْلَ الدُّھُوْرِ وَ الزَّمَنْ

(علامۂ اولیٰ)

یَوْمٌ تَفَرَّسَ فِیْهِ الْفُرْسُ اَنَّھُمْ

قَدْ اُنْذِرُوْا بِحُلُوْلِ الْبُؤْسِ وَالنِّقَمِ ⓺⓪

حل لغات: یوم۔ اس دن۔ تفرس۔ ماضی، از فراست، قرینہ و علامت سے جاننا۔ فراست سے جان لیا۔ فیہ الفرس۔ اہل فارس نے کہ اس دن۔ انھم۔ بے شک وہ۔ قد انذروا۔ انذروا، ماضی مجہول از انذار، ڈرائے گئے ہیں۔ بحلول۔ بمعنی نزول، ساتھ نازل ہونے۔ البؤس۔ سخت مصیبت اور بلاء۔ والنقم۔ جمع، نقم، شدت و عقوبت، اورعذاب سے۔

ترجمہ: یوم ولادت کوفراست سے اہل فارس نے جان لیا۔ کہ یہ دن ان پر بلاو مصیبت کے نازل ہونے کا ہے۔

شرح: یوم تفرس میں یوم بدل ہے مولد سے اور یہاں یوم سے مراد وہ صبح جانفزا ہے۔ جس میں حضور ﷺ جلوہ آرائے عالم ہوئے۔ چنانچہ جس حدیث میں حضور کی ولادت کا تذکرہ ہے۔ اس میں بھی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

انه سئل عن صیام یوم الاثنین فقال ذالک یوم ولدت فیه

''حضور سے سوال ہوا۔ کہ ہر پیر کو حضور ﷺ روزہ کیوں رکھتے ہیں، تو حضور ﷺ نے فرمایا: یہ وہ دن ہے جس میں ہماری ولادت ہوئی''۔

تو معلوم ہوا کہ یوم سے مراد نہار یوم ہے۔ اس لیے کہ حضور ﷺ کی ولادت نہار دوشنبہ کو ہوئی۔ تو ناظم فاہم نے جو یوم استعمال کا محاورہ کے مطابق استعمال کیا۔ اسی طرح دوسری حدیث جو سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے۔ اس میں فرماتے ہیں:

ولد علیه السلام یوم الاثنین وانزل علیه النبوة یوم الاثنین وخرج مهاجرا یوم الاثنین ودخل المدینة یوم الاثنین ووضع القبر یوم الاثنین و کذا فتح مکة یوم الاثنین وانزل علیه سورة المائدة یوم الاثنین۔

"یعنی حضور ﷺ کی ولادت پیر کو ہوئی اور حضور ﷺ پر اظہار نبوت اسی دن ہوا اور حضور ﷺ نے ہجرت بھی اسی دن فرمائی اور مدینہ میں داخلہ بھی پیر کے روز ہوا اور قبر مبارک میں بھی پیر کے روز آرام فرما ہوئے اور مکہ بھی پیر کو فتح ہوا اور سورۃ مائدہ بھی پیر کے دن نازل ہوئی"۔

اور تفرس کے معنی نظر کے ہیں۔ یعنی اس دن دیکھا اور بالفراست جانا۔ اس لیے کہ فراست ایک ایسی قوت انسانیہ کا نام ہے جس کے ذریعہ انسان معانی باطنہ کا ادراک کرتا ہے۔

اور دوسرا لفظ فرس اسم جمع ہے اہل فارس کا۔ اور فارس پارس سے معرب ہے۔ اس کا شجرہ یہ ہے: پارس بن ناسور بن سام بن نوح۔ انہوں نے بہت سے بلاد وامصار بنائے۔ مشہور شہران کے شیراز اور اصفہان ہیں۔

اور فارس کی تعریف میں احادیث بھی وارد ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا:

ان اللہ اختار من بین خلقه من العرب قریشا ومن العجم فارسا۔

"اللہ نے عرب میں سے قریش کو پسند فرمایا اور عجم سے فارس کو"۔

دوسری حدیث میں فرمایا:

ابعد الناس عن الاسلام الروم ولو کان الاسلام معلقاً بالثریا لتناوله رجال من فارس۔

"لوگوں میں اسلام سے بعید تر روم والے ہیں اور اگر اسلام ثریا پر چلا جائے تو بعض فارس کے لوگ وہاں سے بھی اچک لائیں گے"۔

چنانچہ ہمارے امام ہمام حضرت ابو حنیفۃ النعمان فارسی رضی اللہ عنہ اس حدیث کے مصداق ہیں۔

لَقَدْ زَانَ الْبِلَادَ وَمَنْ عَلَيْهَا ۔۔۔ اِمَامُ الْمُسْلِمِيْنَ اَبُوْحَنِيْفَهْ!(1)

بؤس سخت مصیبت کو کہتے ہیں اور نقم جمع نقمہ کی ہے یہ بمعنی عذاب اور بلا کے مستعمل ہے۔

اس بیت مبارک میں اس روایت کی طرف اشارہ ہے، جو مروی ہے کہ جس رات کی صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اس رات ملک فارس انوشیرواں نے ایک خواب دیکھا اور اس سے سخت پریشان ہو کر تمام ساحر و کاہن منجم جمع کیے اور اس نے کہا کہ میں نے ایک ایسا خواب دیکھا ہے جس نے متحیر کر دیا ہے لہٰذا اس کی تعبیر دو۔ سب نے کہا: کہ خواب بیان کر۔ انوشیروان نے کہا: کہ مجھے خواب بیان کرنے کے بعد تعبیر سننے سے اطمینان نہیں ہو سکتا۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ بلا خواب سنائے تعبیر سنوں۔ یہ سن کر سب محو حیرت ہو گئے اور سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا کہ بغیر خواب سنے ہم تعبیر دینے سے قاصر ہیں۔

ایک منجم بولا کہ اگر آپ اس طرح تعبیر لینا چاہتے ہیں تو سطیح کے پاس آدمی بھیجیے، وہ آپ کو سب بتا دے گا۔ انوشیروان نے عبدالمسیح کو بحرین بھیجا۔ وہ وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ سطیح سال بھر میں ایک دن نکلتا ہے اور اس کے دروازہ پر سونے کے پترے سائلوں کی طرف سے پڑے ہوتے ہیں کہ ان پر وہ آنے والے کے تمام حالات لکھ کر دے۔

عبدالمسیح اس کاہن کے باہر آنے کے انتظار میں ٹھہرا رہا۔ جب سطیح باہر نکلا تو اس نے سب سے پہلے انوشیروان کے خواب کو بیان کیا اور کہا کہ انوشیروان نے حیرت ناک خواب دیکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ عربی گھوڑے اس کے تمام شہروں میں بھر گئے ہیں اور عراقی اونٹ ہانکے جا رہے ہیں اور اسے نکال رہے ہیں۔ یہ علامت ولادت نبی عربی امی ہاشمی کی ہے جن کا نام نامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ وہ اولاد خلیل میں سب سے افضل ہیں۔ اور ان کی تعریف تورات و انجیل میں بیان کی گئی ہے اور اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ خیل عرب اس ہاشمی کے

1۔ مسلمانوں کے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے شہروں اور شہروں میں بسنے والوں کو زینت دے دی ہے۔

اصحاب ہیں جو بلاد فارس میں داخل ہو کر ملک فارس فتح کریں گے۔ اور آل ساسان سے شہر کے شہر چھین لیں گے پھر سطیح رونے لگا۔ اس سے سبب گریہ پوچھا گیا تو وہ کہنے لگا: میں اس پر روتا ہوں کہ میری عمر کے دن تھوڑے باقی ہیں اور افسوس کہ میں اس نبی ہاشمی کا زمانہ نہ پاسکوں گا۔

عبدالمسیح واپس ہوا اور قوم ساسان کو اس پیشگوئی سے مطلع کیا۔ قوم ساسان کو یہ بات ناگوار گزری اور انہوں نے سطیح کو قتل کر ڈالا اور ان کا سر پھاڑ دیا۔ اور یہ قصہ مفصل تاریخ ہاشمی میں منقول ہے۔

(علامۃ ثانیہ)

(۶۱)

وَبَاتَ اِيْوَانُ كِسْرٰى وَهُوَ مُنْصَدِعٌ
كَشَمْلِ اَصْحَابِ كِسْرٰى غَيْرَ مُلْتَئِمِ

حل لغات: وبات۔ عام سواء کان فی اللیل او فی الیوم۔ بمعنی صار۔ اور ہو گیا۔ ایوان۔ بمعنی دیوان خانہ و محل۔ مراد محل۔ کسریٰ۔ معرب از خسرو، اسم جنس لمن یملک العجم۔ کسریٰ بادشاہ فارس کا۔ وھو۔ حالیہ، ضمیر راجع الی الایوان۔ درآنحالیکہ وہ محل۔ منصدع۔ اسم فاعل، اذ انصداع بمعنی الانھدام و التشقق۔ پھٹنے والا، گرنے والا تھا۔ کشمل۔ ک تشبیہ۔ شمل بمعنی جمعیت۔ مثل جمعیت۔ اصحاب۔ اصحاب۔ کسریٰ۔ بادشاہ فارس کے۔ غیر ملتئم۔ نہ ملنے والی تھی۔

ترجمہ: شاہ ایران کا محل پھٹ کر رہ گیا اور پھر درست نہ ہو سکا، جس طرح لشکر کسریٰ منتشر ہونے کے بعد پھر منظم نہ ہوا۔

شرح: کسریٰ اس کو کہتے ہیں جو ملک عجم ہو، اس کی جمع اکاسرہ ہے۔ جیسے ملک روم کو قیصر کہا جاتا ہے۔ یمن کے بادشاہ کو تبع کہتے ہیں۔ مصر کے حکمران کو فرعون کے نام سے پکارتے ہیں۔ ترکی کے تاجدار کو خاقان اور شاہ حبش کو نجاشی کہتے ہیں۔

منصدع اسم فاعل ہے اور انصداع سے مشتق۔ اس کے معنی پھٹنے اور منہدم ہونے

کے آتے ہیں۔ چونکہ بنی ساسان کا یہ ایوان خاص نوے برس میں تعمیر ہوا تھا اور نہایت مضبوط تھا۔ اس لیے اس کے پھٹنے میں خاص دلیل مہابت اس نبی الابطحی روحی فداہ ﷺ کی نظر آئی۔ اس پر سونے کے پانی کا رنگ کیا گیا تھا۔ اور زبرجد اور موتیوں سے اس پر نقاشی کا کام تھا۔ اور جوہرات قیمتی جڑے گئے تھے اور جس رات ولادت باسعادت سرور عالم ﷺ ہوئی۔ اس دن اس محل پر زلزلہ طاری ہو گیا۔ اور تمام محل پھٹ گیا اور چودہ کنگرے محل کے گر گئے۔ اور آٹھ باقی رہے جو اس امر کی دلیل تھے کہ اب سے صرف آٹھ تاجدار اس سلطنت پر حکمرانی کریں گے۔

چنانچہ اس سلطنت کا آخری بادشاہ یزدجرد گزرا ہے۔ اس کے بعد ملک ارمن رستم کی حکومت آئی اور یہ وہ رستم نہیں ہے جو ہندوستان میں مشہور ہے، بلکہ یہ اور رستم ہے جسے یزدجرد نے تمام خزانہ دے کر اور اسلحہ جات سے بھرپور کر کے سونا چاندی بخش کر کہا تھا کہ کسی طرح عرب کا شر دفع کرو۔ چنانچہ رستم بلاد خراسان سے دو لاکھ آدمی لے کر بلاد عراق سے ہوتا ہوا چلا اور جس قدر اہل ذمہ تھے سب کو ابھارا۔ حتیٰ کہ انہوں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے نقض عہد کیا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت سے عساکر روانہ کیے اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو ان کی کمان دی، اور جو عساکر عراق میں تھے ان کو حکم بھیج دیا کہ وہ حضرت سعد کی اطاعت کریں۔ جب حضرت سعد عساکر اسلامیہ کے ساتھ پہنچے، تو مخالف کے لشکر کا سردار رستم کو پایا۔ جس وقت مقابلہ شروع ہوا تو ہلال بن علقمہ تیمی نے رستم کو شست (نشانہ) میں باندھا اور پہلے ہی تیر میں اسے ہلاک کر دیا۔ چنانچہ حضرت سعد نے رستم کا تمام مال مسلوبہ ہلال کو عطا فرمایا جو ستر ہزار درہم کی قیمت کا تھا اور رستم کی ٹوپی کی قیمت ایک لاکھ درہم کی علیحدہ تھی وہ بھی ہلال کو عطا کی گئی۔ پس کمانڈر انچیف کا قتل ہونا تھا کہ لشکر میں بھگدڑ پڑ گئی۔ حضرت سعد نے ان کا تعاقب کیا حتیٰ کہ ان کی جمعیتیں منتشر ہو گئیں اور ہزارہا لشکری مارے گئے اور مسلمانوں کو کافی مال غنیمت ملا۔ روایت ہے کہ علم کفار جب قبضہ میں آ گیا تو معہ مال غنیمت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر کیا۔ آپ نے مجاہدین اسلام میں اس کا تقاسمہ فرمایا۔ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حصہ میں اس

مال سے ایک شیر ملا تھا جسے آپ نے دس ہزار دینار کو فروخت فرمایا۔

اس کے بعد سے اکاسرہ کی سلطنت اور ان کی جمعیت پھر دوبارہ منظم نہ ہو سکی۔ مصرع ثانی میں اس طرف اشارہ ہے كَشَمْلِ اَصْحَابِ كِسْرىٰ غَيْرَ مُلْتَئِمٖ ''یعنی اصحاب کسریٰ کی جمعیت کی طرح وہ محل بھی پھر مندمل نہ ہو سکا''۔

التئام عربی میں زخم جڑنے اور ملتئم ہونے کو کہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت علی کا شعر ہے۔ اس میں اس کی نظیر ملتی ہے۔

جراحات السنان لها التيام ولا يلتام ما جرح اللسان

''برچھی کا زخم مندمل ہو سکتا ہے لیکن جو زخم زبان سے طعن و تشنیع کا لگے، وہ مندمل نہیں ہو سکتا''۔

یہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے

(علامۃ ثالثۃ ورابعۃ)

وَالنَّارُ خَامِدَةُ الْاَنْفَاسِ مِنْ اَسَفٍ
عَلَيْهِ وَالنَّهْرُ سَاهِي الْعَيْنِ مِنْ سَدَمٖ ⓬

حل لغات: والنار۔ اور آگ۔ خامدة۔ از خمود، انقطاع شعلة النار مع بقاء جهرها، ٹھنڈے۔ الانفاس۔ جمع نفس، سانس لینے لگی۔ من اسف۔ الاسف بمعنی الحزن۔ افسوس سے۔ عليه۔ اپنے اوپر۔ والنهر اور نہر فرات۔ ساهي العين۔ ساهي، بمعنی الغافل، عين منبع الماء۔ بھول گئی اپنے منبع کو۔ من سدم۔ الحزن والندم۔ کمال حزن وندامت سے۔

ترجمہ: آتش کدوں کی آگ آہ سرد کھینچ کر سرد ہو گئی اور نہر فرات کی آنکھ یعنی منبع بہنے سے رک گیا۔

شرح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد مبارک کے وقت آتش مجوس جو ہزار سال سے روشن تھی

ایک آہ سرد بھر کر ٹھنڈی ہوگئی اور اسے بطلان مذہب مجوس کا یقین ہوگیا۔ اور نہر فرات جو کوفہ کے قریب ہے جس پر انوشیروان نے پل باندھ کر بڑی عالی شان عمارتیں اور کنیسا اس کے گرداگرد بنوائے تھے، ایسی حیران ہوئی کہ اپنا بہاؤ چھوڑ کر ساوہ اور بحیرہ طبریہ کی گھاٹیوں میں جو دمشق و عراق کے مابین ہیں جا پڑی۔

روئے زمین کے بت کیوں سب آج سرنگوں ہیں
آتش کدوں کی آتش قدرت بجھا رہی ہے

وَسَآءَ سَاوَةَ اَنْ غَاضَتْ بُحَيْرَتُهَا
وَرُدَّ وَارِدُهَا بِالْغَيْظِ حِيْنَ ظَمِ ۶۳

حل لغات: و۔ واؤ عاطفہ، اور۔ ساء۔ بمعنی حزن، احزن، غمگین ہو گئے، ساوۃ۔ اسم شہر عظیم، والمراد اھل ساوہ، اہل ساوہ، ان غاضت۔ غیاض بمعنی غاب، یقال غاض الماء اذا غاب، اس سے کہ غائب ہوگیا۔ بحیرتھا۔ بحیرہ اسم لمیاہ عظیم، اس کا دریا، جسے دریا ساوہ کہتے ہیں۔ ورد۔ واؤ حالیہ، رد بمعنی رجع وانصرف، اس حال میں کہ لوٹا۔ واردھا۔ الذاھب لاخذ الماء، پانی لینے والا۔ بالغیظ۔ غصہ سے۔ حین۔ جب کہ۔ ظم۔ اصلہ ظمیٔ ای عطش حذف همزه بضرورت شعری، پیاسا تھا۔

ترجمہ: اور جب کہ خشک ہو گئے دریائے ساوہ تو اہل ساوہ ساحل سے شدت تشنگی میں غصہ سے واپس لوٹے۔

شرح: مملکت عراق العجم میں جو ہمدان وقم کے مابین واقع ہے وہاں یہ دریا ساوہ تھا جو شہر ساوہ سے چلا تھا۔ اس میں کشتیاں چلتی تھیں۔ اور یہاں سے لوگ ملک رے اور اذرعات وغیرہ کو سفر کیا کرتے تھے۔ اور یہ دریا چھ فرسخ سے بھی عریض تھا۔ اس کا پانی اتنا لطیف تھا۔ کہ اس کے مقابلہ کا پانی کسی دریا میں نہ تھا۔ اس کے ساحل پر دورویہ کنیسہ اور شاندار بازار تھے، تمام مجوس اس مقام کو متبرک خیال کرتے اور آگ وغیرہ پوجتے تھے، جب ہمارے

حضور ﷺ کی ولادت ہوئی تو چونکہ آپ کی ذات اقدس ماحی طرق الکفر (کفر کے طریقوں کو مٹانے والی) تھی۔ اور یہ مقام خاص مرکز کفر تھا۔ اس لیے یہاں کا پانی خشک ہو گیا اور بحیرہ طبریہ بھی ایسی ہی جگہ تھی، جہاں بہت سے کنائس سونے چاندی سے منقش تعمیر کیے گئے تھے۔ یہ بھی وقت ولادت باسعادت خشک ہو گیا۔ اور یہ خشک ہونا ان مقامات کی خرابی کی مبادیات سے تھا۔ اور موضع بحیرہ یعنی ساوہ ایک زبردست شہر ہے۔ اور اب تک وہ باقی ہے۔

کَاَنَّ بِالنَّارِ مَا بِالْمَآءِ مِنْ بَلَلٍ

٦٤ حُزْنًا وَّ بِالْمَاءِ مَا بِالنَّارِ مِنْ ضَرَمٖ

حل لغات: کان۔ حرف تشبیہ، گویا۔ بالنار، آگ نے۔ ما بالماء۔ پانی سے۔ من بلل۔ نمی حاصل کی ہے۔ حزنا۔ غم میں۔ وبالماء۔ اور پانی نے۔ ما بالنار۔ آگ سے۔ من ضرم۔ الھاب النار واشتعالھا، سوزش۔ حرارت حاصل کی ہے۔

ترجمہ: گویا کہ آتش غم میں آگ نے پانی سے نمی حاصل کی ہے اور پانی نے آگ سے حرارت حاصل کر کے خشکی اختیار کی۔

شرح: تفسیر روح البیان میں ہے کہ اول آگ پوجنے والا قابیل تھا۔ جب اس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا اور آدم علیہ السلام بامر الٰہی ارض یمن سے تشریف لے گئے۔ تو قابیل معہ اپنی بہن کے نکلا۔ شیطان نے اسے کہا کہ ہابیل کے صدقہ کو آگ نے یوں قبول کیا کہ وہ آگ پوجتا تھا۔ لہٰذا تو بھی آگ پوج، تاکہ آگ تیری حمایت کرے۔ چنانچہ اس نے آتش پرستی شروع کیا اور اس طرح اس کی اولاد در اولاد میں یہ سلسلہ آتش پرستی شروع ہو گیا۔

وَالْجِنُّ تَهْتِفُ وَالْاَنْوَارُ سَاطِعَةٌ

٦٥ وَالْحَقُّ يَظْهَرُ مِنْ مَّعْنًى وَّمِنْ كَلِمٖ

حل لغات: والجن، واؤ عاطفہ، اور جن۔ تھتف۔ از ہتف، آواز دینا، آواز دے رہے ہیں۔ والانوار۔ جمع نور، اور نور۔ ساطعۃ۔ از سطوع بمعنی ظہور، چمک رہے ہیں۔

والحق۔ الحق ضد الباطل، اور سچائی۔ یظھر۔ ظاہر ہوگئی۔ من معنیً۔ قرآن کریم سے۔ ومن کلم۔ اور حضور ﷺ کے ارشادات سے۔

ترجمہ: جنات آواز دینے لگے، اور نور بلند ہو کر چمکنے لگے اور حق ظاہر ہو گیا قرآن کریم سے اور حضور ﷺ کے ارشادات سے۔

شرح: جن، انس کے مقابل ایک مخلوق ہے جو جوہر ناری ہے، متشکل باشکال عدیدہ ہونے کی استعداد رکھتی ہے۔ اور جن انہیں اس لیے کہا جاتا ہے کہ نظروں سے مستور مخلوق ہے۔ لغت میں جس لفظ کی ابتداء جیم نون کے ساتھ ہوتی ہے وہ شے مستور کے لیے مخصوص ہے۔ جیسے جنین کہ اس بچہ کو کہتے ہیں، جو رحم مادر میں مستور ہو، جنان قلب کو بھی کہتے ہیں۔ اور اس باغ کو بھی جو چار دیواری میں مستور ہو۔ وقس علیٰ ھذا۔ اگرچہ ملائکہ بھی نظروں سے مستور ہیں۔ لیکن یہ اپنے غایت حسن و جمال کی وجہ سے مستور ہوئے۔ اس لیے کہ اگر انہیں کوئی اپنی صورت میں دیکھ لے تو لمعات نور سے آنکھیں جاتی رہیں اور مہابت حسن سے زوال عقل ہو جائے۔ اور جن چونکہ بغایت قبیح الصورت ہیں۔ اس لیے لوگوں پر یہ اللہ کا

ستور ہیں۔ لیکن یہ اپنے غایت حسن و جمال کی وجہ سے مستور ہوئے۔ اس لیے کہ اگر وئی اپنی صورت میں دیکھ لے تو لمعات نور سے آنکھیں جاتی رہیں اور مہابت حسن سے عقل ہو جائے۔ اور جن چونکہ بغایت قبیح الصورت ہیں۔ اس لیے لوگوں پر یہ اللہ کا

احسان ہے کہ وہ مستور رکھے گئے۔ اس لیے کہ اگر انہیں کوئی دیکھ لے تو خوف سے مرجائے یا پاگل ہو جائے۔ اور جن تین اقسام پر منقسم ہیں: ایک وہ ہیں کہ پروں سے ہوا میں اڑتے ہیں، دوسرے وہ ہیں جو سانپ اور کتے کی شکل میں رہتے ہیں اور تیسری قسم وہ ہے جو انسان کی طرح چلتی پھرتی ہے۔

اور محققین نے لکھا ہے کہ جس طرح انسان میں متعدد مذاہب ہیں، اسی طرح جن بھی متعدد مذاہب پر ہیں، ان میں یہودی ہیں، نصاریٰ ہیں، مجوسی ہیں، مشرک ہیں، مسلمان

باسعادت کی بشارت دے رہے تھے۔ مواہب لدنیہ میں ہے کہ وقت ولادت مشرق کے جن مغرب کے جنوں کو اور مغرب کے جن مشرق کے جنوں کو حضور ﷺ کی ولادت کی بشارت دے رہے تھے اور قبل از ولادت بھی بہت سے بتوں سے بشارتیں مسموع ہوئیں۔

چنانچہ حضرت مازن فرماتے ہیں کہ میرا بت باور شہر عمان میں تھا۔ اس سے میں نے ان لفظوں میں بشارت سنی

یا مازن اسمع تسر ظهور خير البشر بعث نبی من مضر بدين دين الله برفدع نحيتا من حجر تسلم من حر سقر۔

"اے مازن! بشارت سن اور خوش ہو۔ ظہور خیر البشر ہونے والا ہے، قبیلہ مضر سے ایک نبی ظاہر ہوں گے، دین حق لے کر آئیں گے۔ یہ پتھر کے کھدے ہوئے بت ہیں انہیں چھوڑ تاکہ سقر سے نجات حاصل ہو"۔

مازن فرماتے ہیں۔ اس آواز کو سن کر میں متحیر تھا کہ دوسری آواز آئی:

اقبل الیٰ قبل مستمعا لا تجهل هٰذا نبی مرسل جاء بحق منزل۔

"ادھر دیکھ سن اور جہالت نہ کر، یہ نبی مرسل شریعت حقہ لے کر نازل ہوئے ہیں"۔

شفا میں ہے کہ حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

لما ولدته عليه السلام خرج من رحمی نور اضاء له قصور الشام

"حضور ﷺ کی ولادت کے وقت میری رحم سے ایک ایسا نور نکلا جس نے قصور شام روشن کر دیئے"۔

لطائف میں ہے کہ اس نور کے نکلنے سے اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ ظلمت شرک معدوم ہے اور نور ہدایت اب عام ہونے والا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ (1)۔

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبيبک خير الخلق كلهم

1۔ بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

۶۶
عَمُوْا وَصَمُّوْا فَاِعْلَانُ الْبَشَآئِرِلَمْ
تُسْمَعْ وَبَارِقَةُ الْاِنْذَارِ لَمْ تُشَمِ

حل لغات: عموا۔ من العمی۔ اندھے ہو گئے۔ وصموا۔ از صم، ثقل سماعت، اور بہرے ہو گئے۔ فاعلان البشائر۔ بشائر جمع بشارة وھی الخبر المورث للسرور۔ اور بشارتیں ہدایت ونجات کی۔ لم تسمع۔ نفی جحد بلم۔ ہرگز نہ سن سکے۔ وبارقة۔ جمع برق۔ اور بجلیاں۔ الانذار۔ تخویف۔ ڈرانے والیاں۔ لم تشم۔ لم تنظر ولم تبصر۔ نہ دیکھیں۔

ترجمہ: کفار اندھے بہرے ہو گئے، نہ خوش خبری کا اعلان سنا، نہ ڈرانے والی بجلیاں دیکھ سکے۔

شرح: اس شعر میں جواب سوال مقدر کا ہے اور وہ یہ کہ منکرین باوجود دلائل نبوت کے ظہور کے کیوں ایمان نہ لائے۔ تو فرماتے ہیں کہ وہ قبول حق سے اندھے اور سماع ہدایت سے بہرہ تھے۔ اس لیے انہوں نے نہ بشارت قدوم محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنی اور نہ برق انذار چمکتی دیکھی۔

لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۖ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۖ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ۔ (1)

۶۷
مِنْ بَعْدِ مَا اَخْبَرَ الْاَقْوَامَ كَاهِنُهُمْ
بِاَنَّ دِيْنَهُمُ الْمُعْوَجَّ لَمْ يَقُمِ

حل لغات: من بعد۔ بعد اس کے کہ۔ ما اخبر۔ خبر دی۔ الاقوام۔ قوموں کو۔ کاھنھم۔ ان کے کاہنوں نے۔ بان۔ اس امر کی۔ دینھم۔ کہ ان کا دین۔ المعوج۔ از اعوجاج، بمعنی عدم الاستقامة وکجی۔ جو ٹیڑھا اور کج ہے۔ لم یقم۔ لم یدم۔ نہیں قائم رہ سکتا۔

ترجمہ: مشرکین اور بیدین منکر بعد اس کے اندھے بہرے ہوئے کہ انہیں کاہنوں نے پہلے

1۔ وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ مکان جن سے سنتے نہیں وہ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہی وغفلت میں پڑے ہیں۔

خبر دی تھی کہ تمہارا دین کج اور غیر قائم ہے۔

شرح: یعنی سب سے زیادہ تعجب ناک بات یہ ہے کہ قبول حق سے ان کا اندھا بہرا ہونا اس امر کے بعد ہوا کہ ان کے کاہنوں نے اپنی تمام اقوام کو خبر دے دی تھی کہ ان کا یہ ٹیڑھا راستہ مذہب کا آئندہ قائم نہ رہے گا۔

کاہن اس کو کہتے ہیں، جو بغیر وحی کے آئے واقعات آتیہ (آنے والے) اور گزشتہ حالات کی لوگوں کو خبر دے، عام اس سے کہ وہ قرائن کے ذریعے سے خبر دے یا نجوم سے یا کسی جن کی خبر رسانی سے۔ اور اس خبر میں یہ ضروری نہیں کہ ہر خبر صحیح اترے، بلکہ کوئی صحیح ہو اور کوئی غلط۔ اسی بناء پر حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

من اتیٰ عرافا او کاهنا فصدقه بما قال فقد کفر بما انزل الله علیٰ محمد۔

"منجم و کاہن وغیرہ کی جو شخص تصدیق کرے وہ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ سے کفر کرنے والا ہے"۔

اس پر علامہ خرپوتی فرماتے ہیں:

هذا فی حق من اعتقد صدق العراف والکاهن واما من سألهم لاستهزائهم او لتکذیبهم فلا یلحقه ما ذکر فی الحدیث بقرینة حدیث آخر من صدق کاهنا لم یتقبل الله منه صلاة اربعین یوما ولیلة۔

"یعنی یہ حکم کفر اس شخص کے لیے ہے جو معتقد و مصدق ہو، اور جو استہزاءً ان سے سوال کرے تو اس پر یہ حکم نہیں آتا چنانچہ دوسری حدیث میں ہے: جو کاہن کی تصدیق کرے اللہ اس کی چالیس رات دن کی نماز قبول نہیں فرماتا"۔

علامہ ابن مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: دونوں حدیثوں میں تطبیق واضح ہے۔ وہ یہ کہ جو کاہن کی خبر کا معتقد و مصدق ہو وہ کافر ہے اور اگر اس کا یہ خیال ہے کہ وہ ملہم من اللہ ہے یا کسی جن کے ذریعہ وہ کہتا ہے اور جن ملائکہ سے جو سن کر آتے ہیں وہ اسے کہہ دیتے ہیں تو کافر نہ ہوگا۔

مواہب میں ہے کہ حضرت صدیقہ فرماتی ہیں کہ ایک یہودی مکہ معظمہ میں رہتا تھا جس رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی اس کی صبح اس نے کہا:

یا معشر قریش هل ولد فیکم اللیلة مولود قالوا لا نعلم قال فانظروا فانه ولد فی هٰذه اللیلة نبی هٰذه الامة بین کتفیه علامة۔ فانصرفوا، فسالوا وقیل لهم قد ولد لعبد الله بن عبدالمطلب غلام فذهب الیهودی معهم الی امه فاخرجته لهم فلما رأی الیهودی العلامة خرمغشیا علیه فقال ذهبت النبوة من بنی اسرائیل، یا معشر قریش اما والله لیسطون بکم سطوة یخرج خبرها من المشرق والمغرب۔

"اے قریشیو! کیا اس رات تمہارے اندر کوئی بچہ ہوا ہے؟ سب نے کہا: ہمیں علم نہیں۔ اس نے کہا: جاؤ اور دیکھو اس رات اس امت کا نبی پیدا ہوا ہے اور اس کے دونوں شانوں کے مابین نشان ہے۔ قریشی لوٹے اور پوچھنے لگے تو انہیں بتایا گیا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر میں فرزند ارجمند تولد ہوا ہے۔ قریشی یہودی کے پاس گئے اور سب حال سنایا۔ وہ ان کے ساتھ حضرت آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ جب شانہ اقدس کے مابین اس کی نظر پڑی تو اسے غش آ گیا۔ پھر کہنے لگا: نبوت بنی اسرائیل سے گئی۔ اے قریشیو! خدا کی قسم اس بچے کی سطوت ومہابت دنیا پر ہوگی۔ اور اس کی خبر عنقریب مشرق سے مغرب تک پھیل جائے گی"۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے قبل جو اصنام واحجار نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی خبریں دیں، وہ بکثرت ہیں۔ چند اس مقام پر خصائص کبریٰ سے منقول ہیں اور علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حجۃ اللہ علی العالمین میں انہیں نقل فرمایا۔

راشد بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ سواع نامی ایک بت چند قبائل کا مقام معلاۃ میں تھا۔ ایک بار قبیلہ بنی ظفرہ نے کچھ بھینٹ چڑھانے کو مجھے اس بت پر بھیجا۔ میں صبح کے وقت وہاں پہنچا۔ تو اچانک اس بت سے یہ آواز میں نے سنی:

العجب کل العجب من خروج نبی من عبدالمطلب یحرم الزنا والربو

والذبح للاصنام و حرمت السماع و رمینا بالشهب۔

"تعجب ہے، تعجب ہے ایک نبی کے ظہور پر جو عبدالمطلب سے نکلے گا۔ زنا، بیاج، ذبح للاصنام حرام کردے گا۔ اور آسمان سے خبریں سننا مسدود ہوجائیں گی اور ہم پر شہب سماویہ پھینکے جائیں گے"۔

دوسرا بت ضمار جو وہیں تھا، اس کے جوف سے یہ آواز آنے لگی:

ترک الضمار وکان یعبد وخرج احمد نبی یصلی الصلوة ویامر بالزکوة والصیام والبر والصلة للارحام۔

"ضمار جو پوجا جاتا تھا، متروک ہوجائے گا اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی پیدا ہونے والے ہیں، نماز پڑھوائیں گے اور زکوۃ، روزہ، احسان اور صلہ رحمی کا حکم جاری فرمائیں گے"۔

تیسرے بت کے پاس سے پکار میں نے یہ آواز سنی:

ان الذی ورث النبوة والهدیٰ بعد ابن مریم من قریش مهتدیٰ. نبی یخبر ما سبق وما یکون فی غدا۔

"نبوت وہدایت کے جو وارث ہیں، عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے بعد قریش سے ظاہر ہوں گے۔ ایسے نبی جو خبر دیں گے گزشتہ و آئندہ کی"۔

اور اس کے علاوہ بہت سے واقعات ہیں جو بخوف طوالت قلم انداز کیے گئے جس کو دیکھنا ہو وہ حجۃ اللہ علی العالمین مولفہ علامہ نبہانی دیکھے۔

وَبَعْدَ مَا عَايَنُوْا فِي الْاُفُقِ مِنْ شُهُبٍ
مُنْقَضَّةٍ وَّفْقَ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ صَنَمِ (۱۸)

حل لغات: وبعد۔ واؤ عاطفہ، اور بعد۔ ماعاینوا۔ ماضی از معاینہ۔ دیکھنا۔ از مکاشفۃ التام۔ اس کے کہ دیکھا انہوں نے۔ فی الافق۔ بسکون الفاء جوانب السماء۔ آسمان کے کناروں میں۔ من شهب۔ بضمتین جمع شهاب وشعلة النار او کواکب۔ آگ کے شعلے یا کواکب سے۔ منقضة۔ از انقض بمعنی سقط، کہ گر رہے ہیں۔ وفق ما۔ موافق یا مانند اس کے۔ مافی الارض۔ جو زمین میں گرتے ہیں۔

من صنم۔ بتوں سے۔

ترجمہ: کفار حضور ﷺ کی رسالت کے انکار سے پہلے آسمان کے کناروں سے شہاب ثاقب ٹوٹتے ہوئے دیکھتے اور زمین پر بتوں کو گرا ہوا پا چکے تھے۔

شرح: علامہ خرپوتی فرماتے ہیں:

روی ان اللہ تعالیٰ اذا قضیٰ امرا کان یسمعہ حملۃ العرش فیسبحون فسبح من تحتھم الی السماء الدنیا فیختطف وتسترقہ الشیاطین ثم یأتون بہ الکھنۃ علی الارض فما جاؤا بہ علی وجہٍ فھوحق ولکنھم یزیدون فیکذبون وکان ذالک فی الجاھلیۃ فلما ولد علیہ السلام کانت الشیاطین مرجومین من السماء و ممنوعین من الصعود الیھا بنجوم ونیران ترمیھا الملئکۃ الیھم۔

"روایت ہے کہ جب اللہ کی طرف سے کوئی حکم نافذ ہوتا تو اسے حملہ عرش سن کر تسبیح کرتے اور ان سے نیچے کے ملائکہ بھی تسبیح کرتے تو باقی فرشتے وجہ دریافت کرتے، تو انہیں اس حکم سے خبر دیتے یہاں تک کہ سماء دنیا کے فرشتوں تک یہ خبر عام ہو جاتی۔ تو شیاطین جو سماء دنیا کے قریب اڑ کر چھپے رہتے تھے وہ اس خبر کو اڑا لاتے اور کاہنوں کو کہہ دیتے تو جتنی خبر صحیح دیتے وہ بالکل صحیح ہوتی تھی۔ لیکن اکثر زائد کچھ ملا کر کہتے، وہ کذب خالص ہوتا۔ یہ کیفیت زمانہ جہالت میں تھی۔ جب حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو شیاطین کا یہ راستہ بند ہوا۔ اور حفظہ سما رجم سے ڈر کر شیاطین نہیں جاتے تھے اور جو جاتے اسے نجوم ثاقب اور شہاب کے ذریعہ رجم کیا جاتا"۔

چنانچہ قرآن کریم میں بھی ارشاد ہے:

فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا

"اب شیاطین سے جو سننے جائے تو وہ شہاب رصد پاتا ہے"۔

اور جَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ بھی اس واقعہ کے متعلق قرآن کریم میں وارد ہے۔

اور صنم و وثن میں فرق یہ ہے کہ وثن وہ ہے، جو ذی جسم ہو، خواہ لکڑی کا ہو یا پتھر کا۔ یا

چاندی سونے کا اور صنم اس تصویر کو کہتے ہیں جو صورت بلا جثہ و جسم ہو۔

اس بیت مبارک میں صنم اس لیے استعمال کیا کہ وقت ولادت محمد رسول اللہ ﷺ جب تمام صنم جو مصور علی الجدار تھے، مکبا علی وجھہ ہو کر اوندھے گر گئے۔ تو وثن جو ذی جسم تھے وہ بطریق اولیٰ گرے، ہوئے ماننے پڑیں گے۔

خیر الوریٰ صدر العلیٰ راس الوفا وجہ الصفا
شمس الضحیٰ بدر الدجیٰ نجم الھدیٰ نور الندیٰ
عین التقیٰ زین النقیٰ کنز العطا کشف الغطا
روح البھا سر النھیٰ نھر المنن بحر السنن

اب خلاصہ ترجمہ یہ ہوا کہ وہ مجوس اور مشرکین راہ ہدایت سے اندھے اور بہرے ایسے ہو گئے کہ اطراف آسمان سے شہاب گرتے دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے۔ یہ شعلہ ہائے ناریہ جنات و شیاطین پر مارے جاتے تھے اور ان سے وہ ایسے گرتے تھے جیسے روئے زمین کے بت اوندھے گرے تھے۔ اور یہ تمام نشانیاں منکرین نے بچشم سر دیکھیں اور حضور ﷺ کی آیات بینات میں سے ایک بڑی نشانی تھی کہ استراق سمع کے لیے شیاطین جو آسمان پر جاتے ان پر شعلہ ہائے آتشیں گرتے اور رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ کا ظہور ہوتا اور وقت ولادت تمام روئے زمین کے بت اندھے گر پڑے تھے۔

چنانچہ عبدالمطلب کے واقعہ میں ہے کہ جب وہ بت خانہ کعبہ میں گئے تو تمام بتوں کو سرنگوں دیکھا۔ اور ہبل بت کی زبان حال سے یہ رباعی سنی:

تری بمولود اضاءت بنورہ
جمیع فجاجة الارض من شرق ومن غرب
وخرت له الاوثان طرا وارعدت
قلوب ملوک الارض جمعا من الرعب

''عبدالمطلب! تم نے اس مولود مسعود کی زیارت کی جس کے نور سے شرق و غرب کا چپہ چپہ روشن ہو گیا، اور تمام روئے زمین کے بت سرنگوں ہیں، اور ملوک کج کلاہ کے دل تھرا

رہے ہیں ان کے رعب سے"۔

ادھر شب ولادت باسعادت میں ایوان کسریٰ ایسا متزلزل ہوا کہ اس کے چودہ کنگرے گر گئے۔ آتش مجوس جو ہزار سال سے روشن تھی، بجھ گئی اور بحیرہ ساوہ خشک ہوگیا، کسریٰ اس سے سخت پریشان ہوا۔ اور تمام نجومیوں کو جمع کر کے اس کی وجہ دریافت کی۔ سب نے جواب سے عاجزی کا اظہار کیا۔ آخر باذان والی یمن کو حکم بھیجا کہ بہت جلد ہونہار منجم بھیجے۔ چنانچہ اس نے عبدالمسیح بن عمر بن بقیلہ غسانی کو بھیجا اس نے کسریٰ سے تمام حال سن کر کہا کہ اس معاملہ کا فیصلہ میرا ماموں سطیح کاہن جو شام میں رہتا ہے، دے سکتا ہے۔ میں اس میں کوئی رائے زنی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ بادشاہ نے اسے وہاں بھیجا۔ جب یہ سطیح کے پاس آیا تو اسے قریب المرگ پایا۔ اس نے سلام کیا تو اس نے سر اٹھا کر کہا:

عبدالمسیح علی جمل یسیح الی سطیح وقد ادنی علی الضریح یا عبدالمسیح بعثک ملک بنی ساسان لارتجاس الایوان وخمود النیران ورؤیا الموبدان یا عبدالمسیح اذا غاصت بحیرة ساوة وفاض وادی السماوة فقد ولد صاحب التلاوة وظهر خیر الادیان وزال ملک بنی ساسان وسیملک منهم ملوک وملکات علی عدد الشرفات وکل ماهو آت آت ثم خرجت نفسه۔

"اے عبدالمسیح! اونٹ پر سیاحت کر کے سطیح کے پاس ایسے وقت آیا کہ اس کی جان جا رہی ہے۔ اے عبدالمسیح! ملک ساسان نے زلزلہ ایوان اور خمود نیران اور خواب مؤبدان کی تحقیق کے لیے تجھے بھیجا ہے۔ اے عبدالمسیح! جب بحیرہ ساوہ خشک ہوگیا، وادی ساوہ سرسبز ہوگئی تو بے شک صاحب التلاوہ نبی آخرالزمان کا ظہور ہوگیا۔ ان سے بہترین دین کا ظہور ہوگا اور محل کے کنگروں کی تعداد تک ملوکیت ساسان اور باقی رہے گی۔ یعنی چودہ بادشاہ ہوں گے۔ اس کے بعد جو کچھ ہوگا وہ ہوگا پھر اس کی روح پرواز کر گئی"۔

عبدالمسیح نے یہ سب حال کسریٰ کو سنایا۔ اسے گونہ تسکین ہوئی اور اس نے سمجھا کہ چودہ سلطنت بدلنے کو مدت چاہیے۔ لیکن قدرت الٰہی کہ چار سال کے عرصہ میں دس بادشاہ بدل

گئے اور چار جو باقی تھے وہ خلافت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ تک ختم ہو گئے۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کاہن تھا اور جن مجھے خبریں دیا کرتا کہ ولادت حضور ﷺ کے وقت اس نے مجھے کہا کہ اب ہم خبر دینے سے قاصر ہیں اس لیے کہ اب آسمان پر جب ہم جاتے ہیں تو ہم پر شہاب ثاقب پڑتے ہیں۔ لہٰذا اب تو بھی یہ کام چھوڑ اور اس ہادیٔ راہ کی تلاش کر جو قبیلہ بنی لوئی بن غالب میں ظاہر ہوا ہے اور مخلوق خدا کو ہدایت کی راہ پر بلاتا ہے اور بت پرستی سے روکتا ہے۔ فرماتے ہیں: میں نے ایک بار دو بار تک تو پروانہ کی۔ جب اس نے تیسری بار بھی یہی کہا تو میرے دل میں حب اسلام کا جذبہ پیدا ہوا اور میں حضور ﷺ کی خدمت میں مکہ معظمہ حاضر ہو کر شرف اسلام سے مشرف ہو گیا۔

اے نور سبحان السلام اے روح ایمان السلام
اے چارۂ جان السلام اے دل کے درمان السلام
اے ختم دوران السلام اے فیض رحمٰن السلام
اے بحر احسان السلام اے ابر مدار منن!!!

صبح ولادت کی صحیح تاریخ میں اختلاف ہے، مصر کے مشہور ہیئت دان فلکی نے دلائل ریاضی سے ثابت کر کے بتایا ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت 9 ربیع الاول یوم دوشنبہ مطابق 20 اپریل 571ء میں ہوئی۔

صحیح بخاری میں ہے: حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحبزادہ والاتبار کے انتقال کے وقت آفتاب میں گہن لگا تھا، اور 10ھ تھا۔ اور اس وقت حضور ﷺ کی عمر مبارک کا تریسٹھواں سال تھا۔ بقاعدۂ ریاضی معلوم ہوتا ہے کہ 10ھ کا گرہن 7 جنوری 632ء 8 بج کر 30 منٹ پر لگا تھا۔ اس حساب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر قمری 63 برس پیچھے ہٹیں، تو ولادت باسعادت کا سال 571ء نکلتا ہے۔ اور بقاعدۂ ہیئت ربیع الاول کی پہلی تاریخ 12 اپریل 571ء نکلتی ہے۔ بہرحال اس پر اتفاق ہے کہ ربیع الاول کے مہینا میں دوشنبہ کے دن ولادت ہوئی اور تاریخ کیم سے لے کر 8 اور 8 سے لے کر 12 ربیع الاول کے اندر اندر

تھی۔ اور چونکہ ربیع الاول مذکور کی ان تاریخوں میں دوشنبہ نویں ربیع الاول کو آتا ہے۔ بناء برایں یہ کہا جاسکتا ہے کہ تاریخ ولادت قطعاً 20 اپریل 571ء کو دوشنبہ کے دن ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حَتّٰی غَدَا عَنْ طَرِیْقِ الْوَحْیِ مُنْهَزِمٌ
٦٩ مِنَ الشَّیَاطِیْنِ یَقْفُوْ اِثْرَ مُنْهَزِمِ

حل لغات: حتی غدا۔ حتی للغایت۔ غدا بمعنی اعرض۔ یہاں تک کہ پھرے۔ عن طریق الوحی۔ وحی کے راستہ سے۔ منهزم۔ از انهزام، گریز کرنا، بھاگنا۔ بھاگتے ہوئے۔ من الشیاطین۔ شیاطین۔ یقفوا۔ از قفوا بمعنی التبعیة، ایک پر ایک گرتے۔ اثر۔ بمعنی عقب، قدم پر۔ منهزم۔ بھاگنے والے کے۔

ترجمہ: حتی کہ وحی کے راستہ سے شیاطین ایک دوسرے کے پیچھے بھاگنے لگے۔

شرح: یعنی شیاطین پر شہاب ثاقب کی ایسی بارش ہوئی کہ سراسیمہ و پریشان ہو کر خبر آسمانی لے کر آنا تو کہاں اپنی جانیں بچا کر ایک پر ایک گرتا پڑتا واپس آ رہا تھا۔ مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ شہابہ جس شیطان کے لگ جاتا ہے وہ تو ہمیشہ کو ہلاک ہو جاتا ہے اور جو زخمی ہوتا ہے وہ دیوانہ ہو جاتا ہے۔ اسی کو اردو میں چھلاوہ کہتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

کَاَنَّهُمْ هَرَبًا اَبْطَالُ اَبْرَهَةٍ
٧٠ اَوْ عَسْکَرٌ بِالْحَصٰی مِنْ رَّاحَتَیْهِ رُمِ

حل لغات: کأن۔ برائے تشبیہ، گویا کہ۔ ہربا۔ الفرار والخوف، ان کا بھاگنا۔ ابطال۔ جمع بطل، شجعان، لڑنے والا بہادر۔ لڑنے والے بہادر۔ ابرھہ۔ اسم ملک الیمن، بادشاہ ابرہہ کا ساتھا۔ او۔ یا۔ عسکر۔ اس لشکر کی طرح ہلاکت تھی۔ بالحصیٰ۔ جوان کنکریوں سے ہلاک ہوا۔ من راحتیہ۔ راحتین، حذف النون، بضرورت الشعر، کف دست، جو کنکریاں کف دست سے۔ رم۔ پھینکی گئیں۔

ترجمہ: گویا شیاطین بھاگنے میں لشکر ابرہہ کے مانند تھے یا اس لشکر کی مثل جو حضور ﷺ کے دست مبارک کی کنکریوں سے مارا گیا۔

شرح: ناظم فاہم رحمۃ اللہ علیہ نے اس شعر میں شیاطین کی تشبیہ بہادران لشکر ابرہہ سے دی۔ اور دوسرا درجہ مشابہت میں شجاعان کفار قریش سے دیا۔ چنانچہ فرمایا کہ شیاطین شہب ثاقب سے ایسے ہوش باختہ ہو کر بھاگے جیسے لشکر ابرہہ جو انہدام کعبۃ اللہ کے لیے آیا تھا۔ اور عذاب الٰہی سے ہلاک ہو کر ان کے بچے کھچے بھاگے تھے یا اس لشکر کفار کی مانند شیاطین سراسیمہ و پریشان ہو گئے جو بدر و حنین میں حضور ﷺ کے مقابلہ میں آئے۔ اور ایک کف دست کنکریوں کی تاب نہ لا سکے اور آنکھیں ملتے ہوئے بھاگ پڑے۔ جس پر قرآن کریم نے فرمایا: وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ۔ (1)

ابرہۃ الاشرم ملک یمن تھا۔ حبش وغیرہ اس کے زیر نگین تھے اور اصحاب فیل کا رئیس اعظم بنا ہوا تھا۔ اس قصہ کو مفسرین نے مختلف صورتوں میں نقل کیا ہے۔ ہم اس جگہ تاریخ کامل ابن اثیر سے نقل کرتے ہیں:

ابرہہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ ایام حج میں نذر و ہدایا لے کر اطراف و جوانب سے لاکھوں کی تعداد میں لوگ مکہ معظمہ جاتے ہیں اور بیت اللہ کی زیارت کرتے ہیں۔ تو اس نے تعصب و حسد اور تمرد و قساوت کی بناء پر شہر صنعا میں ایک شاندار عمارت تعمیر کرائی اور اس کے در و دیوار پر سونا چاندی جواہرات لگائے۔ اور اپنی رعایا برایا کو اس کے طواف کا حکم دیا۔ اسی اثناء میں بنی کنانہ کا ایک شخص جو اس عمارت کی صفائی پر مقرر تھا۔ اس میں پاخانہ کر کے بھاگ گیا۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ درحقیقت یہ ملازم مکہ کا رہنے والا تھا اور اس نے یہ فعل بغض و عناد سے کیا ہے۔ ابرہہ یہ سن کر بہت برہم ہوا اور عزم صمیم کیا کہ اس کے بدلے خانہ کعبہ کی توہین کرے۔ اسی اثناء میں ایک قافلہ اہل مکہ کا اس مکان کے قریب سے گزرا۔ رات اسی مقام پر قیام کیا۔ اتفاق سے یہ آگ اپنی ضرورت کے لیے جلا رہے تھے کہ ہوا چلی

1۔ اور اے محبوب وہ خاک جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

اوراس کی لپٹ اس مکان کو جا لگی۔ جو کچھ زیب وزینت کا سامان تھا تمام جلا گئی۔ وہ قافلہ یہ حال دیکھ کر فرار ہو گیا۔ ابرہہ کو اس کی اطلاع دی گئی اور بتایا کہ وہ قافلہ مکہ والوں کا تھا۔ پس پھر کیا تھا ابرہہ کا غصہ اور بھی بھڑکا۔ آخر اس نے فوری حکم دیا کہ ہاتھی اور فوج کثیر تیار ہو۔ اور محمود نامی سب سے بڑا ہاتھی ہماری سواری کے لیے لایا جائے۔ مختصر یہ کہ محمود ہاتھی پر ابرہہ سوار ہوا۔ اور لشکر سلیقہ سے آراستہ ہو کر صفیں درست کر کے روانہ ہوا۔ جب یہ لشکر طائف پہنچا تو قبیلہ بنی ثقیف نے رہنمائی کے لیے ابوغال نامی ایک شخص کو اس کے ساتھ کر دیا۔ ابو غال لشکر ابرہہ کو مقام مغمس تک پہنچا کر مر گیا۔ عرب نے اس کی قبر کو سنگسار کر ڈالا۔ ابرہہ نے اول اسود بن مقصود کو مکہ روانہ کیا۔ اس نے وہاں پہنچ کر اہل مکہ کے اونٹ اور مال پر لوٹ مار کی۔ اس میں دوسو اونٹ حضرت عبدالمطلب کے بھی لوٹ لیے۔

پھر ابرہہ نے حناط حمیری کو مکہ روانہ کیا اور حکم دیا کہ وہاں کے صنادید اور سرداروں کو یہ پیغام پہنچا دے کہ میں تم سے لڑنے نہیں آرہا ہوں بلکہ انہدام کعبہ میرا مقصد ہے۔ اگر تم میرے اس ارادے میں حائل نہ ہوئے۔ تو میں تم سے کوئی مزاحمت نہ کروں گا۔ ورنہ پھر جو مقابلہ میں آئے گا اپنے کیفر کردار کو پہنچے گا۔ حضرت عبدالمطلب نے حناط حمیری کو اطمینان دلایا اور کہا۔ کہ ہمیں اس میں مزاحمت کی ضرورت نہیں۔ اس لیے کہ ہمارا عقیدہ میں یہ خانہ خدا ہے اور اس کے خلیل ابراہیم کی تعمیر کی ہوئی عمارت ہے۔ خدا رب العزت کو اختیار ہے کہ اپنا گھر گرانے دے یا گرانے سے ابرہہ کو روکے، ہماری طرف سے اسے بے فکر رہنا چاہیے۔

قاصد نے کہا: آپ چلیں اور خود یہ سب باتیں بادشاہ سے کہہ دیں۔ آپ ساتھ ہو لیے۔ جب لشکر میں پہنچے، تو آپ کا ایک دوست ذونصر نامی اس لشکر میں تھا۔ اس کا حال معلوم کیا، بتایا گیا کہ وہ قید میں ہے۔ اس لیے کہ اس نے ہدم کعبہ کے عزم سے ابرہہ کو روکا تھا۔ آپ قید خانہ میں اس سے ملے۔ اور اپنے دوسو اونٹوں کی بابت ذکر کیا۔ ذونصر نے اپنی معذوری اور قید کا عذر پیش کر کے ایک فیلبان کا پتا دیا جس کا نام انیس تھا اور اسے سفارشی چٹھی دی اور عبدالمطلب سے کہا۔ یہ آپ کو ابرہہ سے ملا دے گا پھر خود کہہ سن لینا۔ چنانچہ

آپ انیس سے ملے اور اس کے ذریعہ ابرہہ تک پہنچے۔ انیس نے ابرہہ سے کہا: سردار قریش اور صندید مکہ یہی ہیں۔ ابرہہ نے آپ کی بہت تعظیم کی۔ اور حضرت عبدالمطلب قدرۃً کچھ وجیہ، جمیل اور بارعب واقع ہوئے تھے۔ ابرہہ آپ کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا اور تخت سے اتر کر آپ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ ترجمان سے کہا: ان سے دریافت کرو یہ کیا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میرے دو سو اونٹ جو اسود بن مقصود لوٹ میں لے گیا ہے وہ دلا دیں۔ ابرہہ نے کہا: میں تمہیں دیکھ کر بہت مسرور ہوا تھا اور تمہاری عزت وعظمت میرے دل پر سکہ زن ہو چکی تھی مگر تمہاری درخواست سن کر میرا خیال بدل گیا۔ تم اپنے اونٹ لینے میرے پاس آئے اور خانہ کعبہ جو تمہارا دین وایمان ہے۔ اس کا تم نے ذکر تک نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا: بادشاہ اونٹ میری ملک ہیں اس لیے ان کی واپسی کی درخواست تجھ سے کر رہا ہوں اور کعبۃ اللہ نہ میری ملک، نہ میں اس کا مالک۔ اس کا مالک خود خدا ہے۔ وہ اپنے گھر کا مجھ سے بہتر محافظ ہے۔ اس لیے مجھے ایسے زبردست محافظ کے ہوتے اس کے لیے سفارش کرنے کی ضرورت نہیں۔ ابرہہ نے کہا: اچھا تم اپنے اونٹ لے جاؤ اور میں دیکھوں گا کہ مجھ سے خانہ کعبہ کو بچانے والی کون سی طاقت ہے۔ عبدالمطلب اپنے اونٹ لے کر مکہ میں آئے اور اہل مکہ کو خبردار کیا اور انہوں نے کہا کہ تم پہاڑوں میں پناہ گزین ہو جاؤ۔ اس لشکر جرار سے ٹکرانا تمہارے بل بوتے کا کام نہیں۔

پھر حضرت عبدالمطلب اٹھے اور چند قریشیوں کو ساتھ لے کر کعبۃ اللہ میں آئے اور حلقہ کعبہ پکڑ کر دعا حفاظت کعبہ کی اور فتح ونصرت مانگی۔ چنانچہ آپ کی زبان مبارک پر جو اشعار دعائیہ جاری تھے۔ ان میں دو یہ ہیں:

یا رب لا ارجو لهم سواكا   یارب فامنع منهم حماكا
ان عدو البيت من عاداكا   امنعهم ان يخربوا فناكا

اور علامہ خرپوتی نے یہ اور لکھا ہے کہ جب آپ تخت ابرہہ کے پاس پہنچے تو آپ کی زبان مبارک پر یہ دعا تھی:

اللھم یاسمیع یا بصیر یا علیم یا خبیر انت جعلت نور حبیبک فی سدین سنة فحرمة صاحبه لاتجعلنی حقیرا و لا خجیلا بین یدی الظالمین۔

غرضیکہ حضرت عبدالمطلب دعا کر کے مع اپنے ہمراہیوں کے پہاڑ کی گھاٹیوں میں چلے گئے کہ اتنے میں صبح کے وقت ابرہہ نے بیت اللہ کی طرف چڑھائی کی اور محمود ہاتھی کو ہدم کعبہ کے لیے نامزد کیا۔ جب محمود ہاتھی کعبۃ اللہ کی طرف ہانکا گیا تو نفیل بن حبیب خثعمی نے ہاتھی کا کان پکڑ کر کہا کہ محمود! اگرچہ میں تیرا مہاوت یعنی فیلبان ہوں۔ لیکن اس وقت تو میری فرمانبرداری نہ کر اور جہاں سے آیا ہے خیریت سے واپس لوٹ جا کیونکہ اس وقت تو خدا کے محترم شہر میں ہے۔ محمود نے یہ سنتے ہی نفیل کو اپنے اوپر سے گرا دیا۔ نفیل دوڑ کر پہاڑی پر چڑھ گئے۔ لشکریوں نے اس ہاتھی کو بہت مارا مگر اس نے ایسی گردن گرائی کہ اٹھا ہی نہیں۔

جب اسے یمن کی طرف ہانکا تو تیز تیز چلنے لگا پھر اسے کعبہ کی طرف ہانکا تو گردن ڈال دی۔ ابھی یہی ضدا ضدی ہو رہی تھی کہ من جانب اللہ دریا کی طرف سے ابابیل پرندوں کا ایک لشکر اڑتا ہوا آیا۔ جس کے پاس ایک ایک کنکر یزہ چونچ میں ایک ایک پنجوں میں تھا۔ جس کی جسامت مسور کے دانہ سے زائد نہ تھی اور لشکر ابرہہ پر یہ پرند چھا گئے اور وہ کنکریاں پھینکنی شروع کیں بس جس کے اوپر یہ کنکری پڑتی تھی اسے ہلاک کر دیتی تھی۔ تھوڑی دیر میں لاشوں کا ڈھیر ہو گیا۔

پھر ایک سیل آیا جو تمام لاشوں کو بہا کر دریا میں لے گیا جو سنگریزوں سے بچے وہ واپس اپنے راستے پر لوٹے۔ نفیل بن حبیب فیلبان سے راستہ پوچھنے لگے تو انہوں نے جواب میں کہا:

این المفر والالٰه الطالب والاشرم المطلوب غیر الغالب

غرضیکہ بحالت سراسیمگی کہ سے بھاگے تو راستہ میں ہلاک ہوتے چلے گئے۔ اور ابرہہ بے یار و مددگار مقام صنعا تک پہنچا۔ تو یہاں آ کر ایسا مرض لاحق ہوا کہ اس کے اعضاء ایک ایک کر کے گر گئے اور چند دن میں ہلاک ہو گیا۔

مصرع ثانی میں جو او عسکر بالحصی من راحتیہ رمی فرمایا ہے وہ اس معجزہ کی طرف اشارہ ہے جو جنگ بدر اور حنین میں ظاہر ہوا۔ اس کا مختصر قصہ یوں ہے کہ جب لشکر کفار پوری جمعیت کے ساتھ حملہ آور ہوا تو حضور ﷺ نے شاهت الوجوہ فرما کر ایک مشت سنگریزوں کی ان کی طرف پھینکی جس کا یہ اثر ہوا کہ ایک مشت سے ہزاروں کی آنکھوں میں کنک پڑ گئی۔ اور وہ آنکھیں ملتے ملتے فرار ہو گئے۔ اور جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ کا ظہور ہو گیا۔ مصرع کی اخیر میں رمی بصیغۂ مجہول اس لیے استعمال کیا کہ ایک مشت ریگ ہزاروں کی آنکھوں میں درحقیقت قوت خداوندی سے پہنچی۔ تو وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى کے ماتحت اس میں فاعل حقیقی حضرت عزت وعظمت تبارک وتعالیٰ عز اسمہ تھا۔ جس نے اپنی قوت کا مظاہرہ دست محبوب سے کرایا۔ یا پردہ محبوب میں اپنی شان دکھائی۔ وللہ الحمد۔

نگاہ لطف کے امیدوار ہم بھی ہیں
لیے ہوئے یہ دل بے قرار ہم بھی ہیں
ہمارے دست تمنا کی لاج بھی رکھنا
تیرے فقیروں میں اے شہر یار ہم بھی ہیں
ادھر بھی توسن اقدس کے دو قدم جلوے
تمہاری راہ میں مشت غبار ہم بھی ہیں
کھلا دو غنچۂ دل صدقہ باد دامن کا
امیدوار نسیم بہار ہم بھی ہیں
تمہاری اک نگاہ کرم میں سب کچھ ہے
پڑے ہوئے تو سرہ گزار ہم بھی ہیں
جو سر پہ رکھنے کو مل جائے کفش پائے حضور
تو پھر کہیں گے کہ ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

یہ کس شہنشہِ والا کا صدقہ بٹتا ہے
کہ خسروؤں میں پڑی ہے پکار ہم بھی ہیں

حسن ہے جن کی سخاوت کی دھوم عالم میں
انہی کے تم بھی ہو اک ریزہ خوار ہم بھی ہیں



فصل خامس--معجزات کے بیان میں

نَبْذاً بِهٖ بَعْدَ تَسْبِيْحٍ بِبَطْنِهِمَا
(۱)
نَبْذَ الْمُسَبِّحِ مِنْ اَحْشَآءِ مُلْتَقِمِ

حل لغات: نبذا۔ الرمی من الید۔ پھینکنا ان کا۔ بہ۔ ان کنکریوں کو دشمن کی طرف۔ بعد تسبیح۔ بعد تسبیح کے۔ ببطنھما۔ ای فی بطن الراحتین۔ کہ وہ ان کی مٹھی میں تسبیح کر رہی تھیں۔ نبذا۔ ای کنبذ۔ مثل اس پھینکنے کے۔ المسبح۔ جو تسبیح کرنے والے کو۔ من احشاء۔ جوف بطن سے پھینکا۔ ملتقم۔ التقام۔ نگل جانا، نگل جانے کے بعد۔

ترجمہ: یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمنوں کی طرف سنگریزوں کا پھینکنا اس وقت تھا جب کہ وہ کنکریاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس میں سبحان اللہ کہہ رہی تھیں، یہ ایسے پھینکنا تھا جیسے حضرت یونس تسبیح کے ساتھ مچھلی کے پیٹ سے نکلے۔

شرح: حدیث میں ہے کہ

انه علیه السلام لمّا اخذ بقبضة من الحصیات بالوحی سبحت فی کفه وهو یسمع ثم اعطاها ابابکر فسبحت ایضا فی کفه ایضاً وهویسمع ثم اعطاها عمر فسبحت فی کفه ایضا وهو یسمع ثم اعطاها عثمان ثم اعطاها علیا فسبحت فی کفهما وهو یسمعان۔

''یعنی جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ کنکریاں بحکم الٰہی اٹھائیں تو وہ تسبیح کر رہی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسموع فرما رہے تھے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائیں تو ان کے ہاتھ میں وہ تسبیح کر رہی تھیں اور آپ سن رہے تھے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائیں۔ تو وہ بدستور مسبح تھیں، اور آپ سن رہے تھے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا کیں اور یہ بھی وہ تسبیح سن رہے تھے''۔

وتشبیہا ناظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کف مبارک سے

سنگریزے دشمنوں کی طرف ایسے حال میں پھینکے کہ وہ ہر دو کف دست میں سبحان اللہ کہتے تھے۔ تو جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو شکم ماہی میں تسبیح لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (1) کی تلقین کی اور اس کی برکت سے اس مچھلی نے اپنے شکم سے آپ کو باہر اگل دیا تھا اور آپ نے اس ظلمت کدۂ شکم سے نجات حاصل کی تھی۔ اسی طرح کف دست محبوب دو عالم ﷺ سے سنگریزوں کا نکل کر دشمن کی طرف جانا فتح لشکر اسلام کا موجب ہوا۔ (اقتباس از اخبار الدول وآثار الاول)

قصہ یونس علیہ السلام مختصراً یہ ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام اہلیان نینویٰ پر مبعوث ہوئے تھے۔ یہ شہر موصل کے مقابلہ میں واقع ہے اور دریائے دجلہ ان دونوں کے مابین حد فاصل ہے۔ شہر نینویٰ کے باشندے بت پرست تھے۔ آپ نے ایک مدت تک انہیں دعوت توحید دی لیکن انہوں نے قبول نہ کیا۔ باآنکہ آپ سے جو مطالبات قوم نے کیے، آپ نے انہیں پورا کیا۔ چنانچہ قوم نے کہا کہ پانی سے آگ نکالیے اور اسے بغیر دوسرے ایندھن کے قائم رکھیے۔ آپ نے انہیں آگ نکال کر قائم کر کے دکھا دی مگر ان کی سرکشی بدستور ویسی ہی رہی۔ جب آپ ان کی ہدایت کی طرف سے مایوس ہو گئے تو آپ نے دعا کی۔ جبریل حاضر ہوئے اور عرض کی کہ قوم کو فرما دیں کہ اب تم پر عذاب آنے والا ہے۔ آپ نے بموجب پیشگوئی جبریل قوم کو فرما دیا مگر پھر بھی انہوں نے پروا نہ کی۔ آخرش آپ رات کو مع اپنے دونوں صاحبزادوں اور اپنی بیوی کے نینوئی سے ہجرت فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ عذاب رونما ہوا۔ باد سموم اور دھواں پھیلا کہ قوم ہوش میں آئی۔ اور حضرت یونس علیہ السلام کی تلاش میں نکلی۔ جب آپ نہ ملے تو انہیں عذاب کا یقین ہو گیا۔ سب جمع ہوئے اور عجز و نیاز کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں توبہ کی اور زاری شروع کر دی۔ بت پرستی چھوڑ دی اور بغرض حصول رحمت اولادوں کو ماؤں سے علیحدہ رکھ کر دعائیں کیں، ٹاٹ ٹر میلا کچیلا لباس پہن کر رونے لگے۔ جو کسی سے ظلماً چھینا یا رکھ لیا تھا، وہ واپس کر دیا۔ اور جنگل میں آ کر پکارے:

1۔ کوئی معبود نہیں سوائے تیرے پاکی ہے تجھ کو بے شک مجھ سے بے جا ہوا۔

الٰہی! تیرے نبی یونس علیہ السلام اور تمام انبیاء پر ہم ایمان لائے۔ اب ہماری خطا معاف فرمادے۔ یہ کہہ کر سب سجدہ میں گر گئے۔

ملائکہ عذاب کو حکم ہوا کہ عذاب واپس کرلیں۔ تمام قوم خوش وخرم واپس ہوگئی۔ اور بروایت صحیحہ یہ ہے کہ قوم یونس پر یہ تمام آثارات عذاب آئے تھے نہ کہ عذاب، اس لیے کہ عذاب آنے کے بعد واپس نہیں ہوتا۔ اِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ (1) صاف ارشاد ہے۔

اب حضرت یونس علیہ السلام واپس لوٹے کہ قوم کا حال دیکھیں تو راستہ میں شیطان لعین ایک ضعیف العمر کی صورت میں ملا۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ کہاں سے آ رہا ہے۔ اس نے کہا: شہر نینوئی سے، آپ نے فرمایا: آج وہاں کے لوگوں پر کیسی گزری۔ شیطان نے کہا: یونس نبی علیہ السلام نے عذاب کی خبر دی تھی مگر عذاب نہ آیا۔ اس قوم کو یہ یقین ہوگیا کہ وہ نبی نہ تھے۔ یہ سن کر یونس علیہ السلام کو غصہ آیا اور آپ نے فرمایا کہ میں ایسی قوم میں جانا نہیں چاہتا جو مجھے جھوٹا جانتی ہے اور بلا اذن الٰہی دوسری طرف روانہ ہوگئے حتی کہ آپ چلتے چلتے مع اپنے دونوں صاحبزادوں اور بیوی کے دجلہ کے کنارے پر پہنچے اور پہلے بڑے صاحبزادے کو دریا پار اتار آئے۔ اس کے بعد چھوٹے صاحبزادے کو لے کر دجلہ کے وسط میں پہنچے تو پانی زیادہ ہوگیا اور چھوٹے صاحبزادے ڈوب گئے۔ اور جو بڑے صاحبزادے کو پرلے کنارے چھوڑ آئے تھے، دیکھا کہ انہیں بھیڑیا لے گیا۔ آپ پانی سے نکل کر بھیڑیے سے چھڑانے کو دوڑے تو بھیڑیا بحکم الٰہی بولا کہ یونس! واپس ہو جائیں۔ صاحبزادے کو میں نے بحکم الٰہی پکڑا ہے۔ اب یہ آپ کے ہاتھ نہ آئیں گے۔ آپ راضی برضا واپس اپنی بیوی کی طرف تشریف لائے تو یہاں وہ نہ ملیں۔ تو آپ سخت غمگین ہو کر رونے لگے اور روتے روتے سمندر تک پہنچے۔ وہاں ایک کشتی پار جانے کو تیار کھڑی تھی۔ آپ نے کشتی والوں سے پار جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ ان لوگوں نے آپ کو سوار کرلیا۔ جب کشتی قدرے کنارے سے دور ہوئی تو ایسا طوفان اٹھا کہ کشتی ڈوبنے کے قریب ہوگئی۔

1۔ بے شک ان پر عذاب آئے گا جو پھیرا نہ جائے گا۔

سب کشتی والوں نے جمع ہو کر فیصلہ کیا کہ کشتی میں کوئی خطا کار شخص ہے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کشتی میں ایک غلام اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہے۔ جب تک تم اسے دریا میں نہ ڈالو گے، نجات نہ پاؤ گے۔ اسی اثناء میں ایک بڑی مچھلی نمودار ہوئی اور منہ کشتی کی طرف کھولے ہوئے آنے لگی۔

حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ سب بلائیں تم پر میرے سبب سے ہیں۔ مجھ کو دریا میں ڈال دو تمہیں امن مل جائے گا۔ اہل کشتی نے کہا کہ بغیر قرعہ ڈالے ہم ایسا ہرگز نہ کریں گے۔ آخر تین بار قرعہ اندازی کی گئی۔ تینوں بار حضرت یونس علیہ السلام کے نام پر ہی قرعہ پڑا۔ جس کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے: فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ(1) ای من المغلوبین۔

ناچار آپ کو دریا میں ڈالا اور علی الفور مچھلی نے آپ کا لقمہ کیا۔ یہ وقت نصف رات کا تھا۔ اس اعتبار سے آپ پر تین تاریکیاں تھیں ایک تاریکئ شب دوسری تاریکئ دریا، تیسری تاریکئ شکم ماہی۔ چنانچہ یونس علیہ السلام نے ان تاریکیوں میں پھنس کر اپنے رب کو پکارا۔ اور ان الفاظ میں پکارا: لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔

اس دعا پر جناب باری کی طرف سے مچھلی کو حکم ہوا کہ ہمارے یونس کو محفوظ رکھ۔ چنانچہ بحکم الٰہی آپ ایک مدت تک شکم ماہی میں رہے اور صحیح روایت یہ ہے کہ آپ چالیس روز اس کے پیٹ میں رہے جب یہ مچھلی گھومتے گھومتے اس جگہ پہنچی۔ جہاں آپ کو لقمہ کیا تھا تو ساحل پر آپ کو اگل دیا تو آپ کا جسد اطہر اب ایسی حالت میں تھا۔ جیسے انڈے سے چوزہ نکلتا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے درخت کدو پیدا فرما دیا۔ جس روز آپ شکم ماہی سے نکلے تھے محرم الحرام کی 7 تاریخ تھی۔ پھر بحکم الٰہی آپ کے پاس ایک آہو مادہ (ہرنی) آ گئی اور اس نے اپنا دودھ پلانا شروع کر دیا۔ اسی طرح چالیس دن میں آپ کو کچھ طاقت حاصل ہوئی۔ تو آپ نے دیکھا کہ کدو کی بیل خشک ہے اور وہ ہرنی بھی غائب ہے تو آپ کو صدمہ ہوا اور آپ رونے لگے تو آپ پر وحی آئی کہ یونس! ایک بیل کدو کی اور ہرنی کے ضائع

1۔ پس قرعہ ڈالا تو دھکیلے ہوؤں میں ہوا۔

ہونے پر تم رنج کر رہے ہو اور ایک لاکھ ستر ہزار آدمی جو اولا د ابراہیم علیہ السلام سے تھے ان کی ہلاکت پر تمہیں رنج نہ ہوا۔

اتنے میں ایک فرشتہ دو حلے لایا اور آپ کو وہ پہنائے اور کہا: یونس! اپنی قوم میں تشریف لے جائیں کہ وہ آپ کے مشتاق ہیں آپ بحکم الٰہی وہاں تشریف لے چلے۔ راستہ میں ایک گاؤں آیا وہاں دیکھا کہ ایک شخص کے ساتھ ایک عورت ہے اور وہ پکار رہا ہے کہ جو شخص اس عورت کو شہر نینوئی میں یونس بن متی کے پاس پہنچادے اس کو سو مثقال سونا دوں گا۔ آپ نے جو دیکھا تو وہ آپ کی بیوی تھیں۔ آپ اس کے پاس گئے اور قصہ دریافت کیا۔ اس نے کہا: یہ عورت دریا کے کنارے اپنے شوہر کی منتظر تھیں کہ وہاں ایک بادشاہ شاہان نواحی سے گزرا اور انہیں جبراً اپنے گھر لے گیا۔ جب آپ کے ساتھ بری نیت کا اظہار کیا تو خدا نے اس کے دونوں ہاتھ پیر شل کر دیے۔ بادشاہ نے اس پاک بی بی سے درخواست دعا کی۔ آپ نے دعا فرمائی تو وہ اچھا ہو گیا۔ اس نے انہیں میرے حوالہ کیا اور سو مثقال زر خالص دیے کہ میں انہیں شہر نینوئی میں یونس بن متی کے پاس پہنچاؤں۔

آپ نے اپنا نام مبارک بتایا اور زوجہ محترمہ نے تصدیق کی۔ اس نے سو مثقال اور بی بی صاحبہ کو آپ کے حوالے کر دیا۔ ابھی آپ مع اپنی زوجہ محترمہ کے دو فرسخ چلے تھے کہ دوسرا گاؤں ملا۔ وہاں ایک شخص کو دیکھا جو سوار ہے اور اس کے پیچھے آپ کے چھوٹے صاحبزادے بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ وہی صاحبزادے ہیں جو دریا میں ڈوب گئے تھے۔ آپ نے صاحبزادہ کو لیا اور گلے لگایا۔ سوار نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں یونس بن متی ہوں اور یہ میرا بیٹا ہے۔ آپ نے گزشتہ قصہ پوچھا۔ اس نے کہا: میں ماہی گیر ہوں۔ ایک روز میں نے دجلہ میں جال ڈالا تو اس میں یہ صاحبزادے آ گئے۔ میں نے دیکھا تو زندہ تھے کہ اتنے میں غیب سے آواز آئی کہ اس بچے کو اچھی طرح رکھ۔ جب تک تیرے پاس اس کے والد حضرت یونس بن متی تشریف نہ لائیں جب وہ آئیں تو انکے حوالے کرنا۔ آپ نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور آگے چلے تو سر راہ دیکھا کہ ایک لڑکا بکریاں چرا رہا ہے اور بار بار دعا کرتا ہے کہ الٰہی مجھے میرے والد سے جلدی ملا دے۔ آپ نے دیکھا تو وہ بڑے

صاحبزادے تھے۔ آپ نے انہیں گلے لگایا اور ساتھ چلنے کو فرمایا۔ انہوں نے عرض کی: ابا جان! یہ بکریاں اس گاؤں والے کی ہیں اس کے حوالے کر دوں۔ پھر حضور کے ساتھ چلوں۔ آپ صاحبزادے کے ساتھ تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ گاؤں میں ایک مکان کے دروازہ پر ایک ضعیف العمر بیٹھے ہیں۔ یہ پہنچے، بکریاں سپرد کیں اور فرمایا: یہ میرے والد بزرگوار ہیں۔ وہ اٹھے اور انہوں نے آپ کے ہاتھ چومے۔ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ کو اس لڑکے کا حال معلوم ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ میں ان بکریوں کو چرا رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ یہ لڑکا ایک بھیڑیے کی کمر پر سوار ہے۔ اس بھیڑیے نے اپنی کمر سے اس لڑکے کو میرے پاس آ کر اتار دیا اور بزبان فصیح بولا کہ چرواہے! اس لڑکے کو بحفاظت اپنے پاس رکھ۔ اس کے پاس یونس بن متی جب تشریف لائیں ان کے سپرد کر دینا کہ یہ ان کا فرزند ہے۔ آپ آگے چلے تو نینویٰ کے قریب میں ایک چرواہا ملا آپ نے اس سے دودھ مانگا۔ اس نے کہا جب سے ہمارے نبی حضرت یونس علیہ السلام ہم سے جدا ہوئے ہیں ہم نے دودھ نہیں چکھا۔ آپ نے فرمایا: اچھا ایک بکری میرے پاس لاؤ۔ وہ لایا آپ نے اس کے تھنوں کو ہاتھ لگایا وہ دودھ اتار لائی۔ آپ نے دودھ دوہا یہ دیکھ کر چرواہا تعجب میں آ گیا اور کہنے لگا کہ اگر حضرت یونس زندہ ہیں تو وہ آپ ہی ہیں۔ آپ نے فرمایا: ہاں یونس میں ہی ہوں۔ یہ سن کر چرواہا آپ کے قدموں میں گر گیا۔ آپ نے فرمایا: تو شہر میں جا اور قوم کو میری خبر پہنچا دے۔ عرض کرنے لگا: حضور! وہ لوگ میرا یقین نہ کریں گے۔ آپ نے فرمایا: بکریاں ساتھ لے جا وہ تیری تصدیق کریں گے۔ آخرش چرواہا بکریاں لے کر چلا اور جب وسط شہر میں پہنچا تو پکارا: اے لوگو! مبارک ہو ہمارے نبی یونس علیہ السلام واپس تشریف لے آئے ہیں۔ لوگوں نے اسے جھٹلایا تو اس نے کہا: میں سچا ہوں اور میری تصدیق یہ بکریاں کریں گی چنانچہ بکریوں نے باذن الٰہی تصدیق کی۔

شدہ شدہ یہ خبر بادشاہ نینویٰ کو پہنچی وہ تخت سے اترا اور تمام اہل شہر کو ساتھ لے کر اس جنگل میں حضرت یونس علیہ السلام کی زیارت کی اپنے ساتھ شہر میں لے گئے۔ اور بادشاہ نے تخت پر آپ کو بٹھایا خود خادمانہ طور سے آگے دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ گھر گھر خوشی ہونے

لگی۔ چند روز بعد بادشاہ مر گیا تو آپ نے اس چرواہے کے لڑکے کو بلا کر تخت نشین فرما دیا۔

وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

علامہ خرپوتی اپنی شرح میں امت یونس علیہ السلام کی تعداد ایک لاکھ ستر ہزار تحریر فرما رہے ہیں اور باقی یہی قصہ اختصاراً تحریر فرمایا ہے۔ اور اپنا ماخذ قصص الانبیاء للثعلبی بتایا ہے۔

جَآءَ تْ لِدَعْوَتِهِ الْاَشْجَارُ سَاجِدَةً

(۲)

تَمْشِیْ اِلَیْهِ عَلٰی سَاقٍ بِلَا قَدَمِ

حل لغات: جاء ت۔ ای اتت۔ صیغہ ماضی مونث۔ اور آئے۔ لدعوتہ۔ ان کے بلانے سے۔ الاشجار۔ جمع شجر۔ درخت۔ ساجدۃ۔ اسم فاعل۔ سجدہ کیے ہوئے۔ تمشی۔ صیغہ مضارع۔ چلتے ہوئے۔ الیہ۔ ان کی طرف۔ علی ساق۔ ساق پنڈلی۔ اوپر اپنی پنڈلیوں کے۔ بلا قدم۔ بغیر قدموں کے۔

ترجمہ: اور آئے درخت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے سے سجدہ کرتے ہوئے آپ کی طرف اپنے تنا یعنی پنڈلیوں سے بغیر قدم کے۔

شرح: اس بیت مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ کا تذکرہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد بار ظہور میں آیا۔ مواہب اور شفاء شریف میں ہے۔ امام احمد حضرت ابوسفیان سے راوی ہیں:

قال جاء جبریل الیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم وھو حزینٌ خَضَبَ علیہ السلام بِالدِّمَاءِ حیث ضربہ بَعْضُ اھل مکۃ فقال لہ جبرائیل اتحب اریک آیۃ فقال نعم فقال ادع تلک الشجرۃ التی وراء الوادی فدعاھا فجاءت تمشی حتیٰ قامت بین یدیہ فقال مرھا فلترجع الیٰ مکانھا فامرھا فرَجَعَتْ الیٰ مکانھا فقال علیہ السلام حسبی حسبی

"فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمت اقدس میں جبریل حاضر ہوئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کفار مکہ کے بعض خبثاء نے حملہ کیا تھا۔ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خون کا سرخ جوڑا

پہنا ہوا تھا اور حضور ﷺ کچھ غمگین تھے کہ روح الامین نے عرض کی: حضور! ﷺ چاہیں تو کوئی نشان ملاحظہ فرمائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں۔ جبریل نے عرض کی اس درخت کو حضور ﷺ بلائیں جو ایک وادی کے پیچھے ہے۔ حضور ﷺ نے بلایا تو وہ انسان کی طرح چلتا ہوا حضور ﷺ کے سامنے آیا پھر عرض کی کہ اب حکم فرمائیں کہ یہ اپنی جگہ واپس جائے تو حضور ﷺ نے حکم دیا تو وہ واپس چلا گیا۔ یہ دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا، یہ مجھے کافی ہے یہ مجھے کافی ہے"۔

دوسری روایت میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے ہے:

جَاءَ اعرابِیٌّ وسأل منه علیه السلام اٰیة فقال له قل لتلک الشجرة ان رسول اللّٰه یدعوک فمالت الشجرة عن یمینها وشمالها وبین یدیها وخلفها فتقطعت عروقها ثم جاءت حتی وقفت بین یدی رسول اللّٰه علیه السلام فقالت السلام علیک یا رسول اللّٰه قال الاعرابی مرها فلترجع الیٰ منبتها فامرها فرجعت فدلت عروقها فی موضعها۔

"ایک اعرابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور صداقت نبوت پر نشان طلب کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: جا اور اس درخت کو کہہ کہ حضور ﷺ تجھے طلب فرما رہے ہیں بدوی نے جا کہا علی الفور وہ درخت متحرک ہوا اور یمین و شمال (دائیں و بائیں) سے اپنی جڑوں کے جوڑ توڑ کر حضور ﷺ کے سامنے حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ پھر اعرابی نے عرض کی کہ اسے حکم کیجئے کہ اپنی جگہ واپس چلا جائے۔ حضور نے حکم فرمایا وہ واپس چلا گیا اور اپنی جڑوں سے جا ملا"۔

اور ایک حدیث میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور ﷺ طہارۃ کے لیے

بدوی نے جا کہا علی الفور وہ درخت متحرک ہوا اور یمین و شمال (دائیں و بائیں) سے اپنی
جڑوں کے جوڑ توڑ کر حضور ﷺ کے سامنے حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا السلام علیک یا
رسول اللہ ﷺ پھر اعرابی نے عرض کی کہ اسے حکم کیجئے کہ اپنی جگہ واپس چلا جائے۔ حضور
نے حکم فرمایا وہ واپس چلا گیا اور اپنی جڑوں سے جا ملا"۔

ملے رہو اللہ کے حکم سے "فالتامتا" دونوں ملے رہے "بعد قضاء حاجت حضور ﷺ نے فرمایا: افترقتا الیٰ اماکنھا" علیحدہ علیحدہ ہو کر دونوں اپنی اپنی جگہ چلے جاؤ"۔ چنانچہ چلے گئے۔ اور ایسی ہی ایک روایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے۔

اس ایک معجزہ میں چند خارق عادات امور ثابت ہوتے ہیں:

اول۔ نباتات کا فہم و خطاب۔ دوم، نباتات کا مشی (چال) مثل حیوانات۔ سوم، شہادۃ رسالت ﷺ از نباتات

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

كَاَنَّمَا سَطَرَتْ سَطْرًا لِّمَا كَتَبَتْ
فُرُوْعُهَا مِنْ بَدِيْعِ الْخَطِّ فِي اللَّقَمِ ﴿۴۲﴾

حل لغات: کانما۔ گویا کہ۔ سطرت۔ سطر کھینچ رہے تھے۔ سطرا۔ سیدھی سطر۔ لما کتبت۔ جیسے کہ لکھنے میں لکھتے ہیں۔ فروعھا۔ شاخیں ان درختوں کی۔ من بدیع الخط۔ یعنی مثل خط بدیع۔ خوشخط لکھائی سے۔ فی اللقم۔ ہر دو میانہ راہ سطروں کے مابین تھیں۔

ترجمہ: گویا وہ درخت ایک خط کھینچتے ہوئے آ رہے تھے اور ان کی شاخیں مابین السطور خوبصورتی پیدا کر رہی تھیں۔

شرح: مفہوم ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کے بلانے پر وہ درخت ایسی سیدھی اپنی شاخوں کے ساتھ ملحق آئے تھے کہ گویا ایک سیدھی سطر اپنی راہ میں لکھتے ہوئے آ رہے ہیں کہ من اطاعہ نجی ومن ترکہ غرق۔(1)

اس بیت مبارک میں ایک ہدایت بھی ہے کہ جب شجر و حجر اس طرح امتثال امر میں جھکتے رہے ہیں تو مسلمان انسان تو اطاعت و امتثال میں اولیٰ بالمبادرۃ ہونا چاہیے (2)۔

سلک الشجر نطق الحجر شق القمر باشارتہ (3)

1۔ جس نے حضور ﷺ کی فرمانبرداری کی وہ نجات پا گیا اور جس نے ان کے طریقہ کو چھوڑ دیا وہ غرق ہو گیا۔ ۱۲

2۔ فرمانبرداری میں جلدی کرنی چاہیے۔ ۱۲۔

3۔ حضور اقدس ﷺ کے اشارہ سے درخت چل پڑے، پتھروں نے کلام کیا اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ۱۲

مِثْلُ الْغَمَامَةِ اَنّٰی سَارَ سَائِرَةٌ

تَقِيْهِ حَرَّ وَطِيْسٍ لِلْهَجِيْرِ حَمِیْ

حل لغات: مثل الغمامة۔ غمامہ بادل۔ مثل بادلوں کے۔ انی۔ جہاں کہیں۔ سار۔ ماض از سیر۔ تشریف لے جائیں۔ سائرۃ۔ سیر کرنے کو۔ تقیہ۔ مضارع۔ از وقایت بچانا۔ بچانے کے لیے۔ حر۔ گرمی سے۔ وطیس۔ تنور آہنی۔ استعارہ از حرارت شدید۔ تیز حرارت۔ للھجیر۔ ھجیر۔ گرما دوپہر۔ اور گرمی دوپہر سے۔ حمی۔ ماضی از حمی گرم ہونا۔ جو گرم کردے۔

ترجمہ: حضور ﷺ جہاں تشریف لے جاتے ایک بادل جیسی چلنے والی چیز حضور ﷺ کو دوپہر کی گرمی سے بچانے کے لیے ساتھ ہوتی تھی۔

شرح: ابر اور آسمان وزمین تمام حضور ﷺ کے متبع تھے۔ چنانچہ ایک ابر حضور ﷺ کے ساتھ چلنے والا تھا جہاں کہیں حضور ﷺ تشریف لے جاتے وہ حضور ﷺ پر سایہ کیے ہوئے ہمراہ ہوتا۔

صحیح احادیث میں ہے:

انه علیه السلام اذا نام فی الصحراء كانت تجیء له الاشجار وتظله ولان الغمامة سبب لانبات النباتات والاشجار

"یعنی حضور ﷺ جب جنگل میں آرام فرماتے تو درخت جمع ہو کر حضور ﷺ پر سایہ کرتے اس لیے کہ ابر (نباتات اور درختوں کے اگانے کا سبب ہے) تو ناظم فاہم رحمہ اللہ نے سبب کو دکھا کر تمام وہ چیزیں مضمر فرمادیں جو اس کے ذریعہ پیدا ہوتی ہیں"۔

اور اس بیت مبارک میں قصہ بحیرا راہب کی طرف بھی اشارہ ہے۔ وہ یہ کہ جب حضور ﷺ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے مال سے برائے تجارت ملک شام تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ایک سپید ابر حضور ﷺ کے لیے بھیجا کہ وہ حضور ﷺ پر دھوپ سے سایہ کرتا ہوا چلے۔ جب قافلہ صومعہ بحیرا راہب کے پاس پہنچا اور اس کے گرجا کے

قریب اترا تو جس درخت کے نیچے قافلہ اترا وہ خشک تھا۔ اس قافلہ کے اترتے ہی وہ سرسبز ہو گیا۔ بحیرا اپنے صومعہ سے نکلا اور دیکھا کہ ایک ابر اس قافلہ پر سایہ گستر ہے۔ اس نے جان لیا کہ اس قافلہ میں کوئی نبی ہے۔ چنانچہ اس نے تمام قافلہ کی دعوت کی تا کہ صاحب غمام کو پہچانے۔ دعوت میں سب گئے اور سامان کی محافظت کے لیے حضور ﷺ کو اس لیے چھوڑ گئے کہ سب سے زیادہ اعتماد ان کو حضور ﷺ پر تھا۔

راہب نے دیکھا کہ ابر بدستور اس جگہ ہے اور قافلہ کے لوگ دعوت میں آ چکے ہیں۔ راہب نے پوچھا: هل بقی منکم احد فی مکانکم "کیا تم میں سے کوئی اپنی قیام گاہ پر رہ گیا ہے"۔ اہل قافلہ نے کہا: ایک سامان کی محافظت کے لیے رہ گئے ہیں۔ راہب نے کہا: انہیں بھی بلا لو چنانچہ جب حضور ﷺ تشریف لائے تو راہب نے دیکھا تو وہ ابر دروازہ صومعہ پر ہے۔ راہب نے کہا:

یا شاب من ای بلدۃ انت۔ "اے جوان تم کس شہر کے رہنے والے ہو؟" حضور ﷺ نے فرمایا: میں مکہ کا رہنے والا ہوں۔ راہب نے کہا: من ای قبیلۃ "آپ کس قبیلہ سے ہیں"۔ حضور ﷺ نے فرمایا: قریش سے۔ راہب نے کہا: ما اسمک "آپ کا اسم مبارک کیا ہے"۔ حضور ﷺ نے فرمایا: میرا نام محمد ﷺ ہے۔

یہ سن کر راہب حضور ﷺ کی طرف گرا اور پیشانی اقدس کو چومنے لگا اور کہنے لگا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور اسلام لے آیا۔

قافلے نے سوئے طیبہ کمر آرائی کی
مشکل آسان الٰہی میری تنہائی کی

لاج رکھ لی طمع عفو کے سودائی کی
اے میں قرباں میرے آقا بڑی آقائی کی

عرش تا فرش سب آئینہ ضمائر حاضر
بس قسم کھائیے امی تیری دانائی کی

شمس جہت سمت مقابل شب و روز ایک ہی حال
دھوم والنجم میں ہے آپ کی بینائی کی
چاند اشارے پہ ہلا حکم کا باندھا سورج
واہ کیا بات شہا تیری توانائی کی
تنگ ٹھہری ہے رضا جس کے لیے وسعت عرش
بس جگہ دل میں ہے اس جلوۂ ہرجائی کی

اَقْسَمْتُ بِالْقَمَرِ الْمُنْشَقِّ اِنَّ لَهٗ
مِنْ قَلْبِهٖ نِسْبَةً مَّبْرُوْرَةَ الْقَسَمِ ۝۴۵

حل لغات: اقسمت۔ ماضی متکلم از اقسام۔ قسم کھاتا ہوں میں۔ بالقمر۔ اس چاند کی۔ المنشق۔ جو شق ہوا۔ ان لہ۔ کہ بے شک اس چاند کو۔ من قلبہ۔ قلب محبوب سے۔ نسبۃ۔ نسبت ہے۔ مبرورۃ القسم۔ سچی قسم۔

ترجمہ: میں شق شدہ چاند کی قسم کھاتا ہوں کہ اس کسب نور میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک سے نسبت ہے اور یہ میری قسم مبرور ہے۔

شرح: ماہ شکستہ دل کی سچی قسم کھا کر ناظم فاہم فرماتے ہیں کہ بے شک چاند کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب منور سے ایک نسبت و رابطہ ہے۔ اور اس مناسبت کی جو قسم کھاوے وہ سچا ہے۔

اور یہ مناسبت بوجوہ عدیدہ ہے۔

اول۔ شق صدر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور شق قمر میں۔

دوم۔ شق صدر کے بعد التیام ہوا اور اسی طرح شق قمر کے بعد بھی التیام ہوا۔

سوم۔ قمر میں نورانیت ہے اور قلب پاک بھی منبع انوار ہے۔

چہارم۔ جس طرح قمر نور شمس سے مستفیض ہو کر شب تاریک میں نور بیزی کرتا ہے۔ اسی طرح جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنے مبدء فیض سے استفادۂ نور فرما کر دلہائے تاریک کو روشن فرماتے ہیں اور عالم مستنیر کر رہے ہیں۔

پنجم۔ سرعت سیر وقطع منازل تقرب میں جیسے حضور ﷺ کی خاص شان ہے۔ اسی طرح چاند بھی منازل طے کرنے میں سریع السیر ہے۔ اور معجزہ شق القمر مفسرین نے اجماعاً مانا اور یہ آیت کریمہ۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (1) میں اس معجزہ کی تصدیق کی۔ اور ابوجہل نے جس طرح اس سے انکار کیا اس کا حال وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ (2) میں بیان فرمایا، صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ اجمالاً مذکور ہے۔

ملحدین کا ایک طبقہ اس کا منکر بھی ہے اور کہتا ہے کہ اگر یہ معجزہ واقعہ میں ظہور پذیر ہوتا تو کتب تواریخ میں بلا اختلاف اس کا تذکرہ ہوتا۔

حالانکہ یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ چاند ایک ہی بار تمام روئے زمین روشن نہیں کرتا بلکہ جب دور وحرکت کرتا کسی قطعہ زمین کے مقابل آتا ہے تو اسے روشن کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خسوف (چاند گہن) کا حال بھی عام طور پر سب کو معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ حالت خسوف میں جن قطعات ارضیہ کے مقابل ہوتا ہوا وہ گزرا انہیں علم ہوا اور بعد خسوف جہاں آیا انہیں اس کے خسوف کا پتا نہ چلا۔ یہی وجہ ہے کہ شق قمر کی تصدیق میں مسافروں نے جو قرب وجوار سے آئے اپنی شہادتیں دیں۔ اور جب یہ خبر سامری حاکم ملیبار کو تاجران عرب کی زبانی پہنچی تو اس نے کہا کہ اگر میرے روزنامچہ میں یہ خبر درج ملی تو میں مسلمان ہو جاؤں گا۔ اس نے روزنامچہ منگوایا۔ دیکھا تو اس میں لکھا تھا کہ فلاں تاریخ کو معتبرین ملیبار نے چاند کے دو ٹکڑے دیکھے۔ یہ تصدیق پڑھ کر وہ مسلمان ہو گیا۔

اور واقعہ شق صدر چند بار ہوا۔ پہلی بار اس وقت ہوا جب کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو آپ کی خواہش کے مطابق حضور ﷺ کے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریاں چرانے بھیج دیا۔ دفعتًہ وہ گھبرایا ہوا حضرت حلیمہ کے پاس آیا اور کہا کہ میرے بھائی کے پاس دو سپید لباس آدمی آئے انہوں نے اسے لٹا کر شکم مبارک چاک کر ڈالا۔ حضرت

1۔ قیامت پاس آئی اور چاند پھٹ گیا۔
2۔ اگر دیکھیں کوئی نشانی تو منہ پھیر لیں اور کہتے ہیں یہ تو جادو ہے چلا آتا ہے۔

حلیمہ فرماتی ہیں: یہ سن کر میں سراسیمہ و پریشان حضور ﷺ کے رضائی والد کے پاس دوڑی گئی اور انہیں ساتھ لے کر پہنچی تو میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ تنہا رونق افروز ہیں لیکن چہرۂ اقدس پر کچھ آثار خوف کے ہیں۔ حضور ﷺ کو آپ کے رضاعی باپ نے گلے لگایا اور پوچھا بیٹا! تمہارا کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا: میرے پاس دو سفید پوش آئے اور انہوں نے مجھے لٹا کر میرا سینہ چاک کیا اور اس میں سے کچھ نکال کر پھینک دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ دوسرا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ چند بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ جبریل امین آئے اور انہوں نے حضور ﷺ کو لٹا کر سینہ چاک کیا۔ اور قلب مبارک سے چند قطرات خون سیاہ کے نکال کر پھینکے اور فرمایا: یہ شیطان کا حصہ ہے۔ پھر قلب اطہر کو طشت زر میں رکھ کر زمزم سے دھویا اور سینہ میں رکھ کر پھر سی دیا۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اب تک سلائی کے نشان سینہ مقدس پر میں دیکھتا ہوں یہ شق صدر اس لیے ہوا کہ حضور ﷺ ایام طفولیت سے ہی معصوم اور وساوس شیطانی سے مصئون رہیں۔

تیسرا شق صدر زمانہ بعثت کے قریب میں ہوا۔ جسے ابونعیم رضی اللہ عنہ دلائل میں نقل فرماتے ہیں۔ اس شق میں مزید کرامت وانوار مطلوب تھے۔

چوتھا شق صدر شب معراج کو ہوا جو صحیحین میں منقول ہے۔ وہ اس لیے تھا کہ قلب اقدس میں قوت سیر ملکوت و معائنہ تجلیات حاصل ہو جائے۔

اب معجزہ شق القمر شرح خرپوتی سے منقول ہے وہ مشکوۃ سے نقل فرماتے ہیں:

انتباہ

علامہ خرپوتی رحمۃ اللہ علیہ اس واقعہ سے اول قال فی المشکوۃ تحریر فرما رہے ہیں۔ معلوم نہیں یہ مشکوۃ کون سی ہے۔ مشکوۃ المصابیح میں یہ واقعہ ہمیں نہیں ملا۔ معلوم ہوتا ہے یہ کوئی اور کتاب ہے چونکہ شارح علیہ الرحمۃ ایک معتبر عالم اور مفتی شوافع خرپوت ہیں۔ اس لیے اعتماد علیٰ علمہ (ان کے علم پر اعتماد کرتے ہوئے) ہم بھی نقل کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ جب ابوجہل مردود معہ اپنے متبعین کے حضور ﷺ سے عاجز آ گیا اور ہر مطالبہ میں

منہ کی کھاتا رہا۔ اور حضور ﷺ یوماً فیوماً ترقی فرمانے لگے اور حضور ﷺ کا شمس شریعت بلندی حاصل کرنے لگا اور لوگ دن بدن ایمان لا کر زمرۂ مسلمین میں آنے لگے تو تنگ آ کر اس نے ایک خط حبیب بن مالک امیر شام کو لکھا۔ وہ خط یہ تھا:

اما بعد لیعلم الملک انه قد ظهر بَیْنَنَا رجل ساحر کذاب یدعی ربا واحداً و دیناً جدیداً وانه یسب آلهتنا و کلما قابلناه بالحجة غلب علینا فالیوم ضعف دینک و دین اٰبائِک فالحق به قبل ان ینتشر دینه۔

"بعد سلام دعا کے بادشاہ کو معلوم ہو کہ ہمارے اندر ایک زبردست ہستی ظاہر ہوئی ہے جسے ہم اپنے ذلیل وہم میں ساحر و کذاب جانتے ہیں۔ وہ ہمیں کہتا ہے کہ ایک رب کی پرستاری کرو۔ اور نیا دین ہمیں تعلیم دیتا ہے اور ہمارے خداؤں کو برا کہتا ہے۔ اور جس طرح ہم اس کا مقابلہ حجت و دلائل سے کرتے ہیں اتنا ہی وہ ہم پر غالب آ رہا ہے۔ غرضکہ اب تیرا دین اور تیرے باپ دادا کا دین کمزور ہو چلا ہے۔ لہٰذا جلدی آ کر اس سے مل ورنہ اگر اس کی تعلیم عام ہو گئی تو پھر تو کچھ نہ کر سکے گا"۔

اس خط کو پڑھ کر حبیب بن مالک بارہ سواروں کے ساتھ چلا اور وادئ مکہ میں اترا۔ ابو جہل نے مع عظماء مکہ کے اس کا استقبال کیا اور کچھ ہدیہ پیش کش کیے۔ حبیب نے ابو جہل کو اپنے یمین میں جگہ دی اور حضور ﷺ کے حالات دریافت کیے۔ تو ابو جہل نے کہا: ایها السید سل بنی هاشم۔ "سرکار! بنی ہاشم سے ان کے حالات دریافت فرمائیں"۔ چنانچہ سب نے کہا:

نعرفه بالصدق فی صغره ولما بلغ اربعین سنة جعل یسب آلهتنا ویظهر دینا غیر دین اٰبائنا۔

"ہم انہیں بچپن سے نہایت راست گو یگ جانتے ہیں مگر جب وہ چالیس سال کے ہوئے تو انہوں نے ہمارے معبودوں کی مذمت شروع کر دی اور ایک نیا دین ہمارے آباء و اجداد کے خلاف ظاہر کر ڈالا"۔

غرضکہ حبیب نے اپنے حاجب کو حکم دیا کہ حضور ﷺ کو یہاں تشریف لانے کی

درخواست کرے۔

حاجب حضور ﷺ کے دربار میں پہنچا اور حبیب بن مالک کی درخواست پیش کی حضور ﷺ تشریف لے جانے کو آمادہ ہوئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حلۂ حمراء اور عمامۂ سوداء پیش کیا۔ حضور ﷺ نے ملبوس فرمایا اور تشریف لے چلے۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بھی حضور ﷺ کے ساتھ ساتھ داہنی طرف چل رہے تھے۔ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بھی پیچھے پیچھے آئیں۔ حبیب بن مالک نے جب حضور ﷺ کو جلوہ افروز ہوتے دیکھا۔ یک لخت تعظیم کے لیے سرو قد کھڑا ہوگیا۔

جب حضور ﷺ جلوہ آرائے مسند ہوگئے تو حبیب نے دیکھا کہ وجہ منیر سے انوار متلألأ ہیں۔ اور اس کے دل پر حضور ﷺ کی ہیبت اس قدر غالب ہے کہ زبان بند مؤدب حاضر ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد حبیب بولا:

یا محمد انت تعلم ان للانبیاء کلھم معجزات الک معجزات

"حضور! آپ کو معلوم ہوگا کہ تمام انبیاء تو مخصوص معجزات لائے تھے۔ آپ کے پاس بھی کوئی معجزہ ہے"۔

فقال علیہ السلام ما ذا ترید۔

"حبیب تمام انبیاء تو مخصوص معجزات لائے تھے مگر ہم کسی خاص معجزہ کے ساتھ نہیں آئے بلکہ جو تو چاہے وہ معجزہ ہم ظاہر فرما سکتے ہیں"۔

حبیب نے متحیرانہ طور پر یہ جواب سن کر بڑے غور کے بعد وہ معجزہ طلب کیا جو کسی نبی سے ظاہر نہ ہوا تھا۔ عرض کرنے لگا:

اُرِیْدُ ان تغیب الشمس وتخرج القمر وتنزله الی الارض وتجعله منشقا نصفین ثم یعودا الی السماء قمرا منیرا۔

"میں یہ چاہتا ہوں کہ ابھی سورج غروب ہو اور ماہ کامل نکلے پھر اسے آپ زمین پر اتاریں اور اس کے دو ٹکڑے کریں۔ پھر وہ آسمان پر جا کر قمر منیر بنے۔ پھر بدستور سورج

واپس آئے"۔

حضور ﷺ نے اس مطالبہ کو نہایت بے پرواہی سے مسموع فرما کر حبیب سے فرمایا:

ان فعلته اتؤمن بی

"اگر ہم نے ایسا کر دیا تو کیا تو پھر ایمان لے آئے گا"۔

حبیب نے دیکھا کہ اتنے سخت مطالبہ پر بلا کسی عذر کے آمادگی کا اظہار فرما رہے ہیں۔ تو ایک دو اپنی خاص غرض بھی کیوں نہ عرض کر لوں۔ بولا:

نعم بشرط ان تخبر بما فی قلبی

"بے شک لیکن حضور ﷺ ایک شرط یہ اور ہے کہ جو میرے دل میں ہے اس کی بھی خوشخبری سنائی جائے"۔

غرض حضور ﷺ جبل ابی قبیس پر تشریف لے گئے اور دوگانہ عبدیت ادا فرمایا اور دعا کی کہ جبریل امین حاضر ہوئے اور حضور ﷺ کو بشارت دی

ان اللہ تعالیٰ سخرلک الشمس والقمر واللیل والنہار وان لحبیب بن مالک بنت سطیمۃ یعنی ساقطۃ علی قفاھا ولیس لھا یدان ولا رجلان ولا عینان فاخبرہ بان اللہ تعالیٰ قد رد علیھا جوارحھا۔

"کہ حضور! ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے سورج چاند رات دن مسخر فرما دیے ہیں اور حبیب بن مالک کی ایک لڑکی ہے، جس کے نہ ہاتھ ہیں نہ پیر نہ آنکھ کان اسے بشارت دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے تیری لڑکی کے ہاتھ پیر سب عطا فرما دیے ہیں"۔

چنانچہ حضور ﷺ پہاڑ سے نیچے اترے اور جبریل امین ہوا میں معلق حضور ﷺ کے حکم کے منتظر تھے اور ملائکہ صف بستہ اس شان کا تماشا دیکھ رہے تھے کہ حضور ﷺ نے اپنی انگشت سبابہ (شہادت کی انگلی) کا اشارہ سورج کی طرف کیا کہ وہ اپنی جگہ سے ہلا اور غائب ہو گیا اور سخت ظلمت پھیل گئی اور اتنے میں چاند طلوع ہوا اور ماہ کامل چودھویں کا چاند نکلا۔ حضور ﷺ نے اس کے دو ٹکڑے کیے۔ پھر وہ بدر کامل بنا۔ پھر سورج طلوع ہوا اور اسی حال پر مستنیر ہو گیا جیسا کہ تھا۔ حبیب نے عرض کیا: **بقی علیک شرط۔** "حضور!

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شرط ابھی باقی ہے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ان لک ابنة سطیحة واللہ تعالیٰ قد رد جوارحھا

"تیری بیٹی جو سطیحہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اعضاء لوٹا دیے ہیں"۔

یہ سن کر حبیب بن مالک نے کھڑے ہو کر کہا:

یا اھل مکة لا کفر بعد الایمان اعلموا انی اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وان محمداً عبدہٗ ورسولہ۔

"اے اہل مکہ! اب کفر اسلام کے بعد نہیں رہ سکتا۔ سنو میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے خاص بندے اور رسول ہیں"۔

یہ سن کر ابو جہل جل گیا اور کہنے لگا:

اتومن بھذا الساحر

"حبیب! اس جادو بھری نگاہ کا تو بھی شکار ہو گیا"۔

حبیب نے اس کا جواب خاموشی دیا۔ اور یہاں سے خوش وخرم ملک شام کو پہنچا جب اپنے محل میں داخل ہوا تو اس کی وہی بیٹی سامنے آئی اور کہہ رہی تھی:

اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وان محمداً عبدہٗ ورسولہ۔

حبیب کہنے لگا:

یا ابنتی من این علمت ھذہ الکلمت۔

بیٹی! یہ کلمات تو نے کہاں سے جانے۔ اس نے کہا: خواب میں کسی نے مجھے کہا کہ تیرا باپ اسلام لے آیا ہے اگر تو بھی مسلمان ہو جائے تو ابھی تیرے اعضاء تجھے مل جائیں۔ میں علی الفور مسلمان ہوئی اور صبح اس حال میں تھی جیسا کہ آپ مجھے دیکھ رہے ہیں۔

فصل سادس --- ہجرت کا بیان

وَمَا حَوَى الْغَارُمِنْ خَيْرٍ وَّمِنْ كَرَمٍ
وَكُلُّ طَرْفٍ مِّنَ الْكُفَّارِ عَنْهُ عَمِيُ (۵۶)

حل لغات: وما۔ اور کس شان سے۔ حوی۔ احاطہ کیا۔ الغار۔ غار ثور نے۔ من خیر۔ فضیلتوں۔ ومن کرم۔ اور پیاری خصلتوں کا۔ وکل طرف۔ اور ہر سمت کی نظر۔ من الکفار۔ کافروں کی۔ عنہ۔ ان ہستیوں سے۔ عمی۔ اندھی تھی۔

ترجمہ: غار ثور نے کیا احاطہ منبع فضائل وکرم کا اور کافروں کی آنکھیں اس نور کو دیکھنے سے اندھی رہیں۔

شرح: ما موصولہ ہے اور حوی بمعنی جمع واحاطہ ہے۔ الغار میں الف لام عہد ذہنی ہے۔ اس لیے کہ غار تو عام تھا اور چونکہ یہاں ذکر غار ثور کا ہے۔ اس لیے غار پر الف لام عہدی لگا کر مخصوص کر دیا اور غار جبل ثور مکہ معظمہ سے بہت قریب ہے من خیر ومن کرم میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وافعال جلیلہ اور خصائل جمیلہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور خیر اور کرم اس لیے کہا ہے کہ باب مبالغہ میں مضاف حذف ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مقصود اس سے ذی خیر اور ذی کرم ہے۔ مگر جیسے رجل عدل کہہ کر رجل عادل مراد لیتے ہیں۔ ایسی ہی یہاں بطور مبالغہ ناظم فاہم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ غار ثور نے خیر وکرم پر کیا احاطہ کیا یوں سمجھئے کہ خیر سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو خیر البریہ ہیں۔ اور کرم سے مراد افضل الامۃ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ما نفعنی مال احد مثل مانفعنی مال ابی بکر

''مجھے کسی کے مال نے وہ نفع نہ پہنچایا جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے نفع پہنچایا''۔

اور فرمایا:

لو وزن ایمان ابی بکر بایمان العالمین لرجح ایمانه

''اگر ابوبکر کے ایمان کے ساتھ تمام عالموں کے ایمان تو لے جائیں تو یقیناً ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان وزنی نکلے''۔

اور فرمایا:

افضل البشر بعد الانبیاء ابوبکر رضی اللہ عنہ۔

''انبیاء کے بعد انسانوں میں سب سے افضل ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں''۔

اس بیت مبارک میں واقعات ہجرت کے ابتدائی حالات کی طرف اشارہ ہے۔

چنانچہ لکھا ہے کہ جب اکابر قریش نے جمع ہو کر دارالندوہ میں مشاورتی کمیٹی کی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آوازۂ حق کو دبانے کے منصوبے ہوئے۔ تو شیطان لعین شیخ نجدی بن کر آ گیا۔ اور ان کے ساتھ بیٹھا۔ لوگوں نے کہا: یہ کون ہے جو بلا اجازت ہم میں آ گیا۔ شیطان نے کہا میں ایک آدمی نجد کا رہنے والا ہوں۔ میں تمہارے اچھے خیال دیکھ کر اور ایک اچھے کام کے لیے اجتماع سمجھ کر آیا اور یہ پسند کیا کہ میں تمہارا مشیر بنوں۔

تمام کفار نے کہا کہ یہ اہل تہامہ سے نہیں ہے۔ کوئی حرج نہیں اسے رہنے دو۔ اب مشورہ شروع ہوا۔

بعض نے کہا انہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایک مکان میں قید کر دو اور کھانا پانی بند کر دو حتی کہ خاتمہ ہو جائے۔

شیخ نجدی شیطان بولا: یہ رائے ٹھیک نہیں اس لیے کہ ان کے بھی اعزہ و اقربا ہیں جب سنیں گے، جمع ہو کر آئیں گے اور چھڑا لے جائیں گے۔ سب اہل جلسہ نے بھی اس کی تائید کی۔

ایک بولا:

اخرجوہ وغربوہ من بینکم۔

''مکہ سے نکال دو اور اپنے سے دور کر دو تاکہ کہیں پردیس میں چلے جائیں''۔

شیخ نجدی بولا:

ایضاً بئس الرأی لان لہ لساناً لطیفاً ووجھا ملیحا واللہ لیجتمعن علیہ

خلق کثیر ثم لیاتینکم ویخرجنکم من بلادکم

"یہ رائے بھی بری ہے اس لیے کہ ان کی زبان مبارک نہایت لطیف اور حسن زیبا دلآویز ہے آنکھوں میں وہ جادو ہے کہ خدا کی قسم ان کی طرف خلق کثیر جمع ہو جائے گی۔ پھر وہ تمہاری طرف آ کر تمہیں وطنوں سے نکال دیں گے"۔

مجمع نے کہا: شیخ نجدی کی رائے صائب ہے۔

ابو جہل اٹھا اور کہنے لگا:

خذوا من کل بطن شابا بسیف صارم ومروھم ان یخرجوا الیه وتقتلوه فیفرق دمه فی القبائل۔

"ہر گھر (قبیلہ) سے ایک جوان تلوار سونتے ہوئے لیا جائے اور انہیں کہا جائے کہ سب مل کر جائیں اور قتل کر دیں۔ تاکہ یہ خون ایک کی گردن پر نہ رہے، قبائل میں تقسیم ہو جائے"۔

شیخ نجدی کہنے لگا:

هذا الرای صواب

"یہ رائے ٹھیک ہے"۔

چنانچہ تمام کفار مکہ تیار ہوئے اور فیصلہ کیا کہ رات میں جمع ہو کر ایسا کریں۔

ادھر دربار سرکار میں جبریل امین دربان خاص حاضر ہوئے اور تمام حال سنا کر عرض کیا کہ حضور ﷺ یہاں سے تشریف لے جائیں حضور ﷺ نے اپنی خواب گاہ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو چھوڑا اور صدیق کے یہاں تشریف لا کر بایماء جبریل اپنا عزم ہجرت ظاہر کیا اور آپ کو اپنے ہمراہ لیا اور چلے حتیٰ کہ غار ثور پر آ گئے پہلے صدیق اندر تشریف لے گئے اور غار کو جھاڑا تو دیکھا بہت سے سوراخ ہیں۔ رداء مبارک پھاڑ پھاڑ کر تمام سوراخ بند کیے ایک سوراخ باقی رہا تو اسے اپنے پائے اقدس کے انگوٹھے سے بند کیا اور پکارے، ادخل یا رسول اللہ "حضور ﷺ تشریف لے آئیں"۔ ادھر حضور ﷺ غار میں جلوہ فرما ہوئے۔ ادھر دشمنان اسلام باب عالی پر پہنچے۔ حضور ﷺ کو وہاں نہ پایا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا آپ نے فرمایا: تشریف لے گئے مگر یہ نہیں معلوم کہاں تشریف لے

گئے۔ کفار یہاں سے لپکے اور مکہ کے تمام کنارے اور راستے مسدود کیے۔ پھرتے پھرتے باب غار پر آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور صدیق رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھ سکے۔ بقیہ مفصل قصہ آئندہ بیتوں میں آئے گا۔

فَالصِّدْقُ فِی الْغَارِ وَالصِّدِّیْقُ لَمْ یَرِمَا
وَهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا بِالْغَارِ مِنْ اَرِمِ ۹۹

حل لغات: فالصدق۔ الفاء للتفصیل۔ الصدق مصدر بمعنی الصادق والمصدوق علی طریق المبالغہ۔ یعنی سراپا صدق۔ فی الغار۔ غار میں تھے۔ والصدیق۔ صیغہ مبالغہ بمعنی کثیر الصدق۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ لم یرما۔ قطعی متورم نہ ہوئے۔ وھم۔ اور مشرکین۔ یقولون۔ کہہ رہے تھے۔ ما بالغار۔ نہیں ہے اس غار میں۔ من ارم۔ یقال ما فی الدار ارم۔ یعنی احد کوئی شخص۔

ترجمہ: سراپا صدق غار میں جلوہ فرما تھے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی حاضر تھے اور سانپ کے ڈسنے سے آپ متورم بھی نہ ہوئے اور مشرکین وہاں دیکھ بھال کر یہ کہتے چل دیے کہ اس غار میں کوئی نہیں ہے۔

شرح: لم یرما کی جگہ صاحب شوارد الفردہ نے لم یریا تثنیہ مجہول لکھا ہے۔ اگر یہ لیا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ صدق مجسم غار میں تھے۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی حاضر تھے۔ مگر نہ دیکھے گئے بلکہ کفار کہہ رہے تھے کہ غار میں کوئی نہیں ہے۔

لم یرما یہ اس ورم انف کو کہا جاتا ہے جب کہ انسان غصہ میں نتھنے پھلاتا ہے۔ اس جگہ لم یرما کے معنی یہ بنیں گے کہ غار ثور میں سانپ کے ڈسنے پر بھی صدیق غضب ناک نہ ہوئے بلکہ قضاء وقدر الٰہی پر راضی برضا و شاکر بقضا رہے اور ورم سے اگر لم یرما مانا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ صدیق رضی اللہ عنہ کا پائے مبارک لدغ حیہ کے بعد بھی متورم نہ ہوا۔

چنانچہ روایت ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس سوراخ کو جو باقی رہ گیا تھا اپنے

پائے اقدس کے انگوٹھے سے بند فرما دیا تو اس سوراخ میں جو سانپ تھا اس نے ڈس لیا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں اس کی شکایت کی حضور ﷺ نے اپنے لعاب دہن سے اس کا علاج فرمایا۔ باذن الٰہی آپ کا پائے اقدس درست ہو گیا اور ورم وغیرہ جاتا رہا۔

اور جنہوں نے لم یریا مضارع کا تثنیہ بنا کر پڑھا ہے اور اسے رؤیت سے لیا ہے۔ اس کا رد شیخ زادہ اور علامہ خرپوتی رحمہ اللہ نے کیا۔ شیخ زادہ فرماتے ہیں:

وروی بعض لم یریا وما ذالک من الناظم وانما حملہ علی ذالک العجز عن تاویل۔

"یعنی بعض نے لم یریا لکھا ہے۔ لیکن یہ ناظم فاہم کے لفظ نہیں اور اس پر انہیں جس چیز نے آمادہ کیا وہ عاجز آنا ہے تاویل سے"۔

ایسے ہی علامہ خرپوتی فرماتے ہیں:

قرأ بعض الناس لم یریا علی انہ تثنیۃ مضارع من الرؤیۃ لکن ردہ شیخ زادہ وانا من الداخلین معہ

"بعض آدمیوں نے لم یریا تثنیہ مضارع رؤیت سے لے کر بنایا لیکن شیخ زادہ نے اس کا رد کیا اور ہم بھی ان کے ساتھ اس رد میں شریک ہیں"۔

تو معلوم ہوا لم یریا جو پڑھے گا وہ ایجادی طور پر پڑھے۔ قصیدہ کے ورد میں لم یرما پڑھنا چاہیے اس لیے کہ شیخ زادہ خرپوتی جیسے محقق اس کے خلاف گئے۔ اور شیخ زادہ تو نہایت وثوق سے فرماتے ہیں:

وما ذالک من الناظم یعنی لم یریا

"امام بوصیری کی زبان سے نکلا ہوا لفظ نہیں"۔

تو اب حاصل مفہوم بیت یہ ہوا کہ حضور ﷺ اور ان کے جان نثار صدیق رضی اللہ عنہ جب داخل غار ثور ہو گئے تو اس میں قضاء وقدر الٰہی کے ساتھ نہایت راضی رہے۔ اور حکم الٰہی پر غضبان نہ ہوئے اور کفار مکہ قدموں کے کھوج لیتے دروازۂ غار تک آ گئے۔ مگر ان

دونوں طالب ومطلوب یا شمع نبوت اور اس کے پروانہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حفاظت میں لے لیا۔ جب کفار اس غار تک کھوج لے کر آئے تو یہاں سے کھوج غائب دیکھ کر پہاڑ پر چڑھ گئے۔ تو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی

یا رسول اللہ لو ان احدھم نظر الی قدمیہ لابصرنا

"حضور! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر کسی بے ایمان نے اپنے قدم دیکھ لیے تو وہ ہمیں یہاں دیکھ لیں گے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

یا ابابکر ماظنک باثنین اللہ ثالثھما

"ابو بکر تمہارا کیا خیال ہے ان دو کے بارے میں جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے"۔

چنانچہ حمایت ونصرت الٰہی کی شان آئندہ بیت میں فرماتے ہیں۔ وھو ھذا:

(۹۸)

ظَنُّوا الْحَمَامَ وَظَنُّوا الْعَنكَبُوتَ عَلٰی
خَيْرِ الْبَرِيَّةِ لَمْ تَنْسُجْ وَلَمْ تَحُمِ

حل لغات: ظنوا، مشرکین نے گمان کیا۔ الحمام، جمع حمامة کل ذات اطواق من الطیر، کبوتری کو۔ وظنوا، اور گمان کیا۔ العنکبوت۔ مکڑی کو کہ یہ۔ علی۔ اوپر۔ خیر البریة، خیر عالم کے۔ لم تنسج، ہرگز جالا نہیں تانتی۔ ولم تحم، ازحوان پرندے کا منڈلانا۔ یا انڈے دینا، اور نہ کبوتری انڈے دیتی۔

ترجمہ: مشرکین نے گمان کیا کبوتری کو اور گمان کیا مکڑی کو کہ یہ خیر عالم پر ہرگز جالا تانے والی نہیں اور نہ کبوتری انڈے دینے والی۔

شرح: ظاہری سبب کفار کے نہ دیکھنے کا یہ ہوا کہ انہوں نے غار کے منہ پر دیکھا کہ کبوتری گھونسلے میں انڈے دیئے بیٹھی ہے اور اوپر مکڑی جالا تانے ہوئے ہے۔ تو انہیں یہ گمان ہوا کہ اگر اس میں سے کوئی جاتا تو جالا ٹوٹتا، کبوتری کا گھونسلا خراب ہوتا، انڈے ٹوٹ جاتے، ان دلائل کے ماتحت فیصلہ کیا کہ اس غار میں ہرگز کوئی نہیں اس طرف ان کا ذہن نارسا جا ہی نہیں

سکتا تھا کہ اللہ کے محبوب اور صدیق کی خدمت کے لیے یہ مکڑی اور کبوتر یہاں آئے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے شیون قدرت کا اس صورت میں مظاہرہ فرمایا ہے کہ کفار جیسے شریر النفس اشد ترین انسان نما حیوانوں سے ایک کمزور ترین مخلوق کے ذریعہ یہ حفاظت کی کہ بیضہ حمام بروج مشید بن گئے اور تار عنکبوت جسے قرآن اَوۡهَنَ الۡبُيُوۡتِ لَبَيۡتُ الۡعَنۡكَبُوۡتِ (1) فرما رہا ہے۔ ایک مستحکم قلعہ بنا دیا گیا۔

غالباً اسی بناء پر حضور ﷺ کے حرم محترم کے رہنے والے کبوتر اور مکڑی کے مارنے کو منع فرمایا۔ صاحب زبدہ فرماتے ہیں:

نہی علیہ السلام عن قتل العنکبوت والحمام الکائنین فی الحرام

شریر النفس اشد ترین انسان نما حیوانوں سے ایک کمزور ترین مخلوق کے ذریعہ
کہ بیضہ حمام بروج مشید بن گئے اور تار عنکبوت جسے قرآن اَوۡهَنَ الۡبُيُوۡتِ لَبَيۡتُ
الۡعَنۡكَبُوۡتِ (1) فرما رہا ہے۔ ایک مستحکم قلعہ بنا دیا گیا۔
غالباً اسی بناء پر حضور ﷺ کے حرم محترم کے رہنے والے کبوتر اور مکڑی کے مارنے کو
منع فرمایا۔ صاحب زبدہ فرماتے ہیں:
نہی علیہ السلام عن قتل العنکبوت والحمام الکائنین فی الحرام

اور عام طور پر مکڑی کے لیے حکم ہے:

العنکبوت شیطان مسخه الله تعالیٰ فاقتلوه۔

”حضور ﷺ نے فرمایا مکڑی شیطان ہے اللہ نے اسے مسخ فرمایا ہے اسے مار دیا کرو“۔ ذکرہ فی الجامع الصغیر۔

اور ثعلبی سے مروی ہے کہ علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کا ارشا[د] ہے:

طھروا بیوتکم من النسج العنکبوت فان ترکه فی البیوت یو[ر]ث الفقر

”اپنے گھروں کو مکڑی کے جالے سے پاک رکھو اگر گھروں میں جالا چھو[ڑا] تو وہ تنگ دستی پیدا کرے گا“۔

حلیہ میں ہے:

سے سوال ہوا کہ مسخ شدہ جانور کتنے ہیں۔ تو حضور ﷺ نے تیرہ فرمائے۔ وھم ھذا۔ (اور وہ یہ ہیں)

(۱) الفیل (۲) والدب (۳) والخنزیر (۴) والقرد (۵) والجریث (۶) والضب (۷) والوطواط (۸) والعقرب (۹) والدعموص (۱۰) والعنکبوت (۱۱) والارنب (۱۲) وسھیل (۱۳) والزھرۃ۔

(۱) ہاتھی (۲) درندہ معروف (ریچھ) (۳) سور (۴) بندر (۵) مچھلی مخصوص (۶) گوہ (۷) چمگادڑ (۸) بچھو (۹) کرم آبی (۱۰) مکڑی (۱۱) خرگوش (۱۲) ستارہ (۱۳) ستارہ۔

امیہ بن خلف نے باوجود قطعی مایوسی کے داخل غار ہو کر دیکھنا چاہا تو اس سے کہا گیا:

ماتصنع فی الغار وان علیہ عنکبوتاً کانت قبل میلاد محمد سید الابرار

"کیا کرتا ہے غار میں جا کر، اس غار کے منہ پر یہ مکڑی حضور ﷺ کی ولادت سے پہلے کی ہے"۔

چنانچہ آئندہ بیت میں فرماتے ہیں:

وِقَايَةُ اللّٰهِ اَغْنَتْ عَنْ مُّضَاعَفَةٍ
(۴۹)
مِّنَ الدُّرُوْعِ وَعَنْ عَالٍ مِّنَ الْاُطُمِ

حل لغات: وقایۃ اللہ، الوقایۃ الحفظ و العصمۃ، اللہ کی حفاظت نے۔ اغنت، غنی کر دیا۔ عن مضاعفۃ۔ دوچند سہ چند، دوہری۔ من الدروع۔ جمع درع، زرہ، زرہوں سے۔ وعن عال۔ امور بلند۔ من الاطم، جمع اطمۃ، قلعہ، قلعوں سے۔

ترجمہ: اللہ کی حفاظت نے حضور ﷺ کو غنی کر دیا ہے دوہری زرہوں سے اور بلند قلعوں سے۔

شرح: حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا راوی ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کی محافظت کے لیے رات دن اپنی نگرانی رکھتے اور آپس میں بہ تقسیم اوقات باب عالی کا پہرہ دیا کرتے جب آیہ کریمہ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (1) نازل ہوئی تو حضور

1۔ اور اللہ تعالیٰ لوگوں سے تمہاری نگہبانی کرے گا۔

سید اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبہ اقدس سے سر مبارک باہر نکالا۔ اور فرمایا لوگو! اپنے اپنے گھر آرام کرو میری محافظت میرے رب نے اپنے ذمہ کی ہے۔ چنانچہ اسی طرح اس بیت میں اشارہ ہے کہ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ کا نزول ایسی وقایۃ اللہ ہے کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مستغنی کر دیا تھا۔ دوہری زرہوں سے اور مستحکم بلند قلعوں اور پہرہ چوکی سے۔

چنانچہ ہجرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واقعہ بھی اس استغناء کو بین طریق پر ظاہر کرتا ہے۔

پہلے تین چار بیتوں میں جو حالات ہیں ان سب کی ابتداء یوں ہے کہ قریش کو معلوم ہوا کہ انصار اسلام خفیہ طور سے بہت ہو گئے ہیں تو انہوں نے جن جن پر شبہ تھا ان کو ستانا شروع کیا۔ بہ تعمیل حکم بہت سے صحابہ ہجرت کر گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حکم الٰہی کے منتظر رہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم رہ گئے اور مشرکین مکہ نے دیکھا کہ عنقریب یہ بھی یہاں سے تشریف لے جانے والے ہیں۔ اور جب یہاں سے چلے جائیں گے تو آزادی سے ہمارے مقابلہ کی تیاری کریں گے اور ہم پر چڑھائی کر کے ہمیں ہلاک کر ڈالیں گے۔

اس خوف نے انہیں مجلس شوریٰ منعقد کرنے پر آمادہ کیا۔ غرض کہ مجلس شوریٰ جمع ہوئی اور شیطان لعین بھی اس میں شیخ نجدی کی صورت میں شریک ہوا اس واقعہ کو ہم بیت نمبر 77 میں لکھ چکے ہیں۔

غرض کہ مشورہ ابوجہل کے ماتحت تمام قبائل سے ایک ایک آدمی ہتھیار بند تیار کیا گیا اور فیصلہ ہوا کہ آج رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کر دیا جائے کہ جبریل امین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ تم میری چادر اوڑھ کر میرے بستر پر آرام کرو تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی اور ہم جا رہے ہیں تم اس وقت آنا جب یہاں کے لوگوں کی امانتیں ان کے سپرد کر آؤ۔ میں نہیں چاہتا کہ میرے جانے کے بعد کفار مجھ پر یہ طعن کریں کہ ہماری امانتیں لے کر چلے گئے۔ چونکہ مشرکین کے دل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

صداقت کا سکہ بیٹھا ہوا تھا وہ مذہبا دشمن تھے۔ لیکن اپنی امانتیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہی رکھا کرتے تھے۔ ان امانتوں کے واپس کرنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہاں چھوڑا گیا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دولت سرائے سے تن تنہا باہر تشریف لائے دشمن جو باب عالی کا محاصرہ کیے کھڑے تھے ان کے لیے ایک مٹھی مٹی اٹھائی اور اس پر آیت کریمہ

یٰسٓ ﴿۱﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ﴿۲﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳﴾ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴﴾ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۵﴾ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۶﴾ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰۤى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۷﴾ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ﴿۸﴾ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۹﴾ تک پڑھی۔ اور دشمنوں کے سروں کی طرف پھینکی اور ان کے سامنے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گزر گئے۔ سب کے سب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اندھے ہو گئے۔

ایک شخص نے ان سے پوچھا تم کس کے منتظر کھڑے ہو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی لیا۔ اس شخص نے کہا: تم ناکامیاب ہو گئے جس کی تمہیں انتظار ہے وہ تمہاری آنکھوں میں خاک ڈال کر تشریف لے گئے اور تمہارے سامنے سے گئے۔ انہوں نے مل کر باب عالی دیکھا تو سبز چادر اوڑھے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آرام گزیں پایا۔ اس خبر کی انہوں نے تصدیق نہ کی۔ صبح تک وہ یہی سمجھتے رہے کہ آرام گزیں جو ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ حتی کہ صبح ہو گئی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بستر سے اٹھے تو سب کف افسوس ملنے لگے۔ اس کا تذکرہ قرآن کریم میں اس طرح ہے

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ؕ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ (1)

مشرکین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں۔ آپ نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں تم نے انہیں نکال دیا وہ نکل گئے۔ کفار حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ پر

1۔ اور اے محبوب! یاد کرو جب کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے کہ تمہیں قید کر دیں یا شہید کر دیں یا نکال دیں وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنی خفیہ تدبیر فرماتا ہے۔

بہت برہم ہوئے اور حرم شریف میں لے گئے کچھ دیر قید رکھا۔ جب مایوس ہو گئے اور سمجھ گئے کہ ان سے حضور ﷺ کا پتا لینا مشکل ہے، آپ کو چھوڑ دیا آپ امانات کی محافظت میں ٹھہرے رہے۔

حضرت ام المؤمنین صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمارے یہاں حضور ﷺ ہمیشہ شام کو تشریف لایا کرتے تھے۔ مگر جس روز ہجرت کا حکم ہوا اس روز حضور ﷺ دوپہر میں تشریف لائے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بے وقت تشریف آوری سے خیال ہوا اور سمجھ گئے کہ یہ آنا کسی خاص وجہ سے ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو تخلیہ میں لے کر فرمایا کہ مجھے ہجرت کا حکم مل گیا ہے۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میرے لیے کیا حکم ہے فرمایا تم ہمارے ساتھ چلو گے۔ صدیق رضی اللہ عنہ اس بشارت کو سن کر فرط مسرت سے آبدیدہ ہو گئے اور مکان کے چھوٹے دروازہ سے نکل کر غار ثور کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ کو مکہ کے حالات معلوم کرنے کو چھوڑا اور حکم دیا کہ دن بھر کی خبریں لے کر شام کو ہمیں دیں اور اپنے غلام آزاد شدہ حضرت عامر بن فہیرہ کو حکم دیا کہ دن بھر بکریاں چرائیں اور شام کو ہمارے پاس لائیں۔

اور حضرت اسماء بنت صدیق رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ تم شام کو کھانا غار میں پہنچایا کرنا۔

حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما جب بکریاں غار سے واپس لاتے تو بکریوں کا کھوج مٹاتے ہوئے آتے۔

عبداللہ بن اریقط مشرک تھا۔ اسے تین روز غار میں قیام فرمانے کے بعد مدینہ کی رہنمائی کے لیے مقرر فرمایا۔

اب غار کا حال چونکہ ہم پہلے شعر نمبر 77 میں لکھ چکے ہیں۔ لہٰذا یہاں اس کا اعادہ تحصیل حاصل تصور کر کے آگے کے حالات پیش کر رہے ہیں۔

قصہ مختصر تین روز غار میں گزار کر اور یہ اطمینان کر کے کہ جستجوئے کفار اب اس جوش کے ساتھ نہیں رہی عبداللہ اجیر کے دو اونٹ در غار پر لائے گئے۔

ایک پر حضور ﷺ اور پیچھے صدیق رضی اللہ عنہ سوار ہوئے دوسرے اونٹ پر عبداللہ اجیر اور عامر بن فہیرہ سوار ہو گئے۔ تمام رات اور آدھے دن ظہر تک مسلسل سفر کیا۔ قریش نے منادی کرادی کہ جو حضور ﷺ کو مشرکین تک پہنچا دے اسے سو اونٹنیاں انعام دی جائیں گی۔

اس انعام کے لالچ میں سراقہ بن مالک حضور ﷺ کی تلاش میں نکلا۔ اور حضور ﷺ کو ایک سنگلاخ جنگل میں پایا۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ کر عرض کی حضور! ﷺ ہمارا متلاشی آگیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: کچھ فکر نہ کرو ہمارے ساتھ ہمارا رب ہے۔

سراقہ چاہتا تھا کہ جلدی سے جا کر مشرکین کو خبر دے کہ اس کا گھوڑا آدھا زمین میں دھنس گیا اور زمین سے دھواں نکلنے لگا۔ پکارا حضور ﷺ سے خلاصی کی دعا کرائی اور وعدہ کیا کہ جو حضور ﷺ کا متلاشی ادھر آئے گا اسے واپس لوٹا دوں گا۔ غرض کہ حضور ﷺ کے حکم سے وہ گھوڑا زمین سے نکلا۔ لیکن طمع خام خواہش انعام نے اسے عہد شکنی پر مجبور کیا۔ بدنیتی کرتے ہی اس کا گھوڑا پہلے سے زیادہ زمین کی گرفت میں آگیا۔ اب پکارا کہ حضور! مجھے یقین ہو گیا ہے کہ میرا گھوڑا زمین نے آپ کی مخالفت کے باعث پکڑا ہے۔ اب مجھے خلاصی دلا دیجئے۔ میں خدا کو ضامن کرتا ہوں ایمانداری سے واپس چلا جاؤں گا اور جو متلاشی ملے گا اسے اپنے ساتھ لوٹا لے جاؤں گا۔

غرض کہ اس نے نجات پائی اور دست بستہ حضور ﷺ کے سامنے حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔ حضور! ﷺ میرا تیر لے جائیں۔ اور میرے اونٹ فلاں مکان میں چر رہے تھے ان میں سے جتنے چاہیں لے جائیں حضور ﷺ نے فرمایا: ہمیں تیرے اونٹوں کی ضرورت نہیں۔ جب وہ رخصت ہو کر واپس جانے لگا تو حضور ﷺ نے فرمایا: سراقہ اس وقت تو کس حال میں ہو گا جب کہ تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے۔ سراقہ تعجب سے کہنے لگا: کیا کسریٰ بن ہرمز کے کنگن میرے ہاتھ میں ہوں گے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں۔

چنانچہ جب ملک فارس فتح ہوا اور کسریٰ کے کنگن غنیمت میں آئے تو حضرت عمر رضی

اللہ عنہ نے وہ کنگن سراقہ کے ہاتھ میں پہنا دیے۔ صاحب سیرۃ النبی شبلی نے سراقہ ابن مالک کی بجائے سراقہ بن جعشم لکھا ہے۔

باقی واقعات میں سیرۃ النبی ﷺ اور ہمارا لکھا ہوا تذکرہ موافق ہے اتنا آخر میں صاحب سیرۃ النبی ﷺ اور لکھتے ہیں کہ سراقہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرکین کا اشتہار سنایا اور درخواست کی کہ مجھ کو امن کی تحریر لکھ دیجئے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ نے چمڑہ کے ایک ٹکڑا پر فرمان امن لکھ دیا۔

طبقات ابن سعد میں اس مقدس سفر کی تمام منازل مذکور ہیں لیکن اب ان کا پتا نہیں چلتا۔ تاہم اہل عقیدت ان منازل کے نام سے لذت یاب ہو سکتے ہیں۔ وہ منازل جو غار ثور سے چل کر حضور ﷺ نے راستہ میں طے فرمائیں، یہ ہیں:

خرارہ۔ ثنیۃ المرہ۔ لقف۔ مدلجہ۔ مرجح۔ حدائد۔ اذاخر۔ رابغ

یہ مقام آج بھی حجاج کے راستے میں آتا ہے۔ اس جگہ حضور ﷺ نے نماز مغرب ادا فرمائی۔ پھر ذا سلم، عثانیہ، فاختہ، عرج، جدوات، اکوتیہ، عقیق، جنجانہ ہوتے ہوئے مدینہ سے تین میل ورے مقام عالیہ جسے قبا بھی کہتے ہیں، اول قیام فرمایا اور منزل عمرو بن عوف میں مہمان ہوئے۔

یہ فخر اس خاندان کی قسمت میں تھا کہ میزبان دو عالم نے ان کی مہمانی قبول فرمائی۔

تشریف آوری کی خبر مدینہ میں پہلے پہنچ چکی تھی۔ تمام شہر ہمہ تن چشم انتظار تھا۔ معصوم بچے جوش محبت میں کہتے پھرتے تھے کہ ہمارے آقا و مولیٰ سردار دو جہاں تشریف لا رہے ہیں۔

لوگ ہر روز تڑکے سے نکل کر شہر کے باہر جمع ہوتے اور دوپہر تک انتظار کر کے حسرت کے ساتھ واپس چلے جاتے۔

ایک دن انتظار کر کے واپس ہو چکے تھے کہ ایک یہودی نے اپنے قلعہ سے دیکھ کر قرائن سے پہچانا اور پکارا اے لوگو! جس کا تم انتظار کر رہے تھے وہ آ گئے۔

تمام شہر میں تکبیر کی آوازیں گونجنے لگیں۔ انصار ہتھیاروں سے آراستہ عمدہ لباس میں

بج بج کر بے تابانہ گھروں سے نکل آئے۔ وہ اکابر صحابہ جو حضور ﷺ سے پہلے مدینہ آچکے تھے ان کے نام یہ ہیں:

حضرات ابو عبیدہ، مقداد، خباب، سہیل، صفوان، عیاض، عبد اللہ بن مخرمہ، وہب بن سعد، معمر بن ابی سرح، عمر بن عوف رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضور کی روانگی کے تیسرے روز مکہ سے روانہ ہوئے تھے۔ وہ بھی آگئے۔ مؤرخین اور ارباب سیر لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہاں صرف دو یوم قیام فرمایا۔ بخاری شریف میں ہے کہ چودہ دن قیام رہا اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔

یہاں حضور ﷺ نے سب سے اول مسجد تعمیر فرمائی۔ کلثوم بن ہدم کی ایک افتادہ زمین تھی اس پر اپنے دست اقدس سے مسجد کی بنیاد رکھی۔ یہی وہ مسجد ہے جس کی شان میں قرآن کریم فرماتا ہے۔ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ (1)

"یعنی وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اس بات کے زیادہ مستحق ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو۔ اس میں ایسے لوگ ہیں۔ جن کو صفائی بہت پسند ہے۔ اور خدائے عزوجل پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے"۔

تعمیر مسجد میں اور لوگوں کے ساتھ حضور ﷺ خود بھی کام کر رہے تھے۔

عبد اللہ بن رواحہ شاعر بھی مزدوروں کے ساتھ شریک تھے۔ اور جس طرح اور مزدور تھکن مٹانے کو گا رہے تھے۔ آپ یہ اشعار گاتے جاتے تھے:

افلح من يعالج المساجدا　　ويقرء القران قائما وقاعدا

وہ کامیاب ہے جو مسجد تعمیر کرتا ہے　　اور پڑھتا ہے قرآن قیام و قعود میں

ولا يبيت الليل عنده راقدا

اور نہیں گزارتا رات اس کے پاس لیٹ کر

1۔ بے شک وہ مسجد کہ پہلے ہی دن سے جس کی بنیاد پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اس قابل ہے کہ تم اس پر کھڑے ہو۔ اس میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں اور ستھرے اللہ کو پیارے ہیں۔

حضور ﷺ بھی ان کے ساتھ قافیہ میں آواز ملاتے جاتے تھے۔

قبا میں حضور ﷺ کا داخلہ اسلام کے دور خاص کی ابتدا ہے۔ اس لیے مؤرخین نے اس تاریخ کو زیادہ اہتمام کے ساتھ محفوظ رکھا ہے۔

چنانچہ باتفاق مؤرخین حضور ﷺ قبا میں آٹھ ربیع الاول 13 ھ نبوی مطابق 20 ستمبر 622ء کو داخل ہوئے۔

موسیٰ خوارزمی نے لکھا ہے۔ جمعرات کا دن فارسی ماہ تیر کی چوتھی۔ اور رومی ماہ ایلول 1923ء اسکندری کی دسویں تاریخ تھی۔

مؤرخ یعقوبی نے ہیئت دانوں سے یہ زائچہ نقل کیا ہے:

آفتاب برج سرطان میں 23 درجہ 6 دقیقہ پر

زحل برج اسد میں 3 درجہ

مشتری برج حوت میں 6 درجہ

زہرہ برج اسد میں 13 درجہ

عطارد برج اسد میں 15 درجہ

(نوٹ) خوارزمی نے جمعرات کا دن لکھا ہے۔ لیکن حساب جدید سے دوشنبہ کا دن آتا ہے۔

چودہ دن بعد جمعہ کو آپ شہر کی طرف تشریف فرما ہوئے۔ راہ میں بنی سالم کے محلہ میں نماز کا وقت آگیا۔ جمعہ کی نماز یہیں ادا فرمائی۔ نماز سے قبل خطبہ دیا۔

یہ حضور ﷺ کا سب سے پہلا خطبہ اور سب سے پہلی نماز جمعہ تھی۔ لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ کوکبۂ نبوت جلوہ آرا مدینہ ہو رہا ہے تو ہر طرف سے سلامی استقبالی جوش مسرت میں پیش قدمی کے لیے دوڑے حضور ﷺ کے ننہال کے رشتہ دار بنونجار ہتھیاروں سے سج دھج کر آئے۔ قبا سے مدینہ تک دورویہ جان نثاروں کی صفیں تھیں۔ راہ میں انصار کے خاندان آتے ہر قبیلہ سامنے آکر عرض کرتا: حضور ﷺ یہ گھر ہے، یہ مال ہے، یہ جان ہے۔ آپ اظہار مسرت فرماتے دعائے خیر دیتے حتی کہ شہر قریب آ گیا۔ جوش محبت فرط مسرت کا یہ عالم تھا کہ پردہ نشیں خواتین چھتوں پر نکل آئیں اور راز خود رفتہ گانے لگیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاع

ہم پر چاند نکل آیا!! کوہ وداع کی گھاٹیوں سے

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَادَعَا لِلّٰهِ دَاع

ہم پر شکر واجب ہے جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں

اَيُّهَا الْمَبْعُوثُ فِينَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاع

اے اللہ کے بھیجے ہوئے ہمارے اندر آئے تم قابل عمل حکم لے کر

بنی نجار کی معصوم لڑکیاں دف بجا بجا کر گاتی تھیں:

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ يَا حَبَّذَا مُحَمَّدًا مِنْ جَارٍ

ہم خاندان نجار کی لڑکیاں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیا پیارے ہمسائے ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان بچیوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ تم ہمیں چاہتی ہو؟ انہوں نے عرض کی: ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ہم بھی تمہیں چاہتے ہیں۔

مختصر یہ کہ جہاں اب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے اس کے متصل حضرت ابوایوب انصاری کا گھر تھا۔ کوکبۂ نبوی یہاں پہنچا۔ سخت کش مکش تھی کہ آپ کی میزبانی کا شرف کس کو حاصل ہو، قرعہ ڈالا گیا۔ اور آخر یہ دولت حضرت ابوایوب کے حصہ میں آئی۔ انتہیٰ مختصراً۔

مولای صَلِّ وسلّم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

فصل سابع --- رسالت عامہ کی ضرورت

مَاسَامَنِی الدَّھرُ ضَیمًا وَّاستَجَرتُ بِہٖ
۸۰ اِلَّا وَنِلتُ جِوارًا مِّنہُ لَم یُضَمِ

حل لغات: ماسامنی، سامنی من السوم اذاقۃ الشدۃ والمحنۃ، نہیں تکلیف دی مجھے۔ الدھر، زمانہ نے۔ واستجرت، طلب خلاص ونجات، بلکہ نجات وخلاص طلب کی۔ بہ، ضمیر راجع الیہ علیہ السلام، اس ہستی پاک سے، الا، مگر۔ ونلت، از نیل، پانا، حاصل کی میں نے۔ جوارا، ہمسائیگی۔ منہ، اس ہستی پاک کی۔ لم یضم، از ضیم، ظلم، تو نہیں ظلم کیا گیا مجھ پر۔

ترجمہ: جب کبھی زمانہ نے مجھے تکلیف دی تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حمایت حاصل کر لی اور ظلم زمانہ سے محفوظ رہا۔

شرح: خلاصہ مفہوم تو یہ ہے کہ ناظم فاہم رحمہ اللہ ایک طرز خاص میں اپنا وہ تقرب ظاہر فرما رہے ہیں جو ان کے اور مکین گنبد خضرا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مابین ہیں جیسے عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ اول اپنا انتہائی عجز دکھا کر پھر قرب کے منصب کو ظاہر کر رہے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

لی حبیب عربی مدنی قرشی — کہ بود درد و غمش مایہ شادی و غمی
فہم رازش چہ کنم او عربی من عجمی — لاف مہرش چہ زنم او قرشی من حبشی
گرچہ صد مرحلہ دور ست زپیش نظرم — وجھہ فی نظری کل غداۃ وعشی

اسی طرح امام بوصیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زمانہ کے دور لیل ونہار نے مجھ کو کبھی تکلیف نہ دی۔ مگر جب میں اپنے آقا ومولا روحی فداہ کی طرف طالب امن وامان حفظ و حمایت ہوا تو علی الفور میں اپنی دعاء استعانت میں مستجاب الدعوۃ نکلا۔ اور منجملہ اسی کے مجھے جب فالج نے ستایا تو بلا طلاء وضماد، حقنہ وشافہ وشربہ وجوشاندہ ومسہل وتنقیہ ایک ہی رات میں شفایاب ہو گیا۔

اب اصل بیت پر جو بحث ہے وہ قابل غور ہے شرح خرپوتی میں ما سامنی الدھر ہے اور شیخ زادہ میں ما ضامنی الدھو ہے اس بناء پر علامہ خرپوتی فرماتے ہیں: وفی بعض النسخ ما ضامنی الدھر من الضیم یعنی بعض نسخوں میں ما ضامنی الدھر ہے۔ اور وہ ضیم سے ماخوذ ہے ضیم کہتے ہیں ظلم زمانہ کو تو معنی یہ بنیں گے کہ مجھ پر زمانہ نے ظلم نہ کیا۔ مگر اس پر یہ اعتراض پڑتا ہے کہ ظلم کو زمانہ کے ساتھ منتسب کرنا شرعاً ممنوع ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ولا تسبوا الدھر فان الدھر ھو اللہ

"زمانہ کو برا نہ کہو کہ زمانہ وہی ذات کبریائی ہے"۔

دوسری حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ولا تقولوا خیبة الدھر

اور تیسری حدیث میں فرمایا:

لا یسب احدکم الدھر

"تم میں سے کوئی زمانہ کو برا نہ کہے"۔

تو اس کا جواب فرماتے ہیں کہ اس کی تین طرح تاویل ہو سکتی ہے۔

اول یہ کہ مدبر امور عالم کو برا نہ کہو یہ مراد ہے۔

دوسرے یہ کہ اس لا تسبوا الدھر میں مضاف حذف کیا گیا ہو۔ یعنی لا تسبوا صاحب الدھر مراد ہو۔

تیسرے یہ کہ اس سے مراد مقلب الدھر ہو۔ اور بعض نے کہا کہ دھر اسماء حسنیٰ سے ہے۔

لیکن قرآن کریم میں ہے: وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ اس میں انتساب ہلاکت کی طرف کیا گیا تو فی الجملہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب دھر کرنے سے مراد خالق و فاعل کا سَبّ اگر ہو تو ممنوع ہے اور اس کی مفصل بحث شیخ اکبر رحمہ اللہ نے اپنی فتوحات کے تہترویں باب میں فرمائی ہیں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ ما سامنی بھی پڑھا جا سکتا ہے اور ما ضامنی بھی۔ صرف ترجمہ میں اتنا

فرق پڑے گا کہ ماسامنی میں سوم مبدء اشتقاق لے کر محض تکلیف مراد لی جائے گی۔اور واستجرت به میں واؤ حالیہ ہے اور یہ استجار سے ہے جیسے کہا جاتا ہے: استجار فلان تو اس کے معنی ہوتے ہیں: طلب الخلاص والنجاة۔ اسی بناء پر بعض نے استجرت کے حاصل معنی التجاء واستعانت کے لیے ہیں۔ اور به میں جو ضمیر ہے یہ حضور ﷺ کی طرف راجع ہے۔

مولای صَلِّ وسلّم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلهم

وَلَا الْتَمَسْتُ غِنَى الدَّارَيْنِ مِنْ يَّدِهٖ
اِلَّا اسْتَلَمْتُ النَّدٰی مِنْ خَيْرِ مُسْتَلَمٖ ۸۱

حل لغات: ولا التمست، واؤ عاطفہ صیغہ متکلم۔ من الالتماس۔ وهو طلب المساوی من المساوی۔ هھنا مطلق الطلب۔ اور نہیں طلب کیا میں نے۔ غنی۔ استغناء۔ الدارین۔ دین و دنیا۔ من یده۔ اپنے حضور کے دست سخا سے۔ الا استلمت۔ از استلام۔ بمعنی الاخذ۔ بوسہ لینا۔ مگر لیا میں نے۔ الندی۔ ندء۔ عطا۔ بخشش کو۔ من خیر مستلم۔ بوسہ گاہ۔ بوسہ لینے کی جگہ۔ بہترین بخشش والے سے۔

ترجمہ: میں نے اپنے سخی سے دین و دنیا کی عطا کبھی نہ مانگی مگر ان کے دست سخا سے میں نے من مانی مراد حاصل کی۔

شرح:

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا دریا بہا دیے ہیں در، بے بہا دیے ہیں

غنی الدارین میں۔ غناء دنیا تو بظاہر یہ ہے کہ وسعت رزق صحت بدن سلامتی از بلیات حاصل رہے۔ اور حضور ﷺ نے فرمایا:

لیس الغنی من کثرة العرض انما الغنی غنی القلب

"مال کی زیادتی غناء نہیں ہے بلکہ دل کا مستغنی عن الحوائج رہنا غنی ہے"۔

تونگری بدل است نہ بمال

اور غناء اخرة فوز ونجاة از نار جحیم اور دخول جنت نعیم سمجھا جاتا ہے۔ مگر حضور ﷺ

نے فرمایا:

اکثر اهل الجنة بله

"اکثر جنتی سادہ لوح ہیں"۔

یعنی اصل نعمت کو چھوڑ کر برگ و بر کے طالب ہیں یعنی جمال الٰہی کو چھوڑ کر جنت طلب کرتے ہیں۔ وَاللّٰہُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی۔ اعلیٰ حضرت نے خوب فرمایا:

جنت نہ دیں نہ دیں تیری رؤیت ہو خیر سے
اس گل کے آگے کس کو ہوس برگ و بر کی ہے
شربت نہ دیں نہ دیں تو کریں بات لطف سے
یہ شہد ہو تو پھر کسے پروا شکر کی ہے

تو حاصل معنی بیت یہ ہوئے کہ میں نے غنی دنیا و غنی عقبیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے کبھی نہ مانگی مگر علی الفور میں نے حصول عطا و نیل منیٰ میں خیر المعطی کے دروازہ سے کامیابی حاصل کی، اسی سبب سے میں آفات دنیا سے محفوظ ہوں اور بلیات عقبیٰ سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دامن کے سایہ میں محفوظ رہوں گا۔ انشاء اللہ۔

سرکار ہم گنواروں میں طرز ادب کہاں
ہم کو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے
مانگیں گے مانگے جائیں گے منہ مانگی پائیں گے
سرکار میں نہ لا ہے نہ حاجت اگر کی ہے
اف بے حیائیاں کہ یہ منہ اور تیرے حضور
ہاں تو کریم ہے تری خو درگزر کی ہے
تجھ سے چھپاؤں منہ تو کروں کس کے سامنے
کیا اور بھی کسی سے توقع نظر کی ہے!
جاؤں کہاں پکاروں کسے کس کا منہ تکوں
کیا پرسش اور جا بھی سگ بے ہنر کی ہے

باب عطا تو یہ ہے جو بہکا ادھر ادھر
کیسی خرابی اس نگھرے دربدر کی ہے
لب واہیں آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں
کتنے مزے کی بھیک ترے پاک در کی ہے
قسمت میں لاکھ پیچ ہوں سو بل ہزار کج
یہ ساری گتھی اک تیری سیدھی نظر کی ہے
منگتا کا ہاتھ اٹھتے ہی داتا کی دین تھی
دوری قبول و عرض میں بس ہاتھ بھر کی ہے

لَا تُنْكِرِ الْوَحْيَ مِنْ رُؤْيَاهُ اِنَّ لَهُ
قَلْبًا اِذَا نَامَتِ الْعَيْنَانِ لَمْ يَنَمِ ۸۲

حل لغات: لا تنکر الوحی، نہ انکار کر اس وحی کا۔ من رؤیاہ، مصدر از رویت، جوان کی خواب میں آئی۔ ان لہ، ضمیر راجع الیہ علیہ السلام، بے شک ان کے لیے۔ قلبا، ایسا قلب عطا ہوا ہے۔ اذا نامت، کہ جب سو جائیں۔ العینان، دونوں آنکھیں۔ لم ینم، وہ ہرگز نہیں سوتا۔

ترجمہ: حضور ﷺ کی اس وحی کا انکار نہ کر جو خواب میں آپ پر آئی اس لیے کہ ان کا ایسا قلب پاک ہے کہ آنکھیں سو جائیں اور وہ نہیں سوتا۔

شرح: اس بیت میں اس وحی کی تصدیق کی تعلیم ہے جو حضور ﷺ پر خواب میں آئی تھی۔ اور ایسی وحی اس وقت آئی تھی جب کہ حضور ﷺ کا مرتبہ نبوت قریب بظہور تھا۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ حضور پر 23 سال اور 6 ماہ وحی آئی۔ اس میں اول کے 6 ماہ وہ ہیں کہ حضور ﷺ خواب میں جو ملاحظہ فرماتے صبح بعینہ اس کا ظہور ہو جاتا۔ پھر حضرت روح الامین بیداری میں تشریف لانے لگے۔ اور 23 سال کا چھیالیسواں حصہ ششماہ ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ناظم رحمہ اللہ دفع دخل مقدر فرماتے ہوئے معترض کے اعتراض کا رد

فرمارہے ہیں جو کسی نے اعتراضاً کہا کہ حالت خواب میں ایک غفلت اور تعطیل حواس کا اثر ہوتا ہے تو ایسی حالت کا مشاہدہ کیونکر معتبر ہو سکتا ہے اور وہ ترتیب احکام کے لیے کیسے کافی مانا جاسکتا ہے تو امام فرماتے ہیں کہ یہ تیرا اعتراض اس پر وارد ہو سکتا ہے جس کا دل اور حواس بحالت خواب معطل و باطل ہو جائیں۔ اور ہم جس ہستی پاک کا حال بیان کر رہے ہیں وہ وہ ہیں کہ ان کی بیداری و خواب یکساں ہے۔ انہیں ماسوی اللہ سے وہ انفطام کامل حاصل ہے کہ سوتے ہوئے بھی قلب مبارک متوجہ الی اللہ رہتا ہے۔

اسی بنا پر فرمایا:

ان عینی تنامان ولا ینام قلبی

"ہماری آنکھیں سو جائیں مگر ہمارا دل نہیں سوتا"۔

ایک حدیث میں فرمایا:

لوشاء اللہ تعالیٰ لایقظنا ولکن اراد ان یکون سنة لمن بعدکم۔

"اگر اللہ چاہتا تو ہمارے لیے جاگنا ہی رکھتا۔ لیکن یہ سونا اس لیے ہے تاکہ بعد والوں کے لیے سنت جاری رہے"۔

تعریف وحی

وحی از روئے لغت متعدد معنی میں مستعمل ہے۔

اول۔ بمعنی اشارہ، دوم بمعنی رسالۃ۔ سوم بمعنی الہام۔ چہارم بمعنی کلام خفی اور عرف میں اعلام الٰہی کو وحی کہتے ہیں جو انبیاء پر ہو۔

اب وہ یا ظاہر ہوگا یا باطن۔

ظاہر تین اقسام پر منقسم ہے:

اول: وہ جو فرشتہ کے ذریعہ سماعت میں آئے اور یہ قطعی ہے۔ اسی قبیل میں قرآن کریم ہے۔

دوم: یہ کہ مخصوص اشارات بذریعہ ملک (فرشتہ) مسموع ہوں۔ جیسے سلسلۃ الجرس یا مکھیوں کی سی بھنبھناہٹ۔

ں میں کلام صریح نہیں ہوتا۔ ایسی ہی وحی کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا:

روح القدس نفث فی روعی ان النفس لن تموت حتی تستکمل رزقھا۔ الخ۔

دوم: یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قلب نبی میں جو امر ظاہر ہو عام اس سے کہ وہ ظہور بحالت خواب ہو یا بیداری۔ یہ بلاشبہ الہام الٰہی ہوتا ہے۔ اور یہ سب حجت ہیں مطلقاً۔

بخلاف الہام اولیاء اللہ کہ وہ شرعاً حجۃ علی الغیر نہیں۔ اور رویاء عوام کی تعریف میں قاضی ابوبکر لکھتے ہیں:

الرویا ادراکات یخلقھا اللّٰہ تعالیٰ فی قلب العبد النائم علی یدملک او شیطان۔ و فی الحدیث ان رویا المومن کلام یکلمه الله فی المنام۔

"رویا یعنی خواب یہ ایک قوۃ ادراکیہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے قلب عبد نائم (سونے والے آدمی کے دل) میں پیدا فرمائی۔ عام اس سے کہ وہ بذریعہ فرشتہ ظہور کرے یا بذریعہ شیطان۔ اور حدیث میں ہے کہ مومن سے خواب میں اللہ تعالیٰ کلام فرماتا ہے"۔

اب یہ امر بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ رویا یا صادقہ ہوتا ہے اور وہ تین صورتوں پر ہے:

(۱) تبشیر یبشرہ الله الملک الموکل علی الرؤیا بما یسرہ من الاخروی اوالدنیوی۔

(۲) وتحذیر یخوفه مما یبعدہ عن الطاعة ویقربه الی المعصیة۔

(۳) والهام یلهمه وهو نفع محض کالحج والتهجد

اور یا کاذبہ ہوتا ہے یہ بھی تین صورتوں میں ہے:

(۱) رؤیاهمة وهی ماتخیلها فی الیقظة فلیس لها اعتبار۔

(۲) ورؤیا علة ناشئة من الامراض فلیس لها اعتبار۔

(۳) ورؤیا شیطان وهی اضغاث احلام هذا فی رؤیا غیر الانبیاء واما رؤیاهم فکلها صادقة بل وحی یجب العمل بها۔

رویاء صادقہ تین قسم پر ہیں:

(۱) یا تو بشارۃ ہوگی جو کسی ملک موکل کے ذریعہ مومن کو سہولیت امور دنیاوی یا اخروی کے متعلق ہو۔

(۲) یا تحذیر و تخویف یعنی ڈرانا ہوگا اس حال میں جب کہ مومن اطاعت سے بعید اور معصیت کی طرف قریب ہو رہا ہو۔

(۳) یا الہام ہوگا جو نفع محض کا ہوگا جیسے حج کرنا یا تہجد پڑھنے کا حکم ملنا۔

رویاء کاذبہ۔ یہ بھی تین قسم پر منقسم ہے:

(۱) رویاء ہمت۔ یہ وہ ہے جو دن میں خیالات آئے وہی خواب میں نظر آ گئے اس کا کچھ اعتبار نہیں۔

(۲) رویاء علت۔ یہ عفونت معدی یا تبخیر کے باعث پریشان خواب کی صورت میں ہوتا ہے کہ یہ بھی کچھ نہیں۔

(۳) رویاء شیطان۔ اسی کو اضغاث احلام کہتے ہیں۔

اور اس قسم کے تمام خواب غیر انبیاء کو ہوتے ہیں۔ اور انبیاء کے خواب تمام کے تمام صادق ہوتے ہیں۔ بلکہ وہ بمرتبہ وحی مانے گئے ہیں حتیٰ کہ ان پر عمل واجب ہے۔

اسی بناء پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الرؤیا الحسنة من الرجل الصالح جزء من ستة و اربعین جزء من النبوة رؤیا حسنہ۔

"نیک اور صالح مومن کا خواب انوار نبوۃ سے چھیالیسواں جز ہے"۔

اور اس کی بحث ہم اس شعر کے اول میں مفصل کر چکے ہیں۔

مولای صلِّ وسلّم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

فَذَاکَ حِیْنَ بُلُوْغٍ مِّنْ نُّبُوَّتِهٖ
۹۳
فَلَیْسَ یُنْکَرُ فِیْهِ حَالُ مُحْتَلِمٖ

حل لغات: فذاک، اشارة الی الوحی فی الرؤیا، پس یہ خواب والی وحی۔ حین، اس وقت تھی۔ بلوغ، جب کہ آپ پہنچنے والے تھے۔ من نبوته۔ مرتبہ نبوت کے کمال کو۔ فلیس ینکر، پس انکار نہیں کیا جاتا۔ فیه، اس میں۔ حال، حال، محتلم، محتلم سے۔

ترجمہ: خواب میں وحی ہونے کا سبب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمال نبوت کو پہنچے ہوئے تھے۔ جب انسان اپنی عمر کے کمال کو پہنچتا ہے تو اس کے احتلام کے دعویٰ کو رد نہیں کیا جاتا۔

شرح: یعنی یہ وحی خواب میں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہوتی تھی اس لیے ہوتی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمال نبوت پر اظہار نبوت سے قبل ہی پہنچ چکے تھے۔ جیسا کہ خود ارشاد فرمایا:

کنت نبیا وادم لمنجدل بین طینته

"ہم عہدہ نبوت اس وقت حاصل کر چکے تھے جب کہ آدم اپنے خمیر میں تھے"۔

تو جہاں بلوغ کو پہنچنے والے لڑکے کا دعویٰ احتلام مان لیا جاتا ہے۔ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب کو وحی کیوں نہ مانا جائے۔ وللہ الحمد۔

تَبَارَکَ اللّٰهُ مَا وَحْیٌ بِمُکْتَسَبٍ
۹۴
وَّلَا نَبِیٌّ عَلٰی غَیْبٍ بِمُتَّهَمٖ

حل لغات: تبارک اللّٰه، حکم تحسین، برکت والی ذات ہے اللہ۔ ما وحی۔ اور وحی نہیں ہے۔ بمکتسب، از کسب، ایسی چیز کہ محنت کر کے حاصل ہو جائے۔ ولا نبی، اور نہیں ہے کوئی نبی۔ علی غیب، اخبار بالغیب پر۔ بمتهم، جھوٹ کے ساتھ۔

ترجمہ: سبحان اللہ وحی اپنی کوشش سے حاصل ہونے والی چیز نہیں۔ اور نہ نبی پر غیب کی خبروں میں کوئی اتہام لگایا جا سکتا ہے۔

شرح: اول تو حل لغات ولفظی ترجمہ ہی واضح ہے خلاصہ مفہوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک بابرکت اور کثیر النفع ہے کوئی وحی کسبی نہیں ہوتی۔ یعنی جیسے نیکیاں کسبی ہیں، کشف و

مکاشفات کسبی ہیں، مجاہدہ وریاضت سے جو تقرب حاصل ہو اور استغناء فی القلب ملے، یہ کسبی کہلایا جا سکتا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہو سکتا کہ اللہ اللہ کرتے شب بیداریاں کرکے وحی بھی نازل کرالی جائے بلکہ یہ وحی اور نبوت محض فضل الٰہی سے حاصل ہوتی تھی۔ جس کو چاہا عنایت کی۔ اور اب اس کا دروازہ ہی بند ہے۔ اس پر قفل لگ چکا وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کا۔ خود خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما چکے:

انا خاتم الانبیاء ولا نبی بعدی

''میں آخری نبی ہوں۔ میرے بعد اب کوئی نبی نہیں ہو سکتا''۔

اور جو نبی ہو چکے وہ اپنے اپنے منصب کے مطابق علم غیب کے مالک ہوئے۔ اور انہوں نے اخبار بالغیب فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روز قیامت کے بعد جنت کے احوال بیان فرمائے اور علم غیب کلی کے مالک ہوئے لیکن بایں ہمہ یہ بھی ضروری ہے کہ کوئی نبی اخبار بالغیب میں متہم بہ کذب نہیں ہو سکتا کہ آئندہ یا گزشتہ کا حال کہے اور وہ پھر واقعہ کے خلاف ظہور میں آئے۔

بلکہ جو کچھ وہ کہے گا من وعن ضرور ضرور اس کا ظہور ہوگا۔ کوئی اس پر اتہام کذب نہیں لگا سکتا۔ ہاں متنبیوں کی مثل مسیلمہ کذاب کے اور اس سے لے کر اب تک مرزا قادیانی ان کی ہزارہا باتیں اخبار اور پیشگوئیوں میں جھوٹی ہوئیں اور ہو سکتی ہیں۔ اس لیے کہ یہ نبی من جانب اللہ نہیں ہوتے۔ بلکہ من جانب النفس ہوتے ہیں۔ یا من جانب المراق والامراض۔ تعالی اللہ عما یفترون۔

مولای صلِّ وسلّم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

فصل ثامن --- حضور اکرم فریادی کی امداد فرماتے ہیں

كَمْ اَبْرَأَتْ وَصِبًا بِاللَّمْسِ رَاحَتُهُ
وَاَطْلَقَتْ اَرِبًا مِنْ رِبْقَةِ اللَّمَمِ ⑮

حل لغات: کم۔ خبریہ، کتنی بار، ابرءات، ماضی، از ابراء تندرست ہونا، اچھے ہو گئے۔ وصبا۔ بیمار۔ باللمس۔ ساتھ مس کرنے۔ راحتہ۔ ہتھیلی ان کی سے۔ واطلقت۔ ماضی از اطلاق۔ چھوڑنا۔ آزاد کرنا۔ اور آزاد ہو گئے۔ اربا۔ حاجت مند۔ من ربقۃ۔ رسی کا پھندا جو جانوروں کے گلے میں ڈالتے ہیں۔ پھندے سے۔ اللمم۔ اللمم۔ نوع از جنون۔ جنون سے۔

ترجمہ: بارہا اچھے ہو گئے بیمار ان کی ہتھیلی کے مس سے اور آزاد ہو گئے حاجت مند جنون کے پھندے سے۔

تنبیہ

ایک شعر اس شعر کے بعد صاحب شوارد و عطر وردہ نے نقل کیا ہے۔ لیکن شیخ زادہ خرپوتی اور عطر الوردہ نے اس کا قطعی تذکرہ نہیں کیا۔ بہر حال چونکہ ایک جگہ وہ شعر ملتا ہے۔ لہٰذا احتیاطاً ہم بھی مع ترجمہ کے نقل کرتے ہیں اور وہ ھذا۔

اٰيَاتُهُ الْغُرُّ لَا يَخْفٰى عَلٰى اَحَدٍ
بِدُوْنِهَا الْعَدْلُ بَيْنَ النَّاسِ لَمْ يَقُمِ

زبان کے اعتبار سے وہ کشش اور شیرینی بھی اس بیت میں محسوس نہیں ہوتی جو امام کے کلام میں ہے۔ ممکن ہے یہ بیت سید ابن معتوق کے قصیدہ کا ہو۔ جنہوں نے قصیدہ بردہ کے مقابلہ میں ایک قصیدہ لکھا تھا۔ اور جس کا تذکرہ ہم دیباچہ میں کر چکے ہیں۔

حل لغات

ایاتہ۔ جمع آیت، معجزے۔ الغر۔ جمع غراء، روشن و تاباں، روشن۔ لایخفی۔ نہیں چھپے رہے۔ علی احد۔ کسی پر۔ بدونھا۔ بغیر ان کے۔ العدل۔ انصاف۔ بین الناس۔

آدمیوں میں۔لم یقم۔نہ قائم ہو سکتا تھا۔

ترجمہ: حضور ﷺ کے روشن معجزات کسی پر مخفی نہ رہے۔اور بغیر ان معجزات کے انصاف بین الحق والباطل لوگوں میں قائم نہیں ہو سکتا تھا۔اور لا تنکر الوحی من رؤیاہ ان لہ سے 6 بیتوں تک یعنی فذالک حین بلوغ من نبوتہ۔اور تبارک اللہ ما وحی بمکتسب۔اور کم ابرءت وصبا باللمس راحتہاور واحیت السنۃ الشہباء دعوتہاور بعارض جاد او خلت البطاح۔یہ چھ شیخ زادہ نے اپنی شرح میں نہیں لیے۔ اس کی وجہ معلوم نہیں۔ممکن ہے کاتب چھوڑ گیا یا مسودہ ان بیتوں کا ضائع ہو گیا۔اور بوقت طباعت نہ ملا۔واللہ اعلم بالصواب۔

اب اپنے سلسلہ کے مطابق ہم کم ابرءت وصبا باللمس راحتہ کی شرح کرتے ہیں۔وہو ہذا۔

شرح: اس بیت میں ناظم فاہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بعثت سید اکرم ﷺ میں یہ حکمت اور مصلحت بھی مضمر تھی کہ لاعلاج مریض مصیبت زدہ مایوس العلاج اور باطنی امراض مہلکہ کے بیمار قلبی بیماریوں کے سسکتے ہوئے صاحب فراش حضور ﷺ کی طب اور معالجہ سے صحت یاب ہو گئے اور اس نعمت عظمیٰ کے حاصل ہونے کی سبیل سوائے ذات محبوب دو عالم اور کسی کے ذریعہ ممکن ہی نہ تھی اصلاح قلوب مشرکین ایسے مصلح اور طبیب قلوب کے اوپر موقوف تھی جو عارف ربانی اور عالم اسماء وصفات ہو اور واقف احکام وافعال اور اپنی جادو بیانی میں ایسا مؤثر ہو کہ دلوں کو مسخر کرلے اور ایسا جاذب ہو کہ خیالات کو آن واحد میں ایک غلط انداز نظر سے بدل دے۔مناہی شرعیہ میں ساخط اور اوامر اسلامیہ میں تابع۔ایسی صفات سوائے ذات گرامی کے کسی میں جمع نہیں ہو سکی تھیں۔کہ ابراء امراض ظاہری میں بھی جامع طبیب اجسام اور شفاء امراض روحانی وقلبی میں حکیم علام۔اسی بنا پر ناظم فاہم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ معترض ابھی تک یہی دریافت کر رہے ہیں کہ اس ہستی کی بعثت کی کیا حاجت تھی۔حالانکہ ان کے دست شفا نے کتنے مریض جسمانی جو ہلاکت کے قریب پہنچ چکے تھے۔ہمیشہ کے لیے صحت یاب کر دیے اور لاکھوں کروڑوں مرضاء روحانی صحت یاب ہو

گئے۔ وہ قوم جو درندوں کی مشابہ اپنی زندگی کے لیل ونہار گزار رہی تھی۔ ایک نظر میں مجسمہ اخلاق بن گئی۔ جو کفر وشرک کے اندھیرے میں پھنس کر ضلالت وگمراہی کی پیچ در پیچ گھاٹیوں میں سر ٹکراتی پھر رہی تھی، ایک آواز میں راہ راست پر آ گئی۔

حالی نے خوب کہا ہے:

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا   مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا   وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
یتیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ
غریبوں کا حامی اسیروں کا آقا

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا   اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا
مس خام کو جس نے کندن بنایا   کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق ہے
کہ گونج اٹھے دشت وجبل نام حق سے

یہ تو وہ شان ہے جو اصلاح روحانی میں نظر آتی۔ اخلاقیات ایسے تھے کہ آن کی آن میں ایک جگہ بیٹھے ہوئے قتل وغارت کی آگ بھڑکا دینا معمولی بات سمجھتے تھے۔ جیسا کہ حالی کہتا ہے:

نہ ٹلتے تھے ہرگز جو اڑ بیٹھتے تھے   سلجھتے نہ تھے جب جھگڑ بیٹھتے تھے
جو دو شخص آپس میں لڑ بیٹھتے تھے   تو صدہا قبیلے بگڑ بیٹھتے تھے
وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بے باک جیسے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آوازۂ حق نے انہیں سبوعی خصلتوں کے مجسموں کو انسان بنا دیا۔ وہ سر جن میں نخوت وتکبر تھا، سوداء محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور ہو گئے۔ وہ دل جس میں لات وعزیٰ سمائے ہوئے تھے ایک وحدہ لاشریک کے پرستار بن گئے۔

غرض کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ ریزی نہ ہوتی تو دنیا میں اندھیرا تھا۔ شرک وکفر کے

کالے بادل گھرے ہوئے تھے۔ گمراہی کی بھیانک ظلمت عالم پر چھا رہی تھی۔ اور امراض جسمانی کے طبیب کامل ایسے تھے کہ احادیث میں ایک نہیں سیکڑوں واقعات موجود ہیں۔ جن کو پڑھ کر حیرت ہوتی ہے کہ یہ کمال سوائے اس باکمال کے کسی اور میں کہاں تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام چند کمالات دکھا کر تشریف لے گئے۔ موسیٰ علیہ السلام جادوگروں کو زیر کر گئے۔ یاں جو جس فن میں مقابلہ کرنے والا آتا ہے وہی زیر ہوتا ہے۔ بلاغت وفصاحت کے امام میدان کلام کے شہسوار ایک ہی ٹھوکر میں جھکے نظر آرہے ہیں۔ ابوجہل کے بیٹے نے غزوۂ بدر میں حضرت معوذ بن عفرا رضی اللہ عنہ کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ وہ اپنا ہاتھ اٹھائے حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے کٹا ہاتھ لیا اور اس کی جگہ پر لگا دیا تو تندرست ہاتھ کی طرح جڑ گیا۔ ہے کوئی دنیا کا بڑے سے بڑا سرجن جو یہ کمال دکھا سکے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ ایک عورت اپنے بیٹے کو لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا حضور ﷺ اسے جنون کا دورہ پڑتا ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے دست اقدس کو اس کے سینہ پر پھیرا اور فرمایا: اخرج فخرج من جوفه مثل الجرو الاسود فشفیٰ۔

"نکل تو اس کے پیٹ سے۔ کالے کتے کے چھوٹے پلے سے نکلے اور وہ شفایاب ہو گیا"۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی آنکھیں آشوب کر آئیں اور سخت رمد ہو گیا۔ حضور ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن اقدس ڈالا صبح بالکل تندرست تھے۔

اور علامہ خرپوتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ امور مخصوص بزمانہ حیات بابرکات ہی نہیں ہیں۔ بلکہ قیامت تک باقی ہیں۔ چنانچہ آج بھی اگر کوئی رابطہ قلبی اس ہستی پاک سے قائم کر لے۔ اور حضور ﷺ پر صرف درود پڑھ کر مقصود کے حصول کی دعا کرے باذن اللہ تعالیٰ بہ نیل مرام وہ صبح کرے۔

صاحب مواہب فرماتے ہیں کہ علامہ قشیری راوی ہیں کہ ان کے صاحب زادہ سخت بیمار ہوئے حتیٰ کہ موت کے قریب پہنچ گئے اور مایوسی ہو گئی۔ فرماتے ہیں: میں نے اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے بچے کی علالت کا شکوہ کیا تو حضور ﷺ

نے فرمایا آیات شفا سے کیوں بے خبر ہے۔

میری آنکھ کھل گئی اور میں نے آیات شفا لکھ کر دھو کر پلائیں ایسی مایوسی میں وہ امید نظر آئی کہ گویا مرض ہی نہ تھا۔ وہ آیات شفایہ ہیں:

ویشف صدور قوم مومنین(1) وشفاء لما فی الصدور(2) یخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فیه شفاء للناس(3) وننزل من القرآن ماهو شفاء ورحمة للمومنین(4) واذا مرضت فهو یشفین(5) قل هو للذین امنوا هدی وشفاء(6)

حضرت ابوبکر رازی فرماتے ہیں کہ میں اصفہان میں ابی نعیم کے پاس تھا کہ ایک شخص نے کہا ابوبکر بن علی نے سلطان سے بغاوت کی تو وہ قید ہو گئے۔ تو میں نے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کی اور جبرئیل امین حضور ﷺ کی داہنی جانب تھے۔ حضور ﷺ لبہائے مبارک کسی تسبیح سے متحرک فرما رہے تھے۔ تو حضور ﷺ نے مجھے فرمایا: ابوبکر بن علی کو کہہ دے کہ وہ دعائے کرب جو بخاری شریف میں ہے، پڑھے اور یہاں تک پڑھے کہ اللہ بلا ٹال دے۔

صبح ہوتے ہی میں نے انہیں کہا۔ انہوں نے وہ پڑھی۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ آزاد ہو کر آ گئے۔ وہ دعاء کرب جسے شیخین نے روایت کیا ہے یہ ہے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَكِيْمُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ. لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ۔

علامہ خرپوتی اپنی شرح میں فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں بھی ایک ایسا ہی واقعہ ہوا۔

1۔ اور ایمان والوں کا جی ٹھنڈا کرے گا۔ 2۔ اور دلوں کی صحت۔

3۔ اس کے پیٹ سے ایک پینے کی چیز رنگ برنگ نکلتی ہے جس میں لوگوں کی تندرستی ہے۔

4۔ اور ہم اتارتے ہیں قرآن میں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفاء اور رحمت ہے۔

5۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔

6۔ تم فرماؤ وہ ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفاء ہے۔

اور وہ یہ ہوا کہ ہمارے استاد کی زوجہ محترمہ مرض قلب میں مبتلا ہوئیں اور ایسی مبتلا ہوئیں کہ رات دن میں کسی وقت سکون ہی نہ تھا۔ ہر وقت چیخیں لگاتیں اور ایسے زور سے چیختیں کہ ہمسایہ بھی تنگ آ گئے۔ اطباء سے بہت سی دوائیں منگوائیں لیکن شفا نہ ہوئی۔ تو مجھے فرمایا کہ ایک عریضہ میری طرف سے دربار رسالت میں لکھ۔ اور اس مرض کی نجات کی درخواست کر۔ چنانچہ میں نے عریضہ لکھا۔ اول اس میں صلوٰۃ وسلام لکھ کر اپنا مقصد تحریر کیا اور حجاج جو حج کو جا رہے تھے ان کی معرفت روانہ کر دیا۔ ہم دن گنتے رہے۔ حتی کہ جس دن حاجی مدینہ پہنچے اس روز ان کا چیخنا چلانا بند تھا اور بالکل صحت یاب ہو گئیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک جنگل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف فرما تھے کہ ایک ہرنی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پکارا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تو کیا چاہتی ہے اس نے عرض کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجھے ایک اعرابی شکار میں پکڑ لایا ہے اور اس پہاڑ پر میرے دو بچے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مجھے کھول دیں کہ میں انہیں دودھ پلا آؤں۔ پھر ابھی واپس آ جاؤں گی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تو ضرور واپس آ جائے گی۔ عرض کی ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسے کھول دیا۔ وہ گئی اور دودھ پلا کر واپس آ گئی۔ اعرابی کو یہ قصہ معلوم ہوا تو اس نے عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کیا مرضی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ تو اسے آزاد کر دے۔ اعرابی نے اس ہرنی کو آزاد کر دیا۔ وہ ہرنی چلی اور جنگل میں کہنے لگی: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰه۔

مولای صَلِّ وسلّم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلهم

وَاَحْیَتِ السَّنَةَ الشَّهْبَآءَ دَعْوَتُهٗ
(۸۶)
حَتّٰی حَکَتْ غُرَّةً فِی الْاَعْصُرِ الدُّهُمِ

حل لغات: واو، عاطفہ اور، احیت، ماضی از احیاء، زندہ کرنا، زندہ کر دیا۔ السنة۔ سال، سال۔ الشهباء۔ سفید، محاورہ میں اس سال کو کہتے ہیں جس میں بارش نہ ہو۔ یعنی قحط، قحط والا۔ دعوته، از دعا، ان کی دعا نے۔ حتیٰ، للغایت، یہاں تک کہ۔ حکت، ماضی،

مشابہ ہو گیا۔ غرۃ، روشنی اور سفیدی گھوڑے کی پیشانی کی۔ ہر چیز کا حصہ روشنی اور چمک میں۔ فی الاعصر، جمع عصر، زمانہ، تمام زمانوں۔ الدهم، ازادہم، اور دھماء کی جمع ہے بمعنی سیاہ، سیاہ اور ظلمت سے۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا نے بے آب و گیاہ قحط زدہ موسم کو سرسبز و شاداب کر دیا۔ یہاں تک کہ آئندہ و گزشتہ تاریک زمانوں میں یہ سال روشن اور چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔

شرح: احیت احیاء سے ہے یہ ضد اماتت کے معنی میں مستعمل ہے۔ سنة سال کو کہتے ہیں۔ شہباء گھوڑوں کی چمکتی پیشانی کو کہتے ہیں۔ لیکن محاورہ عرب میں سنة الشهباء اس سال کو بولتے ہیں جس میں امساک باران کے باعث نہ سبزہ اگا نہ شادابی کے اسباب مہیا ہوں۔ یعنی قحط سالی جسے عام محاورہ میں کہتے ہیں۔ دعوته اس کا فاعل ہے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت سے موسم قحط فارغ البالی سے بدل گیا۔ خشک سالی سبزہ زاری سے متبدل ہو گئی اور ایسی ہو گئی کہ حتی حکت مشابہت میں چمکتے ہوئے سفید گھوڑے کی پیشانی کی طرح زمانوں کی تاریکیوں میں اظہر من الشمس ہو گیا۔ یعنی وہ سال تمام آئندہ و گزشتہ موسموں میں چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔ دھم عربی میں سیاہ اور تاریک کو کہتے ہیں۔

اس بیت مبارک میں تلمیحاً اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک بار لوگوں پر عہد رسالت میں سخت قحط پڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمعہ کے روز خطبہ دینے جلوہ فرما ہوئے۔ تو ایک اعرابی کھڑا ہوا اور پکارا:

یا رسول اللہ هلک المال و جاع العیال فادع اللہ تعالیٰ لنا۔

"اے سرکار! ہمارے مال ہلاک ہو گئے ہمارے بچے بھوکوں مر گئے اللہ سے ہمارے لیے دعا فرمائیں"۔

فرفع یدیه وما نریٰ فی السماء سحابا ولا قزعة فوالذی نفسی بیده ماوضعهما حتی صار السحاب امثال الجبال ثم لم ینزل عن منبره حتی رایت المطر یتحاور علی لحیته فمطرنا یومنا ذلک من الغد و من بعد غد حتی الی الجمعة الاخریٰ۔

"تو حضور ﷺ نے دونوں دست نورانی آسمان کی طرف بلند فرمائے اور اس وقت ہمیں نہ کوئی ابر نظر آتا تھا نہ قزعہ۔ بس قسم ہے اللہ کی حضور ﷺ نے ابھی ہاتھ چھوڑے نہ تھے کہ پہاڑوں کی طرح ابر گھر گئے اور کالی گھٹائیں چھا گئیں۔ اور ابھی حضور ﷺ منبر سے اترے نہ تھے کہ بارش موسلا دھار ہونے لگی اور ریش اقدس پر بوندیں ڈھلکنے لگیں۔ یہ بارش اس جمعہ سے آئندہ جمعہ تک مسلسل رہی"۔

دوسرے جمعہ کو ایک آدمی کھڑا ہوا اور پکارا:

یا رسول اللہ ھدم البناء وغرق المال فادع اللہ تعالیٰ لنا فرفع یدیہ۔

"حضور ہمارے مکان گر گئے، مال غرق ہو گیا، ہمارے لیے دعا فرمائیں تو حضور ﷺ نے دست اقدس اٹھائے"۔

اور فرمایا:

اللھم حوالینا ولا علینا

"ہمارے گرد برسے ہم پر نہیں"۔

تو حضور ﷺ جس طرف اشارہ فرماتے جاتے تھے ابر بھی اسی طرف پھٹتا جا رہا تھا۔ حتیٰ کہ مدینہ مثل ٹیلہ کے خشک تھا۔ اور نواح مدینہ میں جل تھل تھا اور ایک ماہ مسلسل ایسا ہی رہا۔

جن کو سوئے آسمان پھیلا کے جل تھل بھر دے
صدقہ ان ہاتھوں کا پیارے ہم کو بھی درکار ہے

چاند شق ہوں پیڑ بولیں جانور سجدہ کریں
بارک اللہ مرجع عالم یہی سرکار ہے

گورے گورے پاؤں چمکا دو خدا کے واسطے
نور کا تڑکا ہو پیارے گور کی شب تار ہے

جوش طوفان بحر بے پایاں ہوا ناساز گار
نوح کے مولا کرم کر دے تو بیڑا پار ہے

رحمۃ للعالمین تیری دوہائی دب گیا
اب تو مولا بے طرح سر پر گنہ کا بار ہے

(۱۰)
بِعَارِضٍ جَادَ اَوْخِلْتَ الْبِطَاحَ بِهَا
سَيْبًا مِّنَ الْيَمِّ اَوْسَيْلًا مِّنَ الْعَرِمِ

حل لغات: بعارض، الباء متعلق، سحاب ابر، یہ جل تھل ایک ابر کے ساتھ۔ جاد، ماضی از جودو بفتح الجیم۔ جود مطر شدید۔ موسلا دھار بارش کی عطاو بخشش تھی۔ او، برائے غایت یا بمعنی الی۔ یہاں تک۔ خلت، من الخیال والظن والحسبان، خیال کرے تو۔ البطاح، ابطح اوبطحاء سیل واسم للماء اودیة المدینة۔ شہر کے نالے کو۔ بھا، اس بارش سے۔ سیباً۔ سیب بروزن غیب بمعنی الجریٰ والعطا، بہاؤ۔ من الیم۔ البحر۔ دریا کا۔ او۔ یا۔ سیلاً۔ الماء المجتمع الجاری بغتة۔ اچانک پانی جمع ہوجانا۔ جل تھل۔ من العرم۔ مطر شدید، سخت طوفانی بارش کا۔

ترجمہ: قحط سالی ایک بارش سے دفع ہوئی۔ اور بارش ایک ابر کی وجہ سے ایسی برسی کہ دیکھنے والا گمان کرتا تھا کہ یہ دریا کا طوفان یا سیلاب اور جل تھل ہے۔

شرح: چونکہ پہلے بیت میں احیاء کا فعل دعا کی طرف منسوب تھا تو قدرۃً یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ اس قحط سالی اور خشک سالی کو سبزہ زاری سے محض دعا نے بدل دیا یا اجابت دعا کے بعد اس سبزہ کا سبب بارش ہوئی تو اس کا جواب اس بیت میں دیا اور فرمایا: بعارض۔ یعنی ابر نے جاد ایسا مینہ موسلا دھار برسایا کہ اس سے زیادہ مینہ برس ہی نہیں سکتا۔ یہاں جاد جود سے ہے۔ اور جود کا جیم بھی مفتوح ہے۔ جو مطر شدید کے معنی میں مستعمل ہے۔ اور جو بضم جیم جود پڑھتے ہیں۔ وہ محاورہ اور لغات سے بے خبر ہیں۔ اور عارض بمعنی۔ سحاب۔ تو قرآن کریم میں بھی آیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا۔

"یہ ابر ہے جو ہم پر بارش کرے گا"۔

اور یہ سیل بھی نہ تھا۔ اس لیے کہ سیل سے حضور ﷺ نے دعا میں پناہ مانگی ہے اور فرمایا ہے: اللھم انی اعوذ بک من السیل والبعیر الصؤل "الٰہی میں تیرے ساتھ پناہ مانگتا ہوں اچانک بہاؤ سے اور منہ زور اونٹ سے"۔ اور عرم مطر شدید کو بھی کہتے ہیں۔ اور عرم ایک جگہ کا نام ہے جو ملک سبا میں ہے۔ یہاں قوم سبا پر سیل عظیم بصورت عذاب آیا تھا۔ اس اعتبار سے اس بیت میں تلمیحاً قصہ سبا کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔ اور سبا ایک جماعت کا نام تھا۔ یہ قوم اپنی جماعت کا نام اپنے اجداد کے نام پر رکھتی تھی۔ چونکہ یہ سب سبا کی اولاد سے تھے۔ اس لیے اسے قوم سبا کہا جاتا تھا۔ ان کا شجرہ یہ ہے: سبا بن یشجب بن یعرب ابن قحطان اور یہ جس شہر میں رہتے تھے۔ اس کا نام مآرب تھا یہ شہر ارض یمن میں تھا یہاں بڑا زبردست جنگل تھا۔ جب بلقیس اس شہر کی ملکہ ہوئی تو اس جنگل پر اس نے ایک زبردست دیوار بنوائی اور اس میں موریاں اور مورے اونچے نیچے بنائے۔ تاکہ جو پانی اس جنگل میں جمع ہو، خاطر خواہ استعمال کیا جائے اور شہر والوں نے اس وادی کے نیچے کے حصہ میں دائیں بائیں بڑے بڑے باغ بنائے۔ چنانچہ اس شہر کے باغات میں اس قدر پھل ہوتا تھا کہ اگر ایک عورت اپنے سر پر ٹوکری رکھ کر درختوں کے نیچے سے گزر جاتی تو بغیر کسی پھل کے توڑے اور کسی ڈالی کو ہلائے ٹوکری بھر کر گھر لاتی۔ اور قدرتی طور پر یہ شہر ایسا ستھرا اور پاکیزہ تھا کہ مچھر، مکھی، پسو، کھٹمل، سانپ، بچھو اور کسی قسم کی بیماری یہاں نہ تھی۔

اور اگر مکھی، مچھر، پسو، کھٹمل لے کر کوئی مسافر اس شہر میں داخل ہوتا تو یہاں کی ہوا میں یہ اثر تھا کہ فوراً پسو، کھٹمل وغیرہ مر جاتے اور یہ سعادت اس شہر کے رہنے والوں کو حاصل تھی۔ مگر بڑے ناشکرے سرکش خدا ناترس تھے۔ کہتے تھے ہم خدا کو نہیں جانتے کہ اس نے یہ نعمتیں نازل کیں۔

اس قوم پر تیرہ رسول اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمائے۔ اور سب نے انہیں کہا کہ اللہ کی نعمتوں کا شکر کرو۔ مگر انہوں نے ان کی نصیحتیں نہ سنیں اور ایمان نہ لائے۔ آخر ان پر چوہے مسلط کیے گئے جو اندھے تھے۔ انہوں نے اس وادی میں بڑے بڑے بل بنا لیے اور اس

وادی میں جو دریا بھرا ہوا تھا۔ وہ پانی ان چھیدوں میں بھرا کہ تمام دیوار منہدم ہو گئی اور پانی ان کے گھروں باغوں میں اچانک ایسا بھرا کہ سب غرق ہو گئے اس کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے:

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّشِمَالٍ ۬ؕ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ۝ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّاَثْلٍ وَّشَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ۝ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَهَلْ نُجٰزِيْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ ۝ صدق اللہ مولانا العلی العظیم۔(1)

دَعْنِیْ وَوَصْفِیَ اٰیَاتٍ لَّهٗ ظَهَرَتْ
ظُهُوْرَ نَارِ الْقِرٰی لَیْلًا عَلٰی عَلَمٖ ⑪

حل لغات: دعنی، امر از ودع یدع بمعنی اترکنی۔ چھوڑ مجھے۔ ووصفی۔ اور میری مدحت سرائی کو۔ ایات۔ اور بیان معجزات۔ لہ۔ جو حضور ﷺ سے۔ ظھرت۔ ظاہر ہوئے۔ ظھور۔ یہ ظاہر ہونا۔ نار۔ اس آگ کا سا ہے۔ القریٰ۔ قری۔ بمعنی ضیافت۔ جو مہمان کے کھانے کے لیے روشن ہو۔ لیلاً۔ رات میں۔ علی علم۔ علم۔ یعنی الجبل۔ پہاڑ پر۔

ترجمہ: چھوڑ مجھے اور حضور ﷺ کی تعریف کرنے دے۔ اگرچہ وہ فی الواقع اتنے روشن ہیں جیسے مہمان کی آگ پہاڑ پر روشن ہوتی ہے۔

شرح: بیان اوصاف معجزات و کمالات کرتے کرتے ذہن میں خیال آیا کہ اس ہستی پاک کے اوصاف بیان کرنے کی کیا حاجت ہے وہ تو کالشمس (سورج کی طرح) عالم میں ظاہر و باہر ہو چکے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ طلوع خورشید پر طلوع خورشید کا اعلان زائد اور تحصیل حاصل ہے۔ تو خود ہی جواب دیتے ہیں کہ دعنی او خیال باطل مجھے چھوڑ اور توصیف کمال و

1۔ بے شک سبا کے لیے ان کی آبادی میں نشانی تھی دو باغ دائیں اور بائیں اپنے رب کا رزق کھاؤ اور اس کا شکر ادا کرو۔ پاکیزہ شہر اور بخشنے والا رب۔ انہوں نے منہ پھیرا تو ہم نے ان پر زور کا سیلاب بھیجا۔ اور ان کے باغوں کے عوض دو باغ انہیں بدل دیئے کہ ان کے پھل بدمزہ اور ان میں جھاؤ تھا۔ اور کچھ تھوڑی سی بیریاں۔ ہم نے انہیں یہ بدلا دیا ان کی ناشکری کی سزا اور ہم ناشکروں کو ہی سزا دیتے ہیں۔

معجزات آقا کرنے دے۔ یہ میں بھی جانتا ہوں کہ ان کے کمالات ایسے روشن ہیں جیسے مسافر پہاڑ پر آگ جلائے تو تمام اہل قریٰ کو اس کا علم ہوتا ہے۔ یہ ایک عرب کا محاورہ ہے۔ ایقاد النار فی راس الجبل۔ اور مسافروں کو اطمینان دلانے کے لیے پہاڑ کی چوٹی پر آگ جلا دینا اہل عرب کا پرانا رواج ہے تا کہ ابن السبیل (مسافر) طی مراحل اور قطع منازل کرتا ہوا آگ کی روشنی دیکھ کر اطمینان سے اس طرف آ جائے اور اکل وشرب (کھانے پینے) سے تازہ دم ہو کر اپنا سفر پورا کرے۔

اسی ضرب المثل کو اس بیت میں فرمایا: ظهور نار القرى ليلاً على علم۔

مولای صلِّ وسلِّم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلهم

راہ پرخار ہے کیا ہونا ہے پاؤں افگار ہے کیا ہونا ہے
ہائے رے نیند مسافر تیری کوچ تیار ہے کیا ہونا ہے
دور جانا ہے رہا دن تھوڑا راہ دشوار ہے کیا ہونا ہے
گھر بھی جانا ہے مسافر کہ نہیں مت پہ کیا مار ہے کیا ہونا ہے

۸۹

فَالدُّرُّ يَزْدَادُ حُسْنًا وَّهُوَ مُنْتَظِمٌ
وَلَيْسَ يَنْقُصُ قَدْرًا غَيْرَ مُنْتَظِمِ

حل لغات: فالدر، پس موتی۔ یزداد، زیادہ ہوتا ہے۔ حسنا، حسن اس کا۔ وھو، اگرچہ وہ۔ منتظم، لڑی میں پرا ہوا ہو۔ ولیس ینقص، اور نہیں کمی آتی۔ قدرا، اس کی قیمت میں۔ غیر منتظم، جب کہ وہ پرا ہوا نہ ہو۔

ترجمہ: موتی کا جب موزونیت کے ساتھ ہار بنایا جائے تو اس کی خوبصورتی اور حسن بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ اور وہی موتی جب تنہا ہو تو اس کے حسن ذاتی اور قدر و قیمت میں کوئی نقص نہیں آتا۔

شرح: گویا ناظم فاہم یہ بتا رہے ہیں کہ میری مدحت سرائی سے حضور ﷺ کی شان بڑھ نہیں جاتی اور ترک مدحت میں ان کی شان گھٹتی نہیں۔ مگر ہار جب اپنی زینت چاہتا ہے تو قیمتی موتی کے حسن سے تابانی حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح میں کان نبوت کے اس در بے بہا

کو اپنی نظم میں لگا کر عملوں کے ہار کی زینت بڑھا رہا ہوں۔ ورنہ وہ تو یوں بھی وہی ہیں۔ اور یوں بھی وہی۔

کہاں طاقت بشر کو جو مدیح مصطفیٰ ٹھہرے
مدیح ذات پاک احمدی جب خود خدا ٹھہرے
باغ میں شکر وصل تھا ہجر میں ہائے ہائے گل
کام ہے ان کے ذکر سے خیر وہ یوں ہوا کہ یوں

فَمَا تَطَاوَلَ اٰمَالُ الْمَدِیْحِ اِلٰی
مَافِیْهِ مِنْ کَرَمِ الْاَخْلَاقِ وَالشِّیَمِ ۹۰

حل لغات: فما، ما استفہام انکاری یا تعجبی، پس کیا۔ تطاول، مدعنقه مریدًا لاطلاع علیه۔ کسی چیز کو غور سے دیکھنے کے لیے گردن اونچی کرنا۔ لمبی گردن کر کے دیکھنا ہے۔ امال، آرزوئیں۔ المدیح، تعریف کرنے کے۔ الی۔ کہاں تک۔ مافیه، جو کچھ ہے ان میں۔ من کرم الاخلاق۔ برگزیدہ عادتیں۔ والشیم، اور پسندیدہ خصلتیں۔

ترجمہ: اے مدح کی آرزو کرنے والے! کیا امید مدح میں حضور ﷺ کے اوصاف پر اونچی اونچی گردن کر کے ان کے اخلاق حمیدہ اور عادات پسندیدہ کا اندازہ کر رہا ہے۔ ان کی حدو غایت معلوم کرنا محال ہے۔

شرح:

محمد سے صفت پوچھو خدا کی خدا سے پوچھیے شان محمد
اور بس باقی باقی فانی

فصل تاسع ــ حضور اقدس کے اوصاف از قرآن پاک

اٰيَاتُ حَقٍّ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثَةٌ
قَدِيْمَةٌ صِفَةُ الْمَوْصُوْفِ بِالْقِدَمِ ⑨١

حل لغات: ایات حق، قرآن کی آیتیں۔ من الرحمن، رحمٰن کی طرف سے۔ محدثة، لکھی ہوئی ہیں یا اتاری ہوئی ہیں۔ قدیمة، مگر قدیم ہیں۔ صفت الموصوف، اس لیے کہ موصوف قدیم کی صفت۔ بالقدم، قدیم ہے۔

ترجمہ: یعنی قرآن کریم کی سچی آیتیں خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہیں۔ اور باعتبار تلفظ و نزول و کتابت فی المصاحف حادث ہیں۔ اور باعتبار معنی و کلام نفس قدیم۔ کیونکہ وہ صفت ہیں ذات پاک کی جو موصوف بالقدم ہے اور یہ امر محقق ہے کہ موصوف قدیم کی صفت بھی قدیم ہوتی ہے۔ ورنہ قدیم محل حوادث ہو جائے گا۔ تعالی اللہ عما یصفون۔

شرح: پہلے اشعار میں امام رحمہ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کیے تو ان پر دلائل قاطع سے ثبوت کی ضرورت تھی تو قرآن کریم سے دلائل شروع فرمائے اور تمہید آفرمایا کہ جس ہستی کے فضائل بیان کر رہا ہوں۔ ان کے فضائل میں آیات حقہ نازل ہوئی ہیں۔

اور من الرحمن اسم رحمٰن کا ذکر تبرکا فرمایا۔ اگرچہ غفار، ستار، رزاق، علام بھی لا سکتے تھے۔ لیکن چونکہ انزال قرآن ہی رحمت عامہ جمیع خلائق کے لیے ہے۔ حتی کہ کفار پر بھی تاخیر عذاب کا موجب ہو کر رحمت ہے۔ اس لیے اس کے نازل کنندہ کے اسماء حسنیٰ سے تبرکا رحمٰن اختیار کیا۔

اور مصرع اول میں محدثة اسم مفعول احداث سے لیا۔ اور مصرع ثانی میں قدیمة کہا۔ تو گویا یوں فرمایا۔ محدثة قدیمة اور یہ امر ظاہر ہے کہ حادث و قدیم دونوں صفتوں کا جمع کرنا اور ایک موصوف کی صفت اس طرح کرنا جمع بین النقیضین ہے۔ لیکن ادنیٰ غور کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے۔ کہ جمع بین النقیضین یہاں لازم نہیں آتا اس

لیے کہ ناظم فاہم نے دو اعتبار آیات قرآنیہ کے یہاں ظاہر فرمائے ہیں ایک اعتبار سے آیات قرآنیہ کو حادث بنایا ہے۔ اور دوسرے اعتبار سے قدیم قرار دیا ہے۔

چنانچہ آیات قرآنیہ حادث بایں اعتبار ہیں کہ اس میں جو لفظ ہیں وہ حادث ہیں اور قدیم باعتبار معنی ہیں۔ اس لیے کہ کلام دو ہیں کلام لفظی اور کلام نفسی۔ جیسا کہ اخطل نے کہا ہے:

ان الکلام لفی الفؤاد وانما جعل اللسان علی الفؤاد دلیلا

تو حادث کلام لفظی ہے اور قدیم کلام نفسی جو قدیم قائم بالذات ہے۔

اس میں سات مذاہب ہیں:

(۱) مذہب اشاعرہ ہے۔ وہ کہتے ہیں:

کلام اللہ تعالٰی الثان لفظی مکتوب فی المصاحف حادث و نفسی قائم بذاته قدیم لیس بحرف ولا صوت بل هو المعنی فقط وان مذهبهم یجوز سمع ذلک المعنی الذی هو الکلام النفسی۔

کلام الٰہی لفظی مکتوب فی المصاحف حادث ہے۔ اور نفسی قائم بذاتہ قدیم ہے۔ اس میں نہ حرف ہے نہ صوت۔ بلکہ وہ محض معنی ہے اور ان کے نزدیک ان معنی کی سماعت بھی جائز ہے۔ بایں معنی یہ کلام نفسی ہے۔

(۲) دوسرا مذہب ابی منصور ماتریدی کا ہے۔ وہ بھی کہتے ہیں:

ان کلامه الثان لفظی مکتوب فی المصاحف حادث ونفسی قائم بذاته قدیم لیس بحرف ولا صوت بل هو المعنی فقط۔ اس مذہب میں اشاعرہ کے مذہب سے صرف سماعت کا خلاف ہے وہ سمع جائز مانتے ہیں۔ یہ سمع بھی نہیں مانتے۔ بلکہ کہتے ہیں کہ جو مسموع ہے وہی کلام لفظی ہے۔ کذا فی البدایہ۔

(۳) تیسرا مذہب بعض متاخرین کا ہے اور ان میں صاحب مواقف بھی ہیں وہ کہتے ہیں:

ان کلامه الثان لفظی مکتوب فی المصاحف محفوظ فی الصدور وهو حادث و کلام نفسی قدیم عبارة عن لفظ و معنی لکن بلا ترتیب۔

ان کے نزدیک مکتوب فی المصاحف محفوظ فی الصدور حادث ہے اور

کلام نفسی عبارت ہے لفظ و معنی بالا ترتیب سے اور یہ قدیم ہے:

(۴) چوتھا مذہب جلال دوانی کا ہے وہ کہتے ہیں:

انه اثنان لفظی قائم بالمصاحف والصدور وهو حادث ونفسی قائم به تعالی قدیم عبارة عن لفظ و معنی مع ترتیب علمی۔

"کلام نفسی عبارت ہے لفظ و معنی مع ترتیب علمی سے اور یہ قدیم ہے"۔

(۵) پانچواں مذہب حنابلہ کا ہے وہ کہتے ہیں:

ان کلامه تعالی فی الحقیقة واحد مرکب من حروف واصوات قدیم الیٰ ان قال بعضهم وافرط یقدم الجلد والغلاف فهم ینکرون الکلام النفسی۔

(۶) چھٹا مذہب معتزلہ کا ہے جو مسلمانوں میں ایک مبتدع فرقہ مانا گیا ہے۔ وہ کہتا ہے:

ان کلامه واحد مرکب من حروف واصوات حادثة لکن لیس بقائم بذاته تعالیٰ بل بالغیر کاللوح وفؤاد جبریل والنبی وشجرة موسی۔

(۷) ساتواں مذہب کرامیہ کا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

ان کلامه واحد مرکب من الحروف والاصوات حادث لکن قائم به تعالیٰ۔ فالفرق الثلاث ینکرون الکلام النفسی۔

پچھلے تینوں فرقے کلام نفسی کے منکر ہیں۔ اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو بدایہ، تمہید، بحر الکلام، الابانہ اور الکفایہ وغیرہ میں دیکھیں۔ یہاں تو ہمیں یہ بتانا ہے کہ ناظم فاہم رحمہ اللہ نے محدثۃ جو فرمایا وہ حنابلہ کے مذہب کو رد کرنے کے لیے کہا ہے۔ اور قدیمۃ اس لیے کہا تاکہ کرامیہ کا رد ہو جائے اور صفت الموصوف بالقدم معتزلہ کا رد کرنے کی غرض سے فرمایا۔ اس لیے صحیح عقیدہ یہ ہے کہ قرآن باعتبار الفاظ حروف وصوت و کتابت حادث ہے۔ کہ اسے لفظی کہتے ہیں اور باعتبار معنی بلا صوت قدیم کہ اس کو کلام نفسی کہا جاتا ہے۔ فافهم و تدبر

لَمْ تَقْتَرِنْ بِزَمَانٍ وَّهِيَ تُخْبِرُنَا
عَنِ الْمَعَادِ وَعَنْ عَادٍ وَّعَنْ اِرَمِ ﴿۹۲﴾

حل لغات: لم تقترن، نفی جحد بلم از اقتران۔ متصل ہونا۔ نہیں ہیں قریب سے متعلق وہ آیات۔ بزمان، کسی زمانہ قریب سے۔ وھی، واؤ حالیہ۔ ضمیر الی الایات، حالانکہ وہ آیتیں۔ تخبرنا، خبر دیتی ہیں ہمیں۔ عن المعاد۔ المعاد الرجوع بعد الفنا، یوم آخرت کی۔ وعن عاد، اور قصہ عاد کی۔ وعن ارم، اور عاد ثانی ارم کی۔

ترجمہ: وہ آیتیں قرآن کریم کی کسی خاص قریب زمانہ کی خبر نہیں دیتیں بلکہ آخرت کی خبر بھی دیتی ہیں۔ قصہ عاد اول کی خبر دیتی ہیں اور عاد ثانی ارم کے قصے سناتی ہیں۔

شرح: اس بیت میں ناظم رحمہ اللہ یہ بتا رہے ہیں کہ ان آیات کو قدیم کہنے کی دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ یہ کسی زمانہ کے ساتھ مقید نہیں کیونکہ وجود قدیم وجود کائنات سے مقدم ہوتا ہے۔ اور بایں ہمہ ان آیات میں یہ کمال ہے کہ یہ ہمیں حشر ونشر اور قوم عاد اور جنت ارم وغیرہ کی بھی خبریں دیتی ہیں۔

زمان: متکلمین کے نزدیک اس سے مراد ہے جو متجدد معلوم یقدر بہ سے متجدد اخر موہوم ہو اور حکماء کے نزدیک زمان سے مقدار حرکت فلک اعظم مراد ہے۔

یہاں لم تقترن بزمان جو ناظم رحمہ اللہ نے فرمایا اس سے معانی آیات مراد ہیں۔ نہ کہ الفاظ اس لیے کہ الفاظ تو حادث ہیں مقترن بزمانہ ہیں۔ برخلاف معانی کے کہ وہ کلام نفسی ہے اور وہ صفت الٰہی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کی صفت ان دونوں پر اجراء زمانہ محال ہے۔

اور اخبار قرآنیہ مبدأ ومعاد کے ساتھ جو ہمیں مطلع کر رہی ہیں وہ ظاہر ہے۔ جیسے کہ ارشاد ہے:

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۷﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿۷۸﴾ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ

مُّبِيْنٌ (1)

اس آیت کے متعلق مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ امیہ بن خلف کے معاملہ میں نازل ہوئی تھی۔ جب کہ اس نے حضور ﷺ سے مخاصمہ کیا اور ایک ہڈی گلی سڑی لایا اور کہنے لگا: یا محمد اتری اللہ تعالیٰ یحیی ھذا بعد مارم فقال صلی اللہ علیہ وسلم یبعثک ویدخلک النار۔

"کیا یہ ہڈی جو گل گئی ہے اسے اللہ زندہ کرے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ہاں۔ تجھے مرنے کے بعد اٹھائے گا اور جہنم میں داخل کرے گا"۔

اسی کو قرآن کریم میں فرمایا۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ (2) اور اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰۤى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ (3) اور اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۝ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۝ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ (4)

وغیرہ وغیرہ آیات میں اخبار بعث ونشر ہیں۔ اور گزشتہ واقعات کی خبر میں عن عاد فرمایا یعنی قوم عاد کی خبریں بھی قرآن کریم دیتا ہے: چنانچہ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا (5) میں قبیلہ عاد کا ذکر ہے۔ یہ علاقہ یمن میں ایک قوم تھی ان کا قصہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنی آبادی عمان وحضر موت تک پھیلا کر بت پرستی کا سلسلہ شروع کیا۔ اور صدا صمود ہباء خدا بنائے۔ اللہ

1۔ کیا آدمی کو معلوم نہیں کہ ہم نے اسے نطفہ سے پیدا کیا تو وہ اعلانیہ اعتراض کرنے لگا۔ اور اس نے ہمارے لیے ایک مثال بیان کی اور اپنی پیدائش بھول گیا۔ اور کہتا ہے کہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا جب کہ وہ بالکل بوسیدہ ہو گئیں۔ آپ کہہ دیجئے انہیں وہ زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا۔

2۔ کہ تم سب قیامت کے دن ضرور اٹھاؤ جاؤ گے۔

3۔ کیا آدمی خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں ہرگز جمع نہ کریں گے کیوں نہیں ہم قادر ہیں کہ اس کی پوریاں درست کریں۔

الصُّدُوْرِ ۝ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ
وغیرہ وغیرہ آیات میں اخبار بعث
خَبِيْرٌ (4)
ونشر ہیں۔ اور گزشتہ واقعات کی خبر میں عن عاد فرمایا

تعالیٰ نے ان پر حضرت ہود علیہ السلام مبعوث فرمائے۔ آپ قوم عاد کے اشرافوں میں سے تھے حسب ونسب میں قوم سے افضل ترین تھے۔ تو قوم نے آپ کو جھٹلایا اور مخالفت شدت سے شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بارش تین سال تک بند کی یہاں تک کہ یہ بھوکوں مرنے لگے تو انہوں نے حسب قاعدہ بیت اللہ کی طرف توجہ کی اور وہاں جا کر دعا مانگنے کے لیے ستر آدمی منتخب کیے۔ جب یہ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے تو رئیس قافلہ قیل ابن عتر نے دعا کی: اللھم اسق عادا ما کنت تسقیھم "الٰہی عاد پر بارش کر دے جن پر تو نے امساک کر رکھا ہے"۔

تو اللہ تعالیٰ نے تین ابر ظاہر فرمائے۔ ایک سپید ایک سرخ ایک سیاہ اور آسمان سے ندا آئی: یا قیل اختر لنفسک ولقومک "اے قیل اپنے اور اپنی قوم کے لیے ان تینوں میں سے ایک ابر منظور کر"۔ قیل نے کہا: میں کالا ابر اختیار کرتا ہوں کہ یہ زیادہ پانی والا ہوتا ہے۔ چنانچہ کالا ابر نکلا اور ان کی آبادی کی طرف چلا حتی کہ تمام آبادی پر گھر گیا۔ اور قوم خوش ہو کر کہنے لگی: هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا "یہ ابر ہے جو ہم پر برسے گا"۔

یک لخت اس سیاہ بادل میں سے باد تند نکلی اور اتنی شدید چلی کہ تمام بت پرستوں کو ہلاک کر دیا۔ اور حضرت ہود اور جو آپ پر ایمان لائے انہیں نجات مل گئی۔ یہ قصہ عاد اول ہے۔ اور عن ارم جو فرمایا ہے۔ اس سے وہ سرکش قوم مراد ہے جسے عاد ثانی کہا جاتا ہے۔ جس کا ذکر سورہ فجر میں ہے۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۙ﴿۶﴾ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۙ﴿۷﴾ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ ۙ﴿۸﴾ (1)۔ اس کا مفصل ذکر تفسیر نیشاپوری میں اس طرح مذکور ہے کہ عاد بن ارم کے دو بیٹے تھے ایک شداد دوسرا شدید۔ یہ دونوں دنیا کے بادشاہ تھے۔ پھر شدید مر گیا اور شداد تمام سلطنت پر قابض ہو گیا۔ اس کی عمر اس وقت نو سو برس کی تھی۔ اسے زیادہ تر شوق کتب بینی کا تھا۔ ایک روز اس نے جنت کی تعریف کتاب میں پڑھی تو اس کے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ جس قسم کی صفت جنت کی میں نے پڑھی ہے ایسی عمارت بنواؤں۔ غرض کہ

1۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے عاد یعنی قوم ارم کے ساتھ کیا معاملہ کیا جن کے قد و قامت ستونوں جیسے تھے جن کی طرح (زور و قوت والا) شہروں میں پیدا نہ ہوا۔

اپنے لشکر سے ایک جماعت بایں غرض روانہ کی کہ وہ ایک ایسا صحرا تلاش کریں۔ جس میں لطیف ہوا ہو۔ اور وہاں پتھر نہ ہوں، پانی کافی ہو، درخت سرسبز و شاداب ہوں۔

یہ جماعت تلاش کرتے کرتے ایسے جنگل میں پہنچی۔ جہاں اس قسم کی تمام تعریفات پائی جاتی تھیں، اور یہ جنگل مقام عدن میں انہیں ملا، انہوں نے اطلاع دی۔

شداد نے اطلاع پاتے ہی اپنے وزراء دولت کو حکم دیا کہ ہر قسم کے جواہرات اور سونا چاندی جمع کیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے جمع کیا اور اتنا جمع کیا کہ بے حساب جمع ہو گیا۔

شداد نے وہ سب سامان ارض عدن پر بھیج دیا اور ایک لاکھ معمار مقرر کر دیے وہ گئے اور انہوں نے بنیاد میں ایک اینٹ سونے کی ایک چاندی کی لگا کر چار دیواری مکمل کر دی۔

اور اس میں بڑے بڑے ستون زبرجد سبز کے اور یاقوت احمر کے قائم کیے اور ان کے اوپر بڑے بڑے محل تعمیر کرائے۔ اور ان محلوں میں کھڑکیاں، برجیاں، روشن دان کافی رکھے۔

اور بڑے بڑے صحن بالا خانوں میں بنوائے اور شہ نشین قلعہ ذہبی کے اندر بنوائے گئے۔ اس بادشاہ کے ایک ہزار وزراء تھے۔ اس نے ہر وزیر کے لیے قلعہ کے گرد ایک ایک قصر تعمیر کرایا۔ اور اس کے نیچے نہریں چاندی کی بنوائیں اس میں دودھ بھروایا، شراب پر کرائی، شہد سے مملو (پر) کیں۔ غرض کہ تین سو برس میں اس عمارت سے فارغ ہوا۔

تو شداد نے تمام وزراء و اتباع و انصار جمع کیے اور باشان و شکوہ مقام عدن کو روانہ ہوا۔ جب مقام ارم ایک دن ایک رات کے بعد پر رہ گیا تو اللہ تعالیٰ نے ایک چیخ اس پر ڈلوائی کہ سب وہیں ہلاک ہو گئے۔ اللھم لا تھلکنا بعذابک ولا تسلط علینا من لا یخافک۔ (1)

٦٣

دَامَتْ لَدَيْنَا فَفَاقَتْ كُلَّ مُعْجِزَةٍ
مِنَ النَّبِيِّيْنَ اِذْ جَاءَتْ وَلَمْ تَدُمِ

حل لغات: دامت، ماضی مونث، ہمیشہ رہیں وہ آیتیں۔ لدینا، ہمارے سامنے۔ ففاقت، فاقت فوقت، تو فوقیت حاصل ہو گئی۔ کل معجزۃ، ہر معجزہ پر۔ من النبیین،

1۔ اے اللہ ہمیں اپنے عذاب سے ہلاک نہ کر اور ہم پر اس کو مسلط نہ فرما جس کو تیرا خوف نہ ہو۔

تمام انبیاء کرام کے۔ اذ جاء ت، جب کہ وہ معجزہ لائے۔ ولم تدم، مگر ہمیشہ نہ رہے۔

ترجمہ: معجزہ قرآن ہمارے پاس ہمیشہ کے لیے ہے تو یہ معجزہ تمام انبیاء کے معجزوں سے فائق ہے اس لیے کہ وہ معجزے جو انبیاء لائے وہ ہمیشہ نہ رہے۔

شرح: آیات قرآنیہ ہمارے پاس ہمیشہ رہیں گی۔ اور یہ ہمارے حضور ﷺ کے معجزات میں سے ایک زندہ معجزہ ہے جو تمام انبیاء کے معجزوں پر فائق ہے۔ چونکہ ان کے معجزے جو آئے وہ ہمیشہ نہ رہے۔ اور یہ معجزۂ قرآن اثبات نبوت کے لیے اعظم معجزات سے ہے جو تا قیام قیامت باقی رہے گا۔ اور وقت نزول سے آج تک اور آج سے قیامت تک کوئی بلیغ و فصیح ایسا نہیں گزرا جس سے قرآن کریم نے اپنے مقابلہ کا مطالبہ نہ کیا ہو اور اس نے نیچا نہ دیکھا ہو۔

بڑے بڑے فصحاء بلغاء اس کی چھوٹی سی سورت کے جواب میں گونگے ہو گئے۔ اور جواب نہ دے سکے اور عجائبات قدرت الٰہیہ سے ایک یہ امر بھی قابل غور ہے کہ جس نے قرآنی آیات کا مقابلہ کرنا چاہا وہ باوجود فصیح و بلیغ ہونے کے ایسا بدحواس و از خود رفتہ ہوا کہ اس کے مقابلہ کا مضمون بے عقل بچوں کی عبارتوں سے بھی گیا گزرا نکلا۔

مسیلمہ کذاب کے چند پریشان مضمون ملتے ہیں جو اس نے دعویٰ نبوت کر کے قرآن کریم کے مقابلہ میں بیان کیے۔ چنانچہ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ کے مقابلہ میں اس نے کہا: الفیل ماالفیل عنقه قصیر وذنبه طویل۔ اور اس نے وحی کا دعویٰ کیا اور بتایا کہ مجھ پر یہ وحی آئی ہے: یا ضفدع بنت ضفدع اعلاک فی الماء واسفلک فی الطین لا الشارب تمنعین ولا الماء تکدرین۔ "یعنی اے مینڈک مینڈک کے بیٹے تیرا اوپر کا حصہ پانی میں ہے اور نیچے کا حصہ کیچڑ میں۔ پینے والا تجھے منع نہیں کرتا اور پانی کو تو میلا نہیں کر سکتا"۔

اور یہ وحی بھی مسیلمہ کذاب کی ہے: الم ترالی ربک کیف فعل ربک بالحبلے اخرج منها نسمة تسعی بین صفاق وحشی۔ "یعنی کیا نہیں دیکھا تو نے اپنے رب کو کہ کیا کیا اس نے حاملہ کے ساتھ کہ نکالا اس سے دوڑتا ہوا بچہ جھلیوں سے

اور آنتوں میں سے"۔ اور شہوتناک فحش وحی بھی اس پر نازل ہوئی: ان اللہ خلق للنساء افراجا وجعل الرجال لهن ازواجا فنولج فیهن ایلاجاثم نخرجها اذا نشاء اخراجا فتنتجن لنا اسخالا انتاجا۔ لا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم۔

اور اس پر سخت تعجب اس کیمرج پاس عربی دان علامہ پر ہے جو جماعت خاکسار کا قائد اعظم بنا اور اپنے تذکرہ میں صاف لکھ مارا کہ مسیلمہ کذاب کا قرآن جس کی چند پریشان آیتیں ملتی ہیں۔ اس قرآن سے (معاذ اللہ) کسی اسلوب سے کم نہیں۔ خیر اللہ ہدایت دے اور اس قوم کو آنکھیں دے جو اس کے دام تزویر میں پھنس گئے ہیں۔

تعریف معجزہ

والمعجزة امر خارق للعادة يظهر على يد من يدعى النبوة عند تحدى المنكرين على وجه يعجز عن اتيان مثله۔

"معجزہ ایک ایسے خارق عادت امر کو کہتے ہیں جو منکرین کے انکار کے وقت مدعی نبوت سے ظاہر ہوتا ہے اور اس کا مقابلہ کرنے سے مخالفین عاجز آجاتے ہیں"۔

اب جو امور خارق عادت ہیں ان کی آٹھ قسمیں لکھی ہیں۔ اور وہ مومن سے بھی ظہور میں آتی ہیں اور کافر سے بھی۔

اول: جو نبی سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں یا قبل بعثت یا بعد بعثت۔

قبل بعثت جو امور ظاہر ہوتے ہیں اسے ارہاصات کہتے ہیں جیسے حضور ﷺ کی ولادت کے وقت ظہور میں آئے۔ اور بعد بعثت جو ظہور میں آئے اسے معجزہ کہتے ہیں۔

دوسرے اگر ولی سے خارق عادات امور ظہور ہوں تو انہیں کرامات کہتے ہیں۔

چوتھے: کسی صالح سے ظاہر ہو تو اسے معونت کہتے ہیں۔

پانچویں: کسی فاسق سے ظاہر ہوں تو اسے استدراج کہتے ہیں۔

پھر اگر یہ امور خارق عادت تعلیم و تعلم سے ظاہر ہوں تو وہ سحر کہلاتا ہے۔ اور اگر بلا تعلیم و تعلم ظاہر ہو تو وہ ابتلاء کہلاتا ہے جیسے فرعون اور دجال سے ظہور میں آئے اور آئیں گے اور

اگر کسی ایسے امر کا ظہور ہو کہ چاہتا کچھ تھا اور ہوا اس کے خلاف اسے اہانت کہتے ہیں۔ جیسے مسیلمہ کے واقعہ میں ہے۔ کہ اس نے دعا کی ایک اعور (بھینگے) کی آنکھ صحیح ہو جانے کی تو اس کی دوسری آنکھ بھی بھینگی ہو گئی۔

مولای صلِّ وسلِّم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلھم

ترے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زبان نہیں نہیں بلکہ جسم میں جان نہیں

مُحكَمَاتٌ فَمَا يُبْقِيْنَ مِنْ شُبَهٍ
لِذِي شِقَاقٍ وَّلَا يَبْغِيْنَ مِنْ حَكَمٍ

حل لغات: محکمات۔ صیغہ مؤنث مفعول۔ از تحکیم۔ حاکم بنانا۔ آیات قرآنیہ۔ فیصلہ دینے والی اور حکم لگانے والی ہیں۔ فما، پس نہیں۔ یبقین، صیغہ جمع مؤنث غائب از مضارع۔ از ابقاء۔ باقی رکھنا۔ باقی رہا۔ من شبہ، کسی قسم کے شبہ سے۔ لذی شقاق۔ اختلاف۔ واسطے اس کے جو اختلاف کرے۔ ولا یبغین، صیغہ جمع مؤنث غائب۔ یعنی طلب۔ اور نہیں طلب کرتیں۔ من حکم، فیصلہ کرنے والے کو۔

ترجمہ: آیات الٰہیہ خود حاکم اور ایسا فیصلہ کرنے والی ہیں کہ اختلاف کرنے والے کے لیے کوئی شبہ باقی نہیں چھوڑتیں۔ نہ ان کے فیصلہ میں کسی منصف کی حاجت رہتی ہے۔

شرح: محکمات جمع محکم کی ہے یہ لغت میں بمعنی ایسے یقین قوی کے آتا ہے کہ اس یقین کو کوئی قوت منہدم نہ کر سکے۔ اور اصطلاح اصول میں محکم اسے کہتے ہیں کہ جو حکم ظاہر آیت سے ملے وہ محتمل نسخ و تغیر نہ ہو۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ناظم فاہم نے فقط آیات محکمات کی یہ شان بتائی یا ان کے نزدیک تمام آیات محکمات ہیں۔ اگر صرف آیات محکمات کی یہ شان ہے تو بقیہ آیات کی کیا شان ہے۔ انہیں بتانا ضروری ہے اور اگر تمام قرآن کی آیات محکم ہیں تو پھر اصولیوں نے۔ محکم، مفسر، نص، ظاہر، خفی، مشکل، مجمل، متشابہ یہ اقسام کیوں لکھے۔

علامہ خرپوتی اس کے جواب میں فرماتے ہیں: الحمل باعتبار معناہ اللغوی لا الاصطلاحی یعنی محکمات جو ناظم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے وہ بمعنی لغوی فرمایا ہے نہ کہ اصطلاح اصول کے ماتحت۔

ورنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول کی بھی مخالفت لازم آئے گی وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

انزل القرآن علی عشرۃ اقسام۔ بشیراً و نذیراً وناسخا ومنسوخا ومحکما ومتشابها وموعظۃ ومثلا وحلالا وحراما۔ فمن استبشر بتبشیرہ وانذر بنذیرہ وعمل بناسخہ وامن بمنسوخہ و اقتصر علیٰ محکمہ ورد متشابھہ الی عالمہ واتعظ بعظتہ واعتبر بمثلہ واحل حلالہ وحرم حرامہ فاولئک من المؤمنین حقا لھم الدرجات العلیٰ مع النبیین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا وھو وارثی ووارث الانبیاء قبلی ولا یزال فی کنفہ تعالیٰ وحیثما تلا القران غشیتہ الرحمۃ ونزلت علیہ السکینۃ ویحشر فی زمرتی وتحت لوائی (1)

تو خلاصہ مفہوم بیت یہ ہوا کہ قرآن کریم کسی حکم زائد کا وضوح قوانین کے لیے محتاج نہیں بلکہ تمام احکام وقوانین اور قواعد اس سے ماخوذ ہیں اور کوئی شے ایسی نہیں جو قرآن کریم

1۔ قرآن (مضامین کے اعتبار سے) دس قسموں پر نازل ہوا ہے (۱) خوشخبری دینے والا (۲) ڈرانے والا (۳) ناسخ (۴) منسوخ (۵) محکم (۶) متشابہ (۷) نصیحت (۸) مثالیں (۹) حلال (۱۰) حرام۔ جو شخص اس کی بشارت پر خوش ہوا، اس کے ڈرانے سے ڈر گیا، اس کے ناسخ حکم پر عمل پیرا ہوا، اس کی منسوخ آیات پر ایمان لے آیا اس کی محکم آیات کے سمجھنے پر اکتفا کیا، متشابہ آیات کو اس کے جاننے والے پر لوٹا دیا، اس کی نصیحتوں سے نصیحت حاصل کی، اس کی مثالوں سے عبرت پکڑی، اس کے حلال کو حلال جانا اور اس کے حرام کو حرام سمجھا وہ پکے مومنوں میں سے ہے۔ ایسے لوگوں کے لیے نبیوں، شہیدوں اور نیک لوگوں کے ساتھ جنت میں بلند مرتبے ہیں اور وہ بہت اچھے رفیق ہیں۔ وہ مومن میرا، مجھ سے پہلے تمام انبیاء کا وارث ہے اور وہ ہمیشہ اللہ کے سایہ میں ہے جب وہ تلاوت کرتا ہے اسے اللہ کی رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور اسے اطمینان قلب حاصل ہو جاتا ہے، اور آخرت میں اس کا حشر میرے گروہ میں اور میرے جھنڈے کے نیچے ہوگا۔

پر غالب آسکے اور اس بیت مبارک میں تلمیحاً اس آیہ کریمہ کی طرف بھی اشارہ ہے: هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ (1)

مَا حُوْرِبَتْ قَطُّ اِلَّا عَادَ مِنْ حَرَبٍ
اَعْدَى الْاَعَادِىْ اِلَيْهَا مُلْقِىَ السَّلَمِ

حل لغات: حوربت، ماضی مؤنث مجہول از محاربہ۔ لڑائی کرنا۔ ما، نافیہ، نہیں لڑائی کی گئی۔ قط، اسم ظرف زماں۔ کبھی۔ الا، حروف استثنا۔ مگر۔ عاد، از عود، بمعنی الرجع۔ لوٹا۔ من حرب، بفتحتین الغضب والغیظ، غضب ناک ہوکر۔ اعدی، اسم تفضیل من العداوۃ۔ بہت عداوت کرنے والا۔ الاعادی۔ جمع اعداء وھی جمع عدو، دشمنوں میں سے۔ الیہا۔ اس قرآن کے ساتھ۔ ملقی، اسم فاعل من القی بمعنی متلقیا ومقبلا الیہا ملنے والا۔ السلم، سلامتی سے۔

ترجمہ: قرآن کی آیتوں سے کبھی سخت سے سخت دشمن نے محاربہ نہ کیا مگر یا غضب ناک ہوکر لوٹا یا سلامتی سے اسے قبول کیا۔

شرح: یعنی آیات قرآنیہ سے کبھی کسی نے مقابلہ نہیں کیا۔ مگر یا تو ہٹ دھرمی سے چیختا بگڑتا لاجواب ہوتا چلا گیا یا صلح اور انقیاد کر کے اپنی عاجزی کا اعتراف کر لیا۔ ابن مقفع نے جو اپنے وقت کا افصح اللسان (سب سے بڑا فصیح) تھا چند فقرے لکھے اور چاہتا تھا کہ مقابلہ میں پیش کرے کہ کسی قاری کو اس نے یہ آیت پڑھتے سنا: يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ (2)۔ بس فوراً نادم ہو گیا اور کہنے لگا: خدا کی قسم کوئی شخص قرآن کی فصاحت کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

1۔ وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری اس کی کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے۔

2۔ اور حکم فرمایا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل لے اور اے آسمان تھم جا۔ اور پانی خشک کر دیا گیا اور کام تمام ہوا اور کشتی کوہ جودی پر ٹھہری اور فرمایا گیا کہ بے انصاف لوگ رحمت سے دور ہیں۔

ولید بن مغیرہ قریش میں میدان فصاحت کا بڑا شہسوار مانا ہوا تھا۔ ایک روز حضور ﷺ کی خدمت میں بقصد معارضہ آیا اور خیال کیا کہ حضور ﷺ سے بلاغت میں مقابلہ کروں۔ تو حضور ﷺ سے عرض کرنے لگا: اقرء علی۔ "کچھ پڑھیے"۔ حضور ﷺ نے اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (1) تلاوت فرمائی۔ ولید نے دوبارہ پڑھنے کی درخواست کی حضور ﷺ نے دوبارہ پڑھا تو ولید یہ کہتا ہوا چل دیا:

واللہ ان لہ لحلاوۃ وان علیہ لطلاوۃ وان اعلاہ لمثمر وان اسفلہ لمغدق مایقول ھذا البشر۔

"خدا کی قسم اس کی شیرینی اور تازگی مخصوص ہے اس کا ظاہر مثمر (پھل دار) اور اس کا باطن معدق (خوشگوار) ہے۔ یہ انسان کا کلام نہیں"۔

یہ کہا اور خاموشی سے چل دیا۔ یحیٰ بن حکیم نے قرآن کریم کے مقابلہ کا خیال کیا اور سورۂ اخلاص پر کچھ لکھنا چاہا کہ فصاحت کلام اور بلاغت مضمون نے اتنا مرعوب کیا کہ تائب ہو گیا۔ غرض کہ جو مقابلہ میں آیا وہ مبہوت ہو کر ہی واپس لوٹا۔ تعالی اللہ عما یقول الظالمون علوا کبیرا۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے ۔ یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا
مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے ۔ نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

رَدَّتْ بَلَاغَتُهَا دَعْوٰى مُعَارِضِهَا
رَدَّ الْغَيُوْرِ يَدَ الْجَانِيْ عَنِ الْحَرَمِ

حل لغات: ردت، ای منعت و دفعت، رد کر دیتی ہے۔ بلاغتھا۔ قرآن پاک کی بلاغت۔ دعوی، دعویٰ۔ معارضھا، معارضہ سے۔ رد الغیور، رد کرنا از روئے غیرت۔ ید الجانی، شل ہاتھ غیر محرم کے۔ عن الحرام۔ پردہ نشین سے۔

1۔ بے شک اللہ تعالیٰ عدل وانصاف، احسان اور اہل قرابت کو دینے کا حکم فرماتا ہے اور منع کرتا ہے بے حیائی بری بات اور سرکشی سے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اس لیے نصیحت فرماتا ہے کہ تم نصیحت قبول کرو۔

ترجمہ: قرآن کی بلاغتیں دعویٰ کرنے والے کو روک دیتی ہیں ایسے جیسے غیرت مند عورت غیر محرم سے پردہ کرتی ہے۔

شرح: مفہوم بیت واضح ہے یعنی آیات قرآنی نے اپنے مقابلہ کرنے والے کو ایسا رد اور بیکار کر دیا ہے۔ جیسے ایک غیرت مند فاسق گناہگار کے ہاتھ کو اپنے اہل محارم سے دفع کرتا ہے۔ غرض اس تشبیہ سے مبالغہ دفع میں ہے۔ خلاصہ یہ کہ کوئی معارض مقابلہ تو کیا کرتا۔ اس ارداہ کے قریب بھی نہ آسکا۔ چنانچہ آگے فرماتے ہیں:

لَهَا مَعَانٍ كَمَوْجِ الْبَحْرِ فِيْ مَدَدٍ ⁹⁰
وَفَوْقَ جَوْهَرِهٖ فِي الْحُسْنِ وَالْقِيَمِ

حل لغات: لها، ضمیر آیت قرآنیہ کی طرف راجع ہے، ان آیتوں میں۔ معان، یعنی مقاصد و حقائق، معانی و مقاصد ایسے ہیں۔ کموج البحر۔ یقال ماج البحر، یعنی اضطرب ویقال لکل فرقة ماء ارتفع منه وههنا عدم النهاية۔ مثل موج دریا کے۔ فی مدد۔ المدد بفتحتين۔ بمعنى النصرة والعون۔ جو پے در پے آتی ہیں۔ وفوق۔ اور اوپر ہے۔ جوهره۔ جوهر البحر ما يستخرج منه من اللؤلوء والمرجان۔ جواہرات اور موتیوں کے اس کے۔ فی الحسن، حسن میں۔ والقیم، جمع قیمت۔ اور قیمت میں۔

ترجمہ: قرآن کی آیتیں اپنے اندر مثل موج دریا کے معانی رکھتی ہیں اور سمندر کے موتیوں سے قیمت میں اور حسن میں زائد ہیں۔

شرح: بالفاظ دیگر یوں سمجھا جائے کہ آیات قرآنی کے اس قدر معانی ہیں کہ کثرت و غایت میں انہیں مثل امواج بحر کہنا چاہیے۔ لیکن قیمت اور حسن و خوبی کے اعتبار سے دریا کے جواہرات اس کا مقابلہ نہ قیمت میں کر سکتے ہیں نہ حسن میں۔ اور یہ امر ظاہر ہے کو جواہرات اگرچہ کتنے ہی قیمتی کیوں نہ ہوں مگر ان کی ایک قیمت ہوتی ہے۔ بخلاف آیات الٰہیہ کے کہ اس کے معانی و محاسن کی کوئی قیمت کر ہی نہیں سکتا۔ اسی وجہ میں بعض اہل حال نے فرمایا:

لو ظهرت حقيقة معانيها لم تطق سطوات نورها السموات والارض

"اگر قرآن کریم کی حقیقت معانی ظاہر ہو جائے تو اس کی سطوت نوری کی تاب آسمان وزمین نہیں لا سکتے"۔

خود قرآن کریم میں ارشاد ہے لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (1)

لکن الله تعالیٰ ستر انوار تلک الحقیقة بکسوة صورة الحروف لتطیقها القلوب والالسن فکما ان شرف الابدان انما یکون بشرف الارواح فکذالک شرف الحروف انما هو بشرف معانیها۔

"اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت پر لباس حروف کا پردہ ڈال دیا۔ تا کہ قلوب ولسان اس کا تحمل کر سکیں۔ گویا جس طرح بدن کی شرافت شرافت روح کے ساتھ ہے اسی طرح حروف قرآن کی عظمت شرافت معانی کے ماتحت ہے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان القرآن لا یشبع منه العلماء قیل لکمال لذته ونهایة حلاوته ولما فیه من الاسرار العجیبة والبدائع الغریبة والاسالیب المستحسنة والعجائب المستکملة۔

"یعنی قرآن کریم سے علماء کا جی نہیں بھرتا۔ اس کی علت میں کہا گیا کہ علماء کو سیری نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کلام کی کمال لذت اور نہایت حلاوت کو وہ جانتے ہیں۔ اور جو کچھ اس میں اسرار عجیبہ اور بدائع غریبہ اور اسالیب مستحسنہ اور عجائبات مستکملہ ہیں اسے بھی وہی جانتے ہیں۔ چنانچہ آگے فرماتے ہیں:

مولای صلّ وسلّم دائماً ابداً   علی حبیبک خیر الخلق کلهم

1۔ اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے۔

فَمَا تُعَدُّ وَلَا تُحْصٰى عَجَآئِبُهَا
٩١ وَلَا تُسَامُ عَلَى الْاِكْثَارِ بِالسَّامِ

حل لغات: فما تعد۔ ازعد، واحداواحداً۔ پس نہیں گنتی کی جاسکتی۔ ولا تحصی، ازاحصاء، جملة جملة، اور نہیں احاطہ کیا جاسکتا۔ عجائبھا۔ آیات قرآنیہ کے عجائبات کا۔ ولا تسام، ای لا تترک، از سامت السائمه۔ جانور کو بے مہار چرنے کے لیے چھوڑنا۔ اور نہیں چھوڑی جاسکتیں وہ آیتیں۔ علی الاکثار۔ از کثرت، زیادہ ہونے کی وجہ میں۔ بالسام، ملول ہونا تنگ آنا تھک کر یا تنگ آ کر۔

ترجمہ: آیات قرآنیہ کے عجائبات بے گنتی بے شمار ہیں۔ مگر ان کی کثرت کا شمار چھوڑنے پر مجبور نہیں کرتا اور بے گنتی ہونے کی وجہ میں گننے والا تھکتا نہیں اور طبیعت ملول نہیں ہوتی۔

شرح: قرآن کریم کے لطائف جس قدر زیادہ کھلتے جاتے ہیں اسی قدر شوق بڑھتا جاتا ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ گھبرا کر انسان تھک جائے۔ بل کلما ازدادت ازداد فرح قاریھا۔ بلکہ جتنا زیادہ معلومات کا دریا پھیلے، پڑھنے والے کی فرحت اتنی ہی زیادہ بڑھتی جاتی ہے۔ اس لیے قرآن کریم میں فرمایا: وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ(1)۔ بعض حکماء نے فرمایا: لکل آیة سبعون معنی۔ ''قرآن کی ہر آیت کے ستر معنی ہیں''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ان هذا القرآن ذوشجونٍ و فنون وظهورٍ وبطون لا تنقضی عجائبه۔

''یہ قرآن کریم ذو شجون وفنون ہے۔ اس میں ظہور وبطون ہیں اس کے عجائبات پر عبور نہیں ہوسکتا''۔

1۔ اگر زمین میں جتنے درخت ہیں سب قلمیں ہو جائیں اور سمندر اس کی سیاہی ہو اس کے علاوہ سات سمندر اور ہوں تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی بے شک اللہ عزت وحکمت والا ہے۔

قَرَّتْ بِهَا عَيْنُ قَارِيْهَا فَقُلْتُ لَهٗ
لَقَدْ ظَفِرْتَ بِحَبْلِ اللّٰهِ فَاعْتَصِمِ

حل لغات: قرت، ماضی مونث از قرۃ آنکھوں کی ٹھنڈک۔ ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ بھا۔ اس قرآن سے۔ عین، آنکھ۔ قاریھا۔ پڑھنے والے کی۔ فقلت له، تو میں اس کو کہتا ہوں۔ لقد، بے شک۔ ظفرت، تو کامیاب ہو گیا۔ بحبل الله، الله کی رسی کے ساتھ۔ فاعتصم۔ مضبوط پکڑے رہ۔

ترجمہ: پڑھنے والے کی آنکھیں اس کے پڑھنے سے ٹھنڈی ہوتی ہیں اور میں اسے کہتا ہوں کہ تو فتح یاب ہو گیا، اس اللہ کی رسی کو پکڑے رہ۔

شرح: مقصود ناظم فاہم یہ ہے کہ اس قرآن کریم میں کچھ ایسی حلاوت ہے کہ اس کا پڑھنے والا مسرور و محظوظ ہوتا ہے۔ تو چونکہ اس کی تلاوت موجب نجات ہے۔ اس لیے مبارک باد دے کر فرماتے ہیں کہ نفس امارہ پر تو خوب کامیاب ہوا۔ دوسرے اس بیت میں تلمیحا اس حدیث کی طرف بھی اشارہ معلوم ہوتا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

انی قد ترکت فیکم ما ان اعتصمتم به فلن تضلوا ابدا کتاب الله وسنة رسوله۔

"میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ جب تک تم نے اسے مضبوط پکڑا ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ کتاب اللہ اور فرمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"۔

الی قوله وهو حبل الله المتين وهو الذکر الحکيم هو الصراط المستقيم۔

"وہ قرآن وحدیث اللہ کی مضبوط رسی ہے وہ حکمت والا ذکر ہے۔ وہ مضبوط مستقیم راہ ہے"۔

علامہ شاطبی فرماتے ہیں:

وقارنه المرضی قر مثاله کالاترج حاسبه مريحا وموکلا

وبعد فحبل الله فينا كتابه فجاهد به بل العدى متحبلا

۱۰۰
اِنْ تَتْلُهَا خِيفَةً مِنْ حَرِّنَارِ لَظًى
اَطْفَأْتَ حَرَّ لَظًى مِنْ وِرْدِهَا الشَّبِمِ

حل لغات: ان، شرط، اگر۔ تتلها۔ اصله تتلوها۔ فسقط الواؤ للجزم۔ پڑھے تو ان آیتوں کو۔ خيفة، خوف وخشیت۔ خوف وخشیت میں۔ من حر، گرمی۔ لظی۔ علم من اعلام جهنم۔ نار جہنم سے۔ اطفات، ٹھنڈا کردے تو۔ حر، گرمی کو۔ لظی، جہنم کے۔ من وردها، اشراف على الماء اى المورود فالمراد هٰهنا منه الماء، آب رحمت۔ الشبم۔ بفتح المعجمه وكسر الموحد، اى البارد۔ سرد۔

ترجمہ: اگر تو ان آیات قرآنیہ کو نار جہنم کے خوف سے تلاوت کرے تو بے شک اس کے سرد چشمے دوزخ کی گرمی بجھا دیں۔

شرح: لظی جہنم کے ناموں سے ایک نام ہے اور تمام اسماء جہنم چھوڑ کر لظی نام اختیار فرمانے کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ حرارت لظی شدید ترین ہے بہ نسبت تمام درکات جہنم کے جیسا کہ شارح نے تحریر فرمایا ہے۔

اور من وردها بکسر الواو اگر پڑھیں تو پانی مراد ہوگا۔ اور اگر من وردها بفتح واؤ پڑھا جائے تو ورد قرآن مراد ہوں گی۔ یعنی قراءۃ قرآنی ہر دن علی سبیل الدوام اور شبم بمعنی بارد ہے۔ یعنی دافع حرارت۔ تو حاصل معنی یہ ہوئے کہ اگر تو آیات قرآنیہ کو خوف وخشیت نار لظی (دوزخ کی آگ کے ڈر) سے پڑھے تو اس آگ کو اس تلاوت کی ملازمت بجھا دیتی ہے۔ اس لیے کہ ورد القرآن الدافع حرارة النيران ورد قرآن کریم دافع حرارت نار ہے۔

اور فقہاء نے فرمایا: الافضل فى قراءة القران ان يقرأ من المصحف لاعن ظهر القلب لان فى امساك المصحف عمل اليد وكذا فى حمله وفى نظره عمل البصر ويعين على تامل معانيه ولهذا كان اكثر الصحابة يقرؤن

من المصحف "قرأت قرآن میں افضل یہ ہے کہ مصحف میں پڑھے نہ کہ اسے بند کر کے، اس لیے کہ مصحف کو لینا عمل بالید ہے۔ ایسے ہی اس کا اٹھانا اور دیکھنا بھی عمل بصر ہے۔ اور معنی پر تامل وغور کرنے میں معین ہوتا ہے اسی بنا پر صحابہ کرام اکثر قرآن کریم دیکھ کر پڑھتے تھے"۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

ثلاث یزدن فی الحفظ ویذهبن البلغم المسواک والصوم قراءة القران۔

"تین باتیں بلغم کی دافع ہیں اور حافظہ کو قوی کرتی ہیں۔ مسواک، روزہ اور قرآن کریم کی تلاوت"۔

اور اہل علم نے فرمایا:

النظر الی العلماء والقران عبادة کالنظر الی الکعبة

"علماء کی طرف اور قرآن پاک کی طرف دیکھنا ایسی عبادت ہے جیسے کعبہ کی طرف دیکھنا"۔

اور حضور ﷺ نے فرمایا:

اتلوه فان الله تعالیٰ یؤجر علی تلاوة کل حرف عشر حسنات۔

"قرآن پڑھا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہر حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں عطا فرماتا ہے"۔

بعض صلحاء سے ایک حکایت ہے کہ وہ رات سے صبح تک سورہ طہ پڑھا کرتے ایک روز پڑھتے پڑھتے صبح کے وقت جب سورت ختم کی تو نیند آگئی۔ خواب میں دیکھتے ہیں کہ ایک بزرگ آسمان سے اترے اور ان کے ہاتھ میں صحیفے ہیں انہوں نے میرے سامنے وہ پھیلائے میں نے دیکھا کہ اس میں سورہ طہ ہے اور ہر سورۃ کے کلمہ کے نیچے دس نیکیاں لکھی ہوئی ہیں مگر ایک کلمہ کے نیچے میں نے دیکھا کہ کچھ نہیں ہے۔ میں نے کہا: خدا کی قسم میں نے یہ کلمہ پڑھا تھا۔ لیکن اس کا ثواب نہ ملنے میں کیا حکمت ہے؟ تو اس بزرگ نے فرمایا: تو سچ کہتا ہے۔ بے شک تو نے پڑھا تھا اور ہم نے لکھا تھا مگر ایک منادی نے ندا دے کر عرش

سے کہا: کہ اس کلمہ کا ثواب مٹادو تو ہم نے مٹا دیا یہ سن کر میں خواب میں ہی رونے لگا۔ تو انہوں نے کہا: ایک شخص جا رہا تھا تو تم نے اسے سنانے کے لیے آواز بلند کر دی تھی۔ اس وجہ میں ریا کے باعث وہ ثواب محو ہو گیا۔

مقامات میں مذکور ہے کہ ایک شخص حضور کی خدمت میں آیا اور عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ ماجزاء من علم ولده القرآن "حضور! ﷺ جو اپنی اولاد کو قرآن پڑھائے۔ اسے کیا ثواب ہے"۔ فقال عليه السلام القران كلام الله لا منتهى له لا اعلم حتى ياتينى جبريل "حضور ﷺ نے فرمایا: قرآن کلام اللہ ہے، اس کا منتہیٰ نہیں۔ میں جب بتاؤں گا جب کہ جبریل میرے پاس آئیں گے"۔ فلما اتاه ساله عنه قال لا اعلم حتى اسال رب العزت۔ "جبرئیل حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے ان سے پوچھا انہوں نے عرض کی: میں نہیں جانتا رب جلت وعز اسمہ سے سوال کرتا ہوں"۔ فنزل جبريل فقال يا محمد ان الله يقرؤك السلام يقول جزاء من علم ولده القران يعطى بكل حرف مدينةً فى الجنة من الذهب فيها الف قصر فى كل قصر الف بيت۔ "جبریل حاضر ہوئے اور عرض کی اللہ تعالیٰ حضور ﷺ پر سلام بھیجتا اور فرماتا ہے کہ جو اپنی اولاد کو قرآن پڑھائے اسے اللہ تعالیٰ ایک شہر جنت میں عطا فرمائے گا سونے کا۔ اس میں ایک ہزار قصر ہوں گے۔ ہر قصر میں ایک ہزار گھر ہیں"۔

حدیث صحیح میں ہے:

من قرء القران وعمل بما فيه البس والداه تاجاً يوم القيمة ضوءه احسن من ضو الشمس

"جو قرآن پڑھے اور اس پر عمل کرے تو اللہ اس کے والدین کو قیامت کے دن ایسا تاج عطا فرمائے گا کہ اس کی چمک سورج کو شرمائے"۔

علامہ شاطبی فرماتے ہیں:

هنيئا مريا والداک عليهما ملابس انوار من التاج والحلى

فما ظنكم بالبخل عنه جزاؤه اولئک اهل الله والصفوة العلى

١٨١

كَأَنَّهَا الْحَوْضُ تَبْيَضُّ الْوُجُوْهُ بِهٖ
مِنَ الْعُصَاةِ وَقَدْ جَآءُوْهُ كَالْحُمَمِ

حل لغات: کانھا، گویا کہ وہ آیات۔ الحوض، حوض کوثر ہیں۔ تبیض الوجوہ۔ سپید ہو جاتے ہیں چہرے۔ بہ، اس میں غسل کرنے سے۔ من العصاۃ، جمع عاصی، گنہگاروں کے۔ وقد جاء وہ، بے شک لاتے ہیں وہ۔ کالحمم۔ حمم جمع حم کوئلہ یا راکھ، اپنے چہرے مثل کوئلہ کے۔

ترجمہ: آیات الٰہیہ گویا حوض کوثر ہیں، جس میں غسل کرنے سے چہرے اجلے ہو جاتے ہیں گنہگاروں کے جو کوئلہ کی طرح جھلسے ہوئے ہیں۔

شرح: حوض پر الف لام عہد ذہنی کا ہے۔ اس لیے کہ یہاں حوض سے مراد حوض کوثر ہے اور اس سے تشبیہ مجازاً دی گئی۔ حوض کوثر وہ ہے جس کا حضور ﷺ نے وعدہ فرمایا اور وہ بالاجماع اہل سنت کے نزدیک ثابت ہے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا:

حوضی مسیرۃ شهر وزوایاہ سواء وماء ہ اشد بیاضا من اللبن وریحه اطیب من المسک وکیزانه اکثر من نجوم السماء من شرب منه لا یظماء ابدا

"میرا حوض ایک ماہ کے بعد مسافت پر مربع ہے اور اس کا پانی دودھ سے زیادہ سپید اور مشک سے معطر ہے۔ اور اس پر اس قدر جام ہیں کہ آسمان کے ستارے اس کے مقابلہ میں کم ہیں۔ جو اس سے پی لے گا کبھی پیاسا نہ ہوگا"۔

اب یہ سوال کہ میدان حشر میں پہلے حوض آئے گا یا پل صراط، اس میں اختلاف ہے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ حوض سے پہلے پل صراط آئے گا۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ حوض پہلے آئے گا۔ امام غزالی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جو اس طرف گئے ہیں کہ حوض پل صراط کے بعد آئے گا یہ غلط ہے۔ پھر قرطبی فرماتے ہیں:

المناسب لکون الناس یخرجون من قبورهم عطاشاً تقدیم الحوض

"مناسب یہی ہے کہ حوض پل صراط سے مقدم مانا جائے اس لیے کہ لوگ قبروں سے پیاسے اٹھیں گے۔ اور حوض کی طرف جائیں گے"۔

ایک قول ہے کہ حوض کوثر دو ہیں ایک عرصات محشر میں ایک جنت میں اور ایک قول ہے جو تمام اختلافات اٹھا دیتا ہے۔ وھو ھذا:

ھو فی ظھر ملک یسیر الی این سار النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

"حوض کوثر ایک فرشتہ کی پشت پر ہے جہاں حضور ﷺ تشریف لے جائیں وہ ساتھ ساتھ ہوگا"۔

اور **کالحمم** کا ترجمہ اگرچہ کوئلہ صحیح ہے لیکن اس میں دوسرے لغت **فحم** ہے۔ دونوں میں یہ فرق ہے کہ لکڑی جل کر جو رہتا ہے اسے **فحم** کہتے ہیں اور **فحم** کے بعد جو بنتا ہے اسے **حمہ** کہتے ہیں۔ جس کا اردو میں صحیح محاورہ راکھ ہو سکتا ہے۔ اور **حمہ** بکسر الحاء اس گرم پانی کو کہتے ہیں جو چشمہ سے نکلتا ہے اور خارش وغیرہ کے مریض اس کے غسل سے صحت پاتے ہیں۔ حدیث میں ارشاد ہے:

العالم کالحمۃ یتجنب عنھا القرباء ویتقرب الیھا البعداء۔

"عالم مثل گرم چشمہ کے ہے قریب والے اس سے علیحدہ رہتے ہیں اور دور رہنے والے اس سے تقرب حاصل کرتے ہیں"۔

اور اس بیت میں اس حدیث کی طرف بھی اشارہ ہے۔ جو فرمایا:

ان بعض عصاۃ المومنین یدخلون النار ویحترقون فیھا قدر ذنوبھم فیخرجون منھا فیلقون فی نھر الحیاۃ وفی روایۃ فیصب علیھم ماء الحیاۃ فیذھب السواد عنھم ویظھر البیاض

"بعض گنہگاران امت جہنم میں داخل ہوں گے اور اپنے گناہ کی مقدار جلیں گے پھر وہ نکالیں جائیں گے اور نہر حیات میں ڈالے جائیں گے۔ ایک روایت میں ہے ان پر ماء الحیات ڈالا جائے تو جو سیاہی آگ سے آچکی تھی وہ جاتی رہے گی اور بیاض ظاہر ہو"۔ **ھذا من فضل ربنا الفیاض**

حاصل معنی یہ ہوئے کہ قرآن کریم کی آیات بینات عرصات محشر میں گنہگاران امت کی شفاعت کریں گی اور حوض کوثر سے ان گنہگاروں کو شفا حاصل ہوگی جو جہنم سے نکالے گئے ہوں گے۔ اور ان کے چہرے سفید ہو جائیں گے۔ جنت میں داخل ہونے سے پہلے۔

اور اس بیت میں اس حدیث کی طرف بھی اشارہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

القران شافع مشفع وماحل مصدق فان من جعله امامه اوصله الى الجنه ومن جعله خلف ظهر ساقه الى النار

"یعنی قرآن کریم مرتکب صغائر و کبائر کا بروز قیامت شافع و مشفع ہے اور جو اس کی تلاوت کرے اور اس پر عمل کرے اس کے درجات بڑھا کر جنت پہنچاتا ہے۔ اور جو قرآن پڑھے اور عمل نہ کرے اسے جہنم کی طرف دھکیلتا ہے"۔

مولای صلِّ وسلم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلهم

۱۶۲

وَكَالصِّرَاطِ وَكَالْمِيزَانِ مَعْدِلَةً
فَالْقِسْطُ مِنْ غَيْرِهَا فِي النَّاسِ لَمْ يَقُمِ

حل لغات: وکالصراط، اور یہ قرآن مثل پل صراط کے ہے۔ وکالمیزان، اور مثل میزان عدل کے ہے۔ معدلة، عدل کرنے کے لیے۔ فالقسط، از قسط یقسط بمعنی عدل، پس عدل۔ من غیرھا، اس کے غیر سے۔ فی الناس، لوگوں میں۔ لم یقم، تحقق نہیں ہوسکتا۔

ترجمہ: قرآن کی آیتیں انصاف ظاہر کرنے کے لیے مثل میزان یا پل صراط کے ہیں اور اس کے بغیر لوگوں میں عدل وانصاف قائم نہیں رہ سکتا۔

شرح: صراط چونکہ موصل الی المطلوب (محبوب تک پہنچانے والی) اس اعتبار سے قرآن کریم کو صراط سے تشبیہ دی کہ یہ بھی موصل الی المطلوب ہے۔ اور پل صراط کی تحقیق میں علامہ خرپوتی فرماتے ہیں:

والصراط جسر ممدود على متن جهنم يعبره الاولون والآخرون من

المؤمنین والکفار والنبی علیه السلام قائم علیه قائلا یا رب سلم سلم وهو ادق من الشعرة و احد من السیف والناس فی جوازه متفاوتون۔

"پل صراط ایک پل ہے جو جہنم کے اوپر ہے اور اولین وآخرین مومنین وکفار اس پر سے عبور کریں گے۔ اور ہمارے حضور ﷺ اس پر جلوہ فرما ہوں گے اور آپ کی زبان مبارک پر یا رب سلم سلم کی صدا ہوگی۔ یہ پل بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا۔ اور لوگ اس پر سے گزرنے میں متفاوت الحال ہوں گے"۔

بعض لوگوں سے مروی ہے کہ یہ پل بال سے زیادہ باریک ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ مثل ایسے جنگل کی ہے کہ گزرنے والا گزر جائے گا اور دوسرے کو اس کی خبر بھی نہ ہوگی۔

اور پل صراط سے تشبیہ کی ضرورت اس بیت مبارک میں رد معتزلہ کی غرض سے ہے۔ کہ وہ پل صراط کے قائل نہیں، وہ کہتے ہیں کہ ایسی صفت کے پل سے عبور ناممکن ہے اور ایسے پل صراط کی تخلیق عبث ہے۔ جس پر سے گزرنا ناممکن ہو اور اگر ممکن بھی ہو تو یہ تعذیب للمومنین والانبیاء ہے۔

اس کا رد اہل سنت کی طرف سے یوں ہے کہ گزر ممکن ہے اس لیے کہ قدرت الٰہیہ سے بعید نہیں۔ انبیاء ومؤمنین اس کی قدرت سے اس پر بلا تعب گزریں گے۔ اور میزان عبارت ہے اس چیز سے جس کے ذریعہ اعمال کا موازنہ ہو۔ اور اس کی حقیقت کے ادراک سے عقل قاصر ہے اور وزن اعمال کی شان یہ ہوگی کہ عمل حسن کو اجسام نوری عطا ہوں گے اور اعمال بد کو اجسام ظلمانیہ مل جائیں گے۔

اور فالقسط میں لفظ قسط قسط یقسط سے ماخوذ ہے جو نصر ینصر سے ہے اس کے معنی عدل کے ہیں۔ اور قسط قسط یقسط جلس یجلس کے وزن پر اگر ہو۔ اس کے معنی جور وظلم کے ہیں۔ تو یہاں قسط نصر ینصر سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی عدل کے ہیں۔

یہ لغات اضداد میں سے ہے۔ روایت ہے کہ حجاج نے حضرت سعید بن جبیر کو بلا کر پوچھا: کیف تعلمنی یا سعید "تم مجھے کیسا جانتے ہو"۔ آپ نے فرمایا: انک قاسط

عادل۔ "تو قاسط عادل ہے"۔ اہل جلسہ تو خوش ہو گئے اور حجاج نے کہا نہیں انہوں نے مجھے قاسط بمعنی جائر و ظالم کہا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔ وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا (1) اور عادل کہہ کر انہوں نے عادل عن الحق اور منصرف بالصدق کہا ہے۔ غرض کہ اس قسم کے لغات ذو معنی ہوتے ہیں۔ موافق مخالف معنی ادنی تغیر پر بن جاتے ہیں۔

فی الناس میں ناس کا مخصوص استعمال یوں فرمایا کہ ناس نسیان سے ماخوذ ہے۔ اور چونکہ انسان بھولنے چوکنے کا خوگر ہوتا ہے۔ اس لیے یہی لفظ یہاں موزوں تھا۔ اسی طرح انسان انس سے ماخوذ ہے چنانچہ کسی شاعر کا قول ہے:

وما سمیٰ الانسان الا لانسه ولا القلب الا انه یتقلب

"انسان کا نام انسان اس کے انس کی وجہ میں رکھا گیا اور قلب کو قلب اسی لیے کہا کہ یہ منقلب ہوتا رہتا ہے تو حاصل معنی بیت یہ ہوئے کہ

آیات بینات تمیز حق میں ظلمات ضلالت سے مثل صراط مستقیم ہیں۔ اور جہت عدالت میں مثل میزان۔ اگر دنیا میں فیصلہ کی حاجت ہو تو لوگوں میں سوا اس قرآن کریم کے کسی اور فیصلہ پر حق و عدالت قائم ہی نہیں رہ سکتی۔ اس لیے کہ مسلمان بلکہ انسان کا قیام بلا عدالت و انصاف مشکل اور عدالت کا قیام بغیر شریعت محال اور شریعت کا قیام بلا عمل بالقرآن ناممکن۔ تو نتیجہ صاف ہے کہ قرآن بغیر عدالت ناممکن۔

مولای صلِّ وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلهم

(۵۳)

لَا تَعْجَبَنْ لِحَسُوْدٍ رَّاحَ يُنْكِرُهَا

تَجَاهُلًا وَّهُوَ عَيْنُ الْحَاذِقِ الْفَهِمِ

حل لغات: لا تعجبن، صیغہ نہی بانون خفیفہ، نہ ہو تجھے تعجب۔ لحسود، حاسد سے۔ راح، جو ہو گیا ہے۔ ینکرھا، انکار کرنے والا۔ تجاھلا، دانستہ جہالت کرنا، جان بوجھ کر جہالت کرنے سے۔ وھو، اور وہ۔ عین، نفسانیت سے۔ الحاذق، ماہر۔ الفھم، اور کثیر

1۔ اور جو بے راہ ہیں دوزخ کا ایندھن ہیں۔

الفہم ہے۔

ترجمہ: اگر حاسد دانا اور سمجھ دار ہو کر دیدہ و دانستہ منکر قرآن اور مخالف فضائل رسول ہو تو اس انکار کرنے پر تو تعجب نہ کر۔

شرح: باوجودیکہ قرآن کریم حاوی منافع دینی و دنیوی ہے۔ اور گوناگوں فضائل و اعجاز پر مشتمل ہے۔ مگر بایں ہمہ اگر کوئی حاسد تجاہل عارفانہ کر کے ان کا انکار کرے تو تو ہرگز تعجب نہ کر اس لیے کہ اس کی وجہ آئندہ شعر میں فرماتے ہیں:

قَدْ تُنْكِرُ الْعَيْنُ ضَوْءَ الشَّمْسِ مِنْ رَّمَدٍ
وَّيُنْكِرُ الْفَمُ طَعْمَ الْمَآءِ مِنْ سَقَمٖ ۱۰۲

حل لغات: قد، حرف تحقیق ہے۔ مضارع پر آ کر "کبھی" کے معنی دیتا ہے۔ کبھی۔ تنکر، انکار کر دیتی ہے۔ العین، آنکھ۔ ضوء الشمس، سورج کی روشنی کا۔ من رمد، آشوب چشم سے۔ وینکر، اور کبھی انکار کر دیتا ہے۔ الفم، منہ۔ طعم الماء، پانی کے ذائقہ کا۔ من سقم، بیماری کی وجہ سے۔

ترجمہ: کبھی آنکھ آشوب کے باعث ضوء الشمس (سورج کی روشنی) دیکھنے سے قاصر ہو جاتی ہے۔ اور کبھی منہ پانی کا ذائقہ بتانے سے بیماری کی وجہ سے قاصر ہو جاتا ہے۔

شرح: قد تنکر کے بعد ضوء الشمس کی بجائے نور الشمس نہ کہنے کا سبب ظاہر ہے کہ ضوء اپنی ضیاء میں نور سے زیادہ قوی ہوتی ہے بلکہ اتم نور کو ضوء کہا جاتا ہے۔ نور ایک کیفیت ظاہر بنفسہا اور مظہر لغیرھا ہے۔ اور ضیاء اس سے قوی درجہ کا نام ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا (1) یہاں شمس کے ساتھ ضیاء اس لیے فرمایا کہ وہ ظاھر بنفسہ اور مظھر لغیرہ ہے کہ چاند اس سے مستنیر ہے۔ اور چاند چونکہ اس سے ادنیٰ ہے لہٰذا اس کے لیے نور استعمال کیا گیا۔

ہو سکتا ہے کہ یہ اعتراض کوئی پیش کرے کہ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (2) میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو نور فرمایا جو ثابت کر رہا ہے کہ نور اقوی علی الاطلاق ہونا چاہیے لیکن

1۔ وہی ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو نورانی بنایا۔ 2۔ اللہ نور ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔

یہ وہ کہہ سکتا ہے جو تفاسیر کے مطالعہ سے محروم ہو یہاں نور السموات کے معنی ہی منور السموت والارض ہیں۔ (آسمانوں اور زمین کو روشن کرنے والا)

تو اب خلاصہ بیت واضح ہے کہ جس طرح آنکھ بسبب آشوب روشنی کو پسند نہیں کرتی اور جس طرح منہ بسبب مرض آب شیریں کے ذائقہ کو برا جانتا ہے۔ اسی طرح کفار و مشرکین و منافقین بسبب فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا (1) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل عجیبہ و خصائل پسندیدہ کو برا دیکھتے اور اپنے مرض کو اس کی علت نہ جانتے ہوئے صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ (2) ہو رہے ہیں۔

سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی
تجھ سے اور جنت سے کیا نسبت وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی
لا و رب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی
قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی

يَا خَيْرَ مَنْ يَّمَّمَ الْعَافُوْنَ سَاحَتَهٗ
سَعْيًا وَّفَوْقَ مُتُوْنِ الْاَيْنُقِ الرُّسُمِ

حل لغات: یا خیر، اے بہترین۔ من، ان لوگوں کے۔ یمم، کہ قصد کرتے ہیں۔ العافون، جمع رزق یا کسی چیز کا طلب کرنا، حاجت مند۔ ساحتہ، کشادگی صحن، ان کی کشادہ دلی سے۔ سعیاً، دوڑتے ہوئے۔ وفوق، اور اوپر۔ متون، پیٹھوں۔ الاینق، ناقوں۔ الرسم، طاقت وروں کے۔

1۔ ان کے دلوں میں بیماری ہے تو اللہ نے ان کی بیماری بڑھادی۔
2۔ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں سو یہ اب رجوع نہ کریں گے۔

ترجمہ: اے بہترین ان کے جن کے گھروں پر حاجت مند لوگ دوڑتے ہوئے اور مصیبت زدہ لوگ سانڈنیوں پر سوار ہو کر حاضر ہونے کا عزم کرتے ہیں۔

شرح: پہلے اشعار میں طرز کلام غائبانہ تھا۔ اب جب کہ غایت اشتیاق نے بیتاب کر دیا تو یہ تصور کر کے کہ میں حضور ﷺ کے حضور میں حاضر ہوں اور دست بستہ عرض کر رہا ہوں کہتے ہیں اے خیر المعطی! تمہارے در پر سائل اپنی امیدیں لے کر پیادہ پا اور سانڈنیوں پر سوار ہو کر تمہارے آستانہ پر نیل مراد کے لیے حاضر ہو رہے ہیں۔ نظائر پہلے اشعار میں آ چکے اور آئیں گے۔

لب وا ہیں آنکھیں بند ہیں پھیلی ہیں جھولیاں
کتنے مزے کی بھیک ترے پاک در کی ہے
آباد ایک در ہے ترا اور ترے سوا
جو بارگاہ دیکھیے غیرت کھنڈر کی ہے
گھیرا اندھیریوں نے دہائی ہے چاند کی
تنہا ہوں کالی رات ہے منزل خطر کی ہے
یاب عطا تو یہ ہے جو بہکا ادھر ادھر
کیسی خرابی اوس نگھرے دربدر کی ہے

فصل عاشر -- معراج کا بیان

وَمَنْ هُوَ الْاٰيَةُ الْكُبْرٰى لِمُعْتَبِرٍ
وَّمَنْ هُوَ النِّعْمَةُ الْعُظْمٰى لِمُغْتَنِمٍ

حل لغات: ومن ھو، بمعنی یامن (اے وہ ذات) اور کون وہ۔ الایۃ الکبریٰ، وہ جو سب سے بڑی نشانی ہے۔ لمعتبر، یعنی لمستدل علی الحق، از عبرت نصیحت پکڑنا۔ عبرت حاصل کرنے والا۔ نصیحت لینے والے کے لیے۔ ومن ھو، اور اے وہ ذات مقدس۔ النعمۃ، جو نعمت۔ العظمیٰ، اعظم باعظمت۔ عظمیٰ ہے۔ لمغتنم، صیغہ فاعل از اغتنام غنیمت سمجھنا بہتر جاننا، غنیمت جاننے والے کو۔

ترجمہ: اے وہ ذات مقدس جس کا وجود باجود عبرت حاصل کرنے والے کے لیے بڑا نشان ہے اور جس کا مبعوث ہونا غنیمت جاننے والے کے لیے بڑی نعمت ہے۔

شرح: یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدس منصف اور قبول ہدایت کرنے والے کے لیے آیت کبریٰ ہے۔ اور قدر و منزلت سمجھنے والے کے لیے نعمت عظمیٰ ہے۔ اور نعمت عظمی بھی دنیا و آخرت دونوں کے لیے۔ اس واسطے کہ نعمت دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک نعمت المنافع جیسے صحت بدن من عافیت تلذذ بالمطاعم والمشارب (1) اور مناکح۔ دوسری نعمت دفع ضرور من الامراض والبلا و شدائد و فقر (2)۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دونوں شانیں ہیں۔ صحت جسمانی طریق معاش اکل وشرب کے اصول حفظان صحت کے قواعد زن وشوہر کے تعلقات۔ سب کی تعلیم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملی۔ اور دوسری قسم کی نعمت بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل ہے۔ دفع ضرر دفع بلا اور شدائد فقر وغیرہ میں تعلیم صبر۔

ارباب تصوف کے نزدیک نعمت چھ ہیں:

1۔ امن، عافیت اور کھانے پینے کی چیزوں کی لذت وغیرہ۔

2۔ بیماریوں اور بلاؤں کے نقصان کو دور کرنا۔

اول نعمت نفس ہے کہ اس کے مقابلہ میں طاعت واحسان کیا جائے اور نفس منقلب ہو۔

دوم نعمت قلب ہے کہ وہ یقین وایمان ہے اور اس میں قلب منقلب ہو۔

سوم نعمت روح ہے کہ وہ خوف ورجا ہے اور اس میں وہ منقلب ہو۔

چہارم نعمت۔ عقل ہے کہ وہ حکمت وبیان ہے اور اس میں وہ منقلب ہو۔

پنجم نعمت معرفت ہے وہ ذکر اور قرآن ہے اور اس میں وہ منقلب ہو۔

ششم نعمت محبت ہے وہ الفت ومواصلت ہے۔ اور امن من الھجران ہے اور اس میں منقلب ہو۔

اور یہاں نعمت سے مراد منعم بہ ہے اس لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نعمت عظمیٰ ہیں کہ تمام مخلوق کے لیے رحمت ہیں اور اس قدر نعمتیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صادر ہوئیں کہ ان کے انواع کا احصاء (شمار) نہیں ہوسکتا۔ اور اسی طرح آیۃ کبریٰ ہونا بھی واضح ہے کہ آپ کی ذات اقدس اکمل الموجودات ہے۔ اور اس بیت میں اور اس سے پہلی بیت میں حکمت معراج کی طرف بھی اشارہ ہے۔ کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس لیے ہوئی۔ وہ یہ ہے کہ ملأ اعلیٰ میں مخاصمہ ومناظرہ چار مسائل پر ایک ہزار برس تک رہا، لیکن فیصلہ نہ ہوسکا۔ جب حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو ملائکہ سمجھے کہ یہ مشکلات اسی ہستی پاک کے ذریعہ حل ہو سکیں گی۔ چنانچہ ملائکہ نے بہ تضرع درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کو مقام قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (1) پر مدعو کیا اور فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى (2) کے امتیاز خاص سے نوازا۔

لامکان سے ہے مکاں تک یہ صدا آج کی رات

آتے ہیں صاحب لولاک لما آج کی رات

اس مقام قرب کے بعض خاص رازوں میں سے ایک یہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

رایت ربی فی احسن صورۃ فقال یا محمد فیم یختصم الملأ الاعلیٰ

1۔ اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

2۔ اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو وحی فرمائی۔

فقلت انت تعلم فوضع یده بین کتفی فوجدت بردها بین ثدیی۔ ثم قال یا محمد هل تدری فیم یختصم الملأ الاعلی فقلت نعم فی الکفارات والمنجیات والدرجات والمهلکات قال صدقت یا محمد ثم قال یا ملائکتی وجدتم حلال المشکلات فاسالوا اشکالکم فقال اسرافیل ما الکفارات فقال علیه السلام اسباغ الوضوء فی المکاره والمشی بالاقدام الی الجماعة و انتظار الصلوٰة بعد الصلوٰة ثم قال میکائیل وما الدرجات فقال اطعام الطعام وافشاء السلام والصلوٰة باللیل والناس نیام ثم قال جبرئیل وما المنجیات فقال خشیة الله فی السر و العلانیة والقصد فی الفقر و الغنی والعدل فی الغضب والرضیٰ ثم قال عزرائیل وما المهلکات فقال شح مطاع وهوی متبع واعجاب المرء بنفسه فقال الله تعالیٰ فی کل ذالک صدق۔ کذا ذکره فی البریقة شرح الطریقة۔

"میں نے اپنے رب کو احسن صورت میں دیکھا مجھے فرمایا: اے محبوب! وہ کون امور ہیں جن میں ملأ اعلیٰ جھگڑ رہے ہیں۔ میں نے عرض کی: الٰہی! تو ہی جانتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ید بے مثال میرے دونوں شانوں کے مابین رکھے۔ ان کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینہ میں پائی۔ پھر فرمایا: اے محبوب! اب جانتے ہو کہ کن امور میں ملأ اعلیٰ مخاصمہ کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی: ہاں کفارات ومنجیات ودرجات ومہلکات میں جھگڑ رہے ہیں۔ تو جناب باری نے فرمایا: سچ فرمایا تم نے اے محبوب! پھر فرمایا: اے میرے فرشتو! اب تم نے مشکل کشائے مشکلات کو پالیا۔ اب اپنی مشکلات ان سے حل کر لو۔

تو پہلے حضرت اسرافیل نے عرض کی: حضور! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفارات کیا ہیں یعنی وہ کون سے کام ہیں جن سے اللہ تمام گناہ معاف فرما دے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مصیبت وتکلیف کے وقت وضو پورا کرنا اور جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے پیروں سے چل کر جانا اور جماعت کے بعد دوسری جماعت کا منتظر رہنا۔ پھر حضرت میکائیل نے عرض کی: حضور! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درجات میں بلندی ہونے کے کیا کام ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ واسطے کھانا

کھلانا اور سلام عام کرنا اور رات میں نماز پڑھنا جب کہ لوگ سو رہے ہوں۔

پھر جبرئیل نے عرض کی: حضور! منجیات یعنی عذاب سے نجات دلانے والے کون سے کام ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خوف الٰہی پوشیدہ اور علانیہ اور قصد فقر و غنی میں اور عدل غضب و رضا میں۔ پھر عزرائیل نے عرض کی: انسان کو ہلاک کرنے والے کون سے کام ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: متکبر مغرور مطاع اور لالچ کا پیروکار اور اپنے آپ پر اترانے اور گھمنڈ کرنے والا۔ پھر جناب باری کی طرف سے ارشاد ہوا: تمام جوابوں میں ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا۔ ایسا ہی بریقہ شرح طریقہ میں ہے"۔

سَرَیْتَ مِنْ حَرَمٍ لَیْلًا اِلٰی حَرَمٍ
کَمَا سَرَی الْبَدْرُ فِیْ دَاجٍ مِّنَ الظُّلَمِ (۱۰۷)

حل لغات: سریت، ماضی مخاطب از سریٰ۔ شب کی سیر۔ رات میں سیر فرمائی آپ نے۔ من حرم، حوالی کعبہ، حرم سے۔ لیلاً، تھوڑی سی رات میں۔ الی حرم، مقدس مقام تک۔ کما سری، جس طرح سیر کرتا ہے رات میں۔ البدر، چاند۔ فی داج، اصل میں داجی تھا۔ دجو سے بمعنی سیاہ۔ سیاہی میں۔ من الظلم، از ظلمت تاریکی، شب کی تاریکی سے۔

ترجمہ: حضور! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے رات میں سیر فرمائی حرم سے حرم تک جیسے چاند سیاہی میں سیر کرتا ہے اندھیری رات سے۔

شرح: سیر حرم الی الحرم کی شان سوائے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی نبی کو حاصل نہیں ہوئی بلکہ یہ رتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے ساتھ مختص ہے۔ اور سریت صیغہ مخاطب کے ساتھ جو بیت میں ہے۔ یہ سریٰ سے ہے۔ اور اسراء لغت میں رات کی سیر کو کہتے ہیں۔ اور وہ سیر جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبل ہجرت فرمائی جسے معراج کہتے ہیں وہ بجسد و روح تھی۔ قرآن کریم میں سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا سے یہی ثابت ہے۔ اس لیے کہ عبد ایسا اسم ہے جو روح اور جسد دونوں پر استعمال ہو سکتا ہے۔ اگر جسم بلا روح ہو تو عبد نہیں کہہ سکتے اور روح بلا جسم ہو تو عبد کہنا جائز نہیں۔ شیخ اکبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان معراجه عليه السلام اربع وثلاثون مرة واحد بالجسد والباقى بروحه رويا راها قبل النبوة۔

"حضور ﷺ کو معراجیں چونتیس بار ہوئیں ان میں سے ایک مع جسم کے ہوئی اور باقی روحانی ہوئیں جو خواب تھے کہ قبل اظہار نبوت ملاحظہ فرمائے"۔

اس روایت سے مخالفین کے تمام اعتراضات اٹھ جاتے ہیں اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث جس میں آپ نے فرمایا ہے: واللّٰہ مافقد جسد النبی صلی اللہ علیه وسلم بل عرج بروحه اس کی بھی تطبیق ہو جاتی ہے۔ کہ جس معراج کی بابت حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرما رہی ہیں۔ وہ ان میں سے ہی کوئی معراج ہوگی جو تینتیس بار ہوئیں۔

اور من حرم سے مراد حرم کعبہ ہے شرفھا اللہ تعالیٰ صاحب درر فرماتے ہیں:

اعلم ان البيت لما كان معظما مشرفا جعل له حصن وهو مكة وحمیٰ وهو الحرم

"بیت اللہ شریف جب کہ معظم و مشرف ہوا تو اس کے لیے قلعہ کیا گیا مکہ معظمہ کو اور اس کا محافظ حرم کے لیے بھی حرم مقرر ہوا اور وہ مواقیت ہیں۔ یہاں تک کہ جو میقات حرم پر پہنچ جائے اسے بلا احرام داخل ہونا ناجائز ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے کہ حد حرم جہت مدینہ منورہ سے تین میل پر ہے۔ اور طریق عراق سے سات میل اور براستہ جعرانہ 9 میل اور طائف کی طرف سے سات میل جدہ سے دس میل ہے۔ اور یہ سیر معراج چونکہ بیت ام ہانی بنت ابی طالب سے ہوئی اور وہ حرم میں ہے۔ اس لیے سریت من حرم صحیح ہے۔ اور لیلاً میں جو تنوین ہے یہ بعضیت پر چونکہ خود دال ہے۔ اس لیے اس کی تشریح کرنا زائد تھا۔ اس واقعہ عجیبہ کو رجب المرجب کی ستائیسویں شب دوشنبہ کے روز علی التواتر بتاتے ہیں۔ اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا زبردست واقعہ اگر دن میں ہوتا تو کسی قسم کا اشکال باقی نہ رہتا اور مخالفین کو طعن کا موقع بھی نہ ملتا لیکن اس سیر کو رات کے ساتھ مخصوص کرنے میں کیا حکمت تھی۔ اس کا جواب علامہ خرپوتی رحمہ اللہ چار طرح دیتے ہیں، فرماتے ہیں:

(۱) اجیب عنه بانه انما جعل ليلا تمكينا لتخصيص لمقام المحبة لانه تعالىٰ اتخذه عليه السلام حبيبا و خليلا و الليل اخص زمان الجمع المحبين فيه و الراحة فى الخلوة متحققة بالليل۔

''رات مقام محبت میں مخصوص ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اپنا حبیب بنایا اور رات جمع محبین کے لیے زمانہ اخص ہے اور تخلیہ جو رات کا ہے وہ دن میں نہیں۔ اس لیے حضور ﷺ کی محبوبیت کا اقتضاء یہی تھا کہ یہ سیر رات کو ہوتی''۔

(۲) قال بعض الفضلاء لعل تخصيصه بالليل ليزداد الذين امنوا ايمانا بالغيب و ليفتتن الذين كفروا زيادة على فتنتهم اذ اليل اخفى حالا من النهار۔

''بعض فضلاء نے فرمایا شاید کہ اس سیر کے لیے رات کا مخصوص کرنا اس لیے ہو کہ ایمان والوں کے ایمان بالغیب میں زیادتی ہو اور کافروں کے اندر فتنہ بڑھے اس لیے کہ رات دن کے مقابلہ میں ہر معاملہ کو مخفی رکھتی ہے''۔

(۳) وقيل حكمته انه افتخر النهار على الليل بالشمس فقيل لا تفتخر ان كان شمس الدنيا تشرق فيك فسيعرج شمس الوجود فى الليل الى السماء

''بعض نے کہا کہ معراج رات میں ہونے کی یہ حکمت ہے کہ دن نے رات پر فخر کیا تھا تو اسے کہا گیا کہ تو اتنا فخر نہ کر۔ اگر شمس دنیا تیرے اندر اشراق کر رہا ہے تو عنقریب شمس وجود رات میں آسمانوں کی طرف چڑھایا جائے گا''۔

(۴) قال بعض اهل المعارف حكمته انه لما محى الله اية الليل وجعل اية النهار مبصرة كان الليل محزونا و منكسرا فكان الاسراء بمحمد عليه الصلوٰة والسلام فى الليل للعدالة۔

''بعض اہل عرفان فرماتے ہیں کہ رات کی معراج میں یہ حکمت ہے کہ رات کی نشانیاں جب اللہ تعالیٰ نے محو فرمائیں اور دن کی نشانیاں روشن کیں تو رات محزون ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اکبر آیات یعنی معراج کے ساتھ رات کو روشن کر کے دونوں میں مظاہرہ عدل فرمایا''۔

'ور الی حرم سے مراد مسجد اقصیٰ ہے۔ اس پر اطلاق حرم بوجہ احترام کیا گیا۔

اب عقیدہ مسئلہ معراج کے متعلق یہ ہے کہ حضور ﷺ کی معراج مع الجسم والروح مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک قطعی اذعانی یقینی ہے اور جو اس سے منکر ہو وہ کافر ہے بلا اختلاف ائمہ اربعہ۔ لیکن مسجد اقصیٰ سے سمٰوٰت علیٰ تک کی معراج کا جو منکر ہے اس کے کفر میں اختلاف ہے۔ اب خلاصہ مفہوم بیت یہ ہوا کہ ناظم فاہم رحمہ اللہ حضور ﷺ کو مخاطب کر کے دربار رسالت ﷺ میں عرض کر رہے ہیں کہ حضور! ﷺ آپ ایک رات میں حرم شریف سے حرم محترم مسجد اقصیٰ تک آناً فاناً میں تشریف لے گئے باآنکہ اس حرم سے اس حرم کے مابین بعد مسافت چالیس روز کے سفر کی ہے لیکن حضور! ﷺ آپ اس سرعت کے ساتھ سیر فرماتے ہوئے تشریف لے گئے جیسے چاند تاریکی کے پردوں میں نہایت تابانی کے ساتھ سیر کرتا چلا جاتا ہے۔ چنانچہ آگے فرماتے ہیں:

وَبِتَّ تَرْقٰی اِلٰی اَنْ نِلْتَ مَنْزِلَةً
مِنْ قَابَ قَوْسَیْنِ لَمْ تُدْرَکْ وَلَمْ تُرَم

حل لغات: و، برائے عطف، اور۔ بت، ماضی مخاطب از بیتوتۃ بمعنی صرت فی اللیل ہوئے۔ تم رات میں۔ ترقی، بمعنی تصعد، کہ چڑھے۔ الی ان، یہاں تک کہ۔ نلت، ماضی مخاطب، از نیل، پہنچے تم۔ منزلۃ، الی منزل منزلۃ، اس منزل تک۔ من قاب، کہ مقدار۔ قوسین، دو چلہ کمان کے۔ لم تدرک، تلک المنزلۃ احد من الانسان والملائکۃ، کہ نہیں پا سکتا کوئی اس منزل کو۔ ولم ترم، ای لم یطلب تلک المنزلۃ احد غیرک، اور نہ خواہش کر سکتا ہے۔

ترجمہ: اور رات میں چڑھتے آپ یہاں تک کہ اس منزل پر پہنچے جس منزل تک انسان و ملک نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس منزل تک پہنچنے کی آرزو کر سکتا ہے۔

شرح:

تن تن کے کھڑے ہوتے ہیں کیوں سرو چمن آج
دکھلاتے ہیں کیوں جوبن و گل تازہ پھبن آج

کیوں بدلی ہیں پھولوں نے قبا رنگ برنگی
کیوں شوخی پہ ہیں گلبن و نسرین و سمن آج

مرغان چمن لحن عرب گا رہے ہیں کیوں
کیا ہے کوئی سلطان عرب سایہ فگن آج

بلبل ہے کہیں نغمہ مستانہ کی سرمست
طوطی ہے کہیں مست مئے حب یمن آج

گل مست مئے شوق ہیں کر چاک گریباں
سرمست ہیں کس شوق میں خوبان ختن آج

پھیلائے ہوئے چادر انجم کو ہے کیوں چرخ
ہاتھوں میں لیے کیوں ہے کھڑا عقد پرن آج

کیوں روح الامیں آج ہیں مست مئے مکہ
مکے سے چلی آئی ہے کیوں باد امن آج

کیوں امڈی چلی آتی ہیں رحمت کی گھٹائیں
کیوں لگ رہی عالم میں ہے رحمت کی جھڑن آج

ہے کس کی شب وصل کہ گلشن ہی نہیں ایک
جوبن نیا دکھلاتے ہیں بن بن کے جوبن آج

قوسین عروج اور نزول اتنی ہوں نزدیک
سمجھے نہ کوئی ان کے سوا بہتر سخن آج!

ہو نسخۂ امکاں سے عیاں معنی توحید
ہو جائے متن شرح بنے شرح متن آج

چونکہ معتزلہ کے نزدیک مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک معراج ہوئی اور اس کے آگے کو وہ تسلیم نہیں کرتے تو اس کا رد کرنے کے لیے اس بیت مبارک میں ناظم قاہم رحمہ اللہ نے وبت ترقی الی ان نلت منزلۃ فرمایا۔ اور بعض نسخوں میں بت کی جگہ ظلت ترقی بھی

آیا ہے۔ لیکن دونوں کے معنی صرت ہی ہیں۔ اور قاب قوسین سے حقیقی مراد کمال قرب ہے۔ اس لیے کہ عادت عرب یہی تھی کہ جب دو امیر یا دو خلیفہ باہمی مصالحت کرتے اور معاہد بنتے تو اپنی اپنی کمان نکال کر اس کی قوس باہمی ملا دیا کرتے تھے۔ جس سے ایک دائرہ بن جاتا تھا اور اس دائرہ سے وہ منتہاء وداد و رابطہ تعبیر کرتے۔ اور اس حدیث کی طرف بھی اس بیت مبارک میں اشارہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عرج بی جبرائیل الی سدرة المنتهیٰ ودنیٰ الجبار رب العزة فتدلیٰ حتیٰ کان منه قاب قوسین او ادنیٰ فاوحی الیه ربه ما اوحی۔

"مجھے چڑھایا گیا مع جبریل کے سدرۃ المنتہیٰ تک۔ پھر قرب جبار رب العزت حاصل ہوا حتی کہ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى (1) کا درجہ ملا اور فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى (2) کا تخلیہ حاصل ہوا۔

اور اگر آیہ کریمہ سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا (3) کو نظر غائر دیکھیے تو کچھ اور ہی جلوے نظر آرہے ہیں۔ ربودن و رفتن میں جو فرق ہے وہ مہر نیمروز سے زیادہ واضح ہے۔ یہ ایسا نازک مقام ہے کہ یہاں عقل کا کام نہیں عقل علوی باآواز کہہ رہی ہے او دل بے خبر! ہوش کی دوا کر۔ آپے کو سنبھال تیری کیا مجال جو اس حیرت انگیز سفر کی حقیقت کا ادراک کر سکے۔ خبردار! حد سے آگے قدم نہ ڈال۔ تیرا منہ ہے کہ تو بولے یہ سرکاروں کی باتیں ہیں۔

یہ رات وہ رات ہے کہ آفتاب عالمتاب بھی اس سے کسب ضیاء کر رہا ہے۔ جب تو اس کے پرتو کے مقابل پڑے تو تجھے معلوم ہو کہ تیرا وجود کیا ہے۔ بڑے بڑے مہر جمال اپنی نگاہیں نیچے کیے حیرت جلوہ گری بنے کھڑے ہیں۔ اس کی ادنیٰ تابش ذروں کو چمکاتی عالم کو روشن بناتی ہے۔ اللہ رے ہجوم تجلی کہ قمر نے رات بھر نکلنے کی جگہ نہ پائی۔ وادی طور میں جس

1۔ دو ہاتھ کا فاصلہ بلکہ اس سے بھی کم۔

جلوہ پر ہزاروں پردے تھے آج وہ بے نقاب ہے وہ محبوب جس کی ایک جھلک نے جناب کلیم کو بے خود کیا تھا اس رات بے حجاب ہے۔

اس کے جلوے کا تو کیا کہنا مگر دیکھنے والے کو دیکھا چاہیے

سکان بالا کا دماغ عالم بالا پر ہے۔ جگہ جگہ مشتاقوں کا ہجوم آمد آمد کی دھوم، ایک منتظر سر جھکائے، ایک ہجوم شوق میں نقد ہوش گمائے، کوئی مایۂ دل نثار کرنے کو حاضر، کوئی متاع جان کی نچھاور لیے منتظر، کوئی کہتا ہے اپنی آنکھیں ان قدموں پر ملوں گا، کوئی کہہ رہا ہے آج دامن پر مچل مچل کر ایک ایک مراد لوں گا، کوئی مشتاق بادل بے تاب سر نیاز جھکائے کھڑا ہے اور کوئی سائل بادیدہ پرآب دست طلب پھیلائے پکار رہا ہے

نگاہ لطف کے امیدوار ہم بھی ہیں لیے ہوئے یہ دل بیقرار ہم بھی ہیں
ہمارے دست تمنا کی لاج بھی رکھنا! تیرے فقیروں میں اے شہریار ہم بھی ہیں

اللہ اللہ سمک (مچھلی) سے سماء (آسمان) تک ایک غلغلۂ شادمانی وطنطنۂ کامرانی بلند ہے۔ ذرہ ذرہ قطرہ قطرہ اپنی قسمت پر شاداں وخورسند ہے۔ زمین آسمان کے آگے جھک کر کہہ رہی ہے کہ آج تو جلوہ گاہ دلربائی ہے آسمان زمین پر قربان ہو کر کہہ رہا ہے کہ یہ دولت تیرے گھر سے پائی ہے۔

امیدوں کے غنچے چٹک کر مرادوں کے شادیانے بجا رہے ہیں، دلوں کے سوز چمک کر شوق کی مشعلیں جلا رہے ہیں۔

گلزار قدس کے مالی محبت کے پھولوں کی کشتیاں نذر کے لیے لائے ہیں۔ گلستان طریقت میں خلق عظیم کا لہکتا تختہ اپنی مہکتی کلیوں سے ہار گوندر ہا ہے۔ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (1) کا جھلکتا سہرا يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ (2) کا چمکتا گجرا تیار کر کے يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ (3) کی نچھاور کے ساتھ شان تزک واحتشام دکھا رہا ہے۔

ہاں یہ وہ وقت ہے کہ خدا کو بجود نبی ﷺ پر درود مداح کو جنت، جنت کو امت، امت

1۔ اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔ 2۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔
3۔ درود بھیجتے ہیں نبی پر۔

کو شفاعت، شفاعت کو وجاہت، فقیروں کو ثروت، ذلیلوں کو عزت، ضعیفوں کو قوت، حزینوں کو عشرت، آنکھوں کو نور، دل کو سرور، مجھ جیسے بے دست و پا کو لطف حضور حاصل ہوگا۔ وہ سہانی گھڑی خیر سے آرہی ہے کہ دارین کے دولہا کو شبستان والا سے مسجد اعلیٰ اور مسجد اعلیٰ سے بزم بالا اور بزم بالا سے مقصد والا تک لے جایا جائے گا۔ پائے سمک سے تاج سماء تک فرش خاک سے عرش پاک تک۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ کا ڈنکا بجے گا دونوں جہان میں ان کے نام کی دوہائی پھرے گی۔ مہر و ماہ پر سکہ جمے گا۔ نقیب سرکار جبریل باوقار منبر سدرہ پر مدح سلطان کا خطبہ پڑھے گا۔ عرش و فلک تلووں کی جھلک، نعلین مبارک کی چمک دیکھ کر سر جھکائیں گے اور کہیں گے

خاک درت بر سر ما تاج باد ہر شب عمرت شب معراج باد

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلهم

ماہ مبارک رجب المرجب کی ستائیسویں شب تھی کہ رسول ملائکہ مکین جبریل امین بحکم رب العالمین براق برق دم پری جمال گوہرین سم عنبرین ایال مرغزار جنت سے لے کر در دولت عرش منزلت پر آیا اور مجرا کیا۔

آیا براق برق رس لے برق بھی جس کے قدم
ہستی سے تا ملک عدم اس کی روش تھی ایک دم
تھا زم رو چوں موج یم گرمی میں بجلی اس سے کم
تھی شان رب ذو کرم اس کی روش اس کا چلن
توسن میں یہ قدرت کہاں صرصر میں یہ سرعت کہاں
آہو میں یہ جودت کہاں شہباز میں رفعت کہاں
جن میں ہے یہ طاقت کہاں یہ برق میں صولت کہاں
گھوڑوں کی یہ صورت کہاں پریوں کا منہ ریشم ساتن
لے شہ کو مرکب یوں اڑا دل لے کے جیسے دلربا
اور جوہری جوہر اٹھا پا کر مہوس کیمیا

لے کر خضر آب بقا گوہر کو لے کر شب چرا
لے کر اڑے جیسے صبا بوئے عنبر و یاسمن
صدر العلےٰ بالا چلا آقا چلا مولا چلا
عالی سوئے اعلےٰ چلا ماہ جہاں آرا چلا
وہ عرش کا تارا چلا اللہ کا پیارا چلا
پیاری ادا والا چلا حوریں تکیں جس کی پھبن
جب مرکب خیر الورےٰ بیت المقدس میں گیا
روح الامیں نے یہ کہا کیجئے نماز اس دم ادا
حاضر ہیں املاک السماء صف بستہ ہیں کل انبیاء
ہو جے امام اے پیشوا ہیں آپ صدر انجمن
آئی مرصع نرد باں! اس پر چلے شاہ زماں
بے حد گروہ قدسیاں تھے دہنے اور بائیں رواں
پرنور تھے کون و مکاں انجم ہوئے گوہر فشاں
زہرہ عطارد کہکشاں نثرہ قمر کیواں پرن
کی خوب سیر ہر فلک دیکھے فلک اور سب ملک
جا پہنچے آخر عرش تک پردے گئے اٹھ یک بیک
کچھ اور ہی پائی چمک کچھ اور ہی دیکھی جھلک
اللہ کو بے شبہ و شک اس آنکھ سے دیکھا علن
جنت میں فرمایا گزر ایک باغ دیکھا سبز و تر
پھرتی ہیں حور عین ادھر غلمان خوش منظر ادھر
رہنے کو نورانی وہ گھر ایک خشت سیم ایک خشت زر
نہریں رواں شفاف تر خمر و عسل ماء و لبن
دوزخ کو دیکھا پر خطر ہیبت کی جا وحشت کا گھر

نیچے شرر اوپر شرر جائے نکل مجرم کدھر

طوق اور زنجیریں ادھر سانپ اور بچھو ہیں ادھر

ہیں نیش کژدم نیشتر، زہری غضب سانپوں کے پھن

وہاں کی سب اشیاء دیکھ کر جنت کا جلوہ دیکھ کر

عرش معلےٰ دیکھ کر دیدار مولیٰ دیکھ کر

وہ بیت اقصیٰ دیکھ کر و طور سینا دیکھ کر

آئے وہ کیا کیا دیکھ کر دم بھر میں بے رنج و محن

حضرت کی توصیف و ثناء والنجم میں ہے قدر آی

مازاغ پڑھ اور ماطغیٰ پھر قاب قوسین اور دنیٰ

پھر حق نے ما اوحٰی کہا اس وحی کو مجمل کیا

مجمل کرے جس کو خدا واں پہنچے کس کا وہم وظن

اللہ اللہ وہ جل جلالہ بلانے والا۔ مصطفیٰ ﷺ سا جانے والا۔ عقل کل کے حسن دانش پر نثار کیا وقت پا کر پیاری پیاری گزارش کی کہ جب حضور ﷺ مقام دنیٰ پر فائز ہوں۔ فَتَدَلّٰی ۝ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی (1) کی مسند پر جلوہ گری کریں اس رنجور کی یہ عرض فراموش نہ فرمائیں کہ جب امت مرحومہ روز قیامت صراط پر گزرے تو یہ خادم دیرینہ زیر قدم فرش پر کرے۔ سرکار ابد قرار نے جبریل کی یہ عرض قبول فرمائی اور انہیں رخصت کیا۔ اب تو چہار جانب سے انوار غیب کی پیہم تجلیوں نے راستہ بھر دیا۔

اس کے بعد ایک پردۂ نوری کے قریب جلو کے فرشتے نے پردہ ہلایا۔ حضور ﷺ کا نام پاک سن کر راستہ پایا۔ غرضکہ اسی طرح ستر ہزار حجاب طے فرمائے کہ اب رفرف کی باری آئی جو ایک سبز بچھونا نورانی تھا۔ اس پر حضور ﷺ نے سواری فرمائی اور سر عرش جلوہ گری ہوئی کہ رفرف غائب ہو گیا۔ یہاں تنہا مجسمہ جمال پیکر وصال ﷺ ہیں اور شان جلال کچھ گھبرائے ناگاہ گوش اقدس میں بندۂ جان نثار یار غمگسار سچے رفیق ابو بکر صدیق رضی

1۔ پھر قریب ہوا، پھر خوب اتر آیا تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا بلکہ اس سے بھی کم۔

اللہ عنہ کی آواز آئی کہ عرض کر رہے ہیں:

قف یا محمد فان ربک یصلی۔ "اے حضور! ﷺ کچھ وقفہ فرمائیے کہ آپ کا رب صلوٰۃ کرتا ہے"۔ حضور ﷺ کا دل انوار یار وفادار کی آواز سن کر ٹھہرا۔ لیکن حیرانیوں نے گھیرا کہ صدیق رضی اللہ عنہ یہاں کہاں۔ معبود مطلق کا صلوٰۃ کرنا کیا معنی اتنے میں عرش سے ایک قطرہ ٹپکا۔ حضور ﷺ نے نوش فرمایا۔ شہد سے زیادہ شیریں پایا اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ فقط سمجھانے کے لیے کہا کہ ہمارے استعمال میں کوئی چیز شہد سے زیادہ میٹھی نہیں تو اس کا نام لے کر تفہیم فرمائی۔ ورنہ کجا شہد کجا وہ قطرہ راز محبت، اس کی ماہیت پلانے والا جانے یا پینے والا۔ باللہ العظیم وہ محبوب رب الکریم شیریں دہن اگر دریائے شور میں لعاب دہن اقدس ڈال دے۔ تمام بحر نمکین شہد ہو جائے پھر ایسے کے لیے ایسی جگہ سے ایسی شیریں نعمت ہی عطا ہوئی ہو گی جو ہزار درجہ شہد سے بالا ہو۔ اسے شہد سے کیا نسبت۔ الحاصل اس قطرہ کے نوش فرماتے ہی تمام علوم اولین و آخرین قلب انوار پر منکشف ہوئے۔

پھر عرش اعظم سے خطاب ہوا:

ادن یا احمد ادن یا محمد ادن یا خیر البریہ

"پاس آ اے احمد۔ پاس آ اے محمد۔ پاس آ اے تمام جہان سے بہتر"۔ غرضکہ

بڑھے تو لیکن جھجکتے ڈرتے حیا سے جھکتے ادب سے رکتے
جو قرب انہیں کے روش پہ رکھتے تو لاکھوں منزل کے فاصلے تھے

اب ہم اس رنگین نوائی کو اعلیٰ حضرت کی منظوم نعت معراجیہ پر ختم کر کے آخر میں علامہ خرپوتی اور شیخ زادہ کی تحقیق نذر ناظرین کریں گے:

قصیدہ معراجیہ از امام اہل سنت اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نرالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے
بہار ہے شادیاں مبارک چمن کو آبادیاں مبارک
ملک فلک اپنی اپنی لے میں یہ گھر عنادل کا بولتے تھے
وہاں فلک پر یہاں زمیں میں رچی تھی شادی مچی تھی دھومیں
ادھر سے انوار ہنستے آتے ادھر سے نفحات اٹھ رہے تھے
یہ چھوٹ پڑتی تھی ان کے رخ کی کہ عرش تک چاندنی تھی چھٹکی
وہ رات کیا جگمگا رہی تھی جگہ جگہ نصب آئینے تھے
نئی دلہن کی پھبن میں کعبہ نکھر کے سنورا سنور کے نکھرا
حجر کے صدقے کمر کے اک تل میں رنگ لاکھوں بناؤ کے تھے
نظر میں دولہا کے پیارے جلوے حیا سے محراب سر جھکائے
سیاہ پردے کے منہ پر آنچل تجلی ذات بحت کے تھے
خوشی کے بادل امنڈ کے آئے دلوں کے طاؤس رنگ لائے
وہ نغمۂ نعت کا سماں تھا حرم کو خود وجد آ رہے تھے
یہ جھوما میزاب زر کا جھومر کہ آ رہا ہے کان پر ڈھلک کر
پھوہار برسی تو موتی جھڑ کر حطیم کی گود میں بھرے تھے
دلہن کی خوشبو سے مست کپڑے نسیم گستاخ آنچلوں سے
غلاف مشکیں جو اڑ رہا تھا غزال نافے بسا رہے تھے
پہاڑیوں کا وہ حسن تزئین وہ اونچی چوٹی وہ ناز تمکیں
صبا سے سبزہ میں لہریں آئیں دوپٹے دھانی چنے ہوئے تھے

نہا کے نہروں نے وہ چمکتا لباس آب رواں کا پہنا
کہ موجیں چھڑیاں تھیں دھار لچکا حباب تاباں کے تھل ٹکے تھے

پرانا پر داغ ملگجا تھا اٹھا دیا فرش چاندنی کا
ہجوم تار نگہ سے کوسوں قدم قدم فرش بار دیئے تھے

غبار بن کر نثار جائیں کہاں اب اس راہ گزر کو پائیں
ہمارے دل حوریوں کی آنکھیں فرشتوں کے پر جہاں بچھے تھے

خدا ہی دے صبر جان پر غم دکھاؤں کیوں کر تجھے وہ عالم
جب ان کو جھرمٹ میں لے کر قدسی جناں کا دولہا بنا رہے تھے

اتار کر ان کے رخ کا صدقہ یہ نور کا بٹ رہا تھا باڑا
کہ چاند سورج مچل مچل کر جبیں کی خیرات مانگتے تھے

وہی تو اب تک جھلک رہا ہے وہی تو جوبن ٹپک رہا ہے
نہانے میں جو گرا تھا پانی کٹورے تاروں نے بھر لیے تھے

بچا جو تلووں کا ان کے دھوون بنا وہ جنت کا رنگ و روغن
جنہوں نے دولہا کی پائی اترن وہ پھول گلزار نور کے تھے

خبر یہ تحویل مہر کی تھی کہ رت سہانی گھڑی پھرے گی
وہاں کی پوشاک زیب تن کی یہاں کا جوڑا بڑھا چکے تھے

تجلی حق کا سہرا سر پر صلاۃ و تسلیم کی نچھاور
دو رویہ قدسی پرے جما کر کھڑے سلامی کے واسطے تھے

جو ہم بھی واں ہوتے خاک گلشن لپٹ کر قدموں سے لیتے اترن
مگر کیا کریں نصیب میں تو یہ نامرادی کے دن لکھے تھے

ابھی نہ آئے تھے پشت زیں تک کہ سر ہوئی مغفرت کی شلک
صدا شفاعت نے دی مبارک گناہ مستانہ جھومتے تھے

ہجوم امید ہے گھٹاؤ مرادیں دے کر انہیں ہٹاؤ
ادب کی باگیں لیے بڑھاؤ ملائکہ میں یہ غلغلے تھے

اٹھی جو گرد راہ منور وہ نور برسا کہ راستے بھر
گھرے تھے بادل بھرے تھے جل تھل امنڈ کے جنگل ابل رہے تھے

براق کے نقش سم کے صدقے وہ گل کھلائے کہ سارے رستے
مہکتے گلبن لہکتے گلشن ہرے بھرے لہلہا رہے تھے

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہو معنی اول آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

وہ ظل رحمت وہ رخ کے جلوے کہ تارے چھپتے نہ کھلنے پاتے
سنہری زربفت اودی اطلس یہ تھان سب دھوپ چھاؤں کے تھے

جھلک سی ایک قدسیوں پر آئی ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی
سواری دولہا کی دور پہنچی برات میں ہوش ہی گئے تھے

جلو میں جو مرغ عقل اڑے تھے عجب برے حالوں گرتے پڑتے
وہ سدرہ ہی پر رہے تھے تھک کر چڑھا تھا دم تیور آگئے تھے

قوی تھے مرغان وہم کے پر اڑے تو اڑنے کو اور دم بھر
اٹھائی سینے کی ایسی ٹھوکر کہ خون اندیشہ تھوکتے تھے

سنا یہ اتنے میں عرش حق نے کہ لے مبارک ہوں تاج والے
وہی قدم خیر سے پھر آئے جو پہلے تاج شرف ترے تھے

یہ سن کے بے خود پکار اٹھا نثار جاؤں کہاں ہیں آقا
پھر ان کے تلووں کا پاؤں بوسہ یہ میری آنکھوں کے دن پھرے تھے

یہی سماں تھا کہ پیک رحمت خبر یہ لایا کہ چلیے حضرت
تمہاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے

جلو میں جو مرغ عقل اڑے تھے عجب برے حالوں گرتے پڑتے

بڑھ اے محمد قریں ہو احمد قریب آ سرور مجد
نثار جاؤں یہ کیا ندا تھی یہ کیا سماں تھا یہ کیا مزے تھے

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

خرد سے کہہ دو کہ سر جھکا لے گماں سے گزرے گزرنے والے
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے

سراغ این و متی کہاں تھا نشان کیف و الی کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگ منزل نہ مرحلے تھے

بڑھے تو لیکن جھجکتے ڈرتے حیا سے جھکتے ادب سے رکتے
جو قرب انہیں کی روش پہ رکھتے تو لاکھوں منزل کے فاصلے تھے

پران کا بڑھنا تو نام کو تھا حقیقۃً فعل تھا ادھر کا
تنزلوں میں ترقی افزا دنیٰ تدلّٰی کے سلسلے تھے

ہوا نہ آخر کہ ایک بجرا تموج بحر ہو میں ابھرا
دنیٰ کی گودی میں ان کو لے کر فنا کے لنگر اٹھا دیے تھے

کسے ملے گھاٹ کا کنارا کدھر سے گزرا کہاں اتارا
بھرا جو مثل نظر طرارا وہ اپنی آنکھوں سے خود چھپے تھے

اٹھے جو قصر دنیٰ کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہیں دوئی کی نہ کہہ کہ وہ بھی نہ تھے ارے تھے

وہ باغ کچھ ایسا رنگ لایا کہ غنچہ و گل کا فرق اٹھایا
گرہ میں کلیوں کی باغ پھولے گلوں کے تکمے لگے ہوئے تھے

محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل
کمانیں حیرت میں سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے

حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

زبانیں سوکھی دکھا کے موجیں تڑپ رہی تھیں کہ پانی پائیں
بھنور کو یہ ضعف تشنگی تھا کہ حلقے آنکھوں میں پڑ گئے تھے

وہی ہے اول وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

کمان امکاں کے جھوٹے نقطو! تم اول آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

ادھر سے تھیں نذر شہ نمازیں ادھر سے انعام خسروی میں
سلام و رحمت کے ہار گندھ کر گلوئے پر نور میں پڑے تھے

خدا کی قدرت کہ چاند حق نے کروڑوں منزل میں جلوہ کر کے
ابھی نہ تاروں کی چھاؤں بدلی کہ نور کے تڑکے آلیے تھے

نبی رحمت شفیع امت رضا پہ للہ ہو عنایت
اسے بھی ان خلعتوں سے حصہ جو خاص رحمت کے واں بٹے تھے

علامہ مرزوقی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب قرب خاص میں پہنچے اور قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی کے مسند نشیں ہوئے تو بارگاہ خاص میں حضور ﷺ نے عرض کی:

اللھم انت ماتفعل بامتی۔

"الٰہی میرے لیے تو یہ درجات و مراتب لیکن میری امت کے لیے تیری سرکار سے کیا عطا ہوگی"۔

قال اللہ تعالیٰ انزل علیہ الرحمۃ وابدل سیئاتھم حسنات ومن دعانی منھم لبیتہ ومن سالنی اعطیتہ ومن توکل علی کفیتہ وفی الدنیا استر علی العصاۃ وفی الآخرۃ اشفعک فیھم ولولا ان الحبیب یحب معاتبۃ حبیبہ

لما حاسبت امتک۔

"ارشاد باری ہوا کہ محبوب! ان پر میں نے رحمت نازل فرمائی کہ ان کے گناہ نیکیوں سے بدلے اور جو آپ کا امتی مجھے پکارے میں اسے لبیک یا عبدی کہہ کر تسکین دیتا ہوں اور جو مجھ سے وہ مانگتے ہیں عطا فرماتا ہوں اور جو میرے ساتھ توکل کرے میں اسے کافی ہوتا ہوں میں دنیا میں گنہگاروں کی پردہ پوشی کرتا ہوں اور آخرت میں تمہاری شفاعت اس کے لیے ہے۔ اور اگر حبیب معاتبہ حبیب کو محبوب نہ رکھتا تو میں تیری امت سے محاسبہ ہی نہ کرتا"۔

اس کے بعد قصہ معراج کی جو مفصل حدیث شیخ زادہ نقل فرماتے ہیں۔ اس کا ترجمہ منقول ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم مسجد حرام میں حجر کے پاس بیت اللہ کے قریب کچھ سوتے جاگتے ہوئے تھے کہ جبریل آئے اور براق لائے ایک حدیث میں ہے ہمیں سیر کرائی حضرت ام ہانی بنت ابی طالب کے گھر سے اور جو حدیث باتفاق صحیحین مالک ابن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم حطیم میں اور کبھی فرمایا ہم حجر میں آرام گزیں تھے کہ ایک آنے والا آیا اور کچھ کہا اور ہم اس کی باتیں سن رہے تھے۔ پھر اس نے ہمارا سینہ چاک کیا اور قلب منور نکالا۔ پھر ایک سونے کا طشت لایا گیا جس میں ایمان وحکمت مملو (بھرا) تھا اس میں ہمیں بٹھایا پھر ایک چارپایہ لایا گیا جو خچر سے چھوٹا گدھے سے اونچا تھا۔ سپید رنگ اتنا تیز رفتار کہ اس کا ایک قدم منتہائے نظر پر پڑتا تھا۔

اس پر ہم سوار ہوئے اور پھر جبریل ہمارے ساتھ چلے حتی کہ آسمان اول پر پہنچے دروازہ کھلوایا۔ دریافت کیا گیا یہ کون ہیں۔ جبریل نے اپنا نام بتا کر ہمارا نام ظاہر کیا اور کہا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لینے کو بھیجا گیا تھا۔ تو فرشتوں نے مرحبا کہا اور دروازہ کھولا جب ہم اندر گئے تو آدم صفی علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ جبریل نے تعارف کرایا۔ ہم نے انہیں سلام علیک کہا آدم نے جواب سلام دے کر مرحبا بابن الصالح والنبی الصالح(1)

1۔ مرحبا! اے صالح بیٹے اور صالح نبی

فرمایا۔ پھر آسمان دوم پر گئے دروازہ کھلوانے پر وہی سوال جواب ہوئے اور دروازہ کھلا ہم اندر گئے تو یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام جو دونوں خالہ زاد بھائی ہیں ملے۔ جبرئیل نے تعارف کرایا ہم نے سلام فرمایا انہوں نے جواب سلام دے کر کہا مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح(1)۔ پھر ہم تیسرے آسمان کی طرف چلے۔ دروازہ بعد جواب وسوال کھولا گیا۔ جب ہم اندر گئے تو یوسف صبیح علیہ السلام سے ملاقات ہوئی سلام و جواب سلام کے بعد انہوں نے کہا: مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح پھر ہم چلے۔ چوتھا آسمان آیا دروازہ حسب سابق جواب وسوال کے بعد کھلا، اندر گئے تو حضرت ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ بعد سلام و جواب انہوں نے بھی وہی مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح فرمایا۔ پھر چلے حتی کہ آسمان خامس کھولا گیا۔ جب ہم اندر گئے تو حضرت ہارون علیہ السلام سے تعارف کرایا گیا۔ سلام وکلام کے بعد انہوں نے مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح کہا پھر آسمان سادس پر پہنچے تو وہاں موسیٰ علیہ السلام سے سلام و جواب ہوا اور انہوں نے مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح فرمایا۔ جب ہم آگے چلنے لگے تو موسیٰ علیہ السلام رونے لگے۔ وجہ گریہ معلوم کی گئی تو فرمایا اس فرزند سعید کی شان سے رونا آتا ہے کہ میرے بعد مبعوث ہوا اور اس کی امت کے لوگ میری امت سے زیادہ جنت میں جائیں گے۔ پھر ساتویں آسمان پر چلے تو وہاں ابراہیم علیہ السلام سے تعارف ہوا اور سلام ورد سلام کے بعد انہوں نے فرمایا: مرحبا بالابن الصالح والنبی الصالح۔ پھر ہم سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے تو یہ درخت بڑا وسیع تھا۔ اور اس کے پتے ہاتھی کے کان سے مشابہ تھے۔ ہمیں بتایا گیا کہ یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے اور وہاں چار نہریں تھیں۔ دو ظاہر اور دو خفیہ۔ ہم نے جبریل سے پوچھا یہ دونوں خفیہ کہاں جارہی ہیں۔ جبریل نے عرض کی یہ جنت کی نہریں ہیں اور دو ظاہر جو ہیں وہ نیل اور فرات ہیں۔ پھر ہم اٹھائے گئے بیت معمور کی طرف وہاں چند برتن تھے ایک شراب سے مملو دوسرا دودھ سے بھرا ہوا۔ تیسرا شہد سے۔ ہم نے دودھ قبول فرمایا تو جبریل نے عرض کی۔ حضور! صلی اللہ علیہ وسلم یہ وہ فطرت ہے جس پر آپ اور آپ

1۔ مرحبا اے صالح بھائی اور صالح نبی۔

ﷺ کی امت سے۔

پھر ہم پر پچاس نمازیں ہر دن میں فرض کی گئیں۔ جب ہم واپس ہوئے تو موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے دریافت کیا آپ ﷺ کو کس عمل کے ساتھ مامور کیا گیا۔ ہم نے پچاس نمازیں بتائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی آپ ﷺ کی امت میں اس کی استطاعت نہیں۔ اور میں اس کا تجربہ کر چکا ہوں آپ ﷺ واپس جائیں اور تخفیف چاہیں ہم واپس گئے تو دس کم ہوئیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یہ بھی بہت ہیں۔ پھر واپس حاضر دربار ہو کر تخفیف چاہی تو دس اور کم ہوئیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے مثل سابق عرض کیا۔ پھر تخفیف کرائی تو دس کم ہوئیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے کمی کی درخواست کو عرض کیا حضور ﷺ نے پھر درخواست تخفیف کی تو پانچ رہیں۔

موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کیا:

ان امتک لا تستطیع خمس صلوات کل یوم فانی قد جربت الناس قبلک۔

"آپ ﷺ کی امت پانچ کی بھی طاقت نہیں رکھتی میں نے حضور ﷺ سے قبل ان کا تجربہ کر لیا ہے لہٰذا اور تخفیف کرائیے"۔

حضور ﷺ نے فرمایا میں اپنے رب سے مانگتے مانگتے اب شرم کرتا ہوں۔ اب میں یہ پانچ فرائض پر راضی ہوں اور انہیں تسلیم کرتا ہوں۔

جب یہاں سے گزرا تو ایک ندا آئی:

امضیت فریضتی و خففت عن عبادی۔

"تم نے ہمارے فریضے کا امضا کیا اور ہم نے اپنے بندوں سے بار اعمال میں تخفیف فرمائی"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ جب حضور ﷺ سفر معراج سے واپس تشریف لائے اور واقعات ام ہانی کو سنائے اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمام انبیاء کرام کے ساتھ میں نے نماز پڑھی اور کھڑے ہوئے کہ مسجد کی طرف تشریف لے جائیں تو ام ہانی

نے حضور ﷺ کو کپڑا اڑھا دیا اور فرمایا کیا کہہ رہے ہو۔ مجھے خطرہ ہے کہ قوم سنے گی۔ تو تکذیب کرے گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگرچہ قوم جھٹلائے مجھے اس کی پروا نہیں اور باہر تشریف لائے تو ابو جہل حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھا۔ حضور ﷺ نے اسے تمام واقعات اسریٰ فرمائے۔ تو ابو جہل کہنے لگا: اے جماعت بنی کعب تم نے سنا بھی۔ اور تعجب سے سر پر ہاتھ رکھے اور استہزا کرتا ہوا کہنے لگا۔ چنانچہ اس واقعہ کو سن کر بعض ضعیف الایمان مرتد بھی ہو گئے اور ایک جماعت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچی اور یہ واقعہ سنایا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان کان قال ذالک لقد صدق "اگر یہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے تو بے شک سچ فرمایا"۔ قوم کہنے لگی: اتصدقه علی ذالک۔ "کیا آپ اس کی تصدیق کرتے ہیں"۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انی لاصدقه علی ماهو ابعد من ذالک اصدقه بخبر السماء فی غدوة وبارحة "میں اس سے بھی زیادہ جو بعید امور ہیں اس کی تصدیق کرتا ہوں، ان خبروں کی جو آسمانوں سے صبح و شام آتی ہیں"۔ راوی فرماتے ہیں: فلذالک سمی صدیقا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اسی وجہ میں صدیق رضی اللہ عنہ مشہور ہوئے۔

رفع توہمات

بعض وہم پرست افراد معراج جسمانی کو محال سمجھتے ہیں اور وجہ یہ بتاتے ہیں کہ اول تو جسم ثقیل کا صعود کرنا عقلاً محال ہے۔ دوسرے خرق والتیام آسمانوں کا ممتنع۔ تیسرے کرۂ ناری جو حائل ہے اس سے عبور کیونکر ہوا۔

اس کے جواب میں اول تو ہم چند دلائل نقلیہ عرض کرتے ہیں منجملہ ان کے اول یہ کہ حضرت آدم صفی علیہ السلام اسی جسم کے ساتھ بہشت میں تھے اور اہل سنت و جماعت اسی پر متفق ہیں کہ وہ بہشت وہی بہشت تھا جو آسمانوں پر ہے۔ نہ کہ وہ جو معتزلہ کے نزدیک فلسطین میں تھا۔ پھر مسلم ہے کہ بحکم الٰہی آپ زمین پر تشریف لائے اور حکم اهْبِطُوْا مِنْهَا (1) کی

1۔ اتر جاؤ اس سے۔

تفصیل میں آپ اترے تو اب سوال یہ ہے کہ اس وقت آسمان کا خرق والتیام کیسے ہوا ہوگا۔ اور کرۂ ناری سے کیسے نجات پائی ہوگی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس جسم عنصری کے ساتھ آسمانوں کا خرق فرماتے ہوئے کس طرح آسمان دوم تک پہنچے اور یہ خرق والتیام اور ثقالت جسمانی اور کرۂ ناری انہیں جانے سے کیوں نہ مانع ہوا۔ حضرت الیاس علیہ السلام بایں جسم آسمانوں پر کیسے پہنچے اور یہ خرق والتیام اور کرۂ نار ثقل جسم جانے سے مانع نہ ہوا۔

حضرت اخنوخ علیہ السلام بھی بایں جسم آسمانوں پر تشریف لے گئے ان پر یہ عقلی گھوڑے غالب نہ آسکے ارواح جسم سے جب قبض کی جاتی ہیں تو آسمانوں سے گزر کر عالم برزخ کو پہنچتی ہیں اور یہ استحالہ خرق والتیام اور کرۂ نار کا ازکا اس کے جانے میں مانع نہیں ہوتا۔

ہماری نظریں آنکھ اٹھاتے ہی فلک الافلاک سے ٹکراتی ہیں کوئی شے ان کو مانع نہیں ہوتی۔ ہندی والے نے تو مسئلہ معراج کو ایک دوہڑے میں حل کر کے سمجھ لیا اور سمجھا دیا۔ مگر جن کی نگاہوں پر چشمہا تکلف لگے ہوئے ہیں۔ وہ ابھی اپنے خیالی گھوڑے دوڑا کر محال و ممکن کے چکر میں پھنسے پڑے ہیں۔ ہندی والا کہتا ہے:

رب کے بار نہ دوار ہے نہ گئے کونر بار جیسے چھچھ انچھچھ سے نکس جات ہے پار

بار (دروازہ) دوار (چوکھٹ) کونر بار (کون سے دروازہ سے) چھچھ (نگاہ) انچھچھ (چشمہ) جات (جاتی ہے)

اللہ اللہ صدیق جیسے پاک نفوس تو سنتے ہی تصدیق کر دیں اور مشرکین چناں چنیں میں پھنس کر منکر رہیں۔ مرزا غلام احمد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تو آسمان پر بجسد عنصری تسلیم کرے لیکن حضور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر رفع اسے بھی کھٹکجائے اور انکار پر دعاوی لاطائل کے انبار چن ڈالے اور پھر بھی منہ کی کھائے۔ غضب خدا کا، مطلوب خدا باعانت جبریل علیہ السلام آسمانوں پر تشریف لے جائیں تو بندگان عقل کی عقلی دوربین خرق والتیام اور کرۂ ناری اور ثقالت جسمی کو حائل دیکھ کر اس سیر کو محال قرار دے دے۔ باآنکہ احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ آسمانوں میں ملائکہ کے آنے جانے کے لیے دروازے ہیں۔

حدیث معراج میں جبرائیل امین کا خازن سے دروازہ کھلوانا بھی ثابت ہے۔ لیکن فلسفی تاریکیوں کے ماتے ابھی تک خرق والتیام کے جال میں پھنسے پڑے ہیں۔

پھر بزرگان دین کے خارق عادات امور ایسے ایسے ہیں کہ وہاں عقل حیران رہ جاتی ہے۔

شاہ جہان پور میں ایک حجرہ کے اندر ایک مجذوب رہتے تھے ان کا معمول تھا کہ تمام شب جنگل میں سیر فرماتے اور صبح شہر میں تشریف لے آتے ایک روز لوگوں نے مذاق سے ان کے حجرے کا دروازہ مقفل کر دیا۔ اور اپنے خیال میں یہ سمجھتے رہے کہ وہ مجذوب آج حجرے میں بند ہیں۔ صبح دیکھتے ہیں کہ حضرت بڑ بڑ مارتے جنگل کی طرف سے چلے آ رہے ہیں یہ واقعہ شاہ جہان پور کے عوام میں مشہور ہے۔ ذرا غور کیا جائے تو حقیقت کا انکشاف ہو جائے کہ حضور ﷺ کے غلاموں کے جو ادنیٰ غلام ہیں ان کی لطافت جسمانی اس درجہ پر ہوتی ہے کہ در و دیوار ان کو حائل نہیں ہوتی مثل ہوا کے نکل جاتے ہیں اور وہ ہستی پاک جو ہماری جانوں سے کہیں زیادہ لطیف و الطف ہے ان کی نسبت یہ خیال کہ خرق و التیام آسمانوں پر جانے سے مانع ہوا ہوگا، کس قدر باطنی اور تیرہ بختی ہے۔

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی ناصیہ نوری میں نور محبوب پاک سید لولاک نے یہ اثرات پیدا کر دیے کہ آپ نار نمرودی میں جو خوب دہکی ہوئی تھی، رونق افروز رہے اور بحکم الٰہی اس آگ کا اثر آپ پر کچھ نہ ہوا۔ اور کرہ ناری کی مزاحمت سے آپ محفوظ رہے تو اس نور مجسم معدن کرم محبوب رب اکرم سے کرہ ناری کیسے مزاحمت کر سکتا تھا۔

بعض واقعہ معراج کو غلط ثابت کرنے کے لیے بحث حرکت لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اتنی سرعت محال ہے کہ آسمانوں پر جا کر عجائب وغرائب ارضی وسماوی کی سیر کر کے اتنی جلدی واپس تشریف لے آئیں کہ بستر گرم اور زنجیر حلقہ بدستور متحرک رہے۔ اس کا جواب تو فلاسفہ کے اصول سے ہی واضح ہے۔ وہ یہ کہ حرکت کے بطی اور سریع ہونے کی کوئی انتہا نہیں۔ نظر اٹھاتے ہی جب انسان آسمان کی طرف دیکھتا ہے تو نگاہ آسمان پر پہنچ کر واپس آ جاتی ہے۔

ریڈیو کے ذریعہ جو نشر صوت ہو رہا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ مصر میں بولنے والے کے منہ سے جو آواز نکلی وہ لاہور میں اسی سیکنڈ کے اندر آ جاتی ہے۔ انگلینڈ میں بولنے والا جس سیکنڈ

میں بولتا ہے اسی سیکنڈ کے اندر وہ آواز آپ ریڈیو سیٹ کے ذریعہ سن لیتے ہیں۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ العزیز الدولۃ المکیہ میں جامی کی نفحات الانس سے نقل فرماتے ہیں کہ شیخ عماد الدین احمد بن شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حج میں اپنے والد ماجد کے ساتھ تھا کہ ایک روز طواف کرتے ہوئے میں نے ایک مغربی بزرگ کو دیکھا کہ طواف فرما رہے ہیں اور لوگ ان سے تبریک کر رہے ہیں کہ لوگوں نے میرے متعلق ان سے کہا کہ یہ شیخ شہاب الدین سہروردی کے صاحبزادے ہیں۔ تو انہوں نے میرے ساتھ اظہار محبت فرمایا اور میرا سر چوما اور میرے لیے دعائے خیر فرمائی جس کی برکات میں اپنے اندر پا رہا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ ان برکات سے آخرت میں بھی متمتع رہوں۔ میں نے بھی لوگوں سے ان کے متعلق پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں تو مجھے بتایا گیا کہ یہ شیخ موسیٰ سدوانی اکابر اصحاب سیدابی مدین مغربی ہیں۔

جب میں طواف سے فارغ ہوا تو میں نے اپنے والد قبلہ سے یہ ذکر کیا اور تمام واقعات دعا وغیرہ سنائے تو والد قبلہ بہت خوش ہوئے۔ پھر لوگوں نے شیخ موسیٰ سدوانی کے مناقب بیان کرنے شروع کیے اور ان میں سے یہ بھی بتایا کہ یہ ایسے صاحب کمال ہیں کہ رات دن میں ستر ہزار قرآن ختم فرماتے ہیں۔ اس کرامت کو سن کر والد قبلہ خاموش ہو گئے۔ پھر اس کی تصدیق میرے والد قبلہ کے ایک ہم صحبت نے کی اور قسم کھا کر فرمایا کہ یہ لوگ سچ کہتے ہیں۔ میں نے یہ تعریف ان کے بیان سے پہلے بھی سنی تھی۔ یہ سن کر میرے دل میں کچھ خیال آیا اور میں نے ایک روز رات میں شیخ موسیٰ کو طواف میں پالیا۔ اور میں ان کے پیچھے پیچھے ہو گیا تو میں نے دیکھا کہ تقبیل رکن اسود فرما کر اول فاتحہ سے شروع کیا اور چلتے رہے اور تلاوت نہایت ترتیل سے فرماتے رہے کہ میں ان کی تلاوت کا حرف حرف سن رہا تھا۔ جب آپ حجر سے کعبۃ اللہ کے قریب پہنچے جو چار قدم کے فاصلے پر ہے تو قرآن کریم ختم تھا اور میں برابر سن رہا تھا۔ یہ حیرتناک کیفیت میں نے اپنے والد شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ سے عرض کی تو آپ نے اس کی تصدیق فرمائی اور تمام حاضرین جلسہ اکابر نے بھی تصدیق کی اور اس واقعہ کو علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مختصر اُمرقات میں نقل

فرمایا۔ اور سورۂ اسریٰ کی تفسیر میں صاحب روح البیان نے بھی اسے نقل کیا اور سبع سنابل شریف میں بھی یہ واقعہ منقول ہے۔

اور نفحات الانس میں مولانا نور الدین عبدالرحمٰن جامی قدس سرہ السامی نے بعض مشائخ کے حالات میں فرمایا کہ وہ تمام قرآن کریم استلام حجر سے محاذ باب کعبہ پہنچنے تک ختم فرمالیتے تھے۔

اور میزان الشریعت الکبریٰ میں امام عارف سید عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ سید علی مرصفی رحمہ اللہ ایک رات دن میں تین لاکھ ساٹھ ہزار ختم فرماتے تھے۔ اس اشکال کو حل فرمانے کے لیے آگے فرماتے ہیں:

ثم قال قدس سرہ ولا یستبعد هذا علی اولیاء اللّٰہ تعالٰی الذین غلبت روحانیتهم علی جسمانیتهم والروح من امر اللّٰہ وامر اللّٰہ کلمح بالبصر کما اخبر تعالٰی و عرض کلمات القرآن کلها مع معانیها فی لسان الولی کلمح بالبصر ماهو ببعید واللّٰہ علی کل شیء قدیر (1)۔

اور حضرت جامی علیہ الرحمۃ مذکورہ روایت کے تتمہ میں فرماتے ہیں:

قال الشیخ عماد الدین احمد قدس سرہ۔ فسألت والدی عن هذا لمعنی فقال هذا من بسط الزمان الذی یقع ببعض اولیاء اللہ تعالٰی۔

"حضرت عماد الدین احمد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ماجد شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ سے اس راز کو دریافت کیا تو آپ نے فرمایا یہ بسط زمان سے ایک مخصوص شان ہے جو بعض اولیاء اللہ پر ظاہر ہوتی ہے"۔

پھر حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ نے اس واقعہ کی تصدیق میں ایک قصہ

1۔ پھر فرمایا یہ بات ان اولیاء اللہ پر بعید نہیں جن کی جسمانیت پر ان کی روحانیت غالب آ چکی ہے۔ کیونکہ روح اللہ تعالیٰ کا امر ہے اور اللہ کا امر آنکھ جھپکنے کی طرح ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ پر کچھ مشکل نہیں کہ قرآن پاک کے تمام کلمات معنی سمیت ایک لمحہ میں ولی اللہ کی زبان پر جاری فرمادے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

سنایا اور فرمایا کہ شیخ الشیوخ حضرت ابن سکینہ کے ایک ڈھلیا مرید تھے۔ ان کے ذمہ یہ خدمت تھی کہ جمعہ کے روز مصلے مشائخ کرام کے لیے لے جا کر بچھادیں اور بعد نماز جمعہ لپیٹ کر واپس خانقاہ میں لائیں۔ ایک جمعہ کو انہوں نے مصلے لپیٹے تاکہ جامع مسجد میں لے جائیں اور چاہا کہ اول دریا دجلہ پر جا کر غسل کریں۔ چنانچہ ساحل دجلہ پر پہنچ کر کپڑے اتارے۔ تہبند باندھ کر دجلہ میں اترے اور غوطہ لگایا اب جو سر نکالا تو دیکھا کہ نہ وہ ساحل ہے نہ وہاں کپڑے ہیں لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کیا مقام ہے لوگوں نے بتایا یہ مصر ہے۔ انہیں سخت تعجب ہوا اور پانی سے نکل کر وہی تہبند باندھے ہوئے شہر میں گئے ایک دوکان ڈھلیے کی ملی اس پر کھڑے ہو گئے دوکاندار نے فراست سے جانا کہ یہ اہل فن ہے۔ انہیں اکرام سے بٹھایا اور گھر لے گیا مختصر یہ کہ اپنی لڑکی سے ان کی شادی کر دی سات برس تک یہ یہاں رہے تین بچے بھی ہو گئے۔ ایک روز پھر یہ دریا پر گئے اور غوطہ لگایا جب سر نکالا تو اپنے کو اسی جگہ پایا جہاں سات سال قبل غوطہ لگا چکے تھے۔ اور دیکھا کہ کپڑے بھی اسی جگہ پڑے ہیں جہاں اتارے تھے۔ انہوں نے کپڑے پہنے اور خانقاہ میں آئے تو مصلے جیسے لپیٹ گئے تھے ویسے ہی ملے۔ اور بعض لوگ کہنے لگے تم دجلہ سے بہت جلدی آ گئے۔ غرضکہ یہ مصلے مسجد کو لے گئے اور نماز جمعہ پڑھی۔ پھر انہیں خانقاہ میں لائے۔ اب گھر کو جو گئے حیرت استعجاب میں جلدی جلدی گھر پہنچے بیوی نے کہا وہ کہاں جن کے لیے آپ مچھلی تلنے کو کہہ گئے تھے۔ میں نے مچھلی تل رکھی ہے۔ انہوں نے ان مہمانوں کو بلایا اور ان کے ساتھ مچھلی کھائی پھر اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام حال سنایا تو شیخ ابن سکینہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مصر جا اور اپنے بیوی بچے لے آ چنانچہ یہ گئے اور تینوں بچے اور بیوی لے آئے جب شیخ ابن سکینہ نے دیکھا اور تصدیق فرمائی اور فرمایا: اس روز تیرے دل میں کیا خیال تھا۔ انہوں نے عرض کی: حضور میرے دل میں اس آیت کریمہ سے ایک خلجان سا تھا کہ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ کہ ایک دن پچاس ہزار برس کا کیسے ہوگا۔ تو شیخ نے فرمایا: هذه رحمة من الله تعالىٰ بك اذ رفع اشكالك وصحح ايمانك "یہ تجھ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے تیرے اشکال کو دفع فرمادیا اور تیرے

ایمان کو صحیح کر دیا"۔

ان اللہ لیبسط زمانا لمن یشاء من عبادہ مع قصرہ لقوم اخرین "بے شک اللہ بسط زمانی فرما سکتا ہے جس پر چاہے اپنے بندوں سے اور جس پر چاہے اس زمانہ قصر کر سکتا ہے"۔

تو معلوم ہوا کہ جب عام خادمان اولیاء کے ساتھ ایک ساعت سات برس کی شکل میں بدل سکتی ہے تو اللہ کے حبیب ﷺ کے لیے برسہا برس کے سفر کو طرفۃ العین میں اگر اللہ پورا کر دے تو کیا تعجب ہے۔

دوسرے نفحات الانس میں یہ واقعہ فتوحات سے نقل فرمایا کہ ایک جوہری نے اپنے گھر سے آٹا گوندھا ہوا لیا اور تنور پر جا کر رکھا۔ چونکہ یہ جنبی تھا، یعنی اس پر غسل فرض تھا یہ دریائے نیل کے کنارہ گیا اور غوطہ لگایا تو اس نے خواب کی طرح دیکھا کہ یہ بغداد میں ہے اور وہاں اس نے شادی کی اور اپنی دلہن کے پاس چھ سال رہا اور بچے بھی ہو گئے کہ اتنے میں آنکھ کھلی تو اس نے غسل پورا کیا اور کپڑے پہن کر تنور پر آیا اور روٹیاں لے کر گھر پہنچا۔ اپنی بیوی سے یہ سب قصہ کہا۔ چند مہینے گزرے کہ بغداد والی بیوی مع بچوں کے اس جوہری کا گھر پوچھتی ہوئی آئی جب یہ جوہری ملا تو اس نے بیوی اور بچوں کو پہچان لیا۔ اس کی بیوی نے بغداد والی سے پوچھا: متی زوجک "تم سے یہ شادی کب ہوئی تھی"۔ تو اس نے کہا: منذست سنین "چھ سال گزر گئے"۔ یہ وہ نظائر ہیں جو طی زمان کو واضح کر رہے ہیں۔ اب وہ بھی سنیں جو محض تخیل کے ساتھ بذریعہ فن سیمیا مشاہدے میں آئے۔

سلطان ہمایوں کے زمانہ میں ایک شخص شمس آباد میں فن سیمیا کا ماہر رہتا تھا۔ لوگوں کو بڑے بڑے عجائب دکھاتا تھا۔ ایک روز شیخ احمد فرلی اور شیخ احمد استاد جو اپنے وقت کے مشہور اکابر علماء سے تھے۔ دونوں نے آپس میں مشورہ کیا اور اس کے پاس تشریف لے گئے اور کہا کہ ہمیں بھی کچھ دکھا۔ اس نے ایک تنکا اپنے اس گھر میں ایک طرف گول لگایا۔ اور شیخ احمد فرلی سے عرض کی کہ آپ اس تنکے کے نیچے سے گزریں آپ نے جونہی قدم مبارک رکھا سب کچھ ہو گیا اور یہ ذہن میں آیا کہ میں اپنے گھر سے گجرات جانے کو نکلا ہوں۔ غرض کہ قطع

منازل طے مراحل کرتے کرتے ایک مدت بعد گجرات پہنچے۔ وہاں ایک باغ دیکھا آپ نے وہاں سے کچھ پھل توڑے کہ اتنے میں باغبان پکارا کہ یہ پھل تم نے کیسے توڑے یہ تو سرکاری فواکہات ہیں۔ حتی کہ آپ کو گرفتار کر لیا اور سلطان کے سامنے پیش کیا۔ سلطان نے دیکھا تو فراست سے جانا کہ یہ کوئی شریف آدمی ہیں مالی کو زجر و توبیخ کی اور شیخ سے پوچھا آپ کون ہیں کہاں سے آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: بادشاہ میرا نام فرلی ہے اور میرا وطن قنوج ہے میں تیرے شہر میں ملازمت کے لیے آیا تھا۔ بادشاہ نے کہا: آپ شوق سے رہیں، ہم نے آپ کو ملازم رکھا، دو گھوڑے دیے۔ سامان رہائش مکان وغیرہ مل گیا۔ شیخ یہاں چند سال رہے اور شادی کی اولادیں ہوئیں اور بادشاہ کی مصاحبت میں رہے۔ کبھی شکار کبھی پولو کے لیے بادشاہ کے ساتھ جاتے یہاں تک کہ پچاس برس گزر گئے، موئے سیاہ کی بجائے سفید بال آگئے کہ ایک روز اچانک وہی تنکا نظر آیا۔ اس کی طرف چند قدم بڑھے تو شیخ احمد استاذ کو دیکھا۔ بڑے تپاک سے آگے آئے اور معانقہ کر کے فرمانے لگے: آپ کب گجرات سے آئے۔ استاذ فرمانے لگے:

این گجرات انما نحن فی شمس اباد فی بیت السیماوی وانت الساعة دخلت الخص ورجعت فلان تذکر۔

"کیسا گجرات ہم تو شمس آباد میں ہیں۔ اور یہ گھر اس سیمیاوی کا ہے اور تم ابھی اس جنگے کے نیچے گئے۔ اور ابھی واپس ہوئے تو معاً شیخ احمد کو یاد آیا"۔

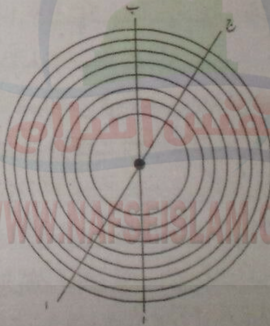
دیکھا یہ ہے خیال کا اثر کہ کہاں پچاس سال اور کہاں ایک ساعت۔

پھر واقعہ معراج سرور عالم ﷺ میں قرآن کریم فرماتا ہے: سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا تو جس سیر کو سبحان اپنی طرف منتسب کرے اور فرمائے کہ ہم نے سیر کرائی اس میں کسی قسم کے اشکال کو موقع دینا بے دینی نہیں تو بد مذاقی اور جہالت سے کسی طرح کم نہیں ہو سکتا۔

اور اس قسم کے بہت سے واقعات مذکور ہیں جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے الدولة المکیہ میں مفصل نقل فرمائے۔ ان مشاہدات پر بھی اگر اطمینان نہیں تو اس کے ثبوت

میں دلیل حسی بھی موجود ہے جو بغور سمجھنے سے مسئلہ کو صاف کر دیتی ہے۔ نظام شمسی میں زمین کو آفتاب سے وہ نسبت ہے جو مٹر کو مٹکے سے ہوتی ہے۔ اور آفتاب آسمان چہارم سے ایک قرص کی صورت میں ہمیں نظر آتا ہے۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ آسمان چہارم بہ نسبت آفتاب کے کس قدر بڑا ہوگا۔ اور زمین اس کی مساحت سے کتنی چھوٹی ہے۔ پھر پانچواں آسمان بہ نسبت چوتھے کے اور چھٹا بہ نسبت پانچویں کے اور ساتواں بہ نسبت چھٹے کے اور آٹھواں بہ نسبت ساتویں کے اور نواں بہ نسبت آٹھویں کے کس قدر بڑا ہوگا۔ اور یہ فلک الافلاک جس کے بطن میں یہ سارا عالم ہے اس کی فراخی اور وسعت کے مقابلہ میں سمجھنا چاہیے کہ ان کو سوا ایک نقطۂ وہمی کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

اب ہم ایک دائرہ فلک الافلاک یعنی آسمان نہم کا قائم کر کے اس کے مرکز سے فلک الافلاک کے محیط تک دو خط غیر متوازی اب، اج، کھینچتے ہیں۔



پھر مابین خطین ہر دائرہ کی قوسیں جو ایک دوسرے کے محاذی ہیں۔ حسب دوائر خورد و کلاں کے کم و بیش ہوں گی۔ اور باوجود کمی بیشی کے ہر قوس کے مرور کا زمانہ ایک ہوگا۔ مثلاً فلک الافلاک کی قوس جو مابین خطین سب سے بڑی ہے۔ اگر اس کا مرور ایک گھنٹا کا فرض کیجئے۔ تو اس کے محاذی پر دائرہ کی قوس کا مرور اسی ایک گھنٹا کا ہوگا۔ حتی کہ زمین کی قوس جو بہ نسبت فلک الافلاک کے غایت قلت میں بمنزلہ ایک نقطہ کے ہے اس کا مرور بھی اسی ایک

گھنٹا میں ہوگا گھڑی رکھ کر دیکھیں کہ محیط قوس اور مرکزی قوس کی رفتار مساوی ہوتی ہے۔

اور آٹھواں اور نواں آسمان جس کو اصطلاح شرع میں عرش و کرسی کہتے ہیں وہ ایسا وسیع دائرہ ہے کہ اس کی قوسوں کی سطح جو مابین خطین مذکورین ہے۔ اس کی وسعت اس قدر ہے کہ برسوں کا کام اس میں انجام پا سکتا ہے۔ بخلاف سطح ارض کے جو بمقابلہ اس کے بمنزلہ ایک نقطہ کے ہے۔ اس میں اتنی گنجائش نہیں کہ کوئی کام انجام کو پہنچے۔ حالانکہ دونوں کے مرور کا زمانہ وہی ایک گھنٹا مفروضہ ہے۔

اس اصول مستمر پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جس وقت رسول اکرم ﷺ سطح قوس ارضی سے جو نہایت تنگ بلکہ بمنزلہ ایک نقطہ کے ہے عرش اور کرسی پر تشریف لے گئے۔ اور بعد حصول تقرب الٰہی و نعمائے غیر متناہی بوجہ وسعت سطح قوس عرش کے تمام عجائب و غرائب سماوی مثل دوزخ جنت وغیرہ وغیرہ کے دیکھتے بھالتے جس وقت تشریف لے گئے تھے۔ بتفاوت اقل قلیل مدۃ اسی وقت واپس تشریف لے آئے اور بستر گرم ملا زنجیر حلقہ بدستور ہلتی رہی اس میں کون سا تعجب پیدا ہوا اور کیا محال تھا جو لازم آیا۔

اب ذرا وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰىۙ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى کو بغور پڑھ لیں تا کہ کلام الٰہی جو شان معراج بتا رہا ہے وہ بھی اچھی طرح سمجھ لی جائے۔ اس سورۂ مبارکہ میں سیاق و سباق سے اشارۃً و کنایۃً حضرت روح الامین کا کہیں ذکر نہیں۔ لیکن بعض مفسرین نے آیت کریمہ شَدِيْدُ الْقُوٰىۙ ذُوْ مِرَّةٍ میں جبریل مراد لیا ہے۔ حالانکہ اگر اس سے رب العزۃ جلت مجدہ عز اسمہ مراد لیا جائے تو مفہوم آیت میں اور وضاحت ہو جاتی ہے۔

اگر کہا جائے کہ سورۃ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ میں ذی قوت حضرت جبریل کی صفت آئی

سماوی مثل دوزخ جنت وغیرہ وغیرہ کے دیکھتے ... گئے تو ہم کہتے ہیں۔ شَدِيْدٌ
بتفاوت اقل قلیل مدۃ اسی وقت واپس تشریف ... لے آئے اور بستر گرم ملا زنجیر حلقہ بدستور ہلتی
رہی اس میں کون سا تعجب پیدا ہوا اور کیا محال تھا ... جو لازم آیا۔
اب ذرا وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰىۙ مَا ضَلَّ ... صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى کو بغور پڑھ لیں تا کہ کلام
الٰہی جو شان معراج بتا رہا ہے وہ بھی اچھی طرح ... سمجھ لی جائے۔ اس سورۂ مبارکہ میں سیاق و
... کہیں ذکر نہیں۔ لیکن بعض مفسرین نے آیت

عرش است کمین پایہ ز ایوان محمد جبریل امین خادم دربان محمد

بہر حال میں اس تفسیر کی ترجیح کو پسند کرتا ہوں۔ جس میں عَلَّمَہٗ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی سے رب العزت مراد لیا ہے۔ علاوہ اس کے کفار کا کہنا سننا اور انکار کرنا اس ذکر پر نہ تھا کہ رسول علیہ السلام نے جبریل کو ان کی اصل صورت میں دو مرتبہ دیکھا۔ بلکہ ان کا انکار معراج کے متعلق تھا۔ جس کی تردید خود رب جلت مجدہ تبارک وتعالیٰ عز اسمہ نے اس صورت میں فرمائی وَهُوَ بِالۡاُفُقِ الۡاَعۡلٰی میں ھو کا مرجع اگر حضرت جبریل علیہ السلام کو قرار دیں تو آیہ کریمہ کے معنی نہیں بنتے اس لیے کہ افق اعلیٰ فلک الافلاک کا دائرہ عظیم ہے۔ کیونکہ اس کے ماتحت جتنے آفاق ہیں وہ سب ادنیٰ و اسفل ہیں۔ اور شرع شریف میں فلک الافلاک کو عرش کہتے ہیں۔ اس صورت میں آیہ شریفہ کے یہ معنی ہوں گے کہ تعلیم کنندہ یعنی جبریل امین عرش کے کنارہ پر تھے اور یہ ظاہر ہے کہ جبریل کو عرش تک رسائی نہیں ان کا منتہیٰ سدرۃ المنتہیٰ ہے اس سے معلوم ہوا کہ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی ۙ ذُوۡ مِرَّۃٍ سے جبریل مراد نہیں۔ بلکہ اس سے مراد حضرت رب العزت جل مجدہ ہے جو بڑا قوت والا اور زور آور ہے۔ اور ھو کی ضمیر بھی اس ذات واجب کی طرف پھرتی ہے۔

اور اصلیت واقعہ پر نظر ڈالیے تو بھی صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی ۙ ذُوۡ مِرَّۃٍ ذات واجب تعالیٰ ہے۔ اس لیے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے واپس تشریف لائے اور لوگوں سے معراج اور وہاں کے حالات بیان کیے تو مسلمانوں نے تصدیق کی۔ کفار نے کہا کہ یہ بہکی بہکی باتیں اپنی طرف سے معاذ اللہ کہہ رہے ہیں۔ اس کے جواب میں ارشاد ہوا وَالنَّجۡمِ اِذَا هَوٰی ۙ "قسم ہے اس پیارے چمکتے تارے محبوب کی جب کہ وہ اترے" مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمۡ وَمَا غَوٰی ۚ "تمہارے صاحب نہ بہکے ہوئے ہیں نہ بے راہ" وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰی ؕ "اور وہ کوئی بات اپنی طرف سے بنا کر نہیں فرماتے"۔ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ۙ "وہ جو فرماتے ہیں وہ ہماری وحی ہوتی ہے"۔ عَلَّمَہٗ شَدِیۡدُ الۡقُوٰی ۙ ذُوۡ مِرَّۃٍ ؕ۔ "انہیں پڑھایا ان کے رب جلوہ محبوب حدوث وقدم کے خط استوا پر قائم ہوا"۔ یا یوں کہیے کہ وہ جلوہ ذات متوجہ ہوا جلوہ محبوب کی طرف وَهُوَ بِالۡاُفُقِ

الْاَعْلٰی ﴿۷﴾ ''اور وہ جلوہ ذات واجب اس وقت عرش کے افق یعنی کنارہ پر تھا'' ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ﴿۸﴾ عالم قدس نے ندائے ذاتی ہوئی: ادن یا محمد ''اے محبوب قریب آؤ'' چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریب ہوئے۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ﴿۹﴾ ''ایسے قریب ہوئے کہ محب محبوب میں دو کمانوں کا فرق رہا بلکہ اس سے بھی کم''۔ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ﴿۱۰﴾ ''پھر اس خلوت سرائے خاص میں وہ اسرار حقائق اور معارف دل میں ڈالے گئے''۔ کہ سوا محبوب ومحب کے کوئی نہیں جانتا۔

میان عاشق و معشوق رمزیست کراما کاتبین را ہم خبر نیست

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴿۱۱﴾ ''نہیں جھوٹ جانا دل نے جو آنکھوں نے دیکھا''۔ یعنی جو چشم سر دیدار الٰہی ہوا اس نے اس کی تصدیق کی۔ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ﴿۱۲﴾ ''کیا تم اس سے جھگڑا کرتے ہو جو اس نے آنکھوں سے دیکھ کر بیان فرمایا'' یعنی اے منکرو! ہمارے محبوب ومطلوب نے شب معراج میں جو عجائب وغرائب کا مشاہدہ کیا اور لوگوں سے بیان فرمایا کیا اس میں تم اس سے جھگڑتے ہو اور تعجب کرتے ہو۔ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿۱۳﴾ حالانکہ وہ معراج روحانی جو عالم رویا میں تینتیس بار ہو چکی ہے۔ اس میں پہلے بھی اس نے دیکھا یہ کوئی نئی بات نہیں۔ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾ معراج روحانی میں سدرۃ المنتہیٰ کے قریب وہ جلوہ گر دیکھ چکے ہیں۔ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿۱۵﴾ وہ سدرۃ المنتہیٰ وہ ہے جس کے نزدیک جنت الماویٰ ہے''۔ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى اور وہ دیکھنا اس وقت جس وقت ڈھانپ رکھا تھا سدرہ کو جو کچھ ڈھانپ رہا تھا۔

معراج روحانی میں سدرۃ المنتہیٰ کے قریب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو رویت الٰہی ہوئی شاید اسی کی نسبت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو امرد کی صورت میں دیکھا۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں نے خدا کو اچھی صورت میں دیکھا۔ تفسیر حقانی جلد 5 صفحہ 308 میں ہے۔ مسلم وترمذی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دو بار دیکھا۔ احمد وغیرہ محدثین نے بسند صحیح ثابت کیا مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ ''نہیں کجی کی نظر نے اور نہ حد سے گزری''۔ یعنی شب معراج جسمانی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر نے کما حقہ

مشاہدۂ ذات کیا اور حد سے تجاوز نہیں کیا لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾ ”بے شک دیکھا اس نے نشانیوں رب جلیل کو بہت بڑی نشانی یعنی دیدار الٰہی“۔

اگرچہ بحث کے لیے تو بہت سی گنجائشیں ہیں، لیکن ضرورت کے مطابق جو کچھ عرض کیا گیا کافی ہے۔ وللہ الحمد۔

وَقَدَّمَتْکَ جَمِيعُ الْاَنْبِيَآءِ بِهَا
وَالرُّسْلِ تَقْدِيمَ مَخْدُومٍ عَلٰى خَدَمِ ﴿۱۰۵﴾

حل لغات: وقدمتک، قدمت ماضی غائب از تقدیم آگے کرنا۔ اور آگے کیا آپ کو۔ جمیع الانبیاء، تمام انبیاء نے۔ بھا، اس جماعت کے لیے۔ والرسل، اور رسولوں کا یہ۔ تقدیم، مفعول مطلق تمثیلاً بیان کیا، بڑھانا ایسا تھا جیسے۔ مخدوم، مخدوم کا۔ علی خدم، جمع خادم، خادموں پر بڑھانا ہے۔

ترجمہ: اس مقام پر پہنچ کر تمام انبیاء و مرسلین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نماز میں امام بنایا۔ جیسے مخدوم خادموں کے آگے ہوتا ہے۔

شرح: اس شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو لیلۃ المعراج میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو امام الانبیاء بنایا گیا اور مسجد اقصیٰ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نبیوں کی امامت فرمائی۔

نماز اقصیٰ میں تھا یہی سر عیاں ہوں معنی اول آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیت المقدس تشریف لائے اور براق سے اترے تو براق کو اس جگہ باندھا گیا جہاں انبیاء کے براق بندھے ہوئے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسجد اقصیٰ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ مسجد انبیاء کرام سے بھری ہوئی ہے۔ اقامت نماز ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ ہم صفوف انبیاء میں اس امر کے انتظار میں کھڑے ہو گئے کہ دیکھیں کون امامت کرتا ہے کہ جبریل امین نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آگے کیا اور میں نے امامت کی۔ پھر ہم مسجد سے نکلے تو جبریل نے دو ظرف پیش کیے۔ ایک شراب سے مملو

(بھرا ہوا) تھا۔ دوسرا دودھ سے میں نے دودھ لے لیا تو جبریل نے کہا اخترت الفطر "حضور ﷺ آپ نے فطرت اسلامی کو قبول کیا"۔ الحدیث مختصر یہ کہ یہ امامت قبل عروج ہوئی اور قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ممکن ہے یہ امامت قبل عروج و بعد نزول دونوں بار ہوئی ہو۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ نماز فرض ادا کی گئی یا نفل تو ایک روایت کی بناء پر تو یہ ظاہر ہے کہ قبل عروج جو امامت ہوئی وہ صلوٰۃ نفل کی تھی اور دوسری روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے بعد نزول جو امامت فرمائی وہ نماز فجر تھی اور بعد فرضیت ادا ہوئی۔ کذا فی المواہب۔

مولای صل وسلم دائما ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلهم

وَاَنْتَ تَخْتَرِقُ السَّبْعَ الطِّبَاقَ بِهِمْ

فِیْ مَوْکَبٍ کُنْتَ فِیْهِ صَاحِبَ الْعَلَمِ ۱۱۰

حل لغات: وانت، اور آپ نے۔ تخترق، از اختراق پھاڑنا، چاک کیے۔ السبع الطباق، طباق جمع طبق تہ درجہ، سات طبقہ آسمان کے۔ بھم، بہ ہمراہی لشکر ملائکہ۔ فی موکب، دستہ سواراں، اور کوتل سواروں کے اندر۔ کنت، آپ تھے۔ فیہ، ان میں۔ صاحب العلم، سردار لشکر۔

ترجمہ: اے سیاح لامکاں! آپ نے چاک کیے ہفت طبقات سماوی مع لشکر ملائکہ اور ان سواروں کے جو جلوس میں ہمراہ تھا اور آپ اس میں سردار لشکر تھے۔

شرح: فلاسفر کہتے ہیں:

ان الافلاک اجرام صلبة غیر قابلة للخرق والالتیام۔ لانها لو کانت قابلة لهما لکانت اجزاؤها قابلة التفرق فلیلزم ان تکون الجهات محدودة قبلها اذ التفرق لا یکون الا بالحرکة المستقیم۔

"یعنی افلاک ایسے اجرام صلبہ سے ہیں جو نا قابل خرق والتیام ہیں۔ اس لیے کہ اگر وہ قابل خرق والتیام ہوتے تو ان کے اجزاء علیحدہ ہونے کے بھی قابل ہوتے اور ان کی

جہات کا محدد ہونا بھی ضروری تھا۔ اس واسطے کہ تفرق بغیر حرکت مستقیمہ ناممکن ہے"۔

اس کا جواب یہ دیا ہے کہ

ان الاجسام محدودة الحقائق تقبل الخرق والالتیام فعلی تقدیر تسلیمه انمایتم فی المحدود دون ماعداہ تو ناظم رحمۃ اللہ نے رد فلاسفہ کرنے کے فرمایا:

وانت تخترق السبع الطباق بهم

اور اس بیت میں اس حدیث کی طرف بھی اشارہ فرمایا جو حضور ﷺ نے فرمایا: جبرائیل آئے اور ہمیں لے گئے جب ہم سماء دنیا کی طرف پہنچے تو جبریل نے خازن سماء کو کہا: **افتح الباب** "دروازہ کھولو" تو خازن نے کہا: **من هذا** "تم کون ہو" تو جبریل نے کہا: میں جبریل ہوں اور میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں میں ان کے لینے کو بحکم الٰہی گیا تھا۔ جب دروازہ کھلا تو ہم چڑھے ہم نے وہاں ایک صاحب بیٹھے دیکھے جن کے داہنی جانب سپید چہرے والے تھے اور بائیں طرف کالے منہ والے جب وہ داہنی طرف دیکھتے، خوش ہوتے اور جب بائیں جانب نظر ڈالتے، روتے۔ ہم نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے فرمایا: **مرحبا بالنبی الصالح والابن الصالح۔**

میں نے جبریل سے پوچھا یہ کون ہیں تو انہوں نے کہا:

م ابوک وهذه الوجوه بیض التی عن یمینه هم ارواح اصحاب الجنة والتی سود الوجوه فی شماله هم ارواح اصحاب بل النار من اولاده

دم ابوالبشر ہیں اور گورے چہرے والے اصحاب یمین جنتی ہیں اور کالے منہ اب شمال جہنمی، ان کی اولاد سے ہیں"۔

ہم آسمان دوم پر گئے اور خازن سے حسب سابق سوال و جواب کے بعد جبریل نے کھلوایا اور ہم اس میں گئے تو وہاں حضرت یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام سے ملے۔ پھر ہم آسمان گئے اور اسی طرح دروازہ کھلوا کے پہنچے تو وہاں یوسف علیہ السلام ملے۔ پھر آسمان

چہارم پر گئے اور ویسے ہی خازن سے باتیں ہوئیں۔ اور دروازہ کھلا اور وہاں حضرت ادریس علیہ السلام سے ملے پھر آسمان پنجم پر حضرت ہارون علیہ السلام سے ملے۔ آسمان ششم پر موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ آسمان ہفتم پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملے۔

حتی کہ وہاں سے آگے بڑھے تو عرش کے قرب میں پہنچے وہاں قلموں کی حرکت کی آوازیں مسموع ہوئیں۔ پھر میری امت پر پچاس نمازیں فرض ہوئیں۔ پھر بمشورہ موسیٰ علیہ السلام ان میں تخفیف کرائی گئی حتی کہ پانچ نمازیں رہیں اور ثواب وہی پچاس کا عطا ہوا۔ یہ حدیث مفصل ہم بیت نمبر 108 میں نقل کر چکے ہیں من یشا فلینظر۔ سبع الطباق بھم میں بعض روایات کی بناء پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بھم سے مراد وہی انبیاء کرام ہیں کیونکہ بعد فراغ صلوٰۃ جب حضور ﷺ تشریف لے جانے لگے تو جملہ انبیاء حضور ﷺ کی جلو میں تھے۔ اور صاحب العلم میں اس امر کی طرف کنایہ ہے کہ حضور رئیس الانبیاء اور صاحب اللواء ہیں۔ ﷺ

مولای صل وسلم دائما ابدا علی حبیبک خیر الخلق کلھم

حَتّٰی اِذَا لَمْ تَدَعْ شَاْوًا لِّمُسْتَبِقٍ
مِنَ الدُّنُوِّ وَلَا مَرْقًا لِّمُسْتَنِمِ

حل لغات: حتی، برائے غایت، یہاں تک کہ۔ اذا جب۔ لم تدع، لم تترک، نہ چھوڑی آپ نے۔ شاو، حد اور دوڑنے کی ہمت، حد اور بڑھنے کی ہمت۔ لمستبق، استباق، سبقت لے جانے والا۔ کسی کو بڑھنے میں سبقت لے جانے والے کو۔ من الدنو، دنو، قرب، قرب خاص سے۔ ولا مرقا، مرقی ازرقی چڑھنا بلند کرنا، اور نہ رہا چڑھنے بڑھنے کا ذریعہ۔ لمستنم، از استنام، کسی پشتہ پر چڑھنا، کسی سیڑھی اور پشتہ سے۔

ترجمہ: حضور ﷺ یہاں تک چڑھے کہ کسی چڑھنے بڑھنے والے کو موقع بلند ہونے اور چڑھنے کا باقی ہی نہ رہا۔

شرح: اس بیت میں یہ بتایا ہے کہ سب سے زیادہ آسمانوں میں جانے آنے والے

جبریل امین مکین ومطاع تھے۔ مگر جب حضور ﷺ کے ساتھ یہ چلے حتیٰ کہ جب سدرہ آیا جوایک درخت ہے کہ اس کے پتے ہاتھی کے کان کے مشابہ ہیں اور اس میں سے جو نہریں چل رہی ہیں۔ جو نیل وفرات اور انہار جنت بتائی گئیں، تو جبریل رہ گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جبریل! آگے چلو تو عرض کی: لو دنوت انملة لاحترقت ''حضور ﷺ اگر ایک انگل بھر آگے بڑھوں تو تجلی جمال سے جل جاؤں''۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ۝ ہم میں سے کوئی فرشتہ نہیں مگر اس کا ایک مقرر مقام ہے۔

تو میں یہاں سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اس لیے کہ علم عالمین کا منتہیٰ یہاں سے متجاوز نہیں اور اس سے تجاوز کرنا یہ خاصہ حضور ﷺ کی ذات کا ہے۔ سوا حضور ﷺ کے کسی ملک ونبی کی رسائی اس سے آگے نہیں اور انوار التنزیل میں ہے کہ علم خلائق کا منتہیٰ اور ان کے اعمال کی حد سماء سابع پر ختم ہے۔ یہ مرتبہ حضور ﷺ کا ہے کہ علوم خلائق سے بالا منزل اعلیٰ تک حضور ﷺ کی رسائی ہے۔ وللہ الحمد۔

خَفَضْتَ كُلَّ مَقَامٍ بِالْاِضَافَةِ اِذْ
نُوْدِيْتَ بِالرَّفْعِ مِثْلَ الْمُفْرَدِ الْعَلَمِ ⑰

حل لغات: خفضت، وضعت او جعلت فی الاسفل، نیچے کردیے ہیں آپ نے۔ کل مقام، مقام بفتح المیم اسم مکان بمعنی محل القیام ای مقامات الانبیاء تمام مقامات انبیاء کے۔ بالاضافة، اعنی بنسبتک الی مقامک۔ اپنے مقام کی نسبت سے۔ اذ، جب کہ۔ نودیت، طلب الاقبال، پکارے گئے آپ ﷺ۔ بالرفع، بلندی، بلندی کے ساتھ۔ مثل، مثل۔ المفرد، المنفرد، یکتا۔ العلم بمعنی عالی، بلند مرتبہ کے۔

ترجمہ: آپ ﷺ نے اپنے مقام کی نسبت سے تمام انبیاء کے مقام نیچے کردیے اور آپ علم مفرد کی طرح علو مرتبت کے ساتھ پکارے گئے۔

شرح: جب کہ شب معراج میں حضور ﷺ کی ترقیاں مقام نہایت کو پہنچ گئیں تو گویا حضور ﷺ نے اپنے مقام کی نسبت سے ہر صاحب مقام کو یا ہر مقام نبی کو بعنایت الٰہی

پست فرمادیا۔ جب کہ حضور ﷺ کو ادن یا محمد ادن یا احمد ادن یا خیر البریہ کی ندائیں آئیں تو حضور ﷺ مثل یکتا اور ممتاز ہستی کے منادیٰ بنائے گئے۔

اس بیت میں ناظم فاہم رحمہ اللہ نے اصطلاحات نحویہ خفض، اضافت، ندا، رفع، مفرد، علم کو غایت حسن وخوبی سے جمع فرمایا ہے۔

اگرچہ یہاں مقصود نحوی نہیں ہے۔ جیسے نحو میں خفض فی الاعراب ہوتا ہے۔ یہاں خفض کے معنی حط رتبہ کے ہیں۔ اور مقام بفتح میم اور بضم میم دو طرح مستعمل ہے۔ بیت مبارک میں بفتح میم ہے جو بمعنی مکان یا محل قیام آتا ہے چنانچہ ابوسعود نحوی سے سوال کیا گیا:

یا وحید الدھر یا شیخ الانام افتنا فرق المقام والمقام

تو آپ نے فرمایا

ان کان المقام له یقال مقام بفتح المیم

اگر وہ مقام مخصوص صاحب مقام کو ہے تو بفتح میم کہیں اور اگر مقام غیر پر قبضہ ہو تو بضم میم پڑھیں گے۔

اسی طرح اضافت میں بھی معنی لغوی یعنی نسبت مراد ہیں نہ کہ اصطلاح نحوی اور حرف اذ چار طرح سے مستعمل ہوتا ہے۔ اول یہ کہ وہ اسم زمان ماضی کا ہو تو یہ کبھی ظرف ہوگا۔ جیسے فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کبھی بدل مفعول کا ہوگا۔ جیسے وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ اور کبھی مفعول بہ ہوگا۔ جیسے وَاذْكُرُوْۤا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ اور کبھی مضاف الیہ اسم زماں کا ہوگا۔ جیسے يَوْمَئِذٍ دوسری صورت یہ ہے کہ اسم زماں مستقبل ہو جیسے يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا تیسری شکل یہ ہے کہ مفاجات کے لیے ہو جیسے خرجت اذ زید قائم لیکن یہ بہت کم مستعمل ہے۔ اور چوتھے یہ کہ برائے تعلیل ہو جیسے لَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اور اس جگہ بیت مبارک میں اذ اول ہی صورت کے ماتحت استعمال کیا ہے۔

اور نودیت بمعنی طلب الاقبال ہے۔ اور اس میں ندا دینے والا اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ مروی ہے کہ اس رات میں جناب باری کی طرف سے حضور ﷺ کو ندا ہوئی: ادن یا محمد ادن یا احمد ادن یا خیر البریۃ۔

اور بالرفع میں بھی معنی لغوی مراد ہیں۔یعنی ارتفاع درجہ، نہ کہ معنی نحوی اور اسی طرح مفرد کے معنی متفرد الواحد فی القوم کے ہیں اور علم سے مراد عالی ہے یعنی ممتاز عن سائر جنس وللہ الحمد۔

کَیۡمَا تَفُوۡزَ بِوَصۡلٍ اَیِّ مُسۡتَتِرٍ
عَنِ الۡعُیُوۡنِ وَسِرٍّ اَیِّ مُکۡتَتِمٖ ۞ ۱۳

حل لغات: کی، حرف تعلیل بمعنی تا کہ، تا کہ۔ ما، زائد ہے۔ تفوز، مضارع مخاطب از فوز کامیاب۔ کامیاب ہوں آپ۔ بوصل، وصل الٰہی سے۔ ای، حرف استفہام وشرط اور یہاں تعجب کے طور پر نعت میں مستعمل ہے، کس قدر۔ مستتر، مخفی طور سے۔ عن العیون، جمع عین بمعنی باصرہ عن عیون الناس والملائکہ والانبیاء تمام آنکھوں سے۔ وسر، اور مخفی راز۔ ای، کس قدر۔ مکتتم، پوشیدہ ومخفی، مخفی وپوشیدہ۔

ترجمہ: یعنی یہ ندا اس لیے تھی کہ آپ کو وہ وصل حاصل ہو جو امین الخلائق سے پوشیدہ رہے اور آپ اس راز مخفی سے واقف ہوں کہ حضور ﷺ کے سوا کوئی اسے نہ جان سکے۔

وہ قرب جو محبوب کو ہر وقت ہے حاصل ہو شرح اس اجمال کی بے کلک ودہن آج
ہو نسخہ امکاں سے عیاں معنی توحید ہو جائے متن شرح بنے شرح متن آج
نہ ہر سینہ را راز دانی دہند نہ ہر دیدہ را دیدہ بانی دہند
نہ ہر گوہرے درۃ التاج شد نہ ہر مرسلے اہل معراج شد
برائے سر انجام کار ثواب یکے از ہزاراں شود انتخاب

اس بیت مبارک میں وصل سے مراد درحقیقت رؤیت الٰہی ہے اس امر میں اختلاف ہے کہ لیلۃ الاسراء میں حضور ﷺ نے رؤیت الٰہی بچشم قلب فرمائی یا بچشم سر۔

بعض تو اس طرف گئے کہ اللہ نے حضور ﷺ کی بصر فواد روشن کی اور چشم قلبی سے دیدار الٰہی کا مشاہدہ فرمایا اور اس پر استدلال میں مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى کو دلیل لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے چشم دل سے دیدار الٰہی کیا اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

ہمارے حبیب کے دل نے جھوٹ نہ کہا جو دیکھا۔

اور بعض اس طرف گئے کہ حضور ﷺ نے جمال الٰہی بچشم سر دیکھا جیسا کہ فرمان ان الله اعطیٰ موسیٰ الکلام واعطانی الرؤیة "اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو کلام کا فخر بخشا اور مجھے رؤیت الٰہی کا"۔ اور فرمایا رایت ربی فی احسن صورۃ "میں نے اپنے رب کو بہترین صفت میں دیکھا"۔ اور علامہ کورشی فرماتے ہیں کہ اس میں حجت کرنا ہی زائد ہے اس لیے کہ اگر حضور ﷺ کو رؤیت بالقلب ہوئی تو اس لیے کہ آنکھوں سے دیکھنے کے مقابلہ میں دل سے دیکھنے میں یقین و معرفت کی ترقی ہے۔

علامہ حقی اندلسی رحمہ اللہ روح البیان میں فرماتے ہیں:

یقول الفقیر ایراد الرؤیة فی مقابلة الکلام یدل علی رؤیة العین لان موسیٰ سالها فمنع منها فاقتضیٰ ان یفضل نبینا علیه السلام بما منع منه وهو الرؤیة البصریة ولا شک ان الرؤیة القلبیة یشترک فیها جمیع الانبیاء حتی الاولیاء۔

"یہ فقیر کہتا ہے کہ کلام موسیٰ کے مقابلے میں رؤیت وارد ہے جو اس امر پر دال ہے کہ یہ رؤیت بالعین ہے۔ اس لیے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ جب فرمایا تو لَنۡ تَرٰىنِیۡ جواب ملا تھا۔ حضور ﷺ کی فضیلت اور امتیاز کو بلند کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی رؤیت سے حضور ﷺ کو نوازا اور یہ رؤیت رؤیت بچشم سر ہی ہونی چاہیے اور اگر رؤیت بالقلب مانی جائے تو پھر حضور ﷺ کے ساتھ خصوصیت ہی کیا رہے گی۔ اس لیے کہ رؤیت بالقلب تو تمام انبیاء کو حاصل ہے، حتیٰ کہ خاصان بارگاہ اولیاء کرام بھی اس سے متمتع ہیں"۔

اور بعض فضلاء نے خوب فرمایا کہتے ہیں کہ آیت میں رؤیت فؤادی کا ذکر فرمایا اور رؤیت عینی کو اس لیے مخفی رکھا کہ یہ وہ سر ہے جو اللہ اور اس کے حبیب کے مابین مکتوم ہے۔ اور اسی طرف ناظم رحمہ اللہ و سر ای مکتتم میں اشارہ فرما رہے ہیں۔ علامہ خرپوتی رحمہ اللہ سب کچھ لکھ کر آخر میں خوب واضح اور صاف محاکمہ فرماتے ہیں:

والحاصل انا نذهب الى صحة رؤيته بعينه وبقلبه الحديث رواه مسلم في صحيحه رايت ربي بعيني وبقلبي ولكنا عاجزون عن درک كيفيتها۔

"خلاصہ یہ ہے کہ ہم صحت رؤیت بالعین و بالقلب کے قائل ہیں اس لیے کہ مسلم شریف کی حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا ہے: میں نے اپنے رب کو دل کی آنکھ اور سر کی آنکھ دونوں سے دیکھا لیکن ہم اس کی ادراک کیفیت سے عاجز ہیں"۔

کسی عربی شاعر نے خوب کہا ہے:

لايكتم السر الا كل ذي خطر والسر عند كرام الناس مكتوم

والسر عند في بيت له غلق قد ضاع مفتاحه والباب مختوم

"سر پوشیدہ نہیں رہتا مگر ذی خطر ارباب ہمت کے پاس اور راز عزت والی ہستیاں مخفی رکھا کرتی ہیں یہ اس گھر میں رہنے والا خزانہ ہے کہ جو مقفل و مغلق ہے اور اس کی کنجی ضائع ہو چکی ہے اور دروازہ پر مہر لگی ہوئی ہے"۔ کسی نے کہا ہے:

بين المحبين سر ليس يفشيه قول ولا قلم للخلق يحكيه

سر يمازجه انس مقابلة نور بحير في بحر من اليه

بعض مفسرین نے تصریح کی کہ اس رات حضور ﷺ کو متعدد شان کی وحی ہوئیں ایک وہ جو حضور ﷺ نے عوام تک پہنچائی۔ دوسری قسم وحی کی وہ ہے جو خواص تک پہنچائی گئی جو معارف الٰہیہ تھے۔ تیسری قسم وحی وہ تھی جو اخص خواص تک پہنچی وہ حقائق اور نتائج علوم ذوقیہ تھے۔ اور چوتھی قسم وحی کی وہ تھی جو حضور ﷺ اور رب جلت وجہد عز اسمہ کے مابین مخفی رہی۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً على حبيبک خير الخلق كلهم

● فَحُزْتَ كُلَّ فِخَارٍ غَيْرَ مُشْتَرَكٍ
وَجُزْتَ كُلَّ مَقَامٍ غَيْرَ مُزْدَحَمٍ

حل لغات: فحزت، فا برائے تفصیل تفریع حزت من حاز بمعنى جمع

والخطاب علیہ السلام ای جمعت، پس جمع کر لیا آپ نے۔ کل، تمام۔ فخار،
الفواضل والشمائل والفضائل فضیلتوں کو۔ غیر مشترک، غیر مشترک حال میں۔
وجزت، عبرت و ذھبت، اور عبور فرمایا آپ نے۔ کل مقام، تمام مقامات کو۔ غیر
مزدحم، بغیر دوسرے کے اجتماع کے۔

ترجمہ: حضور ﷺ آپ نے تمام فضیلتیں جمع فرمالیں بلا اشتراک، غیرے اور آپ ﷺ
تمام مقامات سے عبور فرما کر اس جگہ پہنچے جہاں کسی کا اجتماع وازدحام ناممکن ہے۔

شرح: بمقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی۔ بعض فضلا فرماتے ہیں: فحزت کل فخر
غیر مشترک سے مراد درجات وسیلہ اور مقامات رفیعہ اور کوثر وشفاعت عظمیٰ اور مقام محمود
اور لواء ممدود ہے۔ غیر مزدحم سے مراد مقام محبت اور ختم نبوت و رسالت عامہ وغیرہ
ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ پھر ہم آگے بڑھے اور جبریل ہمارے ساتھ تھے۔ یہاں
تک کہ جب ہم پردہ ذہب پر پہنچے اور پردہ کو حرکت دی تو کہا گیا یہ کون ہے۔ جبریل نے کہا
میں جبریل ہوں اور میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں ملک حجاب ذہب نے اللہ اکبر کہا اور پردہ
سے ہاتھ نکال کر مجھے اٹھایا اور طرفۃ العین میں پانچ سو برس کی بعد مسافت پر مجھے پہنچا دیا
اور کہا تقدم یا محمد۔ "اے آقا! آگے چلیے" تو ہم آگے بڑھے کہ ایک پردہ موتیوں کا
آیا۔ اس فرشتہ نے اس پردہ کو ہلایا دریافت کیا گیا کون ہے۔ تو اس نے کہا: انا صاحب
الحجاب اللعب وھذا محمد "یعنی میں حجاب ذہب کا فرشتہ ہوں اور آقائے
کائنات میرے ساتھ ہیں"۔ اس نے اللہ اکبر کہا اور ہاتھ نکال کر مجھے اٹھایا حتی کہ اسی طرح
حجاب در حجاب طے کرتے ہوئے ستر پردوں سے عبور کیا کہ ہر پردہ پانچ برس کی بعد مسافت
کا تھا۔ پھر رفرف سبز رنگ کا بستر لایا گیا جس کی چمک سورج سے تیز تھی۔ اس پر ہم چلے
یہاں تک کہ عرش پر پہنچے وہاں سے ایک قطرہ ہمارے منہ میں ٹپکا جس کی صفت یہ تھی کہ فما
ذاق الذائقون شیئاً قط احلی منھا۔ "دنیا میں اور آخرت میں چکھنے والے اس سے
زیادہ شیریں چیز نہ چکھیں گے"۔ اور پھر اللہ نے اولین وآخرین کی تمام اخبار وعلم مجھ پر

روشن فرمادیے۔ الحدیث۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً علی حبیبک خیر الخلق کلهم

قوسین عروج اور نزول اتنی ہو نزدیک سمجھے نہ کوئی ان کے سوا سر سخن آج

(از قبلہ قدس سرہ)

وَجَلَّ مِقْدَارُ مَا وُلِّيتَ مِنْ رُتَبٍ
وَعَزَّ اِدْرَاکُ مَا اُولِیتَ مِنْ نِعَمٍ

حل لغات: وجل، صیغہ ماضی از جلالت بمعنی عظمت۔ بڑی عظمت والی ہے۔ مقدار، وہ مقدار۔ ماولیت، ما۔ موصول۔ ولیت ماضی مخاطب مجہول از تولیت والی بنانا۔ جس کے آپ مالک بنائے گئے۔ من رتب، جمع رتبہ، رتبوں سے۔ وعز، از عزازت۔ دشوار، اور مشکل ہے۔ ادراک، از درک، پانا، سمجھنا۔ ما اولیت، ماموصول اولیت ماضی مخاطب مجہول از ایلاء، دینا۔ جس کے آپ ﷺ مالک بنائے گئے۔ من نعم، من تبعیضیہ۔ نعم جمع نعمت۔ نعمتوں سے۔

ترجمہ: بہت بڑی عظمت والی ہے وہ شان جن کے آپ ﷺ مالک بنائے گئے مراتب سے اور مشکل ہے سمجھنا اس نعمت کا جو آپ کو دی گئی نعمتوں سے۔

شرح: اس بیت مبارک میں اس عظمت شان کی طرف اشارہ ہے جو حضور سید یوم النشور ﷺ کو عطا ہوئی کہ حضور ﷺ کو مالک محشر بنایا۔ والی قیامت کیا اور شفاعت عظمیٰ کے منصب سے نوازا۔ اور لیلۃ المعراج میں حضور ﷺ پر وحی کی کہ

ان الجنة محرمة علی الانبیاء حتی تدخلها وعلی الامم حتیٰ تدخلها امتک۔

"جنت انبیاء پر حرام ہے جب تک آپ ﷺ کو جنت میں داخل نہ کر دیا جائے اور تمام امتوں پر جنت حرام ہے جب تک آپ ﷺ کی امت جنت میں داخل نہ ہو جائے"۔

اور فرمایا:

لولاک لما خلقت الافلاک

"اے محبوب! اگر تم نہ ہوتے افلاک و مافیہا ہم پیدا نہ کرتے"۔

اور پھر قوت جبروتیہ کی یہ شان عطا فرمائی کہ اعداء سرکار ہلاک ہو رہے ہیں اور ہلاک ہوتے رہیں گے۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

اور ما اولیت من نعم میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم اولین و آخرین سے نوازا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو خیر الامم بنایا اور امت کے لیے نصیحتیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ جناب باری کی طرف سے نازل ہوئیں جیسا کہ حدیث میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

شکا ای اللہ تعالیٰ من امتی لیلۃ المعراج شکایات

"اللہ تعالیٰ نے میری امت کی چند شکایات فرمائیں"۔

الاولی انہ قال انی لم اطلب منھم الیوم عمل الغد وھم یطلبون منی رزق الغد۔

"پہلی شکایت یہ تھی کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے پیشگی عمل نہیں طلب کرتا اور وہ مجھ سے کل کا رزق کل سے پہلے چاہتی ہے"۔

والثانیۃ انہ قال لا ادفع ارزاقھم الیٰ غیرھم وھم یدفعون عملھم الیٰ غیری

"دوسری یہ کہ میں ان کا رزق غیر کی طرف دفع نہیں کرتا بلکہ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا کا وعدہ ہے۔ مگر وہ اپنے عمل میرے غیر کی طرف دفع کرتے ہیں یعنی ریاکاری کرتے ہیں"۔

والثالثہ انھم یاکلون رزقی ویشکرون غیری ویخونون معی ویصالحون خلقی

"تیسرا شکوہ یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی میرا رزق کھا کر میرے غیر کے شکر گزار بنتے

ہیں میرے ساتھ خیانت کرتے اور میری مخلوق کے ساتھ مصالحت رکھتے ہیں"۔

والرابعة ان العزة لی و انا المعز وهم يطلبون العزة من سوائی

"چوتھی یہ کہ عزت میرے لیے ہے اور میں ہی عزت دینے والا ہوں۔ یہ لوگ عزت میرے سوا غیر سے طلب کرتے پھرتے ہیں"۔

کہیں اہل دنیا کی خوشامد درآمد کرتے ہیں۔ کہیں ٹی پارٹیاں دے کر خان بہادری اور خان صاحبی یا سری حاصل کرتے ہیں۔ حالانکہ امت مخلصہ کی یہ شان ہونی چاہیے کہ

بجز سرکار سرکار ایجاد سروکارے بسرکارے نداریم
نہ کس میدہاند نہ کس میدہد خدا میدہاند خدا میدہد

والخامسة انی خلقت النار لكل كافر وهم يجتهدون ان يواقعوا انفسهم فيها۔

"پانچویں شکایت یہ تھی کہ میں نے آگ کافروں کے لیے پیدا فرمائی لیکن یہ کوشاں ہیں کہ اپنی جانوں کو اس میں ڈالیں"۔

پھر فرمایا:

قل لامتک ان اجبتم احدا لاحسانه اليهم فانا اولىٰ به لكثرة نعمتی عليهم وان خفتم احدا من اهل السماء والارض فانا اولىٰ بذالک لكمال قدرتی وان انتم رجوتم احدا فانا اولىٰ به وان انتم استحييتم من احد لجفائكم اياه فانا اولىٰ به لان منكم الجفا ومنی الوفاء وان انتم اثرتم احدا باموالكم وانفسكم فانا اولىٰ بذالک لانی معبودكم وان صدقتم احدا فی وعده فانا اولىٰ بذالک لانی انا الصادق۔

"اے محبوب! اپنی امت کو فرما دو کہ اگر تم کسی سے احسان کی وجہ میں محبت رکھتے ہو تو میں کثرت نعمت کی وجہ سے زیادہ حق دار ہوں اور اگر تم زمین و آسمان کی کسی مخلوق سے خائف ہو تو میں کمال قدرت کی وجہ سے اس امر کا زیادہ حق دار ہوں کہ

مجھ سے خائف رہو۔ اور اگر کسی سے کچھ امید وابستہ رکھتے ہو تو میں اس امید وابستہ رکھنے میں زیادہ حق دار ہوں اور اگر تم کسی سے شرم اپنی وفاداری کی وجہ سے کرتے ہو تو میں اس وفاداری کا زیادہ مستحق ہوں اس لیے کہ تمہاری طرف سے جفا ہوتی ہے تب بھی ہماری طرف سے وفا ہی ہوتی ہے۔ اور اگر تم اپنے مال و جان کے لیے کسی سے تعلق رکھتے ہو تو بھی میں زیادہ حق دار ہوں۔ اس لیے کہ میں تمہارا معبود ہوں اور اگر تم صدق وغیرہ میں کسی کے ساتھ زیادہ پابندی کرنا چاہتے ہو تو میں اس میں احق ہوں اس لیے کہ میں صادق ہوں"۔

اے کریمے کہ از خزانہ غیب گبر و ترسا وظیفہ خور داری
دوستاں را کجا کنی محروم تو کہ با دشمناں نظر داری

اس لیے حضور ﷺ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یا محمد لم اکثر مال امتک لئلا یطول حسابھم یوم القیامۃ ولم اطل اعمارھم لئلا تقسوا قلوبھم ولم افجاء ھم بالموت لئلا یکون خروجھم من الدنیا بدون التوبۃ و اخرتھم فی الدنیا عن الآخرین لئلا یطول فی القبور حبسھم کذا فی روح البیان تفسیر القرآن لاسماعیل حقی اندلسی صاحب الکشف والعرفان۔

"اے محبوب! تمہاری امت کو زیادہ مال ہم نے یوں ہی عطا نہ کیا تا کہ قیامت کے دن اس پر حساب لمبا نہ پڑے ان کی عمریں لمبی اس لیے نہیں کیں تا کہ وہ قسی القلب (سخت دل) نہ ہو جائے اور مرگ مفاجات (اچانک موت) سے بھی محفوظ رکھا تا کہ بدون توبہ ان کا دنیا سے نکلنا نہ ہو اور دنیا میں انہیں سب کے بعد اس لیے بھیجا تا کہ قبروں میں زیادہ ٹھہرنا نہ ہو۔ ایسا ہی روح البیان تفسیر القرآن علامہ اسماعیل حقی اندلسی میں ہے"۔

بُشریٰ لَنَا مَعشَرَ الاِسلَامِ اِنَّ لَنَا
مِنَ العِنَایَۃِ رُکنًا غَیرَ مُنھَدِمِ

حل لغات: بشری لنا، ای ھذہ القصۃ بشریٰ لنا، بشارت خوشخبری ہے ہمارے لیے۔ معشر الاسلام، معشر گروہ، اے جماعت مسلمین۔ ان لنا، بے شک ہمارے لیے۔ من العنایۃ، شفقت ومہربانی ہے۔ رکنا، کسی چیز کا مضبوط کنارہ مراد از ستون۔ اور ایسا ستون ہے۔ غیر منھدم، جو نہ گرنے والا ہے۔

ترجمہ: ہم اہل اسلام کو خوشخبری ہے کہ ہمارے پاس خدا کی رحمت کا ایسا پختہ ستون ہے جو گر نہیں سکتا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کا۔

شرح: فضائل ذات و رفعت شان وتقرب الی اللہ فی المعراج بیان کرنے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ بایں ہمہ فضل وکمال امت مرحومہ کے لیے کیا عظمت شان و امتیاز خاص عطا ہوئی۔ تو اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمارے لیے بھی اے معاشر مسلمین بڑے زبردست مژدے اور بشارتیں ہیں۔ اور ذات اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے لیے ایک رکن غیر منہدم ہے جس کے بھروسا پر ہمارا قیام ہے اور چند خصائص اس امت مرحومہ کے ایسے ہیں کہ تمام امم ماضیہ میں وہ امتیاز نہیں مل سکتے۔ منجملہ ان کے یہ ہیں:

(۱) ہمارے لیے غنائم حلال کیے گئے امم ماضیہ کو حلال نہ تھے۔

(۲) ہمارے لیے روئے زمین مسجد وطہور کی گئی۔

(۳) ہمارے لیے مٹی کو وضو کا بدل تیمم کے ذریعہ بنایا گیا۔

(۴) ہمارے لیے وضو کی تعلیم دی گئی امم ماضیہ میں سوا انبیاء کے یہ وضو کسی کے لیے نہ تھا۔

(۵) ہمارے لیے پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی۔ امم ماضیہ کو یہ شرف نہیں ملا۔

(۶) ہمیں اذان واقامت عطا ہوئی۔ امم ماضیہ کے لیے یہ نہ تھی۔

(۷) ہمیں بسم اللہ عطا کی گئی۔ امم ماضیہ کو یہ عطا نہیں کی گئی۔

(۸) ہمیں بعد الحمد کے تعلیم آمین خلف الامام بالسر عطا ہوئی۔

(۹) ہماری عبارت میں رکوع رکھا گیا۔

(۱۰) ہمیں نمازوں میں صفیں بنانا تعلیم دی گئی مثل صفوف ملائکہ۔

(۱۱) ہمیں جمعہ میں ایک ساعت اجابت ملی۔

(۱۲) ہمیں جمعہ عطا ہوا۔

(۱۳) ہمیں رمضان المبارک کی پہلی شب میں اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے دیکھتا ہے۔ اور جسے اللہ تعالیٰ بنظر رحمت دیکھ لے وہ معذب نہیں کیا جاتا۔

(۱۴) ہمارے لیے تزئین جنت کی بشارت ہے۔

(۱۵) ہمارے حق میں ملائکہ استغفار کرتے ہیں ہر رات میں۔

(۱۶) ہمارے گناہ رمضان المبارک کی لیل اخیرہ تک مغفور ہیں۔

(۱۷) ہمیں رمضان المبارک میں روزے کے لیے سحری عطا ہوئی۔

(۱۸) ہمیں رمضان المبارک میں تعجیل فی الفطر کا حکم ہے۔

(۱۹) ہمیں رمضان المبارک میں لیلۃ القدر عطا ہوئی جو ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔

(۲۰) ہمیں مصیبت کے وقت اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ پڑھنے کی تعلیم ہے۔

(۲۱) ہم پر سے اللہ تعالیٰ نے سختی اور اغلال کا رفع فرمایا۔

(۲۲) ہمارے دین میں حرج اور تنگی نہیں رکھی۔

(۲۳) ہم سے اللہ تعالیٰ نے خطا و نسیان کا مواخذہ اٹھا دیا۔

(۲۴) ہمارے اسلام میں وہ وصف خاص رکھے گئے کہ اس میں غیر امت مرحومہ کوئی شریک نہیں سوا انبیاء علیہم السلام کے۔

(۲۵) ہماری شریعت اکمل شرائع ہے۔

(۲۶) امت مرحومہ کا اجتماع ضلالت پر نہیں۔

(۲۷) امت مرحومہ کا اجماع حجت ہے۔

(۲۸) امت مرحومہ کا اختلاف رحمت ہے۔

(۲۹) ہمارے اندر اگرچہ عمل کی قلت ہوگی مگر اجر سب سے زیادہ ملے۔

(۳۰) ہمارے اندر خدانخواستہ اگر طاعون آئے تو اس میں مرنے والا شہید ہو۔ اور وہ خدا کی رحمت ہے اور علاوہ ہمارے سب پر طاعون عذاب کی صورت میں آیا۔

(۳۱) اس امت کا یہ خاصہ ہے کہ جو دو شخص کسی میت کی شہادت بخیر دیں۔ اس کے لیے جنت لازم ہوگی۔

(۳۲) اس امت کی خاص خصوصیت یہ ہے کہ ان میں سندیں معتبر ہوں گی۔

(۳۳) اس امت میں تصنیف و تالیف کتب کا سلسلہ جاری رہے گا۔

(۳۴) اس امت مرحومہ میں قطب، اوتاد، نجباء و ابدال اور غوث ہوں گے۔

(۳۵) اس امت کا گنہگار قبر میں عاصی و سیاہ کار داخل ہو، مگر جب نکلے گا تو استغفار مومنین سے مغفور نکلے گا۔

(۳۶) ہماری یہ خصوصیت بھی ہے کہ بروز محشر سب سے اول امت مرحومہ قبروں سے باہر آئے۔

(۳۷) ہم میدان حشر میں وضو کی برکت سے روشن پیشانی اور دست و پا نورانی لے کر اٹھیں گے۔

(۳۸) ہم میدان حشر میں بطفیل سرکار بلند مقام پر ہوں گے۔

(۳۹) ہمارے نامہ اعمال داہنے ہاتھوں میں ہوں گے۔

(۴۰) ہم میں سے جنت میں ستر ہزار بلا حساب و کتاب داخل جنت ہوں۔ الٰہی مجھے اور اس مؤلف کے مطالعہ کرنے والے کو ان ستر ہزار سیہ کاروں میں محشور فرما۔ آمین بجاہ نبی المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم۔

(۴۱) ہم تمام امتوں سے پہلے جنت میں داخل کیے جائیں گے۔

(۴۲) ہمارے حضور کی شریعت باقی رہے گی۔ الی یوم التناد بہ عنایت رب ھاد۔

کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے　　پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی

ملک کونین میں انبیاء تاجدار　　تاجداروں کا آقا ہمارا نبی

مولای صل وسلم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

لَمَّا دَعَی اللّٰہُ دَاعِیْنَا لِطَاعَتِہٖ
بِاَکْرَمِ الرُّسُلِ کُنَّا اَکْرَمَ الْاُمَمِ

حل لغات: لما، جب کہ۔ دعی اللّٰہ، صیغہ از دعاء بلانا، بلایا۔ داعینا، داعی صیغہ فاعل۔ پکارنے والا۔ بلانے والے نے ہمیں۔ لطاعتہ، اللہ کی اطاعت کی طرف۔ باکرم الرسل، بوجہ اکرم رسل ہونے کے۔ کنا، ہوگئے ہم۔ اکرم الامم، اکرم الامم۔

ترجمہ: جب کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حضور ﷺ کو ہماری اصلاح اور دعوت اسلام کے لیے بھیجا تو وہ تمام انبیاء میں اکرم الانبیاء ہیں تو ان کے پیروکار اکرم الامم ہو گئے۔

شرح: مفہوم واضح ہے کہ ہمارا خیر الامم اشرف الامم اکرم الامم ہونا بھی حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات کی تصدق میں ہے۔ جب حضور ﷺ ہمیں طاعت الٰہی کی دعوت دینے تشریف لائے اور ہم نے ان کی دعوت کو لبیک کہا۔ تو چونکہ حضور اکرم الرسل اشرف الرسل اعظم الرسل افضل الرسل ہیں۔ اس لیے حضور ﷺ کے غلام اور امتی حضور ﷺ کی شرافت کے صدقہ میں اکرم الامم اشرف الامم خیر الامم ہو گئے اور اس پر ابونعیم نے حلیہ میں انس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بھی نقل فرمائی

انہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اوحی اللّٰہ تعالیٰ الیٰ موسیٰ علیہ السلام انہ من لقینی وھو جاحد باحمد ادخلتہ النار قال یا رب ومن احمد قال تعالیٰ ما خلقت خلقاً اکرم علی منہ کتبت اسمہ مع اسمی فی العرش قبل ان اخلق السموت والارض وان الجنۃ محرمۃ علی جمیع خلقی حتی یدخلھا ھو وامتہ قال ومن امتہ قال الحمادون یحمدون صعودا وھبوطا وعلیٰ کل حال یشدون ازارھم اوساطھم ویطھرون اطرافھم صائمون بالنھار ورھبان باللیل اقبل منھم الیسیر وادخلھم الجنۃ بشھادۃ ان لا الہ الا اللّٰہ قال موسیٰ یا رب فاجعلنی نبی تلک الامۃ قال

نبیها منها قال اجعلنی من امة ذالک النبی قال استقدمت واستاخرت ولکن ساجمع بینک وبینه فی دارا لجلال۔

"رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ جو شخص مجھے اس حال میں ملے کہ وہ احمد ﷺ کا منکر ہو تو میں اسے آگ میں داخل کروں گا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا یا رب احمد ﷺ کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے نہیں پیدا کیا کسی کو جو میرے نزدیک اس سے بزرگ تر ہو۔ میں نے اس کا نام اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھا ہے آسمان وزمین پیدا کرنے سے پہلے بے شک میری مخلوق پر جنت حرام ہے یہاں تک کہ میرا محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اس کی امت اس میں داخل ہو جائے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب اس کی امت کون ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ حمادون ہیں جو اٹھتے بیٹھتے ہر حال میں حمد کرتے ہیں۔ وہ دن کو روزہ رکھنے والے اور رات کو عبادت کرنے والے ہیں۔ میں ان سے آسان بات کو قبول کروں گا اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی شہادت پر انہیں جنت میں داخل کروں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے رب مجھے اس امت کا نبی بنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے موسیٰ! ان کا نبی انہی میں سے ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے رب! مجھے اس نبی کی امت سے کر دے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تجھے پہلے نبی بنا چکا ہوں اور اسے میں نے مؤخر کر دیا ہے۔ البتہ میں دار الجلال میں تیرے اور اس کے درمیان ملاپ کرا دوں گا۔

فصل احدیٰ عشر--غزوات کا بیان

۱۱۸

رَاعَتْ قُلُوْبَ الْعِدٰی اَنْبَآءُ بِعْثَتِہٖ
کَنَبْاَۃٍ اَجْفَلَتْ غُفْلاً مِّنَ الْغَنَمِ

حل لغات: راعت، از روعٌ و تخویف، صیغہ ماضی ڈرانا، اور ڈر گئے۔ قلوب العدی، جمع قلب، عدی جمع عدو، دل اعداء دین کے۔ انباء، جمع نبا، بمعنی خبر، خبروں۔ بعثتہ، بعثت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔ کنبأۃ، النباۃ صوت الاسد، مثل آواز شیر کے۔ اجفلت، ای اھربت وافزعت، کہ گھبرا کے بھاگتی ہیں۔ غفلا، جمع غافل، بے خبری میں۔ من الغنم، بکریاں۔

ترجمہ: دشمنان دین کے دل آپ کی تشریف آوری کی خبروں سے ایسے ڈرے جیسے شیر کی آواز بکریوں کو بے خبری میں سراسیمہ و پریشان کر کے بھگا دیتی ہے۔

شرح: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نصرت بالرعب مسیرۃ شھر و فی روایۃ مسیرۃ شھرین "یعنی میری مدد کی گئی رعب کے ساتھ ایک مہینا یا دو مہینا کی بعد مسافت تک"۔ اس حدیث کو تلمیحاً ناظم فاہم رحمہ اللہ نے اس بیت مبارک میں بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آوازۂ حق کا رعب دشمن اسلام پر اتنا زبردست پڑتا کہ وہ بکریوں کے طرح گلے سے آوازۂ شیر پر بھاگ پڑتے تھے۔

۱۱۹

مَازَالَ یَلْقَاھُمْ فِیْ کُلِّ مُعْتَرَکٍ
حَتّٰی حَکَوْا بِالْقَنَا لَحْمًا عَلٰی وَضَمٍ

حل لغات: مازال، ماضی منفی فعل ناقص بحالت نفی ہمیشگی کے معنی میں آتا ہے۔ ہمیشہ رہے۔ یلقاھم، یلقی ملنا مقابلہ کرنا، مقابلہ کرتے کفار سے۔ فی کل معترک، اسم ظرف، رزم گاہ، تمام رزم گاہ میں۔ حتی، غایت کے لیے آتا ہے۔ یہاں تک کہ۔ حکوا، صیغہ ماضی از حکی، بمعنی مشابہ، مشابہ ہو گئے۔ بالقنا، جمع قناۃ، نیزہ، نیزوں سے۔ لحماً،

اس گوشت کی مانند۔ علی وضم، وضم بفتحتین خشب او حدید یقطع القصاب، جو قصاب کے تختہ پر ہو۔

ترجمہ: حضور ﷺ کفار سے ہر میدان میں مقابلہ آراء رہے۔ یہاں تک کہ نیزۂ مجاہدین کے ذریعہ ان کے گوشت ایسے کردیئے جیسے تختۂ قصاب کا گوشت۔

شرح: علامہ خرپوتی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کفار کے مقابلہ میں رزم گاہ کے اندر شرکت فرماتے اور جتنی بار حضور ﷺ تشریف لے گئے دشمنان اسلام پر فتح ہی حاصل فرمائی اور حضور ﷺ انیس غزوات میں تشریف لے گئے۔ ان میں نو غزوہ ایسے ہیں جن کے اندر بنفس نفیس خود مقابلہ فرمایا۔ وہ نو غزوات یہ ہیں: (۱) غزوۂ بدر (۲) غزوۂ احد (۳) غزوۂ مریسیع (۴) غزوۂ خندق (۵) غزوۂ بنی قریظہ (۶) غزوۂ خیبر (۷) غزوۂ حنین (۸) غزوۂ طائف (۹) فتح مکہ۔ ان غزوات میں جو شان شجاعت نظر آئی وہ انشاء اللہ اپنے اپنے مقام پر بیان ہوگی۔ لفظ حکوا کے معنی حکایت یا قصہ کہنے کے بھی آتے ہیں۔ لیکن بمعنی مشابہت بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ جیسے کسی کا شعر ہے:

ظلمناک فی تشبیہ صدغیک بالمسک
وقاعدۃ التشبیہ نقصان ما یحکی

(۱۵) وَدُّوا الْفِرَارَ فَكَادُوا يَغْبِطُونَ بِهِ
أَشْلَاءَ شَالَتْ مَعَ الْعِقْبَانِ وَالرَّخَمِ

حل لغات: ودوا، پسند کرتے تھے۔ الفرار، بھاگ جانے کو۔ فکادوا، از افعال متقاربہ ای قربوا، اور قریب تھا کہ۔ یغبطون، از غبط یغبط از غبطہ بکسر الغین تمنی حصول مثل نعمت حاصلۃ المغیر، ہر ایک پسند کرتا اور غبطہ کرتا۔ بہ، اس بھاگنے والے کے ساتھ بھاگنے کا۔ اشلاء، جمع شلو، ٹکڑا جسم کا مع گوشت، وہ ٹکڑے جسم کے۔ شالت، از شول بلند ہونا، جو اڑ چکے ہیں۔ مع العقبان، جمع عقاب کرگس، کرگسوں کے ساتھ۔ والرخم، چیل مردار خوار، اور مردار خوار چیل کے ساتھ۔

ترجمہ: کفار ضرب تیغ مجاہدین اسلام سے بھاگنا پسند کرتے اور جو جسم کے ٹکڑے کرگس اور چیل لے اڑے ہیں۔ ان پر غبطہ کرتے کہ جیسے یہ ٹکڑے اس ضربوں سے بچ کر کرگسوں کی غذا بن گئے ہم کیوں نہ بنے۔

شرح: غبطہ کہتے ہیں اس خواہش کو جو نعمت کسی کو حاصل ہو، اس کے زوال بغیر اس کے حصول کے آرزو کرنا برخلاف رشک وحسد کے کہ اس میں زوال نعمت غیر کے ساتھ اس نعمت کے حصول کی آرزو ہوتی ہے۔

کفار بقیۃ السیف کو گو بسبب تیغہائے مجاہدین راہ فرار نہ ملتی تھی۔ مگر باوجود اس کے وہ اس کو پسند کرتے تھے کہ جس طرح موقع ملے بھاگ نکلیں آخر ان کی مجبوری انہیں اپنے مقتولین کے ان قطعہائے گوشت پر غبطہ کرنے کے سے مجبور کرتی جو چیل کووں کی منقاروں میں آکر وہاں سے اڑ چکے ہوتے تھے۔ تاکہ مجاہدین کی ضربات سے بچ جاتے۔

(۲۱) تَمضِی اللَّیَالِیُ وَلَا یَدرُونَ عِدَّتَھَا
مَالَم تَکُن مِن لَیَالِی الاَشھُرِ الحُرُمِ

حل لغات: تمضی، از مضی مؤنث غائب مضارع گزرنا، گزرتی رہتیں۔ اللیالی، جمع لیل، راتیں۔ ولا یدرون، اور نہ جانتے۔ عدتھا، بمعنی عدد، گنتی دنوں کی۔ مالم تکن، جب تک کہ نہ ہوتیں۔ من لیالی، وہ راتیں۔ الاشھر الحرم، ماہ حرام کی۔

ترجمہ: راتیں گزر رہی ہیں اور کفار غایت خوف وہراس میں ان کی گنتیاں نہیں جانتے۔ جب تک اشہر حرام کی راتیں نہ آجائیں۔

شرح: ابتداء اسلام میں اشہر حرام میں جنگ حرام تھی اور اب بھی اگرچہ حرمت منسوخ ہو گئی ہے۔ مگر افضل یہ ہے کہ ان ایام میں بدایت (ابتداء) جنگ نہ کی جائے۔ ناظم فاہم کا مقصد اس سے صرف یہ ہے کہ میدان جنگ میں آنے کے بعد منکرین اس قدر حواس باختہ ہوتے تھے کہ لیالی وایام کی ورق گردانی کا ہوش بھی انہیں خوف میں نہ رہتا۔ حتیٰ کہ اشہر حرام یعنی محرم الحرام، رجب، شعبان، رمضان جب آتے تو اس اطمینان پر کہ اب جنگ بند ہو

گی۔ رات دن کا ہوش کرتے بعض نے اشہر حرام یہ بتائے۔ رجب اور ذیقعد ذی الحجہ محرم۔
ان کا احترام تو قرآن کریم سے بھی ثابت ہے۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ۔ چنانچہ شارح خرپوتی نے ان بارہ مہینوں کی وجہ تسمیہ بھی تحریر فرمائی ہیں وھو ھذا۔

محرم کی وجہ تسمیہ بوجہ حرمت قتال ہے۔ اور بعض نے کہا کہ اس مہینا میں شیطان پر جنت حرام کی گئی۔ اس لیے محرم کہا گیا۔

صفر اس لیے کہتے ہیں کہ اس مہینا میں اونٹ دبلے ہو جاتے تھے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اس مہینا میں بخار وباوغیرہ کثرت سے ہوتی تھی اور چہرے زرد ہو جاتے تھے۔

ربیع الاول۔ اسے زمانہ جہالت میں خوان کہتے تھے۔

ربیع الثانی اسے زمانہ جہالت میں بصان کہتے تھے۔ اور ان دونوں مہینوں میں چونکہ ارتباع خصب کیا کرتے ہیں۔ یوں اول اور ثانی کہتے ہیں۔

جمادی الاولیٰ اسے زمانہ جہالت میں حنین کہتے تھے۔

جمادی الاخریٰ اسے زمانہ جہالت میں رنی کہتے تھے اور دونوں مہینوں میں چونکہ جمود ماء ہو جاتا تھا اس سے اولیٰ اور ثانیہ کیا گیا۔

رجب اس مہینا کو اصم کہتے تھے اس لیے کہ اس ماہ میں ہتھیار اور تلوار کی جھنکار مسموع نہ ہوتی تھی۔ پھر رجب تعظیماً اس کا نام رکھا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رجب میں امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر عذاب نہیں ہوتا۔

شعبان اس کا نام عہد جہالت میں عجلان تھا۔ بعدہ اس کا نام شعبان اس لیے رکھا گیا کہ اس ماہ میں انشعاب قبائل برائے غارات ہوتا تھا۔ پھر شریعت میں اس نام کو یوں رکھا کہ اس مہینا سے نیکیوں کے شعبے نکلتے ہیں کہ اس ماہ کی پندرہویں شب براءت ہے۔ اس کے بعد رمضان مجسم خیر آتا ہے۔

رمضان اس کا نام اس لیے رمضان ہے کہ اس کی حرارت سے گناہ جل جاتے ہیں اور

اسی ماہ میں فصلیں پکتی ہیں رمض الحر شدت کی حرارت وگرمی کو کہتے ہیں۔

شوال۔اس کا نام عاذل تھا پھر اسے شوال کہا گیا۔اس لیے کہ شول ناقہ اس ماہ میں کہا جاتا ہے اور حمل کا اونٹنی کے اس ماہ میں اندازہ کرتے تھے۔

ذوالقعدہ۔اس کا نام عہد جہالت میں رنہہ تھا۔پھر ذوالقعدہ رکھا گیا اس لیے کہ اس ماہ میں حرب اور عدد سے راحلہ کھول کر اپنے گھروں میں رہتے تھے۔

ذوالحجہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ مہینا حج کا ہے۔

اسی طرح ہفتہ کے ایام بھی ایام جہالت میں اور تھے اور بعد میں اور ہوئے۔

اردو میں	فارسی میں	عربی زبان میں	ایام جہالت میں
ہفتہ	شنبہ	یوم السبت	شیار
اتوار	یکشنبہ	یوم الاحد	اول
پیر	دوشنبہ	یوم الاثنین	اہون
منگل	سہ شنبہ	یوم الثلثاء	جبار
بدھ	چہار شنبہ	یوم الاربعاء	دیار
جمعرات	پنج شنبہ	یوم الخمیس	مؤنس
جمعہ	جمعہ	یوم الجمعہ	عروبہ

۱۳۲ كَاَنَّمَا الدِّيْنُ ضَيْفٌ حَلَّ سَاحَتَهُمْ

بِكُلِّ قَرْمٍ اِلٰى لَحْمِ الْعِدٰى قَرِمِ

حل لغات: کانما، کان تشبیہ کے لیے۔ما کافہ، گویا کہ۔الدین، دین بمعنی عادہ اور دین بمعنی عادۃ، دین اسلام۔ضیف، ایک مہمان ہے۔حل، جو اترا ہے۔ساحتھم، ساحت صحن خانہ، گھر کے آنگن میں۔بکل، ساتھ تمام۔قرم، سید، والمراد ھھنا صحابۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، سرداروں صحابہ کرام کے۔الی لحم العدیٰ، جمع عدو، دشمن، دشمن کے گوشت کی طرف۔قرم، شدید الاشتھاء، مشتاق اور شدید الاشتہاء ہے۔

ترجمہ: مذہب اسلام گویا ایک مہمان تھا جو ان کے گھر آیا اور ایسے سرداروں کے ساتھ آیا جو دشمنوں کے گوشت کے مشتاق تھے۔

شرح: مفہوم واضح ہے کہ دین اسلام گویا ایک ایسے مہمان کی صورت میں بہ ہمراہی سرداران قریش صحابہ کرام دشمن کے عین صحن خانہ میں نازل ہوا اور چونکہ انہیں ان کے گوشت کا اشتیاق تھا۔ تو بلحاظ اکرام ضیف بے تکلف اپنے جسم کے گوشت کو ان کے لیے مباح کر دیا۔ خلاصہ مفہوم یہ ہوا کہ مجاہدین اسلام کو ان کے قتل میں زیادہ جدوجہد کی حاجت نہ پڑی بلکہ رعب و مہابت الٰہی اور نصرت اسلامی کے اثر نے کفار کو اتنا مرعوب کر دیا کہ انہوں نے طوعاً و کرہاً اپنے کو قتل کے لیے پیش کر دیا۔

اگر ضمیر ساحتھم کو مجاہدین کی طرف راجع کیا جائے تو معنی یوں ہوں گے کہ گویا دین مجاہدین کے گھر مع سرداران گرامی قدر جو خون اعداء کے پیاسے تھے مہمان ہوا۔ اور فرزندان اسلام نے بپاس خاطر مہمان عزیز اعداء کو ذبح کر کے اس کی میزبانی کی اور وہ منکرین ایسے سراسیمہ ہوئے کہ شمار لیالی و ایام بھی کرنے سے بے خبر ہو گئے۔ جیسے کہ ایک حواس باختہ کا حال ہو جاتا ہے۔

يَجُرُّ بَحْرَ خَمِيسٍ فَوْقَ سَابِحَةٍ

۱۲۳ تَرْمِيْ بِمَوْجٍ مِنَ الْاَبْطَالِ مُلْتَطِمِ

حل لغات: یجر، مضارع از جرا کھینچا رواں کرنا، کھینچتا ہے چلاتا ہے وہ نور مجسم۔ بحر، دریا۔ خمیس، العسکر الشجعان، لشکروں کا۔ فوق، اوپر۔ سابحۃ، الفرس الذی یجر تحت الراکب بلا تعب۔ تیز رفتار گھوڑوں کے۔ ترمی، مارتا ہے۔ بموج، السہام والرماح، ساتھ تیروں اور نیزوں کے۔ من الابطال، جمع، بطل، بہادر، بہادروں سے۔ ملتطم از التطام، دریا کی لہروں کا باہم ٹکرانا۔ پے در پے۔

ترجمہ: وہ ضیف معظم لشکروں کا دریا لے کر گھوڑوں پر سوار نیزے اور تیروں کی موجوں سے بہادروں کے ساتھ دشمن سے ٹکراتا ہے۔

شرح: لشکر اسلام کے غازی چونکہ دشمن کے مقابلہ کے لیے ایسے بے چین ہوتے تھے جیسے دریا کی موجیں کہ ایک پر ایک بے چینی سے چڑھتی ہوئی آتی اور یہ دکھانا چاہتی ہے کہ میں اگلی موج سے آگے بڑھنا چاہتی ہوں۔ یہی شان لشکر اسلام کے ابطال یعنی بہادروں کی تھی کہ ہر ایک صف اگلی صف سے آگے ہونا چاہتی تھی تا کہ دشمن بدحواس ہو کر راہ فرار اختیار کرنے کے سوا کچھ کر ہی نہ سکے۔ گویا بہادران تازہ دم روح ایمان سے اپنے سردار و آقا کے ساتھ ایسے بلند حوصلہ تھے کہ میدان کارزار میں موجوں کی طرح ایک ایک پر دشمن کے کچلنے کو بڑھا ہوا ہوتا تھا۔ اور تیروں اور نیزوں کے اصطلام سے دشمن حواس باختہ ہو کر بھاگنا چاہتا تھا۔ جس کی تفصیل اپنے موقع پر بیان ہوگی۔

مِنْ كُلِّ مُنْتَدِبٍ لِلّٰهِ مُحْتَسِبٍ
يَسْطُوْ بِمُسْتَاْصِلٍ لِلْكُفْرِ مُصْطَلِمِ

حل لغات: من کل منتدب، اسم فاعل از انتداب، اطاعت حکم کرنا، ہر ایک مطیع امر تھا۔ لِلّٰہِ، اللہ سے۔ محتسب، امید اجر کرنے والا۔ برائی سے روکنے والا، امید اجر رکھتا تھا۔ یسطو، مضارع از سطو حملہ کرنا، یہ حملہ کرنا۔ بمستاصل، صیغہ فاعل از استیصال، منکرین کی جڑ اکھاڑنے کو تھا۔ للکفر، اور کفر کی۔ مصطلم، از اصطلام، جڑیں کھودنے کو۔

ترجمہ: فرزندان اسلام سے ہر ایک مطیع حکم تھا۔ اللہ سے امید اجر رکھتا تھا۔ اور دشمن پر حملہ ان کی جڑ اکھاڑنے کو اور کفر کی جڑیں کھود پھینکنے کو ہوتا تھا۔

شرح: اس بیت مبارک میں فرزندان اسلام کی شجاعت اور بے پناہ بہادری کی وجہ ظاہر فرمائی ہے کہ اس دلیری کی وجہ یہ تھی کہ امتثال امر الٰہی کے لیے وہ بڑھتے اور اللہ اور خالص اللہ کے واسطے اعلاء کلمۃ الحق کے لیے وہ لڑتے تھے۔ اور اپنے فن تلوار اور نیزہ بازی میں بھی ماہر تھے۔

اسی بناء پر حدیث میں آیا ہے:

من خرج وقصد الی الجهاد فی سبیل الله طلبا لمرضاة الله

تعالیٰ کان اللہ ضامنا و کفیلا لمغفرۃ ذالک العبد او سارع اللہ الی ایفاء مقابلۃ جھادہ بالمثوبات اواوجب اللہ ان ینجز لہ ما وعدہ من الجنۃ والحور والغلمان۔

"یعنی جو اللہ کے لیے جہاد کو نکلے اور اس جہاد سے مراد نہ حصول ملک ہو نہ اعزاز دنیا بلکہ محض رضاء الٰہی اور اعلاء کلمۃ الحق ہو تو اللہ تعالیٰ اس کا اس امر میں ضامن ہوتا ہے کہ اسے بخش دے یا دشمن کے مقابلہ میں ثابت قدم رکھ کر ثواب کا حق دار بنا دے یا اسے جنت اور حور وغلمان لازمی کر دے"۔

حَتّٰی غَدَتْ مِلَّةُ الْاِسْلَامِ وَهِیَ بِهِمْ
مِنْ بَعْدِ غُرْبَتِهَا مَوْصُوْلَةَ الرَّحِمِ ۲۵

حل لغات: حتی، برائے غایت، یہاں تک کہ۔ غدت، ماضی از فعل ناقص ہوگئی۔ ملۃ الاسلام، ملت اسلامیہ۔ وھی، درآں حالیکہ۔ بھم، ای منصورۃ بھم، وہ انہیں میں تھے۔ من بعد غربتھا، بے وطنی، بعد غریب الوطن ہونے کے۔ موصولۃ الرحم، رحم بچہ دانی اور وصل رحم۔ محافت حقوق عزیزان رشتہ والے ہوگئے۔

ترجمہ: یہاں تک کہ ملت اسلامیہ کی ان کی بدولت یہ حالت ہوگئی کہ پہلے وہ سب سے جدا اور غریب الوطن تھی۔ اور اب گویا بڑی برادری اور عزیز واقارب والی ہوگئی۔

شرح: دین، شریعت، ملت، ناموس یہ متحد بالذات اور متغائر بالاعتبار ہیں اس لیے کہ وہ طریقہ مخصوصہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے ثابت ہے اسے دین کہتے ہیں۔

اور جو بروایات رواۃ شرعی اور اجماع امت ثابت ہو کر اس پر قبولیت عامہ ہوئی اسے ملت کہتے ہیں اور کسی چیز پر مجتمع ہو کر اس کا پاس رکھنا اسے ناموس کہتے ہیں۔ غرضیکہ ابتدائی شان اسلام چونکہ غربت کی تھی۔ اس اعتبار سے ناظم فاہم رحمہ اللہ نے تلمیحا اس حدیث کی طرف بھی اس بیت میں اشارہ فرمایا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الدین بدأ غریبا وسیعود غریبا فطوبی للغرباء۔ رواہ مسلم فی صحیحہ

"دین اسلام کی ابتداء غربت سے ہے اور آخر میں بحالت غربت ہی ہو جائے گا تو مبارک ہو غرباء کو"۔

۱۲۶

مَكْفُولَةً اَبَدًا مِّنهُمْ بِخَيْرِ اَبٍ
وَخَيْرِ بَعْلٍ فَلَمْ تَيْتَمْ وَلَمْ تَئِمِ

حل لغات: مکفولۃً، از كفل يكفل بمعنى ضمن والكفيل بمعنى الضامن والحافظ، محفوظ ہوگئی ملت اسلامیہ۔ ابدا، ہمیشہ کے لیے۔ منهم، دشمن سے۔ بخیراب، بوجہ بہترین باپ کے۔ وخير بعل، اور بوجہ بہترین شوہر کے۔ فلم تیتم، مضارع نفی جحد بلم از یتم یتیم ہونا، پس ہرگز یتیم نہ ہوگی۔ ولم تئم، مضارع از ایمہ بیوہ ہونا، اور ہرگز بیوہ نہ ہوگی۔

ترجمہ: ملت اسلام ہمیشہ کے لیے محفوظ و مصئون ہے ہر دشمن سے بہ سبب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابویت اور بعلیت کے کہ باپ کی طرف سے یتیم اور شوہر کی طرف سے بیوہ نہیں ہوسکتی۔

شرح: مکفول کے معنی محفوظ و مصئون کے آتے ہیں اور ابد کے معنی دہر اور زمانہ طویل کے ہیں۔ گویا ابد کے معنی دائم کے ہوئے اور صاحب عنا قید الفوائد نے تصریح کی ہے کہ ابد وقت مستقبل غیر متناہی پر مستعمل ہوتا ہے۔ اور ازل وقت ماضی غیر متناہی کے لیے آتا ہے۔ اور گزشتہ و آئندہ دونوں پر مستعمل ہے۔

اور بخیراب سے یہاں مراد ذات اقدس سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام اور علماء اعلام ہیں اور خیر بعل میں بھی وہی مراد ہیں۔ اس لیے کہ بعل سید اور مالک کو کہتے ہیں اور زوج کو بھی اسی وجہ میں بعل کہہ دیتے ہیں اور خیر بعل سے یہاں بھی مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اصحاب کرام اور علماء عظام ہیں۔

۱۲۷

هُمُ الْجِبَالُ فَسَلْ عَنْهُمْ مُصَادِمَهُمْ
مَاذَا رَاٰى مِنْهُمْ فِيْ كُلِّ مُصْطَدَمِ

حل لغات: هم، وہ بہادر۔ الجبال، مثل پہاڑوں کے تھے۔ فسل، پس پوچھ، عنهم،

ان میدانوں سے۔ **مصادمهم، مصادم مصدر، از صادم يصادم مصادمة** التقاء عسکرين للقتال۔ ان کے مقابلہ کی شان کہ۔ **ماذا رای**، کیا دیکھا ان کافروں نے۔ **منهم**، ان جوانان اسلام سے۔ **في كل مصطدم، اسم مکان محل الحروب**، ہر رزم گاہ میں۔

ترجمہ: فرزندان توحید مثل پہاڑوں کے مضبوط اور قائم تھے۔ ان کی نسبت ان میدانوں سے دریافت کر کہ انہوں نے ہر رزم گاہ میں جو مظاہرہ شجاعت کیا وہ کیسا تھا۔

شرح: یعنی جان نثاران اسلام دشمن سے ایسے ڈٹ کر سینہ سپر ہوتے تھے کہ ان کی شجاعت کی قسم وہ میدان قسم کھا کر ان کی بہادریوں کا خطبہ پڑھ رہے ہیں اور ہر رزمگاہ ان کی دلیری پر تحسین و آفرین کر رہی ہے اب تفصیلی حالات آئندہ بیت سے شروع فرماتے ہیں۔

فَسَلْ حُنَيْنًا وَّسَلْ بَدْرًا وَسَلْ اُحُدًا
فُصُوْلَ حَتْفٍ لَّهُمْ اَدْهٰى مِنَ الْوَخَمِ ﴿۱۲۱﴾

حل لغات: وسل، اور پوچھ۔ حنیناً، غزوۂ حنین سے۔ وسل، اور پوچھ۔ بدراً، غزوۂ بدر سے۔ وسل، اور پوچھ، **احدا**، غزوۂ احد سے۔ **فصول**، جمع فصل، موسم، یہ موسم تھے۔ حتف، بمعنی موت، آفت اور موت کے۔ لھم، کافروں کے لیے۔ ادھی، اور نزول بلا تھی۔ من الوخم، وخم مرض يقال له الوباء، وباء عام سے۔

ترجمہ: حنین و بدر و احد کے غزوات سے پوچھ کہ یہ کافروں کے لیے آفت و بلا کے ایام اور بلاء عام کے موسم تھے۔

شرح: اب تک اجمالی صورت میں شجاعان اسلام اور لشکر سید الانام کی بہادری و دلیری کا مذاکرہ تھا۔ اب تفصیلی صورت میں بعض غزوات کی کیفیت ظاہر فرماتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ حنین سے پوچھ بدر اور احد سے معلوم کر کہ کفار پر موت کس صورت میں آئی اور وباء عام کی طرح کیسے ان پر مسلط ہوئی۔ اور یہ ایام کفار کے حق میں کتنے مضرت رساں اور وبال جان تھے۔

اب ہم ناظم فاہم رحمہ اللہ کے بیت کے ترتیب کے مطابق اول غزوۂ حنین کو ذرا تفصیل سے نقل کریں گے۔ علامہ خرپوتی شارح قصیدہ نے بھی اگرچہ غزوات ثلاثہ کا ذکر فرمایا ہے لیکن نہایت مختصر طریقہ پر بیان کیا ہے۔ لہٰذا ہم ان واقعات کو سیرت النبی ﷺ اور دیگر تاریخی کتابوں کی روشنی میں نذر ناظرین کرتے ہیں۔ اول غزوۂ حنین ملاحظہ ہو۔ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ (1)

حنین مکہ معظمہ اور طائف کے مابین ایک وادی ہے۔ ذوالمجاز عرب کا مشہور بازار اور عرفہ سے تین میل ہے یہ اس کے دامن میں ہے اس مقام کو اوطاس بھی کہتے ہیں۔ ہوازن ایک قبیلہ کا نام ہے۔ جس کی بہت سی شاخیں ہیں۔

اسلام کی فتوحات کا دائرہ اگرچہ وسیع ہو رہا تھا۔ لیکن اہل عرب یہ دیکھ رہے تھے کہ ان کا قبلہ اعظم یعنی مکہ اب تک محفوظ رہے۔ ان کا خیال تھا کہ حضور ﷺ اگر قریش پر غالب آ گئے اور مکہ فتح ہو گیا تو ہم مان لیں گے کہ وہ بے شبہ سچے نبی ہیں۔

چنانچہ جب مکہ فتح ہوا تو تمام قبائل نے خود پیش قدمی کی اور اسلام قبول کر کے مسلمانوں میں شریک ہونا شروع کر دیا۔ لیکن ہوازن وثقیف پر اس کا الٹا اثر پڑا۔ یہ قبیلے ہمیشہ سے جنگجو اور فن حرب کے ماہر جانے جاتے تھے۔

اسلام کو جس قدر غلبہ ہوتا جاتا تھا ان کا اضطراب بھی بڑھتا جاتا تھا اور یہ اضطراب ایک حد تک ٹھیک بھی تھا۔ اس لیے کہ غلبہ اسلامی کی وجہ سے ان کی ریاست اور حکومت و امتیاز کا خاتمہ ہوا جا رہا تھا۔ اس بناء پر فتح مکہ سے قبل ہوازن کے روساء نے عرب کا دورہ کیا۔ اور ہر جگہ مخالفت اسلام کا جوش پھیلایا۔ سال بھر کامل ان کی یہ سعی جاری رہی جیسا کہ زرقانی نے لکھا ہے۔ غرضیکہ تمام قبائل عرب میں یہ قرارداد پاس ہو گئی کہ مسلمانان اسلام پر ایک عام حملہ کیا جائے۔

جب مکہ معظمہ فتح ہو گیا تو انہیں یقین ہو گیا کہ اگر اب جلد از جلد تدارک نہ کیا گیا تو آئندہ بڑی سے بڑی طاقت اسلام کو زیر نہ کر سکے گی۔

1۔ اور حنین کا دن یاد کرو جب تم اپنی کثرت پر نازاں تھے۔

حضور ﷺ کی روانگی کے وقت ان کو یہ غلط خبر پہنچی کہ حملہ کا رخ انہی کی طرف ہے۔ اس خبر نے انہیں کسی قسم کی انتظار کی اجازت نہ دی۔ علی الفور زور وشور کے ساتھ خود حملہ کا اقدام کیا اور اس جوش سے کیا کہ ہر قبیلہ اپنے اہل وعیال کو لے کر چلا کہ بچے عورتیں جب ساتھ ہوں گے تو ان کی محافظت میں جانیں دے دینے کے سوا بھاگنے کی گنجائش نہ ہوگی، اس معرکہ میں اگر چہ ثقیف اور ہوازن کی تمام شاخیں شریک تھیں۔ لیکن پھر بھی کعب اور کلاب علیحدہ رہے۔ فوج کی سرداری کے لیے دو شخص منتخب ہوئے مالک بن عوف اور درید بن الصمہ۔ ہوازن کا رئیس اعظم مالک بن عوف تھا اور درید بن الصمہ عرب کا مشہور شاعر اور قبیلہ جشم کا سردار تھا۔ اس کی شاعری اور بہادری کے معرکہ اب تک عرب کی تاریخ میں یادگار ہیں اس کی عمر اگر چہ سو برس سے زیادہ ہو چکی تھی اور صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا تھا۔ لیکن تاہم عرب اس کو مانتا تھا اور اس کی رائے پر ملک کو اعتماد تھا۔ خود مالک بن عوف نے اس کی شرکت کی درخواست کی۔ یہ پیروں پر چلنے کے قابل نہ تھا نہ گھوڑے کی سواری کر سکتا تھا۔ اسے رزم گاہ میں پلنگ پر ڈال کر لائے اس نے دریافت کیا یہ کون سا مقام ہے۔ بتایا گیا اوطاس بولا کہ ہاں یہ مقام جنگ کے لیے موزوں ہے۔

اس کی زمین نہ بہت سخت ہے نہ اس قدر نرم کہ پاؤں دھنس جائیں۔ چونکہ قبائل اپنے بچے اور بیویاں ساتھ لائے تھے۔ بچوں کے رونے کی آوازیں سن کر اس نے پوچھا یہ بچوں کے رونے کی کیسی آوازیں ہیں۔ بتایا گیا کہ بچے اور عورتیں ساتھ لائی گئی ہیں تا کہ کوئی شخص ان کی محبت اور غیرت سے اپنا پاؤں پیچھے نہ ڈالے۔ اس پر اس نے کہا یہ خیال فضول ہے۔ جب پاؤں اکھڑ جاتے ہیں تو کوئی چیز روک نہیں سکتی۔ میدان میں صرف تلوار کام دیتی ہے۔ یہ تم نے غلطی کی اگر بد قسمتی سے شکست ہوئی تو عورتوں کی وجہ سے اور بھی ذلت ہوگی۔

پھر پوچھا کعب اور کلاب بھی ہمارے ساتھ ہیں یا نہیں۔ اس کا جواب نفی میں دیا گیا۔ درید بن الصمہ نے ایک آہ سرد کھینچی اور کہا اگر آج کا دن عزت کا دن ہوتا تو کعب اور کلاب غیر حاضر نہ ہوتے۔ پھر درید بن الصمہ نے مشورہ دیا کہ میدان سے ہٹ کر کسی محفوظ جگہ کیمپ لگایا جائے۔ مگر مالک بن عوف نے جوش شباب میں اس رائے کو ٹھکرا دیا یہ سی سالہ

نوجوان تھا اس نے صاف کہہ دیا کہ تمہاری عقل بے کار ہو چکی ہے۔ یہ تفصیل طبری میں موجود ہے۔

سرکار دو جہاں رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس اجتماع کی اطلاع پہنچی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق کے لیے عبداللہ ابی جداد کو بھیجا وہ جاسوس بن کر حنین میں آئے اور کئی دن فوج میں رہے۔ تمام حالات تحقیق کر کے دربار رسالت میں پہنچے اور مفصل ڈائری پیش کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حالات کی نزاکت ملاحظہ فرما کر مقابلہ کی تیاری کا حکم دیا۔ رسد اور سامان حرب کے لیے قرضہ کی ضرورت لاحق ہوئی عبداللہ بن ربیعہ ابوجہل کے سوتیلے بھائی نہایت دولت مند تھے۔ انہوں نے تیس ہزار درہم قرض دیے (از مسند احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) صفوان بن امیہ مکہ کے رئیس اعظم اور مشہور مہمان نواز تھے اور اب تک مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے انہوں نے سو زرہیں اور اس کے لوازمات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیے۔

اب 7 شوال 8ھ مطابق جنوری فروری 630ء کو اسلامی فوجیں بارہ ہزار کی تعداد میں اس تزک واحتشام سے حنین کی طرف بڑھیں کہ صحابہ کرام کی زبانوں سے بے اختیار یہ لفظ نکل گئے کہ آج ہم پر کون غالب آ سکتا ہے۔ یہ نازش بارگاہ رب العالمین میں ناپسند ہوئی۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ ﴿۲۵﴾ ''اور حنین کا دن یاد کرو جب تم اپنی کثرت پر نازاں تھے لیکن وہ کثرت کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود وسعت کے تنگی کرنے لگی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے''۔

مقابلہ شروع ہوا پہلے ہی وہلہ میں مطلع صاف تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا تو دیکھا کہ رفقائے خاص میں سے بھی کوئی حاضر نہیں صرف چند اصحاب کا ثابت قدم رہنا بعض روایتوں سے ثابت ہے۔

حضرت ابوقتادہ فرماتے ہیں کہ اس میدان سراسیمگی میں میں نے ایک کافر کو دیکھا کہ ایک مسلمان کے سینہ پر سوار ہے۔ میں نے عقب سے اس کے شانہ پر تلوار ماری جو زرہ کاٹ کر اندر اتر گئی اس نے مڑ کر مجھے اس زور سے دبوچا کہ میری جان پر بن گئی مگر خدا کے

فضل سے وہ ٹھنڈا ہو کر گر پڑا۔ اسی اثناء میں میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا میں نے کہا: حضرت! یہ مسلمانوں کا کیا حال ہے۔ فرمانے لگے: قضاء الٰہی یہی تھی۔ کمافی البخاری غزوۃ حنین۔ سیرۃ النبی ﷺ۔

شکست کے ظاہری اسباب: شکست کے بظاہر مختلف اسباب تھے:

اول مقدمۃ الجیش میں جو حضرت خالد کے زیر کمان تھا زیادہ تر فتح مکہ کے جدید الاسلام نوجوان تھے جو غرور جوانی میں اسلحات جنگ سے بھی آراستہ ہو کر نہیں آئے۔

(۲) فوج میں دو ہزار کے قریب طلقا تھے۔ یعنی وہ لوگ جو اب تک اسلام نہیں لائے تھے۔

(۳) ہوازن تیر اندازی میں تمام عرب پر ممتاز تھا ان کا ایک تیر بھی خالی نہیں جاتا تھا۔

(۴) کفار نے رزم گاہ میں پہلے پہنچ کر مناسب مقامات پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور تیر اندازوں کے دستے پہاڑ کی گھاٹیوں اور کھوؤں اور دروں میں جما دیے تھے۔

(۵) لشکر اسلام کے جوشیلے نوجوانوں نے پورا دن نکلنے سے پہلے ہی حملہ کر دیا تھا۔

(۶) میدان جنگ ایسے نشیب میں تھا کہ پاؤں جم نہ سکتے تھے۔

(۷) حملہ آوروں کا بڑھنا تھا کہ سامنے سے ہزاروں کی تعداد میں فوجیں ٹوٹ پڑیں۔

(۸) ادھر کمین گاہوں سے تیر اندازوں کے دستے نکل آئے اور تیروں کا مینہ برسا دیا۔

(۹) جب مقدمۃ الجیش بے قابو ہو کر پیچھے ہٹا تو تمام فوج کے پاؤں اکھڑ گئے۔

صحیح بخاری میں ہے:

فادبروا حتی بقی وحدہ

"یعنی تمام لشکر پسپا ہو گیا یہاں تک کہ تن تنہا تاجدار دو عالم ﷺ رہ گئے"۔

تیروں، تلواروں کا مینہ برس رہا تھا۔ آواز بزن کے سوا کان پڑی آواز کا پتا نہ تھا۔ بارہ ہزار کی جمعیت منتشر ہو چکی تھی۔ لیکن پیکر مقدس بانی دین اقدس کا یہ شجاعانہ مظاہرہ تھا کہ پابر جا تھا اور کیوں نہ ہوتا۔ یہ ہستی پاک تن تنہا ایک فوج ایک ملک ایک اقلیم ایک عالم نہیں بلکہ مجموعہ کائنات تھا۔ حضور ﷺ نے نہایت اطمینان کے ساتھ داہنی جانب ملاحظہ کیا اور آواز دی: یا معشر الانصار آواز کے ساتھ ہی صدا آئی حضور! ﷺ ہم حاضر ہیں۔ پھر

بائیں جانب پکارے وہی آواز آئی۔ حضور ﷺ سواری سے اترے اور جلال نبوت کے لہجہ میں فرمایا: میں خدا کا بندہ اس کا پیغمبر ہوں۔

بخاری شریف کی ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے یہ رجز پڑھا: انا النبی لا کذب۔ انا بن عبدالمطلب۔ "میں پیغمبر ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں"۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نہایت بلند آواز تھے۔ حضور ﷺ نے حکم دیا کہ مہاجرین والصار کو آواز دو۔ آپ نے نعرہ مارا: یا معشر الانصار یا اصحاب الشجرۃ "اے گروہ انصار! اے بیعت شجرہ والو! اس پر اثر آواز کا کانوں میں پڑنا تھا کہ تمام فوج دفعتہً پلٹ پڑی جس کا تذکرہ قرآن پاک میں فرمایا گیا:

ثُمَّ أَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ﴿٢٦﴾

"پھر اللہ نے اپنے رسول اور مسلمانوں پر تسلی نازل فرمائی اور ایسی فوجیں بھیجیں جو تم نے نہیں دیکھیں اور کافروں کو عذاب دیا اور کافروں کی یہی سزا ہے"۔

جن لوگوں کے گھوڑے کش مکش اور گھمسان کی وجہ سے مڑ نہ سکے انہوں نے زرہیں پھینک دیں۔ گھوڑوں سے کود پڑے لڑائی کا رنگ دم زدن میں بدل گیا۔ کفار بھاگ نکلے جو رہ گئے وہ پابجولاں ہو گئے بنو مالک جو ثقیف کی ایک شاخ تھی ذرا جم کر لڑی مگر جب ان کے ستر آدمی مارے گئے اور عثمان بن عبداللہ ان کا علمبردار قتل ہو گیا تو وہ بھی نہ ٹھہر سکے۔ شکست خوردہ فوج ٹوٹ پھوٹ کر کچھ اوطاس میں جمع ہوئی اور کچھ طائف میں جا کر پناہ گزین ہوئی انہیں میں ان کا سپہ سالار مالک بن عوف بھی روپوش تھا۔ اس کے بعد وہ بڈھا گرگ باراں دیدہ درید بن الصمہ کئی ہزار کی جمعیت لے کر اوطاس میں آیا۔ حضور ﷺ نے ابو عامر اشعری کی سرکردگی میں تھوڑی سی فوج اس کے استیصال کو بھیج دی ابو عامر اشعری درید کے بیٹے کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔ اس نے علم اسلام ان کے ہاتھ سے لے کر اپنی فتح کا نقارہ بجانا چاہا تھا کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر ایسا کامیاب حملہ کیا کہ اسے واصل جہنم کر کے علم چھین لیا۔ درید بن الصمہ ایک اونٹ پر ہودج میں سوار

تھا ربیعہ بن رفیع نے اس پر تلوار کا وار کیا۔ لیکن اتفاق سے اچٹ کر رہ گئی درید بن الصمہ نے طعنہ دیتے ہوئے کہا کہ تیری ماں نے تجھ کو اچھے ہتھیار نہیں دیے لے میری محمل میں تلوار ہے اسے نکال لے اور اپنی ماں کے پاس واپس جا کر کہنا کہ میں نے درید کو قتل کر دیا ربیعہ نے جا کر ماں کو اس کے قتل کی خبر دی تو اس نے کہا: خدا کی قسم درید نے تیری تین ماؤں کو آزاد کرایا تھا۔ مختصر یہ کہ اسیران جنگ کی تعداد ہزاروں سے زائد تھی ان میں حضرت شیما بھی تھیں جو حضور ﷺ کی رضاعی بہن تھیں لوگوں نے جب انہیں گرفتار کیا تو انہوں نے کہا میں تمہارے نبی ﷺ کی بہن ہوں۔ لوگ تصدیق کے لیے حضور ﷺ کی خدمت میں لائے حضرت شیما نے اپنی پیٹھ کھول کر دکھائی کہ بچپن میں آپ ﷺ نے دانت سے کاٹا تھا یہ اس کا نشان ہے۔ سرکار والا تبار رحمت دو عالم ﷺ کی چشم مبارک میں فرط محبت سے آنسو بھر آئے ان کے لیے حضور ﷺ نے رداء مبارک بچھا دی۔ محبت کی باتیں فرمائیں چند اونٹ اور بکریاں عطا فرما کر ارشاد فرمایا جی چاہے میرے گھر چل کر رہو اور اگر گھر جانا چاہو تو وہاں پہنچا دیا جائے۔ حضرت شیما نے خاندان کی محبت کی وجہ میں وطن جانا پسند فرمایا چنانچہ احترام کے ساتھ پہنچا دی گئیں۔

اب حنین کی بقیہ شکست خوردہ فوج جو طائف میں پناہ گزین ہو کر جنگ کی تیاری کر رہی تھی۔ طائف ایک نہایت محفوظ مقام تھا۔ اسے طائف کہتے ہی اس وجہ میں تھے کہ اس کے گرد شہر پناہ کے طور پر چار دیواری تھی۔ اور یہاں قبیلہ ثقیف کی جو شاخ آباد تھی وہ نہایت شجاع مشہور تھی تمام عرب میں ممتاز اور قریش کے گویا ہمسر تھی۔ عروۃ بن مسعود یہاں کا رئیس ابوسفیان کا داماد تھا۔ کفار مکہ کہتے تھے کہ قرآن اگر اترتا تو مکہ یا طائف کے رؤسا پر اترتا۔ لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ (1) یہ لوگ فن حرب سے بھی واقف تھے اور اعزاز میں سردار قوم اور مالدار بھی تھے۔ طبری اور ابن اسحٰق میں لکھا ہے کہ عروۃ بن مسعود ثقفی اور غیلان سلمہ نے جرش میں جا کر جو یمن کا ایک ضلع ہے قلعہ شکن آلات مثل دبابہ ضبور اور منجنیق کے بنانے اور استعمال کرنے کا فن سیکھا تھا۔ طائف میں ایک قلعہ تھا جو

1۔ دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر یہ قرآن مجید نازل کیوں نہیں کیا گیا۔

نہایت محفوظ تھا لیکن کچھ شکستہ سا تھا۔ اہل شہر اور شکست خوردہ فراری فوج حنین نے اس کی مرمت کی اور سال بھر کے لیے رسد کا سامان جمع کیا چاروں طرف منجنیق اور جا بجا قدرانداز معین کیے۔ تاریخ خمیس جلد دوم اور ابن سعد۔

حضور سید عالم ﷺ نے حنین کا مال غنیمت اور اسیران جنگ کے متعلق حکم دیا کہ مقام جعرانہ میں محفوظ رکھے جائیں اور خود طائف کا عزم فرمایا۔ حضرت خالد مقدمۃ الجیش کے طور پر پہلے روانہ کیے گئے۔ مختصر یہ کہ محاصرہ ہوا اور اسلام میں یہ پہلا موقع تھا کہ قلعہ شکن آلات یعنی دبابہ اور منجنیق استعمال کیے گئے دبابہ سے اہل قلعہ نے لوہے کی گرم سلاخیں برسائیں اور اس شدت کی تیر اندازی کی کہ نیستان نبوۃ کے شیروں کو پیچھے ہٹنا پڑا اور بہت سے زخمی ہوئے بیس دن تک یہ محاصرہ رہا لیکن شہر فتح نہ ہو سکا۔

آخرش حضور ﷺ نے نوفل بن معاویہ کو بلا کر پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے انہوں نے عرض کیا حضور! ﷺ لومڑی بھٹ میں گھس گئی ہے اگر جدوجہد جاری رہی تو پکڑ لی جائے گی اور اگر چھوڑ دی جائے تب بھی کوئی اندیشہ نہیں چونکہ صرف دشمن کی مدافعت مقصود تھی۔ حضور ﷺ نے محاصرہ اٹھا لینے کا حکم نافذ فرما دیا۔ صحابہ نے عرض کی: حضور! ﷺ ان کو بددعا دیں۔ حضور ﷺ نے یہ بددعا دی:

اللھم اھد ثقیفا وانت بھم

"الٰہی ثقیف کو ہدایت دے اور میرے پاس انہیں آنے کی توفیق عطا فرما"۔

محاصرہ چھوڑ کر حضور ﷺ جعرانہ تشریف لائے غنیمت کا بے شمار ذخیرہ تھا چھ ہزار اسیران جنگ چوبیس ہزار اونٹ چالیس ہزار بکریاں چار ہزار اوقیہ چاندی تھی۔ (از طبقات ابن سعد) اسیران جنگ کے متعلق آپ ﷺ نے انتظار فرمایا کہ ان کے عزیز و اقارب آئیں تو ان سے گفتگو کی جائے لیکن کئی دن گزر جانے کے باوجود کوئی نہ آیا۔

مال غنیمت کے پانچ حصے کیے گئے۔ چار حصے حسب قاعدہ اہل فوج کو تقسیم کیے گئے۔ خمس بیت المال اور غربا و مساکین کے لیے رکھا گیا۔ مکہ کے اکثر رؤسا جنہوں نے حال میں اسلام قبول کیا تھا اور ابھی مذبذب العقائد تھے۔ انہیں کو قرآن کریم میں مؤلفۃ القلوب

فرمایا ہے۔ اور جہاں قرآن کریم میں مصارف زکوۃ کا ذکر ہے وہاں ان لوگوں کا نام بھی ہے۔ حضور ﷺ نے ان لوگوں کو نہایت فیاضانہ انعامات بخشے۔ ان کی تفصیل یہ ہے:

ابوسفیان کو مع اولاد کے 300 اونٹ 120 اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔

حکیم بن حزام کو 200 اونٹ

حویطب بن عبدالعزیٰ کو 100 اونٹ

نضیر بن حارث بن کلاہ ثقفی کو 100 اونٹ

صفوان بن امیہ کو 100 اونٹ۔ اقرع ابن حابس کو 100 اونٹ۔

قیس بن عدی کو 100 اونٹ۔ عیینہ بن حصن کو 100 اونٹ۔

سہیل بن عمرو کو 100 اونٹ۔ مالک بن عوف کو 100 اونٹ۔

اس کے سوا بہت سے لوگوں کو پچاس پچاس اونٹ عطا فرمائے فوج کے حصہ میں تقسیم عام کے اعتبار سے فی کس چار اونٹ چالیس بکریاں نکلیں۔ سواروں کو چونکہ پیادہ فوج کے مقابلہ میں تین گنا حصہ دیا جاتا تھا۔ اس لیے ہر سوار کے حصہ میں بارہ اونٹ ایک سو بیس بکریاں آئیں۔ علاوہ اس کے جنہیں باران عطا سے نوازا گیا ان میں اکثر اہل مکہ اور جدید الاسلام تھے۔ اس پر بعض انصار کو رنج ہوا اور کہا کہ حضور ﷺ نے قریش کو انعام دے کر ہمیں محروم رکھا۔ حالانکہ ہماری تلواروں سے اب تک قریش کے خون کے قطرات ٹپک رہے ہیں۔ بعض نے کہا کہ مشکلات کے موقع پر ہماری یاد ہوتی ہے اور غنیمت اوروں کو ملتی ہے۔

حضور ﷺ کے گوش اقدس تک جب یہ آواز پہنچی حضور ﷺ نے انصار کو جمع فرمایا اور دریافت کیا کیا یہ شکوہ تمہاری طرف سے ہوا ہے۔ انصار چونکہ سچ بولنے کے عادی تھے انہوں نے صاف عرض کر دیا کہ حضور ﷺ ہمارے سربرآوردہ لوگوں کی طرف سے یہ بات نہیں نکلی بلکہ ہمارے نوخیز لوگوں نے یہ ضرور کہا ہے۔ حضور ﷺ نے انصار کے صغیر و کبیر جمع فرمائے اور ایسا بلیغ خطبہ دیا جس کی نظیر فن بلاغت میں معدوم ہے اور انصار کو خطاب کر کے فرمایا۔ کیا یہ سچ نہیں کہ تم پہلے گمراہ تھے خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو ہدایت دی۔ تم منتشر تھے خدا نے میرے ذریعہ تم میں اتفاق پیدا کیا۔ تم مفلس تھے خدا نے میرے

ذریعہ تمہیں متمول کیا۔ اس پر انصار ہر فقرہ کے بعد کہتے جاتے تھے کہ اللہ و رسول کے احسانات ہم پر سب سے زیادہ ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں تم یہ جواب دو کہ اے محمد! ﷺ آپ ﷺ کو جب لوگوں نے جھٹلایا ہم نے آپ ﷺ کی تصدیق کی آپ ﷺ کو جب لوگوں نے چھوڑ دیا تو ہم نے پناہ دی۔ آپ ﷺ جب عائل تھے تو ہم نے ہر طرح کی مدد کی اور فرمایا تم یہ جواب دیتے جاؤ اور میں کہتا جاؤں گا تم سچ کہتے ہو۔ لیکن اے انصار کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ لوگ اونٹ بکریاں لے کر جائیں اور تم محمد ﷺ کو لے کر اپنے گھر آؤ۔ یہ سن کر انصار بے اختیار چیخ پڑے اور کہنے لگے ہم کو صرف ہمارے حضور ﷺ درکار ہیں۔ اکثر کا یہ حال ہوا کہ روتے روتے از خود رفتہ ہو گئے اور داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا مکہ کے لوگ جدید الاسلام ہیں میں نے ان کو جو کچھ دیا حق کی بناء پر نہیں بلکہ تالیف قلوب کے لیے دیا ہے۔

اسیران حنین کے ساتھ حضور کی مراعات: اسیران جنگ حنین ابھی تک جعرانہ میں محفوظ تھے ایک معزز سفارت حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور درخواست کی کہ حنین کے اسیر رہا کر دیے جائیں یہ سفارت اس قبیلہ سے آئی تھی جس میں حضور ﷺ کی رضاعی دایہ حضرت حلیمہ تھیں رئیس قبیلہ زہیر بن صرد نے کھڑے ہو کر تقریر کی اور حضور ﷺ کی طرف مخاطب ہو کر عرض کیا جو عورتیں چھپروں میں محبوس ہیں انہیں میں حضور ﷺ کی رضاعی پھوپھیاں اور خالائیں ہیں۔ خدا کی قسم اگر سلاطین عرب میں سے کہیں ہمارے خاندان کا دودھ پیا ہوتا تو ان سے بہت کچھ امیدیں ہوتیں اور آپ ﷺ سے تو ہمیں ان سے بھی زیادہ توقع ہے حضور ﷺ نے فرمایا خاندان عبد المطلب کا جس قدر حصہ ہے وہ تمہارا ہے۔ لیکن عام رہائی کی تدبیر یہ ہے کہ جب نماز کے بعد مجمع ہو تو سب کے سامنے یہ درخواست پیش کرو نماز ظہر کے بعد ان لوگوں نے یہ درخواست مجمع کے سامنے پیش کی حضور ﷺ نے فرمایا: مجھ کو صرف اپنے خاندان پر اختیار ہے لیکن میں تمام مسلمانوں سے ان کے لیے سفارش کرتا ہوں۔ مہاجرین اور انصار بول اٹھے حضور ﷺ ہمارا حصہ بھی حاضر ہے اس میں چھ ہزار بیک وقت آزاد کر دیے گئے۔

علامہ خرپوتی رحمہ اللہ نے اس واقعہ میں ایک معجزہ کا ذکر فرمایا کہ حضور ﷺ نے کفار کی طرف نظر کی اور ایک مٹھی خاک کی اٹھا کر فرمایا انھزموا ورب الکعبۃ شاھت الوجوہ۔

"بھاگ جاؤ رب کعبہ کے رعب سے اور خاک آلودہ چہرے لے کر"۔

اور کفار کی طرف وہ مٹی پھینکی تو تمام کافروں کے اندر مثل ابر غلیظ وہ مٹی پھیل گئی اور ان کی آنکھوں میں غبار بھر گیا اور بھاگ نکلے۔

غزوۂ بدر: اب بیت مبارک میں سیل بدر ا غزوۂ بدر کے واقعات کی طرف اشارہ ہے۔ یہ واقعہ بھی ہم دیگر کتب تواریخ سے تفصیلی رنگ میں پیش ناظرین کرتے ہیں اور شارح خرپوتی رحمہ اللہ نے جو مختصر نقل کیا ہے وہ بھی اول تبرکا نقل کیے دیتے ہیں۔

بدر ایک موضع ہے جو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے مابین واقع ہے۔ اس جگہ محاربہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے باوجود قلت عدد مسلمین اور کثرت عدد مشرکین مسلمانوں کو فتح عطا فرما کر حضور ﷺ کی شان دکھائی اور مسلمین کی جانیں بچائیں اور شیطان کو مع اس کی جماعت کے ذلیل و رسوا کیا۔ اس کا تذکرہ قرآن کریم میں یوں ہے: وَلَقَدۡ نَصَرَكُمُ ٱللَّهُ بِبَدۡرٖ وَأَنتُمۡ أَذِلَّةٞ۔ "بے شک اللہ نے مدد فرمائی تمہاری بدر میں باوجودیکہ تم دشمن کی نظر میں ذلیل تھے"۔ اور یہ غزوہ اعظم غزوات اسلام سے ہے۔ یہ جنگ رمضان المبارک میں ہوئی اس میں مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی اور مشرکین ایک ہزار کے قریب تھے۔ اور یہاں ایسا زبردست قتل و قتال ہوا کہ اس کی نظیر دوسرے غزوات میں نہیں ملتی پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر سکینہ نازل فرمایا اور جنود ملائکہ کے ساتھ امداد کی۔ اس محاربہ میں ستر مشرکین مارے گئے اور ستر قید ہوئے مقتولین میں اکثر صنادید قریش تھے اور اس غزوہ میں بہت سے معجزات و عجائبات کا بھی ظہور ہوا۔ انتھیٰ من شرح الخرپوتی۔ اب اس واقعہ عظیم کو تفصیلی صورت میں ملاحظہ فرمائیں منتخب از سیرۃ النبی وَلَقَدۡ نَصَرَكُمُ ٱللَّهُ بِبَدۡرٖ وَأَنتُمۡ أَذِلَّةٞۖ فَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُونَ ۝ بدر ایک گاؤں کا نام ہے جہاں ہر سال میلہ لگتا ہے۔ یہ مقام اس نقطہ کے قریب ہے جہاں شام سے مدینہ جانے کا راستہ دشوار گزار گھاٹیوں میں سے ہو کر گزرتا ہے۔ مدینہ منورہ سے تقریباً 80 میل کے فاصلہ پر ہے۔

اس جنگ کے مبادیات یہ ہیں کہ جب 2ھ کو حضور ﷺ نے عبداللہ بن جحش کو بارہ سپاہیوں کے ساتھ بطن نخلہ کی طرف اس غرض سے بھیجا تھا کہ قریش کے حالات کا پتا لگائیں۔ تو انہوں نے بجائے اس کے یہ کیا کہ راستہ میں قریش کے چند آدمی جو شام سے مال تجارت لے کر آرہے تھے ان پر حملہ کر دیا۔ اس قافلہ میں عمرو بن حضرمی بھی تھا وہ مارا گیا اور دو گرفتار ہوئے۔ مال غنیمت ہاتھ آیا۔ عبداللہ مع مال غنیمت اور قیدیوں کے مدینہ آئے اور سرکار میں سب چیزیں پیش کیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں نے تمہیں یہ کب کہا تھا اور اس عتاب میں غنیمت بھی قبول نہ فرمائی۔ اور صحابہ کرام بھی عبداللہ پر نہایت برہم ہوئے اور انہوں نے کہا: صنعتم مالم تومروا به وقاتلتم في الشهر الحرام ولم تومروا بقتال۔ طبری صفحہ 1275۔

"تم نے وہ کام کیا جس کا تمہیں حکم نہیں دیا گیا اور ماہ حرام رجب المرجب میں مقاتلہ کیا۔ حالانکہ اس مہینا میں لڑنے کا حکم نہ تھا"۔

جو لوگ گرفتار اور قتل ہوئے وہ بڑے معزز خاندان کے لوگ تھے۔ عمرو حضرمی جو قتل ہوا وہ عبداللہ بن حضرمی کا بیٹا تھا جو حرب بن امیہ یعنی امیر معاویہ کے دادا کا حلیف تھا۔ اور حرب بن امیہ قریش کا رئیس اعظم اور ایسا رئیس اعظم تھا کہ حضرت عبدالمطلب کے بعد اس کو ریاست عامہ حاصل ہوئی تھی۔ اور جو لوگ گرفتار ہوئے تھے وہ عثمان اور نوفل مغیرہ کے پوتے تھے۔ مغیرہ ولید کا باپ حضرت خالد کا دادا اور حرب بن امیہ کے بعد دوسرے درجہ کا رئیس مکہ تھا۔ اس بناء پر قتل حضرمی نے تمام قریش میں اشتعال پیدا کر دیا۔ اور یہ انتقام خون کی بنیاد قائم ہوگئی۔

حضرت عروۃ بن زبیر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تصریح فرماتے ہیں کہ نہ صرف غزوۂ بدر بلکہ تمام لڑائیوں کی وجہ جو قریش سے ہوئیں صرف اور صرف قتل حضرمی ہے۔ علامہ طبری لکھتے ہیں۔ اور جس چیز نے بدر کی جنگ کو ابھارا اور تمام غزوات کے سلسلہ جنبانی ہوگئی، سب کا سبب یہ تھا کہ واقد سہمی نے حضرمی کو قتل کر دیا تھا۔

ہجرت کے بعد سے ہی حملہ کی تیاریاں شروع تھیں اور گزشتہ حالات انتقامی جذبہ کے

ساتھ اس میں کارفرما تھے۔ عبداللہ بن ابی کو قریش مکہ نے خط میں صاف لکھ دیا تھا کہ محمد ﷺ کو قتل کر کے ہمیں اطلاع دو۔ ورنہ ہم آ کر ان کے ساتھ تمہارا ابھی فیصلہ کر دیں گے۔ یہ پہلا الٹی میٹم تھا جو مدینہ کی طرف قریش نے دیا۔ اس کے بعد سے چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں مدینہ کی طرف گشت لگاتی رہیں۔ کرز بن جابر فہری مدینہ کی چراگاہوں تک آ کر غارت گری کرتا رہا۔ مکمل حملہ کے لیے سب سے پہلے مصارف جنگ کا بندوبست تھا اس لیے اب کے موسم میں جو کاروان تجارت قریش نے شام روانہ کیا وہ اس سروسامان سے روانہ ہوا کہ مکہ کی تمام آبادی نے جس کے پاس جو رقم تھی سب کی سب دے دی تھی۔

اور نہ صرف مرد ہی اس میں شریک تھے۔ بلکہ عورتیں بھی اس تجارت میں شریک تھیں۔ ابھی قافلہ شام کو روانہ نہ ہوا تھا کہ حضرمی کے قتل کا واقعہ پیش آ گیا۔ اس سے قریش کی آتش غضب اور بھی مشتعل ہو گئی حتی کہ قریش کے غضب کے بادل تمام عرب پر چھا گئے۔ حضور ﷺ کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے صحابہ کو جمع کر کے واقعہ کا اظہار فرمایا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دیگر جان نثاروں نے نہایت پرجوش تقریریں کیں لیکن حضور ﷺ انصار کا نظریہ معلوم فرمانا چاہ رہے تھے۔ کیونکہ ان سے بوقت بیعت یہ اقرار لیا گیا تھا کہ جب کوئی مدینہ پر چڑھائی کرے گا تو ان کی تلوار اٹھے گی۔

آخر سعد بن عبادہ سردار قبیلہ خزرج اٹھے اور عرض کرنے لگے کہ حضور ﷺ کی نظریں ہماری طرف اٹھ رہی ہیں اور ہمارے پرانے عہد نامہ کے ماتحت حضور ﷺ ہمیں کوئی حکم نہیں فرما رہے ہیں۔ خدا کی قسم اگر حضور ﷺ حکم دیں تو ہم سمندر میں کودنے کو تیار ہیں۔

صحیح مسلم کی روایت ہے اور بخاری میں ہے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے عرض کی حضور! ﷺ ہم قوم موسیٰ علیہ السلام کی طرح نہیں کہ یوں کہہ دے: فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾ ”آپ اور آپ کا خدا جا کر لڑے ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں“۔ بلکہ حضور ﷺ حکم فرمائیں ہم حضور ﷺ کے داہنے سے بائیں سے سامنے سے پیچھے سے ہر طرح سے جان نثاری کریں گے۔ اس تقریر سے فرط مسرت میں حضور ﷺ کا چہرہ زیبا چمک اٹھا۔ غرضیکہ 12 رمضان المبارک 2ھ کو حضور ﷺ نے تین سو جان

نثاروں کے ساتھ شہر سے نکلنے کا حکم دیا اور ایک میل چل کر فوج کا جائزہ لیا۔ ان میں سے جو کم عمر تھے واپس کیے گئے۔ اور فرمایا گیا کہ ایسے پر خطر موقع پر بچوں کا کام نہیں۔

عمیر ابن ابی وقاص ایک کمسن بچے تھے جب واپس ہونے کو کہا تو یہ رو پڑے۔ اس سے قلب مبارک متاثر ہوا اور انہیں اجازت مل گئی عمیر کے بھائی سعد بن ابی وقاص نے اس کمسن سپاہی کو سجایا گلے میں تلوار حمایل کی۔ اب فوج اسلام کی تعداد 313 ہو گئی تھی ان میں ساٹھ مہاجرین تھے اور باقی انصار چونکہ منافقین اور یہود کی طرف سے اطمینان نہ تھا اس لیے حضرت ابولبابہ ابن عبدالمنذر کو مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا گیا۔ انہیں حکم دیا گیا کہ مدینہ واپس جائیں اور عالیہ یعنی مدینہ منورہ کی بالائی آبادی پر عاصم بن عدی کو مقرر فرما دیا۔ اس انتظام کے بعد حضور ﷺ بدر کی طرف بڑھے۔

جس طرح اہل مکہ کے آنے کی خبر تھی ادھر دو خبر رساں بسبسہ اور عدی پہلے روانہ کر دیے کہ قریش کی نقل و حرکت کی خبر لائیں۔ غرض کہ روحا، منصرف، ذات اجذال، معلات، اثیل سے گزرتے ہوئے 17 رمضان المبارک کو بدر کے قریب پہنچے۔ خبر رسانوں نے اطلاع دی کہ قریش وادی کے دوسرے سرے تک آ گئے ہیں۔ حضور ﷺ نے یہیں قیام فرمایا لشکر اسلام اتر پڑا۔ قریش کے ساتھ ہزار بہادر سپاہیوں کی جمعیت اور سو سواروں کا رسالہ تھا۔ رؤسائے قریش سوا ابولہب کے سب شریک تھے۔ اور ابولہب بھی مجبوری کی وجہ سے نہ آ سکا تھا مگر اس نے اپنا قائم مقام بھیج دیا تھا۔ رسد کا یہ نظام تھا کہ امرائے قریش یعنی عباس عتبہ بن ربیعہ، خرث بن عامر، خز بن الحارث، ابوجہل، امیہ وغیرہ وغیرہ باری باری سے ہر روز دس اونٹ ذبح کرتے اور لشکر کو کھلاتے۔

قریش کی فوج کا سپہ سالار قریش کا رئیس اعظم عتبہ بن ربیعہ تھا مقام بدر میں قریش کو اطلاع ملی کہ ابوسفیان کا قافلہ خطرہ کی زد سے نکل گیا ہے تو قبیلہ زہرہ اور عدی کے سرداروں نے کہا اب لڑنا ضروری نہیں مگر ابوجہل نہ مانا۔ اور زہرہ اور عدی کے لوگ واپس چلے گئے۔ باقی فوج آگے بڑھی۔ قریش چونکہ پہلے آ چکے تھے انہوں نے مناسب موقعوں پر قبضہ کر لیا تھا۔

لشکر اسلام بعد میں پہنچا تھا۔ اس وجہ میں ان کے حصہ میں چشمہ یا کنواں کوئی چیز بھی نہ تھی۔ زمین ملی تو ایسی ریتلی کہ اونٹوں کے پاؤں ریتے میں دھنس دھنس جاتے تھے۔ حباب بن منذر نے حضور ﷺ سے عرض کی کہ جو مقام انتخاب کیا گیا ہے وحی کی رو سے ہے یا فوجی تدبیر کے ماتحت، حضور ﷺ نے فرمایا وحی نہیں ہے۔ تو حباب نے عرض کی ایسی صورت میں میری رائے یہ ہے کہ ہم آگے بڑھیں چشمہ پر قبضہ کریں اور ارد گرد کے کنوئیں بیکار کردیں حضور ﷺ نے یہ رائے پسند فرمائی اور اس پر عمل کیا گیا۔

حسن اتفاق سے مینہ برس گیا اور ریتا جم گیا جا بجا پانی روک کر چھوٹے چھوٹے ایسے حوض بنا لیے گئے۔ جو غسل و وضو کے کام آئیں اسی کرم نوازی کو قرآن کریم فرماتا ہے: يُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ ''اور جب کہ ہم نے آسمان سے پانی برسایا کہ تم کو اس سے طہارت حاصل ہو''۔ پانی پر اگرچہ قبضہ تھا لیکن وسعت خلق ساقی کوثر نے یہ گوارا نہ کیا کہ دشمن بے آب رہے بلکہ باوجود سخت حسد و کینہ کے حضور ﷺ کی طرف سے انہیں پانی کی اجازت تھی۔

اب رات کا وقت ہے۔ تمام لشکر کمر کھول کھول کر شب آرام لینے کے لیے سو رہا ہے لیکن صرف ایک ہی ہستی مقدس ہے جو صبح تک بیدار مصروف دعا ہے۔ یا یوں کہیے کہ یہ برات تھی جو ہر قسم کے خوف سے بری ہو کر محو خواب تھی۔ اور اس کے دولہا آقا مولا سرکار دو جہاں ﷺ پاسبان اور سرگرم دعا شب بھر بیدار رہے صبح ہوئی نماز کے لیے آواز دی گئی بعد نماز جہاد کے موضوع پر ایک بلیغ خطبہ دیا۔ ادھر یہ نظام ہے ادھر قریش جنگ کے لیے بے تاب ہیں۔ ان میں جہاں ہر ایک بر سر پیکار ہے وہاں کچھ نیک دل بھی ہیں جو خون ریزی کو پسند نہیں کرتے۔ ان میں حکیم بن حزام بھی ہیں جو بعد میں مشرف با سلام ہو گئے۔ انہوں نے سردار فوج عتبہ سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو آج کا دن آپ کی نیک نامی کی ابدی یادگار ہو جائے۔ عتبہ نے کہا وہ کس طرح۔ حکیم بن حزام نے کہا اس وقت قریش کا جو کچھ مطالبہ ہے وہ صرف حضرمی کا خون ہے۔ اس لیے کہ وہ آپ کا حلیف تھا۔ آپ اس کا خون بہا ادا کر دیں۔ یہ مشورہ عتبہ کو پسند آیا اور اس نے خوشی سے منظور کر لیا لیکن چونکہ ابو جہل کا مشورہ اس

سے لازمی تھا حکیم بن حزام سے کہا کہ جاؤ میرا یہ پیام ابوجہل کو پہنچاؤ۔ ابوجہل نے یہ سنتے ہی کہا کہ ہاں عتبہ ہمت ہار گیا ہے۔ اس لیے کہ اسلامی لشکر کے اندر حذیفہ عتبہ کا بیٹا آیا ہے جو مسلمان ہو گیا ہے یہ سب کچھ عتبہ اس لیے چاہتا ہے کہ اس نے بیٹے پر کوئی آنچ نہ آئے۔

ابوجہل نے حضرمی کے بھائی عامر کو بلا کر کہا کہ دیکھا تم نے۔ تمہارے بھائی کا خون بہا تمہاری آنکھوں دیکھتے مل رہا ہے۔ عامر نے یہ سن کر عرب کے قاعدہ کے مطابق کپڑے پھاڑ ڈالے اور خاک اڑا کر واعمراہ واعمراہ کا نعرہ مارنا شروع کیا۔ اس مظاہرہ نے تمام فوج میں پھر آگ لگا دی۔ جب عتبہ کو ابوجہل کا یہ طعنہ پہنچا تو سخت برہم ہوا اور کہا میدان جنگ میں پتا چل جائے گا کہ نامردی کا داغ کس کو لگتا ہے۔ یہ کہہ کر مغفر مانگا اور اوڑھا تو اس کا سر اتنا بڑا تھا کہ کوئی مغفر اس کے سر پر ٹھیک نہ اترا۔ مجبوراً سر سے کپڑا لپیٹا اور لڑائی کے ہتھیار سجائے۔

چونکہ رحمۃ للعالمین ﷺ اپنے دست اقدس کو خون کفار سے آلودہ فرمانا پسند نہیں فرماتے تھے اس لیے جان نثاران اسلام نے ایک خیمہ چھپر نما بنایا اس میں حضور ﷺ تشریف رکھیں اور پہرہ کے لیے سعد بن معاذ تیغ بکف مقرر ہوئے۔

اگرچہ فتح و نصرت کا وعدہ من جانب اللہ قطعی تھا عناصر عالم آمادۂ مدد تھے۔ ملائکہ کی فوجیں ہمرکاب اشارہ کی منتظر تھیں۔ تاہم عالم اسباب کے لحاظ سے حضور ﷺ نے اصول جنگ کے مطابق فوجیں مرتب فرمائیں۔ مہاجرین کا علم مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو عنایت ہوا۔ خزرج کے علمبردار حباب بن منذر رضی اللہ عنہ ہوئے اور اوس کے سعد بن منذر رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے۔

صبح ہوتے ہوتے آپ ﷺ نے صف آرائی شروع کی۔ دست مبارک میں ایک تیر تھا اس کے اشارے سے صفیں قائم کی گئیں ابھی یہ انتظام ہو ہی رہا تھا کہ حضرت حذیفہ بن الیمان اور حسیل دو صحابی کہیں سے آ رہے تھے۔ راستہ میں دشمنوں نے روکا اور کہا کہ تم لشکر اسلام کی مدد کو جا رہے ہو انہوں نے واقعہ کے مطابق انکار کیا۔ اس پر بھی انہوں نے وعدہ لیا کہ وہ مدد نہیں کریں گے۔ اس وعدہ کے بعد انہیں راہ ملی جب یہ دونوں دربار رسالت میں

حاضر آئے واقعہ عرض کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا ہر حال میں وعدہ وفا کریں گے ہمیں صرف اپنے رب کی مدد درکار ہے۔

اب دو صفیں مقابل ہیں ایک طرف حق ہے دوسری طرف باطل، ایک طرف نور ہے دوسری طرف ظلمت، ایک طرف کفر ہے دوسری طرف اسلام، اس کا نقشہ قرآن کریم اس طرح کھینچتا ہے: قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَى كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ۔ "جو لوگ باہم لڑے ان میں تمہارے لیے عبرت کی نشانیاں ہیں۔ ایک خدا کی راہ میں لڑ رہا تھا دوسرا منکر خدا تھا"۔ یہ منظر عجیب منظر تھا اتنی بڑی وسیع دنیا میں توحید کی قسمت صرف چند آدمیوں پر منحصر تھی۔ صحیحین میں ہے کہ حضور سید عالم ﷺ پر اس وقت خاص خضوع کی حالت طاری تھی وہ نوری دست مقدس آسمان کی طرف پھیلے ہوئے تھے اور زبان مبارک پر یہ لفظ جاری تھے: الٰہی تو نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا ہے آج پورا کر۔ محویت اور بے خودی کے عالم میں رداء مبارک دوش اقدس سے گر جاتی ہے۔ کبھی سجدہ میں ہیں اور عرض کر رہے ہیں الٰہی! اگر یہ چند جانیں آج فنا ہو گئیں تو تیرا نام لینے والا قیامت تک نہ رہے گا۔

اس بے قراری پر جان نثاروں کو رقت آ گئی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

هِم رَأْيَ الْعَيْنِ۔ "جو لوگ باہم لڑے ان میں تمہارے لیے عبرت کی
ا کی راہ میں لڑ رہا تھا دوسرا منکر خدا تھا"۔ یہ منظر عجیب منظر تھا اتنی بڑی
سمت صرف چند آدمیوں پر منحصر تھی۔ صحیحین میں ہے کہ حضور سید عالم
ص خضوع کی حالت طاری تھی وہ نوری دست مقدس آسمان کی طرف
ان مبارک پر یہ لفظ جاری تھے: الٰہی تو نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا ہے
ر بے خودی کے عالم میں رداء مبارک دوش اقدس سے گر جاتی ہے۔
عرض کر رہے ہیں الٰہی! اگر یہ چند جانیں آج فنا ہو گئیں تو تیرا نام لینے
ے گا۔
جان نثاروں کو رقت آ گئی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

کو بھائی کے خون کا دعویٰ تھا آگے بڑھا مجع حضرت عمر کا غلام اس کے مقابلہ کو نکلا اور مارا گیا۔
عتبہ جو سردار لشکر تھا ابو جہل کے طعنہ سے سخت برہم تھا۔ سب سے پہلے وہی بھائی اور بیٹے کو لے کر میدان میں آیا۔ عرب کا دستور تھا کہ نامور لوگ کوئی امتیازی نشان لگا کر میدان میں جاتے تھے۔ عتبہ کے سینہ پر شتر مرغ کے پر تھے۔ حضرت عوف حضرت معاذ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم مقابلہ کو نکلے عتبہ نے نام ونسب پوچھا جب اسے معلوم ہوا کہ انصار ہیں تو عتبہ نے کہا کہ ہم کو تم سے عرض نہیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب کر کے پکارا کہ یہ لوگ ہمارے جوڑ کے نہیں بعض کتب احادیث کے مضامین سے پتا چلتا ہے کہ یہ جواب بغرض اہانت انصار نہ تھا بلکہ عتبہ کا منشا یہ تھا کہ انتقام خون کا مطالبہ قریش سے ہے انصار سے نہیں مگر بایں ہمہ یہ حقیقت نا قابل انکار ہے کہ مکہ والے انصار کو اپنا ہمسر نہیں سمجھتے تھے غرضیکہ حضرت حمزہ حضرت عبیدہ حضرت علی میدان میں آئے ان حضرات کے چہروں پر نقاب تھے عتبہ نے پوچھا تم کون ہو سب نے نام ونسب بتائے عتبہ نے کہا ہاں اب ہمارا جوڑ ہے۔

عتبہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے ولید حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابل ہوا ایک ہی وار میں دونوں مارے گئے مگر عتبہ کے بھائی شیبہ نے حضرت عبیدہ کو زخمی کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر شیبہ کو قتل کر دیا اور حضرت عبیدہ کو کندھے پر اٹھا کر دربار شاہی میں پہنچایا۔ حضرت عبیدہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا میں دولت شہادت سے محروم رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تم شہید ہو۔ حضرت عبیدہ عرض کرنے لگے آج ابو طالب زندہ ہوتے تو تسلیم کرتے کہ ان کے اس شعر کا مستحق میں ہوں۔

وَنُسلمه حتی نصرّع حوله　ونذهل عن ابنائنا والحلائل

"ہم اپنے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن کے حوالے اس وقت کریں گے جب ان کے گرد و لڑ کر مر جائیں اور ہم اپنے بیٹوں اور بیویوں سے بھلا نہ دیے جائیں"۔

سعد بن العاص کا بیٹا عبیدہ سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا صف سے نکلا اور پکارا کہ میں ابو کرش ہوں حضرت زبیر اس کے مقابلہ کو نکلے اور چونکہ اس کی صرف آنکھیں نظر آتی تھیں آپ نے تاک کر آنکھ میں برچھی ماری وہ زمین پر گرا اور مر گیا۔ برچھی اس طرح پیوست

ہوگئی تھی کہ حضرت زبیر نے اس کی لاش پر پاؤں رکھ کر کھینچی تو بڑی مشکل سے نکلی اور دونوں دھاریں مڑ گئیں اس برچھی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر سے لے کر یادگار میں رکھا۔ خلفاء اربعہ کے عہد تک یہ یادگار میں رہی، بعد میں حضرت عبداللہ بن زبیر کے پاس آگئی۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس معرکہ میں کئی کاری زخم اٹھائے شانہ پر جو زخم آیا تھا اتنا گہرا تھا کہ اچھے ہو جانے پر اس میں انگلی چلی جاتی تھی۔ عروہ آپ کے صاحبزادے بچپن میں ان زخموں سے کھیلا کرتے تھے۔ جس تلوار سے آپ لڑے تھے وہ لڑتے لڑتے گر گئی تھی۔ چنانچہ جب عبداللہ ابن زبیر شہید ہوئے تو عبدالملک نے عروہ سے کہا تو زبیر کی تلوار پہچان لے گا اس نے کہا ہاں۔ عبدالملک نے پوچھا کیونکر۔ بولا بدر کے معرکہ میں اس میں دندانے پڑ گئے تھے۔ عبدالملک نے تصدیق کی اور یہ مصرع پڑھا ع

بهن فلول من قراع الكتاب

عبدالملک نے وہ تلوار عروہ کو دے دی اس نے اس کی قیمت کرائی تو تین ہزار ہوئی قبضہ پر چاندی کا کام تھا۔ اب عام حملہ شروع ہوگیا۔ مشرکین اپنے بل بوتے پر لڑ رہے تھے اور جان نثاران اسلام صرف خدا کی قوت کا سہارا ڈھونڈ رہے تھے۔ ابوجہل کی شرارت اور دشمن اسلام کا عام چرچا تھا۔ اس بناء پر انصار میں سے معوذ و معاذ دو بھائیوں نے عہد کیا تھا کہ یہ شقی جہاں نظر آ جائے گا یا اس کو مٹا کر چھین لیں گے یا مٹ جائیں گے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف فرماتے ہیں کہ میری صف میں میرے داہنے بائیں دو نوخیز لڑکے نظر آئے اور انہوں نے کان میں مجھ سے پوچھا کہ ابوجہل کہاں ہے میں نے کہا برادر زادہ ابوجہل کو پوچھ کر کیا کرو گے۔ بولے ہم نے خدا سے عہد کیا ہے کہ جہاں اسے دیکھ لیں گے قتل کر دیں گے یا خود لڑ کر جان دیں گے میں نے اشارے سے بتایا کہ ابوجہل وہ ہے۔ پس میرا اشارہ کرنا تھا کہ باز اشہب کی طرح دونوں جھپٹے اور میری نظر پڑی تو میں نے دیکھا ابوجہل خاک پر ہے۔ یہ دونوں شجاع بچے عفرا کے نونہال تھے۔ عکرمہ نے جب اپنے بہادر باپ کی یہ گت دیکھی، عقب سے آیا اور حضرت معوذ کے بائیں شانے پر ایسی تلوار ماری کہ بازو کٹ گیا صرف تسمہ رہ گیا۔ معاذ نے عکرمہ کا تعاقب کیا مگر وہ بچ کر نکل گیا۔ حضرت معوذ

اسی حالت میں لڑ رہے تھے۔ لیکن ہاتھ لٹکنے سے زحمت ہوتی تھی حضور ﷺ کے دربار میں آئے ہاتھ دکھایا حضور ﷺ نے اسے اس کی جگہ لگا دیا ہاتھ بالکل تندرست ہو گیا۔ مختصر یہ کہ عتبہ سالار لشکر اور ابوجہل کے مارے جانے سے قریش کا پائے ثبات اکھڑ گیا۔ اور فوج میں بے دلی سی پھیل کر بزدلی چھا گئی۔

حضور ﷺ کا پرانا دشمن امیہ بن خلف بھی جنگ بدر میں شریک تھا۔ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اس سے کسی زمانہ میں معاہدہ کیا تھا کہ وہ مدینہ آئے گا تو یہ اس کی جان کے محافظ ہوں گے بدر میں اس خبیث سے انتقام لینے کا خوب موقع تھا لیکن چونکہ عہد کی پابندی اسلام کا شعار خاص ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے چاہا کہ یہ بچ کر نکل جائے۔ بلکہ اسے لے کر ایک پہاڑ پر چلے گئے۔ اتفاق سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا انصار کو خبر کر دی فوراً لوگ ٹوٹ پڑے حضرت عبدالرحمٰن نے امیہ کے بیٹے کو آگے کر دیا مسلمانوں نے اس کو قتل کر ڈالا مگر امیہ کی طرف سے پھر بھی بے پروانہ ہوئے آخرش حضرت عبدالرحمٰن نے اسے لٹا دیا یہ لیٹ گیا تو مسلمان اس پر چھا گئے۔ حضرت عبدالرحمٰن اس کے سپر بن گئے۔ اس کے اوپر لیٹ گئے۔ لیکن لوگوں نے حضرت عبدالرحمٰن کے پیروں میں سے ہاتھ ڈال کر اس کو واصل جہنم کر ڈالا اس کشاکش میں حضرت عبدالرحمٰن کی ایک ٹانگ بھی زخمی ہو گئی اور مدتوں تک اس زخم کا نشان قائم رہا۔

اب جنگ بدر میں قریش کے جو دم خم تھے وہ آخری سانس توڑ رہے تھے۔ ابوجہل، عتبہ وغیرہ کے قتل کے بعد قریش نے ہتھیار ڈال دیے اور مسلمانوں نے ان کی گرفتاریاں شروع کر دیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ، عقیل رضی اللہ عنہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے نوفل، اسود بن عامر، عبداللہ بن زمعہ اور بہت سے بڑے بڑے معززین قریش گرفتار ہوئے حضور ﷺ نے ان گرفتاریوں کے بعد حکم دیا کہ کوئی خبر لائے کہ ابوجہل کا کیا انجام ہوا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے جا کر لاشوں کو دیکھا تو زخمیوں میں پڑا ہوا نظر آیا کہ دم توڑ رہا ہے آپ نے پوچھا تو ابوجہل ہے۔ اس نے کہا ایک شخص کو اس کی قوم نے قتل کر دیا تو یہ فخر

کی کیابات ہے۔ ابوجہل نے ایک دفعہ آپ کو طمانچہ مارا تھا اس کے انتقام میں آپ نے اس کی گردن پر پاؤں رکھا ابوجہل بکنے لگا، او بکریاں چرانے والے! دیکھ تو کہاں پاؤں رکھتا ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کا سر کاٹ لیا اور حضور ﷺ کے قدموں میں لا کر ڈال دیا۔ بعد فتح معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں سے صرف چودہ نفوس شہید ہوئے جن میں چھ مہاجر اور آٹھ انصار ہیں۔ اور دوسری طرف شجاعان نامور مارے گئے اور شیبہ، عتبہ، ابوجہل، ابوالبختری، زمعہ بن الاسود، عاص بن ہشام، امیہ بن خلف، منبہ بن الحجاج جیسے مایہ ناز مشرکین واصل جہنم ہوئے۔ تقریباً ستر آدمی قتل اور اسی قدر قید ہوئے۔ اسیران جنگ میں سے بھی دو عقبہ اور نضر بن حارث کو قتل کیا گیا باقی قیدی مدینہ میں لائے گئے۔

اس جنگ میں دیکھنا یہ ہے کہ مسلمان تین سو تیرہ ہیں اور ان کے پاس سامان حرب بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔ مسلمان فوج میں صرف دو گھوڑے اور معمولی ہتھیار تھے۔

قریش کے اندر تمام کے تمام مسلح ایک ہزار پیادہ پانسو سواروں کا رسالہ تھا۔ ایسی صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی فتح اسلام ہونی منظور تھی۔ اسی لیے تو ناظم فاہم رحمہ اللہ نے فرمایا: وسل بدرا ”بدر کی سرزمین سے پوچھ“۔ کہ یہ مقابلہ اس تاجدار نبوت نے کس بانکپن سے کیا کہ اسباب ظاہری کے اعتبار سے نہ سامان حرب نہ جمعیت ہی اتنی کہ مقابلہ کے قابل ہو اسی وجہ میں ناظم فاہم رحمہ اللہ نے فرمایا وسل بدرا۔ اس حبیب ہاشمی کی شان توکل واستغنا اور شجاعت ودلیری کی اور میدان بدر سے پوچھ آگے فرماتے ہیں وسل احدا“ اور جنگ احد کے معرکہ سے پوچھ“۔ اگرچہ طوالت مضمون مانع ہے کہ اب ہم تفصیلی بحث بدستور کریں۔ لیکن دل نہیں مانتا بناء برایں جس طرح ہم نے بدر کے واقعہ کو اول علامہ خرپوتی کے رنگ اختصار میں پیش کر کے پھر تفصیل سے عرض کیا اس طرح واقعہ احد کو بھی اول علامہ خرپوتی کے اختصاری رنگ میں عرض کر کے پھر تفصیل وار تاریخی روشنی میں عرض کریں گے۔

قصہ غزوہ احد: وسل احداً احد بضمتین۔ یہ مدینہ کے قریب ایک موضع ہے جو محل محاربہ ہے۔

اس کا قصہ یہ ہے کہ جب بدر میں قریش پر نزول بلا ہو چکا اور ان کے بڑے بڑے

نامور صنادید قتل کر دیے گئے تو ایک بار پھر اجتماع ہوا اور حضور ﷺ کے مقاتلہ کی رائے پاس ہوئی اور بہت سے قبائل ایک آواز پر مطیع فرمان ہو گئے۔ حتیٰ کہ تین ہزار کی جمعیت بن گئی اور انہوں نے اپنے آنے کی خبر حضور ﷺ کو پہنچائی۔ چنانچہ جمعہ کے روز حضور ﷺ نے جان نثاران اسلام کو تیاری کا خطبہ دیا اور فرمایا:

ایها الناس انی رایت فی منامی بقرا ینحر ورایت کانی فی درع حصینة ورایت کان سیفی انفصم ورایت کانی مردف کبشا فاولت البقر ینفر من اصحابی یقتلون واما الدرع الحصینة فالمدینة واولت انفصام سیفی بشیء یصیبنی فی نفسی واما الکبش فکبش کتیبة القوم اقتله انشاء الله تعالی۔

''لوگو! میں نے خواب میں گائے ذبح ہوتی دیکھی اور دیکھا کہ گویا میں ایک مستحکم زرہ میں ہوں اور میں نے دیکھا کہ میری تلوار میں دندانے پڑ گئے ہیں۔ اور دیکھا کہ میں مردف کبش ہوں تو گائے کی قربانی سے میں نے تعبیر لی کہ میرے صحابہ میں سے کچھ بھاگ جائیں گے اور کچھ شہید ہوں گے اور زرہ مستحکم سے میں نے مدینہ مراد لیا۔ اور تلوار میں دندانے پڑ جانے سے میں نے تعبیر لی کہ کچھ تکلیف مجھے بھی پہنچے گی اور مردف کبش ہونے سے یہ تعبیر لی کہ لشکر کفار کو انشاء اللہ ہم قتل کریں گے۔''

پھر حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا اور مدینہ کے قیام پر کثرت رائے رہی مگر جان نثاران اسلام نے عرض کی کہ حضور ﷺ تشریف لے چلیں اور دشمن سے ہم مقابلہ کریں۔ چنانچہ حضور ﷺ جمعہ کے دن ہی مدینہ سے روانہ ہوئے اور جب التقاء جماعت ہوا تو مشرکین بھاگ پڑے اور لوگ مال غنیمت کی طرف ملتفت ہو گئے۔ اس غفلت میں کفار پھر جمع ہوئے اور مسلمانوں پر حملہ بول دیا اس وقت کچھ صحابہ شہید ہوئے اور حضور ﷺ کو بھی ضرب آئیں اور اس میں علم اللہ کے اندر بہت سے حکمتیں تھیں۔ آگے فصول حتف ہے فصول جمع فصل کی ہے۔ یعنی موسم اور حتف بمعنی ہلاک ہے۔ یعنی وہ زمانہ کفار کے لیے ہلاکت کا زمانہ تھا۔ ادھی اسم تفضیل ہے داھۃ جو بمعنی آفت عظیمہ آتا ہے اور وضم بفتحتین اس مرض کو کہتے ہیں جسے وباء عام کہا جا سکتا ہے اس پر قرآن کریم نے فرمایا اِذۡ ھَمَّتۡ

إِذْ هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا انتہی مختصرا از خربوتی۔

غزوہ احد تفصیلی رنگ میں: عرب میں ایک شخص کا قتل لڑائی کا ایک ایسا سلسلہ چھیڑ دیتا تھا جو سیکڑوں برس تک ختم نہیں ہو سکتا تھا۔ طرفین میں سے جس کو شکست ہوتی وہ انتقام کو ایسا فرض مؤبد جانتا جس کے ادا کیے بغیر اس کی ہستی قائم نہیں رہ سکتی۔

بدر میں قریش کے ستر آدمی وہ مارے گئے جو قریش کے مایہ ناز وجود تھے اس بناء پر تمام مکہ جوش انتقام سے لبریز تھا۔ قریش کا کاروان تجارت جو جنگ بدر کے زمانے میں نفع کثیر کے ساتھ شام سے واپس آیا تھا۔ اس کا راس المال تو حصہ داروں میں تقسیم کر دیا گیا تھا لیکن زر منافع امانت کے طور پر محفوظ تھا۔

قریش مقتولین بدر سے فارغ ہوئے تو انہیں جذبہ انتقام نے پھر متحرک کیا۔ ابوجہل کا بیٹا عکرمہ اور وہ جن کے اعزہ و اقربا بدر میں قتل ہو چکے تھے وہ سب جمع ہوئے اور ابوسفیان کے یہاں جا کر کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری قوم کا خاتمہ کر دیا اب انتقام لیے بغیر ہماری زندگی فضول ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ کاروان شامی کی تجارت کا منافع جو جمع ہے وہ تمام کا تمام اس کام میں صرف کر دیا جائے اور مسلمانوں کو کم از کم بتا دیا جائے کہ جوش انتقام اس کو کہتے ہیں۔

اس درخواست کو شرف منظوری حاصل ہو گیا۔ مگر رائے پاس کر لینے کے ساتھ یہ بھی سمجھ چکے تھے کہ مسلمانوں میں کس جذبہ کا وجود ہے۔ وہ جانتے تھے کہ بدر میں جس سامان سے وہ گئے تھے وہ مسلمانوں کے مقابلہ کو کافی نہ تھا۔ ہر ملک میں کسی تحریک کا احساس پیدا کرنے کے لیے خاص طریقہ ہوتا ہے۔ عرب میں جوش پھیلانے کے لیے اور دلوں کو گرمانے کے واسطے سب سے بڑا آلہ اشعار کا تھا۔

عمرو جمحی اس فن کے بڑے ماہروں میں مانا جاتا تھا دوسرا مسافع شاعر نامور تھا۔ عمرو جمحی غزوۂ بدر میں گرفتار ہو گیا تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باقتضاء رحم اسے رہا کر دیا تھا۔ یہ اور دوسرا مسافع دونوں مکہ سے نکلے اور قبائل قریش میں اپنی آتش بیانی سے خوب آگ لگا آئے۔

لڑائی کے میدان میں ثابت قدمی اور جوش جنگ کا بڑا ذریعہ خواتین حرم یا دیویوں کا میدان میں نکلنا تھا۔ جب دیویاں یا خواتین جوانوں کے آگے رجز پڑھتی ہوئی رزمگاہ سے گزرتیں تو عرب جانوں پر کھیل جاتے اس موقع پر ایسی دیویاں یا خواتین بہت سی تھیں جو جنگ بدر میں اپنی اولادیں قتل کروا چکی تھیں انہوں نے اس تحریک میں خاص حصہ لیا اور منت مانی کہ اولاد کے قاتلوں کے خون پی کر دم لیں گی۔ جب فوجیں تیار ہو گئیں تو معزز گھرانوں کی دیویاں بھی فوج میں شامل ہوئیں۔ قابل ذکر دیویاں یہ تھیں جو جوانان میدان کے جوش بڑھانے کو میدان میں ساتھ آئیں۔

ہند، عتبہ کی بیٹی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ماں۔ ام حکیم، عکرمہ بن ابی جہل کی بیوی۔ فاطمہ، ہمشیرہ حضرت خالد۔ بزرہ، مسعود ثقفی رئیس طائف کی بیٹی۔ ریطہ، عمرو بن عاص کی بیوی۔ خناس، حضرت مصعب بن عمیر کی والدہ۔

حضرت حمزہ سید الشہدا رضی اللہ عنہ نے ہند کے باپ عتبہ کو قتل کیا تھا اور جبیر بن مطعم کا چچا بھی آپ ہی کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔ اس بناء پر ہند نے وحشی کو جو جبیر کے غلام اور حربہ اندازی کے ماہر تھے، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل پر آمادہ کیا۔ اور یہ اقرار ہوا کہ اس کے صلہ میں وہ آزاد کر دیے جائیں گے۔ حضرت عباس حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا گو اسلام لا چکے تھے لیکن ابھی تک مکہ میں مقیم تھے۔ انہوں نے ان تمام حالات کو مفصل لکھ کر ایک تیز رو قاصد کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک پہنچایا اور قاصد کو تاکید کی کہ تین رات میں مدینہ پہنچ جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ اطلاع پہنچی تو حضور نے 5 شوال 3ھ کو دو خبر رساں انس اور مونس بھیجے وہ خبر لائے کہ قریش کا لشکر مدینہ کے قریب آ گیا اور چراگاہ مدینہ جسے عریض کہتے ہیں، ان کے گھوڑوں نے صاف کر دی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حباب بن منذر کو بھیجا کہ فوج کی تعداد کا جائزہ لائیں۔ انہوں نے حاضر ہو کر صحیح تخمینہ سے اطلاع دی۔ چونکہ شہر پر حملہ کا خطرہ تھا اس لیے ناکہ بندی کر دی گئی۔ حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت سعد بن معاذ ہتھیار لگا کر تمام شب مسجد نبوی کے دروازہ کا پہرہ دیتے رہے۔ صبح حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحابہ سے مشورہ کیا۔ مہاجرین و انصار نے رائے دی کہ عورتیں باہر قلعوں میں بھیج دی جائیں اور شہر

میں پناہ لے کر مقابلہ کیا جائے۔ عبد اللہ بن ابی بن سلول آج تک مشورہ میں کبھی شریک نہیں کیا گیا تھا لیکن آج اسے شرکت کا موقع دیا گیا اس نے بھی مہاجرین کی رائے سے اتفاق کیا۔ مگر نوخیز صحابہ نے جو جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے جوش جہاد میں اس امر پر اصرار کیا کہ شہر سے نکل کر حملہ کیا جائے۔ حضور ﷺ باب عالی میں تشریف لے گئے اور زرہ پہن کر تشریف لائے ان نوجوانوں کو اس امر کا احساس ہوا کہ حضور ﷺ کے خلاف مرضی ہم نے اپنی رائے پر زور دیا سب نے معذرت کی اور اپنی رائے واپس لینی چاہی، حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ کے نبی کو یہ زیبا نہیں کہ ہتھیار پہن کر بلا محاربہ اتار دے۔

مختصر یہ کہ ادھر قریش بدھ کے روز مدینہ کے قریب پہنچے اور جبل احد پر پڑاؤ ڈالا۔ ادھر حضور ﷺ جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھ کر ایک ہزار صحابہ کے ساتھ شہر سے باہر تشریف لائے۔ عبد اللہ بن ابی تین سو کی جمعیت لے کر آیا تھا۔ عین وقت پر اپنی جمعیت لے کر واپس ہو گیا اور یہ الزام رکھتا ہوا گیا کہ حضور ﷺ نے میری رائے نہ مانی اس لیے جا رہا ہوں۔ حضور ﷺ نے ان تین سو کے کم ہونے کی پرشہ کے برابر بھی پروا نہ کی اور بقیہ سات سو صحابہ جو رہ گئے تھے جن میں زرہ پوش صرف سو تھے ان کو لے کر مدینہ سے باہر تشریف لائے اور فوج کا جائزہ لیا۔ کمسن جو تھے وہ واپس بھیج دیے گئے۔ ان میں حضرت زید بن ثابت، براء بن عازب، ابو سعید خدری، عبد اللہ بن عمر عرابہ اوسی بھی تھے۔ جان نثاری کا یہ جذبہ تھا کہ جب رافع بن خدیج سے کہا گیا کہ تم عمر میں چھوٹے ہو واپس جاؤ تو وہ انگوٹھوں کے بل تن کر کھڑے ہو گئے کہ قد اونچا نظر آئے۔ حضور ﷺ نے ان کے جذبہ کی قدر فرمائی اور انہیں لے لیا۔ سمرہ ایک نوجوان تھے اور رافع بن خدیج کے ہمسن، انہوں نے عرض کی حضور! ﷺ میں رافع کو پچھاڑ سکتا ہوں۔ اس لیے اگر انہیں اجازت ملی ہے تو مجھے بھی اجازت ملنی چاہیے۔ مختصر یہ کہ انہیں بھی اجازت مل گئی۔ اب میدان میں پہنچ کر حضور ﷺ نے جبل احد کو پشت پر رکھ کر صف آرائی فرمائی۔ حضرت مصعب بن عمیر کو علم عنایت ہوا۔ زبیر بن العوام رسالے کے افسر بنائے گئے۔ حضرت حمزہ سید الشہداء رضی اللہ عنہ کو غیر زرہ پوش فوج کا کمانیر کیا۔

پشت کی طرف سے دشمن کے آنے کا احتمال تھا وہاں پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ

متعین کیا گیا اور حکم دیا گیا کہ لڑائی فتح ہو جائے یا نہ ہو وہ ہر صورت میں اپنی جگہ سے نہ ہٹیں حضرت عبداللہ بن جبیر ان تیر اندازوں کے افسر مقرر ہوئے۔ قریش کو بدر میں تجربہ ہو چکا تھا اس لیے انہوں نے نہایت ترتیب سے صف آرائی کی۔

میمنہ پر خالد بن ولید کو لگایا میسرہ عکرمہ کو دیا جو ابو جہل کا بیٹا تھا، سواروں کا دستہ صفوان بن امیہ کی کمان میں تھا۔ تیر اندازوں کے دستے الگ تھے اس کا افسر عبداللہ ابن ابی ربیعہ تھا۔ علمبردار طلحہ کو بنایا دو سو گھوڑے کوتل رکاب میں تھے جو بروقت ضرورت کام میں لانے کو رکھے تھے۔ سب سے پہلے طبل جنگ بجانے کی بجائے خواتین قریش یا دیویوں کا ایک گروہ دف پر یہ اشعار گاتا ہوا چلا۔ اس میں کشتگان بدر کا ماتم اور انتقام خون کے رجز تھے۔ ہند زوجہ ابو سفیان آگے آگے تھی چودہ عورتیں اس کے ساتھ تھیں۔ اشعار یہ تھے:

نحن بنات طارق نمشی علی النمارق

ان تقبلوا نعانق او تدبروا نفارق

"ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں قالینوں پر چلنے والیاں ہیں اگر تم بڑھ کر لڑو گے ہم تم سے گلے ملیں گی۔ اور پیچھے قدم ہٹایا تو تم سے الگ ہو جائیں گی"۔

اس کے بعد لڑائی کا آغاز ہوا۔ ابو عامر جو مدینہ کا ایک مقبول عام آدمی تھا مدینہ کو چھوڑ کر مکہ میں آباد ہو گیا تھا ڈیڑھ سو آدمیوں کے ساتھ میدان میں آیا۔ اسلام سے قبل زہد اور پارسائی کی بناء پر تمام مدینہ اس کی عزت کرتا تھا۔ اسے خیال تھا کہ انصار جب مجھے دیکھیں گے تو حضور ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ میدان میں آکر پکارا مجھ کو پہچانتے ہو میں ابو عامر ہوں انصار نے کہا ہاں او بدکار! ہم تجھے جانتے ہیں۔ خدا تیری آرزو پوری نہ کرے۔

قریش کا علمبردار طلحہ صف سے نکل کر پکارا۔ مسلمانو! تم میں کوئی ہے کہ مجھے جہنم میں پہنچائے یا میرے ہاتھوں بہشت میں پہنچے۔ علی مرتضیٰ شیر خدا کرم اللہ وجہہ صف سے نکلے اور فرمایا کہ میں ہوں۔ اور تلوار جو ماری تو طلحہ کی لاش زمین پر تھی۔ عثمان برادر طلحہ نے جب طلحہ کی یہ گت دیکھی اور اس کے پیچھے پیچھے عورتیں یہ گا رہی تھیں۔

ایها بنی عبدالدار۔ ایها حماة الدیار۔ ضربا بالکل تبار۔ "اے پسران

عبدالدار! اے حامیان ملک و دیار شمشیر براں کے خوب ہاتھ مارو"۔ عثمان کڑک کر تیغ بکف حضرت شیر خدا کی طرف جھپٹا اور یہ رجز پڑھتا ہوا حملہ آور ہوا:

ان علی اھل اللواء حقا ان تخضب الصعدۃ او تندقا

"علمبردار کا فرض ہے کہ نیزہ خون میں رنگ دے یا خود ٹکرا کر ٹوٹ جائے" کہ اس کے مقابل کو حضرت حمزہ نکلے اور شانہ پر ایسی تلوار ماری کہ کمر تک اتر آئی ساتھ ہی ان کی زبان سے نکلا کہ میں ساقی حجاج کا بیٹا ہوں۔ اس کے بعد عام جنگ شروع ہوگئی۔ حضرت حمزہ حضرت علی ابودجانہ فوجوں میں گھس گئے اور صفیں کی صفیں صاف کر دیں۔

حضرت ابودجانہ عرب کے مشہور پہلوان تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک میں تلوار لے کر فرمایا: اس تلوار کا حق کون ادا کرتا ہے اس سعادت کے لیے بہت سے ہاتھ بڑھے۔ مگر یہ فخر حضرت ابودجانہ کے نصیب میں تھا۔ اس غیر متوقع عزت نے انہیں فخر و مباہات کے مظاہرہ پر مائل کر دیا۔ سر پر سرخ رومال باندھا اور دشمن کے مقابل اکڑتے تنتے ہوئے فوج سے نکلے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ چال خدا کو ناپسند ہے، مگر اس وقت پسند ہے۔ ابودجانہ فوجوں کو چیرتے لاشوں پر لاشے گراتے بڑھے چلے جاتے تھے یہاں کہ ہند سامنے آ گئی اس کے سر پر تلوار رکھ کر اٹھا لی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا کی ہوئی تلوار اس قابل نہیں کہ عورت پر آزمائی جائے۔

حضرت حمزہ دودستی تلوار چلاتے جاتے تھے اور جس طرف بڑھتے صفیں کی صفیں صاف ہو جاتیں کہ یکا یک سباع غبشانی سامنے آ گیا آپ نے للکارا: ختانۃ النساء کے بچے کہاں جاتا ہے۔ یہ کہہ کر تلوار ماری کہ وہ خاک پر ڈھیر تھا۔ وحشی جو ایک غلام ہیں جبیر بن مطعم ان کے آقا نے وعدہ کیا ہے کہ اگر وہ حضرت حمزہ کو شہید کر دیں تو آزاد کر دیے جائیں گے۔ حضرت حمزہ کی تاک میں نکلے۔ اتفاق سے حضرت حمزہ برابر سے گزرے تو اس نے ایک چھوٹا سا نیزہ جسے حربہ کہتے ہیں اور یہ حبشیوں کا خاص ہتھیار ہے، پھینک کر مارا جو آپ کی ناف مبارک پر لگا اور پار ہو گیا۔ آپ نے اس پر حملہ کرنا چاہا لیکن لڑکھڑا کر گرے اور اعلیٰ علیین کی طرف رجوع فرمائی۔

کافروں کے علمبردار لڑ لڑ کر قتل ہوتے جاتے تھے مگر علم گرنے نہیں دیتے تھے۔ ایک علمبردار گرتا کہ دوسرا جانباز بڑھ کر علم کو ہاتھ میں لے لیتا۔ ایک شخص نے جس کا نام صواب تھا جب علم ہاتھ میں لیا تو کسی نے بڑھ کر اس زور سے تلوار ماری کہ دونوں ہاتھ کٹ کر گر پڑے مگر اسے قومی علم کو اپنی آنکھوں دیکھتے خاک میں ملنا گوارا نہ تھا۔ علم کے گرنے کے ساتھ سینہ کے بل زمین پر گرا۔ اور علم سینہ سے دبالیا اور اس حالت میں یہ کہتا ہوا مارا گیا کہ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

اب علم دیر تک خاک میں پڑا رہا اور مشرکین مکہ کے پیر اکھڑ چلے تھے کہ ایک دیوی عمرۃ بن علقمہ دلیرانہ بڑھی اور اس نے علم کو ہاتھ میں لے کر بلند کیا۔ یہ دیکھ کر ہر طرف سے قریش فرار شدہ پھر سمٹ آئے اکھڑے ہوئے پاؤں جم گئے۔

ابو عامر کفار کی طرف سے لڑ رہا تھا۔ اس کے بیٹے حضرت حنظلہ اسلام لا چکے تھے انہوں نے حضور ﷺ سے باپ کے مقابلہ میں جانے کی اجازت چاہی، حضور ﷺ نے یہ گوارا نہ فرمایا کہ بیٹا باپ پر تلوار اٹھائے۔ حضرت حنظلہ نے کفار کے سپہ سالار ابوسفیان پر حملہ کیا اور قریب تھا کہ ان کی تلوار ابوسفیان کا فیصلہ کر دے کہ دفعتہ پہلو سے شداد بن الاسود نے جھپٹ کر ان کے وار کو روکا اور حضرت حنظلہ کو شہید کر دیا۔ لڑائی کا پلہ ابھی تک مسلمانوں ہی کی طرف بھاری تھا۔ علمبرداروں کے قتل اور حضرت علی اور حضرت ابودجانہ کے بے پناہ حملوں سے فوج کے پاؤں اکھڑ گئے تھے۔ بہادر خاتون جو رجز سے دلوں کو ابھار رہی تھیں بدحواسی سے پیچھے ہٹیں مطلع صاف ہونے لگا۔ مسلمانوں نے لوٹ شروع کر دی یہ دیکھ کر تیر انداز جو پشت پر مقرر کیے گئے تھے وہ بھی غنیمت کی طرف جھکے۔

حضرت عبد اللہ بن جبیر نے بہت روکا لیکن وہ نہ رک سکے۔ تیر اندازوں کی جگہ خالی دیکھ کر خالد نے عقب سے حملہ کیا۔ عبد اللہ بن جبیر چند جان بازوں کے ساتھ جم کر لڑے اور سب کے سب شہید ہو گئے۔ اب راستہ صاف تھا۔ خالد نے سواروں کے دستہ کے ساتھ نہایت بے جگری سے حملہ کیا لوگ لوٹنے میں مصروف تھے۔ مڑ کر دیکھا تو تلواریں برس رہی ہیں بدحواسی میں دونوں فوجیں اس طرح باہم مل گئیں کہ خود مسلمان کے ہاتھ سے مسلمان

مارے گئے۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو حضرت ﷺ سے صورۃً مشابہ تھے اور علم بردار لشکر بھی تھے ابن قمیہ نے انہیں شہید کر کے غل مچایا کہ حضور ﷺ نے شہادت پائی اس آواز سے مسلمانوں میں عام بدحواسی چھا گئی۔ بڑے بڑے دلیروں کے پاؤں اکھڑ گئے بدحواسی میں اگلی صفیں پچھلی صفوں پر ٹوٹ پڑیں اور دوست دشمن کی تمیز نہ رہی۔

حضرت حذیفہ کے والد یمان اس کش مکش میں آ گئے اور ان پر تلوار برس پڑیں۔ حضرت حذیفہ چلاتے رہے کہ یہ میرے والد ہیں لیکن کون سنتا آخرش وہ شہید ہو گئے۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما نے ایثار کے لہجہ میں فرمایا مسلمانو! خدا تم کو بخش دے حضور ﷺ نے مڑ کر ملاحظہ کیا تو صرف گیارہ جان نثار پہلو میں حاضر ہیں۔ جن میں سے جناب علی مرتضی، حضرت ابوبکر صدیق، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت زبیر بن العوام، حضرت ابودجانہ، حضرت طلحہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نام بتخصیص معلوم ہیں۔ صحیح بخاری شریف کی روایت میں تو صرف حضرت طلحہ اور حضرت سعد کا ہی ذکر ہے۔

اس ہلچل اور اضطراب میں اکثر نے تو بالکل ہمت ہار دی۔ لیکن جانبازوں کا بھی زور رہ گیا تھا جو جہاں تھا وہیں گھر کر رہ گیا تھا۔ حضور ﷺ کو کسی کا پتا نہ تھا کہ کون کہاں اور کدھر ہے۔ صرف ایک شیر خدا رضی اللہ عنہ دشمنوں کی صفیں الٹتے تلوار چلاتے نظر آ رہے تھے اور حضور ﷺ کی تلاش میں تھے کہ کعبہ مقصود کہیں نظر آئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چچا ابن نضر لڑتے بھڑتے موقع سے آگے نکل گئے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مایوس ہو کر ہتھیار پھینک دیے ہیں۔ آپ نے کہا عمر یہ کیا کر رہے ہو۔ آپ نے بحالت یاس فرمایا کہ اب لڑ کر کیا کریں گے میرے حضور ﷺ نے شہادت پائی اب ہمارا جینا عبث ہے۔ ابن نضر نے کہا بے شک ہم ان کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے۔ اور فوج میں گھس گئے لڑتے لڑتے آخر شہید ہو گئے۔ لڑائی کے بعد لاش مبارک دیکھی تو اسی سے زیادہ تیر، تلوار اور نیزہ کے زخم تھے۔ کوئی پہچان بھی نہ سکا کہ یہ کس کی لاش ہے۔ آپ کی بہن نے انگلی دیکھ کر پہچانا۔ جان نثاران خاص برابر لڑتے جاتے تھے۔ مگر نگاہیں سرور عالم ﷺ کو ڈھونڈ رہی تھیں۔

سب سے پہلے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی نظر پڑی چہرہ اقدس پر مغفر تھا صرف آنکھیں نظر آتی تھیں کعب نے پہچانا اور پکارا مسلمانو! حضور ﷺ یہ جلوہ فرما ہیں۔ اس آواز نے مردہ دلوں میں تازہ جان ڈال دی۔ ہر طرف سے جان نثار پروانوں کی طرح اس شمع نبوت پر ٹوٹ پڑے۔ کفار نے اب ہر طرف سے ہٹ کر اس رخ پر زور دیا دل کا دل ہجوم کر کے بڑھتا تھا مگر ذوالفقار کی بجلی سے یہ بادل پھٹ پھٹ کر رہ جاتا تھا۔ ایک دفعہ ہجوم ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا کون مجھ پر جان دیتا ہے۔ حضرت زیاد بن سکن پانچ انصاری لے کر اس خدمت کے ادا کو بڑھے اور ایک ایک نے جانبازی سے لڑلڑ کر جانیں فدا کر دیں۔

حضرت زیاد کو یہ شرف حاصل ہوا کہ حضور ﷺ نے حکم دیا کہ ان کا لاشہ قریب لاؤ۔ لوگ اٹھا کر لائے کچھ کچھ جان باقی تھی قدموں پر منہ رکھ دیا اور اسی حالت میں جان دے دی۔

بچہ ناز رفتہ باشد ز جہاں نیاز مندے
کہ بوقت جان سپردن بسرش رسیدہ باشی
بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ایک بہادر مسلمان ایک طرف کھڑا ہوا کھجوریں کھا رہا تھا اس نے کچھ سوچا اور بڑھ کر پوچھا یا رسول اللہ! ﷺ اگر میں مارا گیا تو کہاں ہوں گا حضور ﷺ نے فرمایا جنت میں ... ٹوٹ پڑا بہت سے واصل جہنم کیے اور پھر شہید ہو گیا۔

لاؤ۔ لوگ اٹھا کر لائے کچھ کچھ جان باقی تھی قدموں پر منہ رکھ دیا اور اسی حالت میں جان
دے دی۔
بچہ ناز رفتہ باشد ز جہاں نیاز مندے
کہ بوقت جان سپردن بسرش رسیدہ باشی
بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را
ایک بہادر مسلمان ایک طرف کھڑا ہوا کھجوریں کھا رہا تھا اس نے کچھ سوچا اور بڑھ کر

ایک ہاتھ کٹ کر گر گیا۔

اللہ اللہ کیا شان رحمت تھی۔ بے درد رحمت عالم پر تیر برسا رہے تھے اور حضور ﷺ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے: رب اغفر قومی فانھم لا یعلمون "الٰہی میری قوم کو بخش دے وہ مجھے جانتے نہیں ہیں"۔ حضرت ابوطلحہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے علاتی باپ اور مشہور قدر انداز تھے۔ آپ نے اس قدر تیر برسائے کہ سات کمانیں ٹوٹ گئیں انہوں نے سپر سے حضور ﷺ کے چہرہ انور کی اوٹ کر رکھی تھی۔ حضور ﷺ کبھی گردن اٹھا کر دشمن کی فوج کی طرف نظر ڈالتے تو آپ عرض کرتے حضور ﷺ میرے ماں اور باپ قربان گردن نہ اٹھائیں۔ ایسا نہ کہ کوئی تیر لگ جائے۔ اس کام کے لیے یہ سینہ سامنے ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی مشہور تیر انداز تھے۔ اس وقت حضور ﷺ کی رکاب میں حاضر تھے۔ حضور ﷺ نے اپنا ترکش دیا۔ اور فرمایا: سعد! تیر مارتے جاؤ۔

القصہ حضور ﷺ ثابت قدم جان نثاروں کے جھرمٹ میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ ابوسفیان نے دیکھا تو فوج لے کر پہاڑی پر چڑھا۔ مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور چند صحابہ نے اتنے پتھر برسائے کہ وہ آگے بڑھ نہ سکا۔ یہاں تو یہ گھمسان ہو رہا تھا کہ مدینہ میں حضور ﷺ کی وفات کی خبر آواز شیاطین نے عام کر دی۔ اخلاص شعار جان نثار بے تابی کے ساتھ کلیجہ تھامے دوڑے حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا بھی دوڑی آئیں۔ حاضر ہوئیں [illegible]

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سپر میں پانی بھر کر لائے۔ جناب سیدہ دھوتی تھیں۔ لیکن خون مبارک تھمتا نہ تھا۔ بالآخر چٹائی کا ٹکڑا جلا کر زخم بھرا تو خون رکا۔ از صحیح بخاری غزوہ احد۔

ابوسفیان نہایت جوش میں سامنے کی پہاڑی پر چڑھ کر پکارا یہاں محمد ﷺ ہیں۔ آپ نے حکم دیا کوئی جواب نہ دے۔ ابوسفیان نے حضرات ابوبکر اور عمر فاروق کا نام لے کر پکارا۔ جب کچھ آواز نہ آئی تو پکار کر بولا سب مارے گئے۔ اس لفظ پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ضبط نہ ہو سکا۔ فرمانے لگے او دشمن خدا کیا بکتا ہے ہم سب زندہ ہیں۔

ابوسفیان نے یہ جواب سن کر کہا: اعل ھبل۔ "اے ہبل بلند رہ"۔ حضور ﷺ نے

فرمایا: تم اس کا جواب دو: اللّٰہ اعلی و اجل "خدا ہی بلند و بالا ہے"۔

ابو سفیان نے کہا: لنا العزی ولا عزی لکم "ہمارے عزیٰ ہے تمہارے پاس نہیں"۔

صحابہ کو حکم ہوا۔ انہوں نے جواب دیا: اللّٰہ مولینا ولا مولیٰ لکم "خدا ہمارا مالک ہے اور تمہارا کوئی والی نہیں"۔ ابو سفیان نے کہا آج کا دن بدر کے دن کا جواب ہے۔ ہمارے فوجیوں نے تمہاری مردہ لاشوں کے ناک کان کاٹ لیے ہیں۔ میں نے یہ حکم نہیں دیا تھا۔ لیکن مجھ کو معلوم ہوا تو کچھ رنج بھی نہیں ہوا۔ بخاری شریف غزوہ احد۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین عفت پناہ اور بچوں کو یمان رضی اللہ عنہ اور ثابت رضی اللہ عنہ کی حفاظت میں مدینہ کے پاس کے قلعوں میں بھیج دیا تھا۔ ان لوگوں کو جب شکست کی خبر پہنچی تو سراسیمہ و پریشان سب کو چھوڑ کر احد کی طرف بڑھے۔

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ تو مشرکوں کے ہاتھ شہید ہو گئے اور حضرت یمان رضی اللہ عنہ کو مسلمان ہجوم میں پہچان نہ سکے۔ ان پر تلواریں برسیں اور آپ کے صاحبزادے حضرت حذیفہ ہر چند پکارتے رہے اور کہتے رہے ہاں ہاں یہ میرے باپ ہیں۔ لیکن ہنگامہ میں کوئی نہ سن سکا۔ آخر شہید ہو گئے حضرت یمان رضی اللہ عنہ کا خون بہا مسلمانوں کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا کرنا چاہا لیکن حضرت حذیفہ نے معاف فرما دیا۔ تاریخ ابن ہشام میں یہ واقعہ مفصل موجود ہے اور بخاری شریف میں بھی مختصر منقول ہے۔

مشرکین کی دیویوں یا خواتین قریش نے انتقام بدر کے جوش میں مسلمانوں کی لاشوں سے بھی بدلہ لیا۔ اور ان کے ناک کان کاٹے۔ ہند حضرت امیر معاویہ کی ماں نے ان کٹے ہوئے پھولوں کا ہار بنا کر اپنے گلے میں ڈالا۔ حضرت حمزہ سید الشہداء رضی اللہ عنہ کی لاش مبارک پر گئی۔ شکم مبارک چاک کیا کلیجہ نکالا۔ خوب چبایا مگر گلے سے اتر نہ سکا۔ اس لیے اگل دینا پڑا۔ تواریخ میں ہند کا لقب جو جگر خوار لکھا جاتا ہے۔ اسی بناء پر لکھا جاتا ہے ہند فتح مکہ میں ایمان لائی۔ مگر جس طرح ایمان لائی وہ عبرت خیز ہے۔

اس غزوہ میں بعض خواتین عفت مآب نے بھی شرکت فرمائی۔ لیکن اس لیے نہیں کہ

میدان میں اتر کر دف بجا بجا کر لوگوں کو معاذ اللہ اپنی طرف متوجہ کریں اور مرنے مارنے پر از خود رفتہ بنا دیں بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلیم جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ماں تھیں زخمیوں کو پانی پلانے کے لیے آئیں۔ بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے دیکھا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلیم پائنچے چڑھائے ہوئے مشک بھر بھر کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ یہ واقعہ غالباً پردہ کے قانون سے پہلے کا ہے۔ عین اس وقت جب کہ کفار کا حملہ ہو چکا تھا۔ اور حضور ﷺ کے ساتھ صرف چند جان نثار رہ گئے تھے۔ حضرت ام عمارہ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچیں اور اپنا سینہ سپر کر دیا۔ کفار جب آپ پر بڑھتے تھے۔ تو تیر اور تلوار سے روکتی تھیں۔ ابن قمیہ دوڑتا ہوا حضور ﷺ کے پاس پہنچ گیا تو حضرت ام عمارہ نے بڑھ کر روکا۔ آپ کے کندھے پر زخم آیا اور گہرا غار پڑ گیا۔ آپ نے بھی تلوار ماری مگر وہ دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا، کارگر نہ ہوئی۔

حضرت صفیہ ہمشیرہ حضرت حمزہ کی شکست کی خبر سن کر مدینہ سے نکلیں۔ حضور ﷺ نے ان کے صاحبزادے حضرت زبیر کو بلا کر فرمایا کہ حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش نہ دیکھنے پائیں۔ زبیر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا پیام پہنچایا۔ بولیں میں اپنے بھائی کا ماجرا سن چکی ہوں۔ مگر مجھے خدا کی راہ میں اس کا صدمہ نہیں۔ میں اسے راہ خدا میں کوئی بڑی قربانی نہیں سمجھتی۔ حضور ﷺ نے اجازت دی لاش پر گئیں، خون کا جوش تھا۔ عزیز بھائی کے ٹکڑے بکھرے پڑے دیکھ کر آہ سرد دل پر درد سے کھینچی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ کہہ کر چپ ہو رہیں۔ پھر دعاء مغفرت کر کے چلی آئیں۔ اف زبان سے نہ نکالی۔

انصار میں سے ایک عفیفہ کے باپ بھائی شوہر سب اس معرکہ میں مارے گئے تھے۔ باری باری تین سخت حادثوں کی صدا ان کے کان میں پہنچی۔ لیکن وہ ہر بار یہ پوچھتی تھیں۔ میرے حضور کیسے ہیں۔

مدینہ سے جب آتی ہے تو اتنا پوچھ لیتا ہوں ۔۔۔ صبا جلدی بتا کیسی طبیعت ہے محمد کی

لوگوں نے کہا حضور ﷺ بخیر ہیں۔ یہ پاس آئیں چہرۂ انور دیکھ کر بے اختیار پکاریں۔ کل مصیبة بعدک جلل۔ "اے آقا تیرے ہوئے سب مصیبتیں ہیچ ہیں"۔

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہ دین تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم
رہیں وہ جن سے کہ دونوں جہان کی رونق ہے
ہمارا کیا ہے میاں ہم رہے رہے نہ رہے

لشکر اسلام سے ستر آدمی شہید ہو گئے۔ جن میں زیادہ تر انصار تھے۔ لیکن مسلمانوں کے افلاس کا یہ حال تھا کہ اتنا کپڑا بھی نہ تھا کہ شہداء کی پردہ پوشی ہو سکتی۔ مصعب بن عمیر ایک صحابی تھے ان کا پاؤں چھپایا جاتا تو سر کھل جاتا۔ اور سر ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتا۔ آخر پاؤں اذخر کی گھاس سے چھپا دیے گئے۔ یہ وہ حیرت انگیز منظر تھا کہ بعد کو بھی یہ واقعہ یاد آجاتا تو آنکھیں تر ہو جاتیں۔

شہداء بے غسل اسی طرح خون میں لتھڑے ہوئے دو دو ملا کر ایک ایک قبر میں دفن کیے گئے۔ جس کو قرآن زیادہ یاد ہوتا اس کو مقدم کیا جاتا۔ ان شہداء پر نماز جنازہ بھی اس وقت نہیں پڑھی گئی۔ آٹھ برس کے بعد وفات سے ایک دو برس پہلے جب آپ ادھر سے گزرے تو بے اختیار رقت طاری ہوگئی۔ اسی طرح آپ نے پر درد کلمات فرمائے۔ جیسے کوئی زندوں اور مردوں سے رخصت ہو رہا ہو۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا کہ مسلمانو! تم سے یہ خوف نہیں کہ تم پھر مشرک بن جاؤ گے۔ لیکن یہ ڈر ہے کہ تم دنیا میں نہ پھنس جاؤ۔

دونوں فوجیں جب میدان سے الگ ہوئیں تو مسلمان زخموں سے چور تھے۔ تاہم یہ خیال کر کے کہ ابوسفیان مسلمانوں کو مغلوب سمجھ کر دوبارہ حملہ آور نہ ہوا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی طرف روئے خطاب کر کے فرمایا کہ کون ان کا تعاقب کرے گا۔ فوراً ستر آدمیوں کی ایک جماعت اس مہم کے لیے تیار ہوگئی۔ ان میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ از صحیح بخاری۔

ابوسفیان احد سے روانہ ہو کر جب مقام روحا پہنچا۔ تو اسے خیال آیا کہ کام ناتمام رہ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی یہ علم تھا۔ اسی وجہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کرا دیا تھا کہ کوئی واپس نہ جائے چنانچہ حمراء الاسد تک جو مدینہ سے 8 میل ہے، تشریف لے گئے۔ قبیلہ خزاعہ

اس وقت تک ایمان تو نہیں لایا تھا لیکن در پردہ اسلام کا طرف دار تھا۔ اس کا رئیس معبد خزاعی شکست کی خبر سن کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور واپس جا کر ابوسفیان سے ملا۔ ابوسفیان نے اپنا ارادہ ظاہر کیا۔ معبد نے کہا میں دیکھتا آتا ہوں کہ محمد ﷺ اس سرو سامان سے آرہے ہیں کہ ان کا مقابلہ ناممکن ہے۔

غرض ابوسفیان واپس گیا۔ اس واقعہ کو مورخین نے ایک علیحدہ غزوہ بنا کر اس کا نام غزوۂ حمراء الاسد رکھ دیا ہے۔ ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے۔ جسے صاحب عطر الوردہ نے نقل کیا کہ اسی جنگ میں حضور ﷺ کا دندان مبارک شہید ہوا۔ اور نیچے کا چوکا سنگ اندازی اعداء سے ٹوٹا۔ پیشانی اقدس پر اور رخسار مبارک پر بھی زخم آیا۔ اس وقت حضور ﷺ کی زبان پر یہ دعا تھی: اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون۔

واہ کیا حکم ہے اپنا تو جگر ٹکڑے ہو پھر بھی ایذاء ستمگر کے روا دار نہیں!

مولای صل وسلم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

اَلْمُصْدِرِی الْبِیْضِ حُمْرًا بَعْدَ مَاوَرَدَتْ

مِنَ الْعِدٰی کُلَّ مُسْوَدٍّ مِّنَ اللِّمَمِ

حل لغات: المصدری، اصل مصدرین سقط نونہ بالاضافۃ۔ اور چونکہ اضافت لفظی ہے۔ اس لیے الف لام ساقط نہیں ہوا۔ اصدر سے ہے، جانور کو گھاٹ سے پانی پلا کر واپس لانا۔ البیض، سیوف مصقولہ، سفید تلواروں کو۔ حمرا، سرخ رنگ۔ بعدما، بعد اس کے کہ۔ وردت، یعنی دخلت و اتصلت، پہنچی۔ من العدیٰ، جمع عدو، دشمن کے پاس۔ مسود، جو تمام سیاہ دل تھے یا سیاہ بال۔ من اللمم، جمع لمۃ، شعر مسترسل الی المنکب، کانی زلفوں والے۔

ترجمہ: صحابہ کرام سفید تلواروں کو سرخ خون پلا کر واپس لانے والے ہیں۔ جب کہ تلواریں دشمنوں کے سیاہ بالوں میں جاتی تھیں۔

شرح: مصدری اصل میں مصدرین تھا۔ نون اضافت کی وجہ سے ساقط ہوا اور چونکہ

اضافت لفظی ہے اس لیے مصدری کے پہلے الف لام ساقط نہیں ہوا۔ مصدرین جمع ہے۔ اور مرکب اضافی ترکیب نحوی میں ھم الجہال کا حال واقع ہوا ہے جو گزشتہ سے پیوستہ شعر میں صحابہ کرام کی توصیف میں مذکور ہے۔ مصدر صیغہ فاعل اصدار سے ہے۔ اس کے معنی ہیں جانور کو گھاٹ سے پانی پلا کر واپس لانا۔ بیض بالکسر جمع ابیض بمعنی سفیدی۔ تلوار کا وصف ہے جو صقل شدہ ہو۔ حمر بالضم جمع احمر کی ہے۔ مسود بہ تشدید دال اسود ہے، سیاہ ہونے کے معنی میں ہے۔ جمع لمۃ بکسر لام و فتح میم جمع لمۃ موئے پیچیدہ یعنی وہ بال جو منکبین تک یعنی شانوں تک گرے ہوئے ہوں۔ تو حاصل معنی یہ ہوئے کہ دلاوران اسلام ایسے ہیں کہ اپنی سفید صقل شدہ تلواروں کو دشمنان اسلام کے نوجوانوں کے سروں میں ڈال کر ان کے سروں سے سرخ خون پلا کر لال رنگ میں رنگ کر نکالتے ہیں۔

وَالْكَاتِبِيْنَ بِسُمْرِ الْخَطِّ مَا تَرَكَتْ
اَقْلَامُهُمْ حَرْفَ جِسْمٍ غَيْرَ مُنْعَجِمِ ⑩

حل لغات: و، واؤ عاطفہ، اور۔ الکاتبین، جمع کاتب، لکھنے والا۔ لکھنے والے۔ بسمر، جمع سمراء، گندم گوں۔ مراد از نیزہ۔ نیزوں سے۔ خط، اسم بلدۃ فی البحرین۔ یہاں کے نیزے مشہور ہیں جو شہر خط کے ہیں۔ ماترکت، نہیں چھوڑا۔ اقلامھم، جمع قلم والمراد ھھنا السھام۔ ان کے تیروں نے۔ حرف، حرف۔ جسم، جسم کا۔ غیر منعجم، غیر منجم غیر منقوط، بغیر نقطہ لگائے۔

ترجمہ: یعنی صحابہ کرام لکھتے اور نقش کرتے تھے۔ جسم عدو کے صفحوں پر یہاں تک کہ ان کی قلموں یعنی نیزوں نے کوئی حرف جسم نہ چھوڑا مگر نقطہ لگا کر۔

شرح: اس بیت کی شرح واضح ہے کہ صحابہ کے تیروں سے دشمن کے جسم یہاں تک چھلنی ہوئے کہ ایک دشمن کافر بغیر زخم کھائے نہ بچا۔

شَاكِي السِّلَاحِ لَهُمْ سِيمًا تُمَيِّزُهُمْ
وَالْوَرْدُ يَمْتَازُ بِالسِّيمَا مِنَ السَّلَمِ

حل لغات: شاکی السلاح، ای تام السلاح۔ صحابہ کرام بارعب تھے ہتھیاروں سے، یا مزین تھے، شاکی مقلوب الشائک، بمعنی ذوشوکت، بجے ہوئے تھے ہتھیاروں سے۔ لھم، ان کے لیے، سیما، علامت، علامت تھی۔ تمیزھم، امتیاز سے، جو انہیں شناخت کراتی تھی۔ والورد، اور پھول گلاب۔ یمتاز، ممتاز ہوتا ہے۔ بالسیما، اپنی علامت میں۔ من السلم، شجرۃ یشبہ شجرۃ الورد، درخت سلم سے۔

ترجمہ: وہ صحابہ کرام ہتھیاروں سے سج کر بارعب ہو کر ایسے جاتے تھے کہ ان کے چہروں سے وہ ممتاز ہوتے تھے۔ جیسے گلاب کا پھول خاردار درختوں میں ممتاز ہوتا ہے۔

شرح: صحابہ کرام مسلح اور صاحب شوکت ہوتے تھے اگرچہ اعداء بھی مسلح ہونے میں ان کے مشابہ تھے مگر ان کے چہرے، بموجب فرمان قرآن کریم سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ایسے روشن اور ممتاز ہوتے تھے۔ جیسے گلاب کا پھول اور ببول کا درخت آپس میں خاردار ہونے کے اعتبار سے مشابہ ہو کر بھی ممتاز ہوتا ہے۔ اس لیے کہ گلاب رنگ و بو اور شکل میں اپنی موزونی و شادابی و نضارت کے باعث بھی ببول کے خاردار درخت اور اس کے پھول سے نہیں مل سکتا۔

يُهْدِي إِلَيْكَ رِيَاحُ النَّصْرِ نَشْرَهُمْ
فَتَحْسَبُ الْوَرْدَ فِي الْأَكْمَامِ كُلَّ كَمِي

حل لغات: یھدی، بضم یا مضارع از اہداء، تحفہ لانا۔ از اھدی یھدی۔ بمعنی توصل وارسال ہدیہ۔ بھیجتی ہے۔ الیک، تیری طرف۔ ریاح النصر، ہوائیں نصرت کی۔ نشرھم، پھیلتی ہیں۔ فتحسب، از حسبان، اور تو گمان کرتا ہے۔ الزھر، کہ گلاب۔ فی الاکمام، جمع کمامہ غلاف شگوفہ۔ اپنے شگوفوں میں ہے۔ کل کمی، بہادر زرہ پوش تھے۔

ترجمہ: صحابہ کرام کی خوشبو تمہارے پاس فتح مکہ کی ہوائیں لاتی ہیں۔ اور تم ہر ایک زرہ پوش

کو ایسا پاتے ہو جیسے گلاب شگوفوں میں۔

شرح: صحابہ کرام منصور تھے اور ہر جہاد میں کفار پر غالب حتیٰ کہ دشمن اپنی جانیں قربان اور ہدیہ کرنے کو ایسے سامنے آتا تھا۔ جیسے باد نصرت آتی اور تائید غیبی کی خبر لاتی ہے۔ تو ایسی صورت میں ہر جانباز اسلام زرہ کے اندر اس طرح نظر آتا جیسے گلاب کا پھول اپنے شگوفہ میں ہو۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلھم

كَأَنَّهُمْ فِي ظُهُورِ الْخَيْلِ نَبْتُ رُبًا
مِنْ شِدَّةِ الْحَزْمِ لَا مِنْ شِدَّةِ الْحُزُمِ

حل لغات: کانھم، گویا کہ وہ۔ فی ظھور الخیل، گھوڑے کی پشت پر۔ نبت ربی، چٹان پر پودے کا اگنا، ایک پودا اگا ہوا ہے۔ من شدۃ الحزم، شدۃ استواری کی سواری کرنے میں۔ لامن شدۃ الحزم، نہ کہ باندھے ہوئے لکڑی کی گٹھے کی طرح۔

ترجمہ: صحابہ کرام گھوڑوں کی پشت پر سوار ایسے معلوم ہوتے گویا کہ چٹان پر پودا اگا ہوا ہے۔ نہ یہ کہ گھاس یا لکڑی کا گٹھا بندھا ہوا۔

شرح: صحابہ کرام کی شہسواری کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس طرح اچھا سوار گھوڑے کی پشت پر اتنا مضبوط آسن جماتا ہے کہ گھوڑے پر میخ کی طرح جما ہوا ہوتا ہے۔ تو ناظم فاہم رحمہ اللہ نے میخ سے تشبیہ نہ دی بلکہ اس پودے سے تشبیہ دی جو ٹیلوں یا چٹانوں پر اپنی جڑیں پھیلا کر ایسا جمتا ہے کہ ہوا کے جھونکے اسے اکھاڑ نہیں سکتے۔ اور اناڑی سوار پشت توسن پر ایسا نظر آتا ہے۔ گویا پشت پر گھوڑے کے گھاس کا گٹھ بندھا ہوا ہے کہ کبھی ادھر جھک گیا کبھی ادھر۔ یہ خوبصورت تشبیہ نبت رباسے دے کر شدۃ الحزم بتا کر لامن شدۃ الحزم فرمادیا۔ حزم استواری کو کہتے ہیں۔ حُزُم لکڑی کے گٹھ کو۔

طَارَتْ قُلُوْبُ الْعِدیٰ مِنْ بَاسِهِمْ فَرَقًا

فَمَا تُفَرِّقُ بَیْنَ الْبَهْمِ وَالْبُهَمِ

حل لغات: طارت، از طیران الحرکت من مکان الی مکان۔ اڑتے تھے۔ قلوب، جمع قلب، دل۔ العدی، جمع عدو، دشمنوں کے۔ من باسهم، سختی اور لڑائی، ان کی سختی اور جنگ سے۔ فرقا، خوف سے۔ فما تفرق، پس نہیں فرق کر سکتے تھے۔ بین البهم، جمع بهمة، بکری کا بچہ، چارپائے میں۔ والبهم، شجاع اور بہادر شجاع میں۔

ترجمہ: دشمن کے دل خوف سے اڑتے تھے کہ خوف زدہ ہو کر بکری کے بچہ اور بہادر سوار میں اسے تمیز دشوار تھی۔

شرح: صحابہ کرام کے خوف سے دلہائے دشمنان ایسے اڑتے اور مضطرب ہوتے تھے کہ حواس باختہ ہو کر بہمہ یعنی بکری کے بچے اور اپنے دلیر شجاع شہسوار میں تمیز نہیں کر سکتے تھے۔

بلکہ جنگل میں بکری کا بچہ کدکتا ہوا آتا تو کفار ڈر کر سمجھتے کہ کوئی جان نثار شہسوار گھوڑا کدکاتا ہوا آرہا ہے۔

وَمَنْ تَكُنْ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ نُصْرَتُهٗ

اِنْ تَلْقَهُ الْاُسْدُ فِیْ اٰجَامِهَا تَجِمِ

حل لغات: ومن، شرطیہ، اور جس کی کو۔ تکن، ہو۔ برسول اللّٰہ، باسببی، اوا استعانت، بہ سبب رسول اللہ ﷺ کے۔ نصرته، اور ان کی مدد کی ہمت۔ ان، اگر۔ تلقه، ملے اس کو۔ الاسد۔ جمع اسد، شیر۔ فی اجامها، جمع اجمه بفارسی بیشہ رونده یا بڑ، اپنی روند میں یا بڑ (کچھار) میں۔ تجم، تو خاموش ہو جائے وہ شیر۔

ترجمہ: جسے حضور ﷺ کی مدد اور نصرت حاصل ہو۔ اگر اس کے سامنے بڑ (کچھار) کا شیر بھی آجائے تو خاموش رہ جائے۔

شرح: جس کے اوپر کرم خاص ہو اور حضور ﷺ کی مدد و نصرت اس کی شریک ہو یقینی امر ہے کہ وہ شیر کی کیا پروا کرے۔ بلکہ شیر اس سے خائف ہو کر اس کے آگے جھک جائے۔

گویا ناظم فاہم رحمہ اللہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ صحابہ کرام کے آگے ظفر و نصرت جو جھکی رہتی تھی۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صدقہ تھا۔ اور اس ذات مقدس کی اعانت و اغاثت تھی کہ محاربہ اعداء میں فتح یاب ہوتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کے واسطہ سے منصور و محفوظ رہتے تھے۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام آزاد شدہ تھے۔ آپ کو روم کے جہاد میں کافروں نے گرفتار کرلیا۔ وہ وہاں سے کسی طرح نکل آئے۔ راستہ میں کسی جنگل میں شیر سے مقابلہ ہوگیا۔ آپ نے شیر سے فرمایا: **یا ابا الحارث انا خادم محمد رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلم "اے شیر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خادم ہوں اسلامی لشکر میں جانا چاہتا ہوں"۔ شیر بجائے اس کے کہ حملہ کرے آگے آگے ہولیا۔ جب آپ لشکر میں مل گئے واپس ہوگیا۔ منقول از عطر الوردہ یہی واقعہ دوسری صورت میں علامہ خرپوتی نے نقل فرمایا کہ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس یمن بھیجا تھا۔ راستہ میں شیر سے دو چار ہوگئے تو آپ نے فرمایا: **انا مولیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم**۔ "اے شیر! میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آزاد کردہ غلام ہوں"۔ **ومعی کتابہ** "اور میرے پاس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامہ عالی ہے" تو شیر راستہ سے ہٹ کر نظروں سے غائب ہوگیا۔

تیسری روایت حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے اور ہے۔ فرماتے ہیں، ہم کشتی میں دریائی سفر کر رہے تھے کہ موجوں کی ٹکروں سے کشتی شکستہ ہوگئی۔ ہم تختہ پر بہتے بہتے ایک جزیرہ میں جا نکلے کہ مفاجتہ شیر سے دوچار ہوگئے۔ تو میں نے کہا: **انا مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم** "میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آزاد کردہ ہوں"۔ تو شیر نے گردن کے اشارے سے اپنے پیچھے لیا اور راستہ بتایا۔

حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ ہم سفر میں تھے کہ ایک جگہ لوگوں کا مجمع دیکھا دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ ایک شیر نے راہ بند کر رکھی ہے۔ اور اس راستہ پر بہت سے آدمی ہلاک کر چکا ہے۔ آپ سواری سے اترے اور شیر کے پاس جا کر اس کا کان پکڑ کر مروڑا اور فرمایا: خبردار! لوگوں کو آئندہ نہ ستائیو اور جا اپنے بن میں رہا کر۔ وہ شیر سر جھکا کر اپنے بن میں چلا گیا۔

کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا شیر کو خطرہ میں لاتا نہیں کتا تیرا

وَلَنْ تَرىٰ مِنْ وَّلِيٍّ غَيْرَ مُنْتَصِرٍ
بِهٖ وَلَا مِنْ عَدُوٍّ غَيْرَ مُنْقَصِمٍ

حل لغات: ولن، واؤ عطف لن نافیہ، اور ہرگز نہیں۔ تری، دیکھے گا تو۔ من ولی، کسی ولی کو۔ غیر منتصر، بے مدد۔ بہ، اس دربار رسالت سے۔ ولا، اور نہ کسی۔ من عدو، دشمن سے۔ غیر منقصم، بمعنی انقطع، غیر منقطع۔

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کا جو قریب ہوگا۔ وہ کبھی بغیر اس آستانہ کی مدد کے نہ ملے گا۔ اور دشمن کو بغیر خستہ حالی نہ دیکھا جائے گا۔

شرح: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست اور صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں منصور ہیں اور ذات اقدس کے صدقہ میں دشمن پامال ہیں۔ علامہ خرپوتی فرماتے ہیں کہ تمام اولیاء امت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں مظفر و منصور ہیں۔ اور اسی بناء پر ولی شیخ احمد ملثم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لم تكن الاقطاب اقطابا ولا الاوتاد اوتادا ولا العماد عمادا الا برسول الله وبتعظيمهم له واجلالهم شريعته وكل من عدوا لشريعته كان عدوا له عليه السلام وكذا كل من كان عدوا لصاحب الشرع من العلماءِ وكل من يتكلم بمايتاذى به عليه السلام فهو عدوه ولذا قال الحقی فی روح البيان حكى عن بعض الكبارانه قال كنت فی مجلس بعض الغافلين فتكلم الی ان قال لا مخلص لاحد عن الهوى ولو كان فلانا اراد به النبی عليه السّلام حيث قال حبب اِلی من دنياكم ثلاث الطيب والنساء وقرّة عينی فی الصلوة فقلت له اما تستحيی من الله فانه عليه السّلام ما قالَ احببت بل قال حبب فكيف يلام انعبد علیٰ ما كان من الله كرامة ثم حصل لی غم وهم من استماعی مثل هذا الكلام فرايت النبی عليه السّلام فی المنام

فقال لی لا تغتم فقد کفینا امرہ ثم سمعت انه خرج الیٰ ضیعة له فقتل فی الطریق نعوذ باللہ من التطاول علی الانبیاء وورثتهم من العلماء والاولیاء۔

"یعنی کوئی قطب قطب نہیں ہوتا، نہ کوئی اوتاد اوتاد بن سکتا ہے، نہ عماد عماد ہو سکتا ہے مگر حضور ﷺ کے دربار کے صدقہ میں اور عظمت ذات واجلال شریعت کے ماتحت اور جو شخص دشمن قانون شریعت ہو وہ درحقیقت حضور ﷺ کا دشمن ہے اور ایسے ہی جو اصحاب شریعت یعنی علماء حقہ کا دشمن ہو یا ایسی بات بناتا ہو جو حضور ﷺ کی ذات گرامی کو ایذا رساں ہو۔ وہ یقیناً دشمن رسول ہے۔ اسی بناء پر علامہ حقی رحمہ اللہ نے روح البیان میں فرمایا کہ بعض اکابر نے بیان کیا کہ ہم مجلس غافلین میں تھے کہ بات ہوتے ہوتے ایک شخص نے کہا کہ خواہش دنیا سے کوئی نجات نہیں پا سکتا اگرچہ وہ ذات گرامی ہی کیوں نہ ہو۔ اور اس سے وہ حضور ﷺ کی ذات گرامی مراد لیتا تھا اور کہنے لگا کہ حضور ﷺ نے بھی فرمایا کہ مجھے تمہاری دنیا سے تین چیزیں پسند ہیں۔ خوشبو، عورتیں اور آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ تو میں نے کہا کیا تو خدا سے نہیں شرماتا کمبخت حضور ﷺ نے تو یہ فرمایا ہے کہ تمہاری دنیا سے تین چیزیں ہمارے لیے محبوب بنائی گئیں۔ نہ کہ یوں فرمایا کہ میں محبوب رکھتا ہوں۔ پھر کس طرح تو اس بندے کو ملامت کر سکتا ہے جو اللہ کے نزدیک معزز ہے۔ پھر مجھے اس امر کا غم ہوا کہ میں نے ایسی بات کیوں سنی۔ تو خواب میں حضور ﷺ کے جمال جہاں آرا سے مشرف ہوا اور حضور ﷺ نے فرمایا: تو غم نہ کر اس کا معاملہ ختم ہو گیا۔ پھر ہم نے سنا کہ وہ اپنا سامان لے کر کہیں جاتا تھا کہ قتل کیا گیا۔ اللہ محفوظ رکھے انبیاء وعلماء کی شان میں زبان درازی سے اور ان کے ولیوں کی توہین سے"۔

(۱۲۵)

اَحَلَّ اُمَّتَهٗ فِیْ حِرْزِ مِلَّتِهٖ
كَاللَّيْثِ حَلَّ مَعَ الْاَشْبَالِ فِیْ اَجَمٖ

حل لغات: احل، صیغہ ماضی از احلال اترنا، اتاری۔ امته، اپنی امت۔ فی حرز، جائے استوار، بمعنی الحصن، قلعہ میں یا صاف جگہ میں۔ ملته، اپنی ملت کے۔

کاللیث، اللیث اسم الاسد، مثل شیر کے۔ حل، صیغہ ماضی از حلول اترنا، کہ اترا۔ مع الاشبال، جمع شبل ولد الاسد، مع اپنے بچوں کے۔ فی اجم، مکان یسکن فیہ الاسد، گھپا میں۔

ترجمہ: حضور ﷺ نے اپنی امت کو دین کے قلعہ میں اتارا جیسے شیر مع اپنے بچوں کے گھپا میں بے فکر اترتا ہے۔

شرح: حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لا الہ الا اللہ حصنی ومن دخل حصنی امن من عذابی

"کلمہ توحید میرا قلعہ ہے، جو میرے قلعہ میں آ گیا میرے عذاب سے مامون ہو گیا"۔

اس حدیث کی طرف اس بیت میں اشارہ ہے کہ امت مرحومہ چونکہ قلعہ توحید میں محفوظ ہے۔ لہٰذا ہر قسم کی بلا و عذاب سے مامون ہے۔

کَمْ جَدَّلَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ مِنْ جَدِلٍ
(۲۹) فِيهِ وَكَمْ خَصَمَ الْبُرْهَانُ مِنْ خَصِمِ

حل لغات: کم، خبریہ، للتکثیر، کتنی بار۔ جدلت، از تجدیل، وضع علی الارض، خاک میں ڈالا۔ کلمات اللہ، والمراد منہ قرآن عظیم۔ (فاعل جدلت) قرآن کریم نے۔ من جدل، جھگڑا کرنے والے کو۔ فیہ، اس دین میں یا حضور ﷺ کی ذات میں۔ وکم، اور کتنی بار۔ خصم، کثیرا ما غلب فی الخصومۃ۔ از تخصیم جھگڑے میں غالب آنا۔ غالب آیا۔ البرھان، والمراد منہ من المعجزات والکرامات، معجزہ و کرامت۔ من خصم، جھگڑالو گروہ پر۔

ترجمہ: بارہا خاک مذلت پر ڈال دیا قرآن کریم نے ان لوگوں کو جو حضور ﷺ کے شان میں ملت اسلامیہ میں جھگڑنے آئے اور بارہا غالب آئے منکرین پر معجزات اور کرامات منکر اور شدید الخصومۃ پر۔

شرح: مفہوم واضح ہے کہ بڑے بڑے فصحاء بلغاء قرآن کریم کے مقابلہ میں خوار

ہوئے۔ بڑے بڑے مطالبہ کرنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ذلیل ہوئے۔ ابوجہل سنگریزے لایا تو ان سنگریزوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔ حبیب رومی جس کا تذکرہ مفصل ہم بیت نمبر 76 میں کر چکے ہیں۔ طلب معجزہ کے بعد کیسا جھکا۔ سوکھے درخت بولے۔ تو گویا صاف بات ہے کہ مخالفت کرنے والوں نے کمی نہ کی۔ لیکن جوں جوں مخالفت بڑھی اسلام ترقی ہی کرتا رہا۔

چاند شق ہو پیڑ بولیں جانور سجدہ کریں بارک اللہ مرجع عالم یہی سرکار ہے

كَفَاكَ بِالْعِلْمِ فِي الْأُمِّيِّ مُعْجِزَةً
(۱۲۹) فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالتَّادِيبِ فِي الْيُتُمِ

حل لغات: کفاک، یعنی حسبک، کافی ہے تجھ کو۔ بالعلم، علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم۔ فی الامی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امی ہونے کی صورت میں۔ معجزۃ، معجزے کے شانوں سے۔ فی الجاهلية، زمانہ جہالت میں۔ والتادیب، اور زمانہ تبلیغ رسالت میں۔ فی الیتم، حالت یتیمی میں۔

ترجمہ: کافی ہے تجھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ علم جو بغیر پڑھے ابتداء زمانہ سے تبلیغ کے ایام تک کا ظاہر ہوا کہ وہ بذات خود معجزہ ہے۔

شرح: یعنی اے مخاطب! تجھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا علم ہی کافی ہے باوجودیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے اور زمانہ یتیمی میں بھی آپ تعلیم ادب دیتے۔ اور دلائل بے شمار سے قطع نظر کر کے بھی دیکھا جائے تو یہ کیا کافی نہیں کہ اس ہستی مقدس نے جاہلوں میں نشو و نما پائی ابتداء سے اخیر تک کبھی کسی سے کچھ نہ پڑھا۔ باوجود اس کے تمام علوم میں ماہر ثابت ہوئے۔ اور بڑے بڑے فصحاء بلغاء کی جماعتوں میں افضل اور اعلیٰ مانے گئے۔ اور تمام فضائل حمیدہ و شمائل پسندیدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا نے حاصل کیے اور یہ سب کچھ بہ تعلیم ربانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور میں آیا۔ چنانچہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

علمنی ربی فاحسن تعلیمی وادبنی ربی فاحسن تادیبی

"مجھے میرے رب نے اچھے تعلیم دی اور اچھے ادب سے مزین فرمایا"۔

فصل اثناعشر

رحمۃ للعالمین سے رحم اور سفارش کی درخواست
اور یہ قصیدہ لکھنے کی غرض

خَدَمْتُهُ بِمَدِيحٍ اَسْتَقِيلُ بِهِ
ذُنُوبَ عُمْرٍ مَضَى فِي الشِّعْرِ وَالْخِدَمِ

حل لغات: خدمته، صیغہ ماضی متکلم، من الخدمت، ای مدحت علیہ السلام، نعت کی ہے میں نے۔ بمدیح، مایمدح به، اس ممدوح صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ استقیل، از استقالة۔یعنی طلب العفو، اور معافی طلب کی ہے میں نے۔ به، ضمیر راجع الی المدیح، اس ہستی مقدس سے۔ ذنوب، جمع ذنب عام للصغائر و الکبائر، اپنے گناہوں کی۔ عمر، جو عمر۔ مضی، گزشتہ میں ہوئے۔ فی الشعر، لغو شعر گوئی۔ والخدم، اور خوشامد میں۔

ترجمہ: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحت کر کے اس ذریعہ سے اس عمر کے گناہوں کی معافی طلب کی ہے جو شعر گوئی اور اہل دنیا کی خدمتوں میں ضائع ہوئی۔

شرح: مروی ہے کہ ناظم رحمہ اللہ ابتداء عمر میں مقربین سلاطین سے تھے اور ان کی خدمات قصیدہ گوئی اور مذمت اعداء کے ساتھ انجام دیتے تھے اور اس سے مقصود جلب مال و منصب ہوتا تھا تو اس قصیدہ مبارکہ میں اپنی امیدیں ذات رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے مدح الٰہی کی مدحت کر کے اقالہ کیا ہے۔ یعنی ان گناہوں کو عفو و رحمت سے بدلا ہے جسے ناظم گناہ سمجھ رہے ہیں۔ ورنہ سلاطین اسلامیہ کی بھی مدحت اور ان کے اعداء کی صحیح مذمت ممنوع نہیں۔ لیکن یہ درجہ غایت تورع اور تقویٰ کا ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

مولای صل وسلم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلهم

اِذْ قَلَّدَانِیَ مَاتُخْشٰی عَوَاقِبُهٗ

(۱۶۲) کَاَنَّنِیْ بِهِمَا هَدْیٌ مِّنَ النَّعَمِ

حل لغات: اذ، اس لیے کہ۔ قلدانی، از قلادہ بدھی۔ قلادہ ڈال دیا ہے مجھے اس شعر گوئی نے ایسا۔ ما تخشی، کہ اس سے خوف ہے مجھے۔ عواقبہ، میرے انجام کا۔ کاننی، گویا کہ میں۔ بھما، اس مدحت اور مذمت اعداء کے ساتھ۔ ھدیٌ، وہ ہدی ہوں جو ذبح کو جا رہی ہو۔ من النعم، چارپایہ سے۔

ترجمہ: ان دونوں باتوں یعنی شعر گوئی اور خدمت اہل دنیا نے میری گردن میں ایسی بدھی ڈالی ہے جس کے انجام سے خوف زدہ ہوں اور سمجھتا ہوں کہ ان گناہوں کا ہار ڈال کر میں اس صدقہ کے جانور کے مشابہ ہوں جو پٹہ ڈال کر ذبح کو لے جایا جاتا ہے۔

شرح: چونکہ اس اونٹ کے گلے میں بدھی ڈال دی جاتی ہے جو قربانی کے لیے نامزد ہو چکا ہو۔ جسے عربی میں ہدی کہتے ہیں۔ تو ناظم فاہم استعارۃً یہ بدھی نام رکھ رہے ہیں۔ ان افعال کا جسے معصیت تصور فرما رہے ہیں۔ یعنی سلاطین اسلامیہ کی مدحت اور ان کے اعداء کی مذمت اور اس کے ذریعہ امید حصول مال کرنا۔ پھر اپنے کو اس اونٹ سے تشبیہ دے رہے ہیں جس کے گلے میں قلادہ پڑ چکا ہو اور ذبح کے لیے ہدی بنا دیا گیا ہو۔ اور یہ سب کچھ اظہار انکسار ہے۔ حسنات الابرار سیئات المقربین (ابرار کی نیکیاں مقربین کی خطائیں ہیں) کی سی کیفیت ہے۔ غفر اللہ لنا و لہ بحرمۃ نبی ھذہ الامۃ۔

اَطَعْتُ غَیَّ الصِّبَا فِی الْحَالَتَیْنِ وَمَا

(۱۶۳) حَصَّلْتُ اِلَّا عَلَی الْاٰثَامِ وَالنَّدَمِ

حل لغات: اطعت، صیغہ متکلم ماضی، از اطاعت فرمانبرداری، اطاعت کی میں نے۔ غی، بمعنی الغوایۃ والضلالۃ، گمراہی۔ الصبا، بکسر الصاد، بچپن کی۔ فی الحالتین، شعر و خدمت میں۔ وما، نافیہ، اور نہیں۔ حصلت، حاصل کیا میں نے۔

الا، استثناء مگر، علی الاثام، جمع اثم بمعنی الذنب گناہ، گناہوں پر۔ والندم، من الندامة، ندامت۔

ترجمہ: میں نے شعر گوئی اور خدمت سلاطین دونوں حالتوں میں طفلانہ گمراہی کی اطاعت کی اور بجز گناہ یا ندامت کے کچھ حاصل نہ ہوا۔

شرح: گویا اپنا احساس واعتراف ظاہر فرماتے ہیں کہ میں جانتا ہوں کہ میں نے بچپن کی گمراہی کی مخالفت نہیں کی اور مدحت سرائی سلاطین اور مذمت اعداء میں اپنی عمر ضائع کرتا رہا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج میرے پاس معصیت پر ندامت تحسر وتحزن کے سوا کچھ نہ رہا۔ یہ گویا ناظم فاہم رحمہ اللہ اپنی طرف منسوب کر کے توبہ کرنے کا طریقہ تعلیم دے رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ اس طرح معافی مانگا کرتے ہیں۔

فَيَا خَسَارَةَ نَفْسِيْ فِيْ تِجَارَتِهَا
لَمْ تَشْتَرِ الدِّيْنَ بِالدُّنْيَا وَلَمْ تَسُمِ

حل لغات: فیا، کلمہ ندائیہ، پس اے افسوس۔ خسارة، اصابته الضرر الغیر المقصود، ٹوٹا، نقصان۔ نفسی، میرے نفس کا۔ فی تجارتها، اس کی تجارت میں۔ لم تشتر الدین، افسوس تو نے دین نہ خریدا۔ بالدنیا، دنیا چھوڑ کر۔ ولم تسم، از سام یسوم سوماً، از سوم، تخمینہ کرنا قیمت لگانا۔ اور خریدنے میں غور نہ کیا۔

ترجمہ: افسوس میری جان خسارہ میں گئی کہ اس نے دنیا چھوڑ کر دین نہ خریدا اور نہ خریدنے پر غور کیا۔

شرح: گویا علامہ فاہم تنبیہ فرما رہے ہیں کہ اے ٹوٹے میں رہنے والے نفس! آ ابھی وقت ہے۔ تیری تجارت میں اگر چہ اب تک تو نے دنیا پر دین کو پسند نہ کیا اور فانی کے بدلہ باقی نہ خریدا۔ اگر اب بھی تحصیل دین اور ترک دنیا نہ کرے گا۔ تو پھر کب وقت آئے گا۔ آ اور حسن نیت اور صدق قصد کے ساتھ دین کو لے۔ روح البیان میں علامہ حقی فرماتے ہیں:

ان اللہ خلق الروح نورانیا علویا وخلق النفس ظلمانیة ثم اشرک

بينهما وجعل راس مالهما الاستعداد الفطرى القابل للكمال والترقى فى القربة والمعرفة والخسارة والنقصان فمن امن وجاهد بنفسه وماله فى سبيل الله وطلب فى كل حاله رضى الله فقد ربح روحه وخسرت نفسه ومن لم يومن بالله ورسوله وكفر بهما وامن ولم يأت بعملٍ حسن اصلا فقد خسر روحهٗ ونفسهٗ جمعياً فعلى العاقل ان يجتهد قبل مجئ الفوت ويربح فى تجارته ببذل النفس والمال فى طلب رضاء الله فان سلامة رأس المال الذى هو الا سلام مادام حاصلاً يمكن ان يتدارک الربح فى صفقة وان لم يحصل فى صفقة اخرى فلا ينبغى ان تضيع العمر فيما لايعنى اذ الفرصة غنيمة۔ تمام مضمون کا خلاصہ مفہوم کو یہ شعر کافی ہے۔

مکن عمر ضائع بافسوس وحیف که فرصت عزیز است والوقت سیف

وَمَنْ يَّبِعْ اٰجِلاً مِّنْهُ بِعَاجِلِهٖ
يَبِنْ لَّهُ الْغَبْنُ فِىْ بَيْعٍ وَّفِىْ سَلَمِ

حل لغات: ومن، اور جو شخص۔ یبع، اصل میں یبیع تھا شرط کے موقع پر اس کا اخیر مجزوم ہوتا ہے، اور حرف علت حذف۔ بیچے۔ اجلا، اجل اسم فاعل، ازاجل بمعنی مہلت کچھ دیر میں ملنے والی چیز یعنی ثواب آخرت، آخرت کے ثواب کے بدلے اور۔ منه، اس سے۔ بعاجله، جلدی ملنے والی چیز دنیا، دنیا لے۔ یبن، اصل میں یبین تھا۔ شرط کے تحت میں اس کی بھی وہی تعلیل ہوئی۔ جو بیع پر ہوئی۔ بمعنی اظہر، ظاہر ہوگا۔ له، اس کے لیے۔ الغبن، نقصان۔ فی بیع، ہر بیع میں۔ وفی سلم، اور سلم یعنی بدھنی ہیں۔

ترجمہ: یعنی جو شخص آخرت کو دنیا کے عوض بیچے اس کو نقصان ظاہر ہوگا۔ خواہ وہ بیع وجود مبیع پر ہو یا بیع موعود یعنی سلم ہو جسے بدھنی کہتے ہیں۔

شرح: ایک بیع ایسی ہوتی ہے۔ جہاں بیع یعنی بکنے والی چیز اور اس کی قیمت موجود ہوتی ہے۔ یعنی نقد فروختگی اور ایک بیع وہ ہے جسے بیع سلم کہتے ہیں۔ اس کی ہندی بدھنی ہے کہ ثمن

یعنی قیمت پہلے دی جائے اور بیع جو خریدا ہے وہ موعود ہو یعنی کسی وعدہ پر ملے۔

اس بیت میں اس مقولہ کا رد کیا گیا ہے جو عربی میں مشہور ہے:

الدنیا نقد والاخرۃ نسیئۃ واعطاء النقد لھا غیر معقول

"دنیا نقد ہے اور آخرت قرض تو نقد کو قرض پر دینا غیر معقول ہے"۔

تو بیع سلم جو دنیا میں ہوتی ہے اس میں نقد دے کر وعدہ پر مبیع لیا جاتا ہے۔ تو ناظم فاہم فرماتے ہیں کہ دنیا کو ترجیح آخرت پر دینا ایسی ہی حماقت ہے۔ جیسے کوئی بیع سلم کو پسند نہ کرے۔

علامہ خرپوتی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو **مرکب من الدنیا والاخرۃ** پیدا فرمایا ہے۔ اس کی جز میں دونوں طرف کا میلان رکھا ہے۔ اس کا جز دنیوی نفس امارہ ہے۔ جو درکات نیرانیہ کی طرف لے جانا چاہتا ہے اور جزء اخروی روح ہے جو طرق جنان کے درجات بتاتی ہے۔ اور ان دونوں اجزاء سے قلب پیدا ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بے کیف اصابع میں ہے۔ ایک اصبع رحمت اور ایک اصبع قہر جس پر ارادت اللہ مظاہرۂ قہر فرماتا ہے۔ اس کے قلب کو سخت کر دیتا ہے اور اس کا رجحان دنیا کی طرف ہو جاتا ہے۔ تو وہ بیع عاجل کی طرف مائل ہوتا ہے۔ اور اس کا نفس اسے درکات جہنم میں پھینک کر رہتا ہے۔ اور جس پر ارادت اللہ مظاہرۂ لطف فرماتا ہے اس کے قلب کو قائم بالاستقامۃ کر دیتا ہے تو اس کا رجحان عالم علوی کی طرف ہو جاتا ہے۔ تو وہ آخرت کو ترجیح دیتا ہے۔ **اللھم خلصنا بجودک عن توھم وجودنا**۔ کسی نے خوب کہا ہے:

سوف تری اذ انجلی الغباد ۱ فرس تحتک ام حمار

شہد دکھائے زہر پلائے یہ بس کی گانٹھ ہے حرافہ

صورت دیکھو ظالم کی تو کیسی بھولی بھالی ہے

اِنْ اٰتِ ذَنْبًا فَمَا عَهْدِیْ بِمُنْتَقِضٍ
مِنَ النَّبِیِّ وَلَا حَبْلِیْ بِمُنْصَرِمِ

حل لغات: ان، حرف شرط، اگر۔ ات، از اتی یاتی، صیغہ متکلم، اصلہ اتی فسقط الیاء للجزم ومعناہ ان فعلت، کروں میں۔ ذنبا، کوئی گناہ، فما، نافیہ، پس نہیں ہے۔ عھدی، میرا عہد۔ بمنتقض، ٹوٹنے والا۔ من النبی، میرے نبی سے۔ ولا حبلی، اور نہیں ہے میرے عقیدہ کی رسی۔ بمنصرم، ٹوٹنے والی۔

ترجمہ: اگرچہ میں گنہگار رہوں مگر میرا معاہدہ اطاعت اس سے ٹوٹنے والا نہیں جو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا اور میری عقیدت و محبت کی رسی کٹنے والی نہیں۔

شرح: یعنی اگر میں گناہ کروں اور کسب سیئات پر مائل رہوں اور امید ستر و عفو قائم رہے۔ تو گناہ گار ایسا ناقض عہد نہیں ہوتا جس سے ایمان جاتا رہے۔ تو اشھد ان لا الہ الا اللہ کا جو معاہدہ ہے۔ وہ عاصی کے ساتھ قائم رہے گا۔ اور میری سیہ کاریاں مجھے عقیدت و محبت کی رسی توڑ کر علیحدہ نہیں کرسکتیں۔

گویا اس بیت میں ناظم فاہم رحمہ اللہ عقیدہ اہل سنت کا خلاصہ فرما رہے ہیں۔ وہ یہ کہ عاصی پر معاصی کا سب سیئات کتنا ہی کیوں نہ ہو جائے۔ جب تک اس کا عقیدہ درست ہے۔ اور وہ اپنی معصیت پر شرمندہ اور خطیات پر امید عفو رکھتا ہے۔ مومن ہے، مسلمان ہے اور جب تک مومن و مسلم ہے۔ جبل مودت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم (محبت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی رسی) اس کے ہاتھ میں ہے۔ اور معاہدہ کا نقض لازم نہیں آتا۔

جب توبہ کرے گا۔ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ کی بشارت سے متمتع ہوگا۔

بد سہی چور سہی مجرم و ناکارہ سہی — اے وہ کیسا ہی سہی ہے تو کریما تیرا
موت نزدیک گناہوں کی تہیں میل کے خول — آبرس جا کہ نہا دھولے یہ پیاسا تیرا
مجھ کو رسوا بھی اگر کوئی کہے گا تو یونہیں — کہ وہی نا وہ رضا بندۂ رسوا تیرا

فَاِنَّ لِیْ ذِمَّةً مِّنْهُ بِتَسْمِیَتِیْ
مُحَمَّدًا وَّهُوَ اَوْفَی الْخَلْقِ بِالذِّمَمِ

حل لغات: فان لی، پس میرے لیے۔ ذمة، امان، امان ہے۔ منه، ضمیر راجع الیه علیه السلام، اس کی ذات رحمت سے۔ بتسمیتی، ب سببی، بہ سبب میرے نام کے کہ۔ محمدا، وہ محمد ہے۔ وھو، وھو برائے ضرورت شعر ہا کو جزم دیا۔ اور وہ ذات مقدس۔ اوفی الخلق، اوفی صیغہ مبالغہ للتفضیل بمعنی تم، تمام مخلوق سے زیادہ وعدہ وفا ہے۔ بالذمم، جمع ذمہ، امانوں کے دینے میں۔

ترجمہ: کیونکہ میرا نام محمد ہے مجھے میرے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں امن لازمی ہے۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے وعدہ کے وفا کرنے میں اوفی الخلق ہیں۔

شرح: اس بیت مبارک میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا(1): ابن عباس رضی اللہ عنہما، راوی ہے:

من انهٗ اذا كان يوم القيامة نادیٰ منادِ الا ليقم من اسمه محمد او احمد وليدخل الجنة كرامةً لمحمد صلى الله على وسلم

"قیامت کے دن منادی ندا دے گا کہ خبردار جس کا نام محمد یا احمد ہے۔ وہ کھڑا ہو اور جنت میں داخل ہو جائے یہ اعزاز ہے۔ آقا نامدار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا"۔

تو ناظم فاہم کا نام نامی شیخ شرف الدین ابی عبداللہ محمد رکھا اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعدہ فرمایا کہ جس کا نام محمد ہوگا وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ وعدہ وفا کرنے والا دنیا میں کون ہو سکتا ہے۔ تو مجھے اس پر گھمنڈ اور ناز ہے کہ میرا نام محمد ہے۔ وللہ الحمد۔

اور حدیث میں وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اتانی جبرائيل فقال يا محمد ان الله يقرء عليك السلام ويقول لك

1۔ یہ حدیث عطر الوردہ میں بھی موجود ہے۔

وعزتی وجلالی لا اعذب من سمی باسمک بالنار

"ہمارے پاس جبریل آئے اور کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ سلام فرماتا ہے اور بشارت دیتا ہے کہ میری عزت وجلال کی قسم جس کا نام آپ کے نام پر ہوگا اسے میں جہنم کا عذاب نہ دوں گا"۔

دوسری حدیث میں ہے:

استحیی ان اعذب بالنار من اسمہ اسم حبیبی

"اللہ شرم فرماتا ہے اس سے کہ جہنم کا اسے عذاب دے جس کا نام میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام پر ہو"۔

اور علامہ قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالیٰ و ملائکتہ یستغفرون لمن اسمہ محمد واحمد

"اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے بخشش ورحمت کرتے ہیں اس پر جس کا نام محمد یا احمد ہو"۔

الغرض نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایسا اسم کریم وشریف ہے کہ اشرف اسماء حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس نام کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اخص اسماء سے بنایا۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کی کنیت ابو محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رکھی گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی ہمیشہ فرامین واحکام میں من محمد رسول اللہ ہی تحریر فرماتے۔ اور ملک الموت جب روح اقدس لے کر چلا تو واحمداہ اس کی زبان پر تھا۔ اور علماء سلف کے اکثر وبیشتر اسماء میں یہ نام مبارک لازم رکھا گیا۔ اور اس حقیر فقیر درماندہ نفس شریر کا نام بھی بحمدہ تعالیٰ محمد احمد ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ میرے لیے یہ طغرۂ امتیاز کافی وافی شافی ہے۔

حافظ رند زندہ باش مرگ کجا و تو کجا　　تو شدہ فنا حمد حمد بود بقاء تو

(۱۲۸)

اِنْ لَّمْ یَکُنْ فِیْ مَعَادِیْ اٰخِذًا بِیَدِیْ
فَضْلًاوَّ اِلَّا فَقُلْ یَازَلَّۃَ الْقَدَمِ

حل لغات: ان لم یکن، جملہ شرطیہ، اگر نہ ہوں وہ۔ فی معادی، صیغہ ظرف

ازعود والمراد حالة الموت، میرے مرنے کے وقت۔ اخذ، تھامنے والے۔ بیدی، میرا ہاتھ۔ فضلا، اپنے فضل سے۔ والا، تو تو۔ فقل، کہہ مجھے۔ یازلة القدم، اے پھسلے ہوئے قدم کے۔

ترجمہ: اگر حضور ﷺ میرے مرنے کے بعد میرے دستگیر نہ ہوں تو کہنا کے اے قدم پھسلے ہوئے ذلیل۔

شرح: اگر حضور ﷺ براہ فضل وکرم اور نسبت اسمی کے لحاظ سے میری مرتے وقت دستگیری نہ فرمائیں تو میری قسمت پر افسوس کرتے ہوئے کہنے کا حق ہے۔ کہ اے زلة القدم اب پاؤں پھسلنے پر کیا ہوش اور یہ ہوش کس کام کا۔ دوسری صورت یہ کہ الا بمعنی ان لم یکن کذالک مانا جائے۔ غرض کہ اس بیت میں بہت سی توجیہات ہیں اچھی اور صاف توجیہ یہ ہے کہ مصرع اول شرط اور اس کی بیت اول نمبر 147 اس کی خبر لی جائے تو اب یہ معنی ہوں گے۔ کہ اگر کوئی عہد و پیمان میرے معاصی کے مقابلہ میں نہ کام دے تو افسوس ہے میرے لغزش قدم پر اور بعض کہتے ہیں لفظ الا زائد ہے۔ جیسا کہ صاحب قاموس نے لکھا کہ لفظ الا کلام عرب میں زائد بھی آتا ہے۔ تو اس اعتبار سے علامہ خرپوتی کی شرح صاف معلوم ہوتی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حاصل معنی بیت کے یہ ہیں کہ میں محتاج شفاعت جناب کریم کا ہوں نجات مہالک سے اور عذاب الیم سے حتیٰ کہ اگر میرا معین ان کا فضل واحسان زائد علی الوعدہ نہ ہو تو پھر میرے نفس کو عتاب کے ساتھ یا زلة القدم یاسیئی الحال یا شدید المال کہنا۔ لیکن چونکہ ایسا نہیں تو میں زلة القدم بھی نہیں۔

عام ہیں ان کے تو الطاف شہیدی لیکن
تجھ سے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا

حَاشَاهُ اَنْ يُّحْرَمَ الرَّاجِىْ مَكَارِمَهٗ
اَوْ يَرْجِعَ الْجَارُ مِنْهُ غَيْرَ مُحْتَرَمِ (۱۴۹)

حل لغات: حاشاہ، استثنا، ہرگز وہ ہستی ایسی نہیں۔ ان یحرم، کہ محروم کر دے۔

الراجی، امیدوار کو، مکارمہ، جمع کرم بخشش، ان کی بخششیں۔ اویرجع، یا یہ کہ لوٹے۔ الجار، یعنی قریب یا مستجیر، آرزومند یا قرب والا۔ منہ، ان کی بارگاہ سے۔ غیر محترم، مایوس بے نیل مرام۔

ترجمہ: حضور ﷺ کی شان کرم اس سے منزہ ہے کہ ان کے در پر سائل جو امیدوار جائے وہ بخشش حاصل کیے بغیر بے نیل ومرام واپس لوٹ آئے۔

شرح:

نہ رفت لا بزبان مبارکش ہرگز مگر باشھد ان لا الہ الا اللہ

حضور چونکہ معدن کرم اور مخزن فضل ہیں۔ لہٰذا وہاں سے اس قسم کے توہمات کو جگہ دینا حاشاوکلا نازیبا ہیں۔ وہ تو وہ ہیں کہ

ما قال لا قط الا فی تشھدہ لولا التشھد کانت لائہ نعم

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا دریا بہا دیے ہیں در، بے بہا دیے ہیں

فصل ثالث عشر

حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے باب کرم سے امید کا بیان

وَمُنْذُ اَلْزَمْتُ اَفْکَارِیْ مَدَائِحَهُ

(۱۲۹) وَجَدْتُهُ لِخَلَاصِیْ خَیْرَ مُلْتَزَمٖ

حل لغات: ومنذ، ظرف زماں بمعنی اول المدۃ مفعول فیہ، اور جب سے کہ۔ الزمت، لازم کی میں نے۔ افکاری، اپنے فکروں پر۔ مدائحہ، جمع مدح، اس ہستی پاک کی نعتیں۔ وجدتہ، پائی میں نے۔ لخلاصی، اپنی نجات کے لیے۔ خیر ملتزم، ملتزم جائے پناہ، بہترین جائے پناہ۔

ترجمہ: جب سے میں نے اپنے افکار میں حضور ﷺ کی نعت گوئی لازم کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے بہترین جائے پناہ لی۔

شرح: جب حضور ﷺ کی ذات اقدس کو رد سائل اور محروم کرنے سے منزہ ثابت کر چکے تو اپنی نعت گوئی کے نتیجہ کو بیان فرماتے ہیں کہ جب میں نے مدحت سرائی اس ہستی مقدس کو اپنے خیالات و افکار میں لازم کر لیا ہے یعنی اس وقت سے کہ میں اپنے اشعار کو سوائے منقبت حضور ﷺ کے اور کسی کام میں نہیں لاتا۔ جب ہی سے میں اطمینان کر چکا ہوں کہ یہی نعت گوئی میرے لیے زبردست نجات کا ذریعہ ہے۔ اور اسی وقت کو میں اپنے لیے بہترین جائے پناہ سمجھتا ہوں۔

کرے مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

۱۵۰ وَلَنْ يَّفُوْتَ الْغِنٰى مِنْهُ يَدًا تَرِبَتْ
اِنَّ الْحَيَا يُنْبِتُ الْاَزْهَارَ فِى الْاَكَمِ

حل لغات: ولن، اور ہرگز نہیں۔ یفوت، ازفوت، ضائع کرے گا۔ غنی، والمراد منه شفاعته علیه السلام، امید شفاعت کو۔ منه، ضمیر راجع الیه علیه السلام، اس ہستی پاک سے۔ یدا، کوئی ہاتھ، تربت، ای افترقت، ایدی المحتاجین، محتاج کا۔ ان الحیا، حیا، مطر، بے شک بارش۔ ینبت، اگاتی ہے۔ الازهار، کلیوں کونپلوں کو۔ فی الاکم، جمع اکمه، راس الجبل، پہاڑ کی چوٹیوں پر۔

ترجمہ: جو ہاتھ مفلس حضور ﷺ کی بارگاہ کی طرف بڑھے وہ کبھی دولت لیے بغیر واپس نہ ہو۔ بارش ہوتی ہے تو پہاڑ کی چوٹیوں پر بھی پھول کھلا دیتی ہے۔

شرح:

باراں کہ از لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

غنی کے لغوی معنی تونگری فراخدستی بے پرواہی کے ہوتے ہیں۔ اور علامہ خرپوتی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا: الغنی بالکسر مع القصر بمعنی ایسار و المراد منه شفاعته علیه السلام۔ اس سے مراد شفاعت حضور اکرم ﷺ ہے۔

تو مفہوم واضح ہے کہ وہ غنی جو دربار رسالت سے حاصل ہو ہرگز کسی ہاتھ کو گرد آلودہ یعنی خالی و محتاج نہیں کرتا۔ بلکہ سب کو مالا مال کر دیتا ہے۔ اس لیے کہ حضور ﷺ کا فیض رحمت عام ہے۔ اور مثل بارش کے ہے۔ حیا کے معنی یہاں اس بارش کے ہیں جو عام ہو جس سے زمین مزروعہ بھی سیراب ہو اور پہاڑ کی چوٹیاں ٹیلے جہاں پانی نہ ٹھہرتا ہو اسے بھی اتنا سیراب ضرور کر دیتا ہے کہ اس میں شگوفہ پھول جائیں۔

برستا نہیں دیکھ کر ابر رحمت بدوں پر بھی برسا دے برسانے والے

وَلَمْ اُرِدْ زَهْرَةَ الدُّنْيَا الَّتِي اقْتَطَفَتْ
يَدَا زُهَيْرٍ بِمَا اَثْنٰى عَلٰى هَرِمِ ۝

حل لغات: ولم ارد، اور نہیں چاہتا میں۔ زهرة الدنيا التي، اس مدح سرائی کے بدلے میں دنیا کی وہ تازگی۔ اقتطفت، من قطف الثمر۔ پھل پھول چننا، جو چنی یا حاصل کی۔ یدا زهير، المراد به زهير بن ابی سلمی، شاعر مشہور عربی، زہیر بن ابی سلمٰی کے ہاتھوں نے۔ بما اثنى، ساتھ اس کے کہ مدح کی اس نے۔ علی هرم، سنان بن ہرم، سنان بن ہرم کی۔

ترجمہ: میں حضور ﷺ کی مدح نعت سے وہ تازگی اور بہجت حاصل کرنا نہیں چاہتا جو زہیر بن ابی سلمٰی مشہور شاعر کے ہاتھوں نے سنان بن ہرم کی تعریف کے صلہ میں حاصل کی۔

شرح: زہیر بن ابی سلمٰی بڑے نامور شعراء سے گزرا ہے۔ عہد عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں اس سے بہتر اشعار کسی کے نہ مانے جاتے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اسے اشعر الناس فرماتے تھے۔ اور اس کے صاحبزادے حضرت کعب نے قصیدہ بانت سعاد دربار رسالت میں سنایا تھا۔ اور وشاح ابن درید میں ہے کہ زہیر کی کنیت ابو بجیرہ تھی اور اس کی موت قبل المبعث ہوئی۔ اور ثعلب ابن عباس اپنی سند کے ساتھ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہمیں اپنے بڑے شاعر کے اشعار سناؤ تو میں نے عرض کی وہ کون ہے تو فرمایا وہ زہیر ہے۔ اور ابن اعرابی کہتے ہیں کہ زہیر میں ایک خاص بات تھی جو اس کے سوا اور کسی میں نہیں ملتی کہ اس کا باپ بھی شاعر وہ بھی شاعر اور اس کے ماموں بھی شاعر اور اس کی بہن سلمٰی بھی شاعرہ اور اس کے بیٹے حضرت کعب اور بجیرہ دونوں شاعر اور اس کی دوسری بہن خنساء بھی شاعرہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ اہل جہالت کے نامور شاعروں میں زہیر بن ابی سلمٰی ہے۔ اور اسلام کے نامور شعراء میں اس کے بیٹے حضرت کعب۔ اور زہیر ملوک عرب میں سے ہرم بن سنان کے حق میں بہت قصیدے لکھا کرتا تھا۔ اس لیے کہ ہرم انعام بہت دیتا تھا۔

تو امام محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دولت دنیا حاصل کرنے کو زہیر کی طرح میں ہرم کے لیے مدحت نہیں کرتا۔ بلکہ دولت عقبیٰ کی امید پر میری مدح منقبت دربار رسالت میں پیش ہے۔

یَااَکْرَمَ الْخَلْقِ مَالِیْ مَنْ اَلُوْذُ بِهٖ
سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ ﴿۶۷﴾

حل لغات: یا اکرم الخلق، اے تمام مخلوق سے زیادہ کرم فرمانے والے، مالی، ما نافیہ، نہیں ہیں میرے لیے، من، کوئی ایسا کہ جس کی۔ الوذ، اولیاذ، پناہ لوں۔ بہ، اس سے۔ سواک۔ سوا آپ کے۔ عند، وقت۔ حلول، نازل ہوتے۔ الحادث، حادثوں بلاؤں۔ العمم، عام کے۔

ترجمہ: اے بہترین کریم عالم آپ کے سوا میرے لیے کوئی جگہ نہیں جہاں پناہ لوں مصیبتوں کے عام نزول کے وقت۔

شرح: مفہوم واضح ہے اور حقیقت یہ ہے کہ حضور ﷺ کے سوا ان کے غلام کے لیے کوئی دستگیر نہیں۔ حتی کہ قرآن کریم بھی اسی شفاعت گر کا راستہ بتاتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ جب تم اپنی جانوں پر معصیت کی وجہ سے ظلم کر گزرو تو ہمارے حبیب کی طرف آؤ اور توبہ کرو اور ہمارے حبیب تمہاری سفارش کریں تو تم اللہ تعالیٰ کو تواب و رحیم پاؤ گے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾

شر خیر شور سور شر دور نار نور — بشریٰ کہ بارگاہ یہ خیر البشر کی ہے
مجرم بلائے آئے ہیں جاؤک ہے گواہ — پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے
بد ہیں مگر انہیں کے ہیں باغی نہیں ہیں ہم — نجدی نہ آئے اس کو یہ منزل خطر کی ہے
بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے — حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

وَلَنْ یَّضِیْقَ رَسُوْلَ اللّٰہِ جَاھُکَ بِیْ
اِذَا الْکَرِیْمُ تَجَلّٰی بِاسْمِ مُنْتَقِمِ

حل لغات: ولن یضیق، اور ہرگز تنگ نہ ہوگا میدان عزت آپ کا۔ جاھک بی، یعنی الوجاھۃ وھی رفعۃ المنزلۃ، آپ کی رفعت منزلت میری شفاعت پر۔ اذا الکریم، اس لیے کہ آپ کریم ہیں۔ تجلی، وفی نسخۃ تحلی، یعنی اتصف، وتجلی بمعنی انکشف، اور آپ کا نام روشن ہے۔ باسم منتقم، ساتھ نام منتقم حقیقی کے۔

ترجمہ: یعنی حضور ﷺ کی عظمت وشان کی پناہ میرے واسطے تنگ نہ ہوگی۔ بروز قیامت منتقم حقیقی کے نام سے اپنی شان ظاہر فرمائیں گے۔

شرح: مفہوم واضح ہے۔ گویا ناظم فاہم اعلیٰ حضرت کے اس شعر کو عربی استعارہ میں سنا رہے ہیں۔

میں تو کیا میرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

چہ کم گردد اے صدر فرخندہ پے زقدر رفیعت بدرگاہ حق
کہ باشند مشتے گدایان خیل بمہمان دار السلام از طفیل

یعنی یوں عرض کر رہے ہیں کہ حضور ﷺ کی وجاہت، شرافت، رفعت میدان حشر میں عالم آشکار ہوگی۔ مجھ جیسے بے کس اور تہی دست کے لیے ان کا عرصہ شفاعت تنگ نہیں ہوسکتا۔ اور منتقم حقیقی کی طرف سے جب کہ یا محمد ارفع راسک سل تعط واشفع تشفع کی آوازیں آئیں۔ تو پھر مجھے کیا فکر ہونی چاہیے۔

پل سے اتارو راہ گزر کو خبر نہ ہو
جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو
اے شوق دل یہ سجدہ اگر ان کو روا نہیں
اچھا وہ سجدہ کیجئے کہ سر کو خبر نہ ہو

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ ۵۶

حل لغات: فان، پس بے شک۔ من جودک، الجود افاضة ماینبغی لا لعوض ولا لغرض، آپ کے جودوکرم سے۔ الدنیا، دنیا ہے۔ وضرتها، مال بسیار وضرہ ضد دنیا، یعنی جمع بین المراتین، حاصل معنی آخرۃ، اور آخرت۔ ومن علومک، جمع علم، اور آپ کے علموں سے۔ علم اللوح والقلم، علم لوح وقلم ہے۔

ترجمہ: حضور ﷺ آپ کے ہی خوان جودوکرم سے دنیا ہے اور اس کی ضد یعنی آخرت کا وجود اور لوح وقلم کے علم آپ کے دائرہ معلومات کا ایک جز ہیں۔

شرح: پہلی بیت کے مضمون میں جو خفا تھا اس کی تفسیر اس بیت میں فرمائی گئی کہ مجھ سے تہی دست کی شفاعت حضور ﷺ کو اس لیے مشکل نہیں کہ دنیا اور اس کی ضد یا سوتن جس کا دنیا کے ساتھ جمع ہونا محال ہے یعنی آخرت، یہ سب حضور ﷺ کے خوان عطا کے ریزہ ہیں نہ حضور ﷺ ہوتے نہ دنیا و آخرت کا وجود ہوتا۔ جود عربی زبان میں ایسی بخشش کو کہتے ہیں جو بلاعوض وغرض کسی پر کی جائے۔ اور ضرۃ اس چیز کو کہتے ہیں جس کا اجتماع معتذر ہو۔ جیسے ایک خاوند کے عقد میں دو عورتیں جمع ہوں تو سوتن کہلاتی ہیں۔ اسی طرح دنیا اور آخرت، ان کا اجتماع محال ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

من احب اخرته اضر بدنیاه ومن احب دنیاه اضر باخته۔

"جو آخرت کو محبوب رکھے تو یہ محبت اضر یعنی ضد دنیا ہے۔ اور دنیا کو محبوب رکھے تو یہ محبت ضد آخرت ہے"۔

علامہ خرپوتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قیل کون الکونین من جوده لانه واسطة فی فیضان الوجود علی الماهیات وسیلان الوجود علی الموجودات فکان الکونین من جوده۔

"یعنی وجود کونین حضور ﷺ کی جود وعطا کا ظہور ہے۔ اس لیے کہ کونین واسطہ ہے

فیضان وجود میں ماہیت پر اور سیلان جود وجود سرکار ابد قرار ﷺ موجودات پر ہے۔ تو کونین کا ہونا حضور ﷺ کے جود و کرم سے ہوا۔ اور اس مصرع میں تلمیحا اس حدیث کی طرف بھی اشارہ ہے جو جناب باری کی طرف سے حضور ﷺ نے ظاہر فرمائی:

لولاک لما خلقت الدنیا۔

اور علم لوح قلم کو جوجزء علم مصطفیٰ فرمایا یہ بھی خاصہ ہے ذات گرامی کا۔

لوح ایک کتاب مبین ہے جس کی مقدار عقل سے وراء ہے۔ جو اس میں عظمت و لطافت اور حروف و کتابت سے ہے۔ بعض نے کہا: لوح چار ہیں:

(اول) لوح القضاء المصئون عن المحو والاثبات اور یہ لوح عقل اول ہے۔

(دوم) لوح القدر یہی لوح نفس ناطقہ کلیہ ہے۔ جس میں تفصیل کلیات لوح اول کی ہے۔ اور اس کا تعلق اثبات سے ہے۔ اور اسی کو لوح محفوظ کہتے ہیں۔

(سوم) لوح نفس الجزئیہ بسماء الدنیا ہے۔

(چہارم) لوح ہیولٰی ہے جو قابل صور ہے عالم شہادۃ میں۔

اور قلم یہ وہ ہے جو سب سے پہلے مخلوق کی گئی اور اس میں اللہ تعالیٰ نے تین سو ساٹھ سن بنائے اور ہر سن میں علوم اجمالیہ کے تین سو ساٹھ صنف مقرر فرمائیں۔ پھر ان کی تفصیل لوح محفوظ میں ہوتی ہے۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے قلم روشن فرمایا۔ اس سے ایک دوسرا وجود مشتق کیا۔ اس کا نام لوح رکھا اور قلم کو حکم دیا کہ لوح کو سب کچھ بتا دے اور جمیع ما یکون الی یوم القیامۃ کا علم اسے دیا۔ امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ الیواقیت والجواھر میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی پوچھے کہ ان علوم میں سے اولیاء کو اطلاع ملی یا کیا جو حوادثات وغیرہ کے متعلق قلم نے لکھے۔ اور لوح محفوظ میں قیامت تک کے حالات نقش کیے تو اس کا جواب شیخ اکبر باب 168 فتوحات مکیہ میں دیتے ہیں۔ کہ نعم انا ممن اطلعہ اللہ علی ذالک۔ ”ہاں ہم ہیں ان میں سے جسے اللہ تعالیٰ نے ان علوم پر اطلاع دی“۔ اور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مطلع فرمایا عدد امہات پر علوم ام الکتاب

سے اور وہ ایک لاکھ انتیس ہزار چھ انواع پر ہیں۔

اور یہ سب کچھ لکھ کر شیخ زادہ فرماتے ہیں:

هذا علىٰ قدر فهمك واما من اكتحلت عين بصيرته بالنور الالهى فيشاهد بالذوق ان علوم اللوح جزء من علومه كما هى جزء من علم الله تعالىٰ۔

تو حاصل معنی واضح ہو گئے کہ حضور ﷺ کی ہستی پاک واسطہ ہے افاضة منح الظاهريات و الباطنيات کا مبدء اول سے کائنات میں علویات و سفلیات کے اور جب کہ حضور ﷺ کی یہ شان ہے تو ان کی عنایت اور وجاہت وکفایت میرے لیے تنگ نہیں ہو سکتی وللہ الحمد۔

فصل رابع عشر -- نفس کو ناامیدی سے روکنے کا بیان

یَا نَفْسُ لَا تَقْنَطِیْ مِنْ زَلَّةٍ عَظُمَتْ
اِنَّ الْکَبَائِرَ فِی الْغُفْرَانِ کَاللَّمَمِ

حل لغات: یا نفس۔ اے نفس، لا تقنطی، از قنوط مایوس ہونا، نہ مایوس ہو۔ من زلة، لغزش، اس لغزش سے۔ عظمت، ای کبرت، جو کبیرہ گناہ ہو گئے ہیں۔ ان الکبائر، جمع کبیرہ، بے شک کبیرہ گناہ۔ فی الغفران، بخششوں میں۔ کاللمم، لمم، آمادگی گناہ، مثل صغیرہ کے ہیں۔

ترجمہ: اے نفس اپنے گناہوں کے سبب سے جو بہت بڑے ہو گئے ہیں ان کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ کیونکہ غفران ورحمت کے ہوتے بڑے گناہ بھی چھوٹے ہو جاتے ہیں۔

شرح:

زاہد! ان کا میں گنہگار وہ میرے شافع
اتنی نسبت مجھے کیا کم ہے تو سمجھا کیا ہے

بے بسی ہو جو مجھے پرسش اعمال کے وقت
دوستو! کیا کہوں اس وقت تمنا کیا ہے

کاش فریاد میرے سن کے یہ فرمائیں حضور
ہاں کوئی دیکھو یہ کیا شور ہے غوغا کیا ہے

کون آفت زدہ ہے کس پہ بلا ٹوٹی ہے
کس مصیبت میں گرفتار ہے صدمہ کیا ہے

کس سے کہتا ہے کہ للہ خبر لیجئے میری
کیوں ہے بے تاب یہ بے چینی کا رونا کیا ہے

یوں ملائک کریں معروض کہ اک مجرم ہے

اس سے پرسش ہے بتا تو نے کیا کیا ہے
سامنا قہر کا ہے دفتر اعمال ہیں پیش
ڈر رہا ہے کہ خدا حکم سناتا کیا ہے
سن کہ یہ عرض میری بحر کرم جوش میں آئے
یوں ملائک کو ہو ارشاد ٹھہرنا کیا ہے
کس کو تم مورد آفات کیا چاہتے ہو
ہم بھی تو آکے ذرا دیکھیں تماشا کیا ہے
ان کی آواز پہ کر اٹھوں میں بے ساختہ شور
اور تڑپ کر یہ کہوں اب مجھے پروا کیا ہے
لو وہ آیا میرا حامی میرا غم خوار امم
آگئی جاں تن بے جان میں یہ آنا کیا ہے

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کبائر 9 ہیں:

شرک باللہ، قتل نفس بغیر حق، قذف محصنہ، زنا، فرار من الزحف یعنی اسلامی لشکر سے بھاگنا، سحر، مال یتیم کھانا، مسلمان والدین کی نافرمانی کرنا اور الحاد کرنا۔ اور ایک قول ہے کہ ہر وہ معصیت جس پر اصرار کیا جائے وہی کبیرہ ہے۔ اور ہر وہ معصیت جس سے استغفار کر لیا جائے صغیرہ ہے۔

ان تغفر اللھم فاغفر جما فای عبد لک ما الما

لَعَلَّ رَحْمَةَ رَبِّیْ حِیْنَ یَقْسِمُهَا
تَاْتِیْ عَلٰی حَسَبِ الْعِصْیَانِ فِی الْقِسَمِ

حل لغات: لعل، حرف ترجی، شاید کہ۔ رحمة ربی، میرے رب کی رحمت۔ حین، جب کہ۔ یقسمھا، تقسیم ہو، تاتی، آجائے۔ علیٰ حسب العصیان، میرے معاصی کی مقدار میں۔ فی القسم، میرے حصہ کے اندر۔

ترجمہ: شاید کہ رحمت الٰہی جب تقسیم ہو ممکن ہے میرے گناہوں کے برابر میرے حصہ میں آجائے۔

شرح:

میرے گناہ زیادہ ہیں یا تیری رحمت — میرے کریم بتادے حساب کر کے مجھے

انتہا امید پر ناظم فرماتے ہیں کہ شاید بلکہ لعل بمعنی لینا چاہیے یعنی یقیناً میرے رؤف ورحیم کی رحمت جب کہ بندگان سیہ کار پر تقسیم ہوں گی ہم وزن میرے میرے حصہ میں آئے گی تو میں اس وقت کہوں گا۔

پیش عفوش قلت تقصیر ماست — عفو بے اندازہ میخواہد گناہ بے حساب

باقی رہے ہیں حشر میں کتنے گنہگار — آؤ پکارتی ہے شفاعت رسول کی

نصیب ماست بہشت اے خدا شناس برو — کہ مستحق کرامت گنہگار انند

حدیث قدسی میں بھی آیا ہے: غلبت رحمتی علی غضبی۔

من قاعدۂ رحمت او میدانم — من طور عطائے او نکو میدانم

لطف وکرمش عاشق حسن گنہ است — من عادت آں بہانہ جو میدانم

اس بیت مبارک میں اس حدیث کی طرف بھی اشارہ ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور سید یوم النشور ﷺ سے سنا کہ فرماتے تھے۔ اللہ نے رحمت کے سو جز فرما کر اپنے پاس ننانوے جز رکھے اور زمین پر ایک جز نازل فرمایا۔ اس ایک جز سے دنیا آباد ہے۔ اور مخلوق میں رحم دلی پائی جاتی ہے اور جانور اپنے بچے کو دودھ پلانے خود پہنچتا ہے۔

ایک حدیث میں وارد ہے کہ ایک شخص بروز قیامت لایا جائے گا اور حکم ہوگا اس کے صغیرہ گناہ پیش کرو اور کبیرہ مخفی رکھو۔ پھر اسے کہا جائے گا تو نے فلاں دن یہ کیا یہ کیا۔ وہ اقرار کرے گا اور انکار کی ہمت نہ ہوگی اور اپنے کبائر سے ڈر رہا ہوگا۔ کہ اتنے میں حکم ہوگا اس کے ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی عطا کی جائے۔ تو وہ عرض کرے گا الٰہی میرے ابھی ایسے گناہ بھی ہیں جو تو نہیں جانتا راوی فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ اس جملہ

پر اتنا تبسم ہوا کہ نواجذ ملیا ظاہر ہو گئے یہ روایتیں سعۂ رجا کی صریح دلیل ہیں۔ وللہ الحمد۔

یَا رَبِّ وَاجْعَلْ رَجَائِیْ غَیْرَ مُنْعَکِسٍ

(۵۹) لَدَیْکَ وَاجْعَلْ حِسَابِیْ غَیْرَ مُنْخَرِمِ

حل لغات: یا رب، اے میرے رب۔ واجعل، کر دے پوری۔ رجائی، میری امید۔ غیر منعکس، غیر برگشتہ۔ لدیک، اپنے پاس سے، واجعل، اور کر دے۔ حسابی، میرا اعمال نامہ۔ غیر منخرم، باخائے معجمہ غیر منقطع، غیر منقطع۔

ترجمہ: الٰہی اپنی بارگاہ میں یوم حشر میری امید کے خلاف نہ کر اور میرا اعمال نامہ مغفرت حاصل کرنے والوں سے کاٹ کر منقطع نہ کر۔

شرح: انا عند ظن عبدی بی کی طرف اشارہ فرما کر ناظم فاہم فرما رہے ہیں کہ الٰہی میرا یقین ہے کہ تو ضرور بخشش فرمائے گا۔ لہٰذا مجھے بخش دے۔

تو اب مفہوم واضح ہے کہ الٰہی میں نے تجھ سے جو دعا و التجا کی ہے تو میری درخواست اپنے در سے رد نہ کر اور جو تو نے میرے لیے رحمت و مغفرت رکھی ہے وہ مجھ سے منقطع نہ کر۔

یہ دعائیہ بیت ہے۔

وَالْطُفْ بِعَبْدِکَ فِی الدَّارَیْنِ اِنَّ لَهٗ

(۶۰) صَبْرًا مَتٰی تَدْعُهُ الْاَهْوَالُ یَنْهَزِمِ

حل لغات: والطف، اللطف ھو الاحسان، اور لطف فرما۔ بعبدک، اپنے بندے پر۔ فی الدارین، دنیا و آخرت میں۔ ان له، اس لیے کہ اس کا۔ صبرا، صبر ایسا ہے کہ۔ متی، جب۔ تدعه الاهوال، ہول شدۃ و فزع۔ آتے ہیں گھبراہٹ۔ ینهزم، تو صبر بھاگ جاتا ہے۔

ترجمہ: الٰہی اپنے بندے پر دین و دنیا میں رحم فرما کیونکہ اس کا صبر اتنا کمزور ہے کہ جب ہول و فزع کا سامنا ہو تو یہ بھاگ جاتا ہے، یعنی جاتا رہتا ہے۔

شرح: مفہوم واضح ہے کہ الٰہی میں اپنے صبر و تحمل میں اتنا کمزور ہوں کہ مصائب و آلام

کے وقت مضطرب اور بے قرار ہو جاتا ہوں اور دعویٰ صبر وشکیب سب فنا ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا تیرا ہی فضل مجھے درکار ہے۔ خلاصہ مفہوم بیت اس دعا میں صاف ہے۔ **یا لطیف الطف واحسن بعبدک الضعیف المعترف بالمعاصی وسلمه فی الدنیا والاخرة من الشدائد و الافزاع لان لعبدک صبرا کائنا متی طلبته الاهوال اولاقته یفر صبره منه لکمال ضعفه۔**

"اے لطیف! گناہوں کا اعتراف کرنے والے اپنے کمزور بندے پر لطف وکرم فرما اور اسے دنیا وآخرت میں تمام سختیوں اور تکلیفوں سے سلامت رکھ، کیونکہ جب تیرے بندہ کے صبر کا مقابلہ خوف وخطر سے ہوتا ہے تو اس کا صبر انتہائی کمزوری کی وجہ سے میدان چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے"۔

فصل خامس عشر

سرکار ابدقرار علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آل واصحاب پر درود وسلام

وَائْذَنْ لِسُحْبِ صَلٰوۃٍ مِنکَ دَائِمَۃً
۱۵۹ عَلَی النَّبِیِّ بِمُنْھَلٍ وَّمُنْسَجِمِ

حل لغات: وائذن، اور حکم دے۔ لسحب، جمع سحاب، اپنی رحمت کے بادلوں کو۔ صلوۃ، کہ بارش صلوٰۃ وسلام۔ منک دائمۃ، تیری طرف سے ہمیشہ برسائیں۔ علی النبی، تیرے حبیب نبی عالم پر۔ بمنھل، انھلال زور دار بارش، موسلا دھار۔ ومنسجم، ازا انسجام روانی، اور بہتے ہوئے۔

ترجمہ: اور رحمت کے بادلوں کو حکم کر کہ وہ صلوٰۃ وسلام کی موسلا دھار بارشیں نبی رحمت پر ایسی کریں کہ ہمیشہ جاری رہے۔

شرح: یعنی حضور ﷺ پر قیام قیامت تک رحمت کے بادل درود وسلام کی بارشیں کرتے رہیں۔

وَالْاٰلِ وَالصَّحْبِ ثُمَّ التَّابِعِیْنَ لَھُمْ
۱۶۰ اَھْلِ التُّقٰی وَالنُّقٰی وَالْحِلْمِ وَالْکَرَمِ

حل لغات: والال، اور ان کی آل پر۔ والصحب، جمع صحابی اور اصحاب کرام پر۔ ثم التابعین لھم، اور تابعین پر۔ اھل التقی، جو پرہیز گاری کے اہل ہیں۔ والنقی، اور برگزیدہ۔ والحلم، اور حلم میں۔ والکرم، اور شرافت مآب۔

ترجمہ: حضور ﷺ کے آل واصحاب اور تابعین پر رحمت فرما جو پرہیز گار، برگزیدہ، اوصاف تحمل وشرافت والے ہیں۔

مَا رَنَّحَتْ عَذَبَاتِ الْبَانِ رِيْحُ صَبَا
وَاَطْرَبَ الْعِيْسَ حَادِى الْعِيْسِ بِالنَّغَمِ

حل لغات: مارنحت، مادامت بمعنی حرکت و امالت، جب تک ہلاتی رہے۔ عذبات، جمع عذبۃ یعنی، ڈالی، ڈالیاں، البان، شجرۃ البان۔ درخت بان کی، ریح صبا، بادصبا، و اطرب العیس، اور جب تک خوش کرتا رہے ساربان اونٹوں کو۔ حادی العیس، اونٹ ہانکنے والا۔ بالنغم، جمع نغمہ، اپنے نغمات سے۔

ترجمہ: تیری رحمتیں نازل ہوتی رہیں جب تک بادصبا درخت بان کی شاخوں کو ہلاتی رہے اور جب تک اونٹوں کو شتربان اپنے نغمتوں سے مست کرتا رہے۔

شرح: حلیہ میں ہے کہ ریاح چار ہیں صبا اسے ہی قبول کہتے ہیں۔ ابن خلکان میں ہے کہ ریح صبا نے رب عزوجل تبارک وتعالیٰ عز اسمہ سے اجازت طلب کی کہ یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی خوشبو پہنچائے قبل اس کے کہ بشیر قمیص لے کر پہنچے تو اسے اجازت دی گئی۔ اسی بناء پر بادصبا ہر محزون و غمگین کو مسرور کرتی ہے۔ اور بدنوں کو تر و تازہ کرتی ہے دوسری قسم کا نام جنوب ہے یہ ہوا ابروں کو جمع کرتی ہے۔ اور اسی ہوا سے گھوڑے پیدا ہوتے ہیں۔ حاکم نے تاریخ نیشا پوری میں ذکر کیا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارادہ خلق خیل فرمایا تو ریح جنوب کو حکم دیا کہ میں تجھ سے ایک مخلوق پیدا کروں گا۔ لہٰذا جمع ہو تو وہ جمع ہوئی اور جبرئیل حاضر ہوئے اور اس سے ایک قبضہ لیا۔ پھر اللہ نے فرمایا: ھذہ قبضتی ثم خلق فرسا کمیتا" یہ قبضہ ہے پھر اس سے کمیت گھوڑے پیدا فرمائے پھر فرمایا میں نے تجھے گھوڑا بنایا اور عربی کیا۔ اور تجھے تمام چارپایوں پر فضیلت دی۔ اور تیسری قسم شمال ہے۔ اور چوتھی قسم دبور ہے یہ دونوں ہوائیں ایسی ہیں کہ ان سے بنیادیں اکھڑ جاتی اور درخت اڑ جاتے ہیں۔ اس کو ریح عقیم اور ریح عاصف اور صرصر بھی کہتے ہیں۔ جس کا تذکرہ قرآن کریم میں بھی آیا ہے۔ اور جہاں قرآن کریم میں لفظ ریح آیا ہے۔ اس سے مراد ریح دبور ہے۔

عیس عربی میں تنومند اونٹ کو کہتے ہیں۔ اور حادی العیس اونٹ ہانکنے والے کو کہتے ہیں۔ اور ختم قصیدہ بالنغم پر فرمانے میں یہ لطافت بھی ہے کہ قاری قصیدہ کو قراءت قصیدہ نغمہ کے ساتھ لازم ہے۔ اس لیے کہ یہ اشعار ہیں اور اشعار کو لحن کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔

شارح خرپوتی رحمہ اللہ نے اختتام پر فرمایا کہ بعون الملک العلام اس شرح سے رمضان المبارک 1242ھ میں فارغ ہوا۔ اور بحمدہ تعالیٰ فقیر حقیر اس خدمت عظمیٰ سے حضور سید عالم ﷺ کے فیض باطنی کی مدد سے آج کیارہ رمضان المبارک 1359ھ بروز روح افزا دوشنبہ 14 اکتوبر 1940ء کو فارغ ہوا۔

والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین وسلم تسلیما کثیرا۔

اس شرح عربی پر مندرجہ ذیل علماء کرام نے تقاریظ فرمائیں۔ افاضل عصر اماثل جہابذہ مصر استاذ العلام جہبذ الفہام ذوالتالیف المفیدہ والتصانیف الجیدہ مولانا شیخ محمد ابراہیم باجوری قدس سرہ العزیز۔

امام الاکمل ہمام الاحشل مولانا الشیخ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ۔ عمدۃ الفاضل جمع بین الفضائل والفواضل مولانا الشیخ محمد الابراشی رحمۃ اللہ علیہ۔

عرض فقیر

ہر کہ خواند دعا طمع دارم زانکہ من بندہ گنہگارم

یلوح الخط فی القرطاس دهراً وکاتبه رمیم فی التراب

ہیچ میرز د ہیچ مدان راجی رحمۃ الرحمان

ابوالحسنات قادری خطیب مسجد وزیر خاں لاہور

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

کی شہرۂ آفاق تفسیر کا جدید، سلیس، دلکش، دلآویز اردو ترجمہ

ادارہ ضیاء المصنفین

بھیرہ شریف کی زیر نگرانی

مرکزی دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے علماء کی ایک نئی کاوش

تفسیر در منثور 6 جلد

زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکی ہے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور